مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاج العارفین قطب الاقطاب

حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۳۶ھ

ناشر

حضرت شیخ عبدالنبی شامی ٹرسٹ

۱۸۹ شادمان ۲ ، لاہور

مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاجُ العارفین قطبُ الاقطاب،

حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۴۶ھ

ناشر

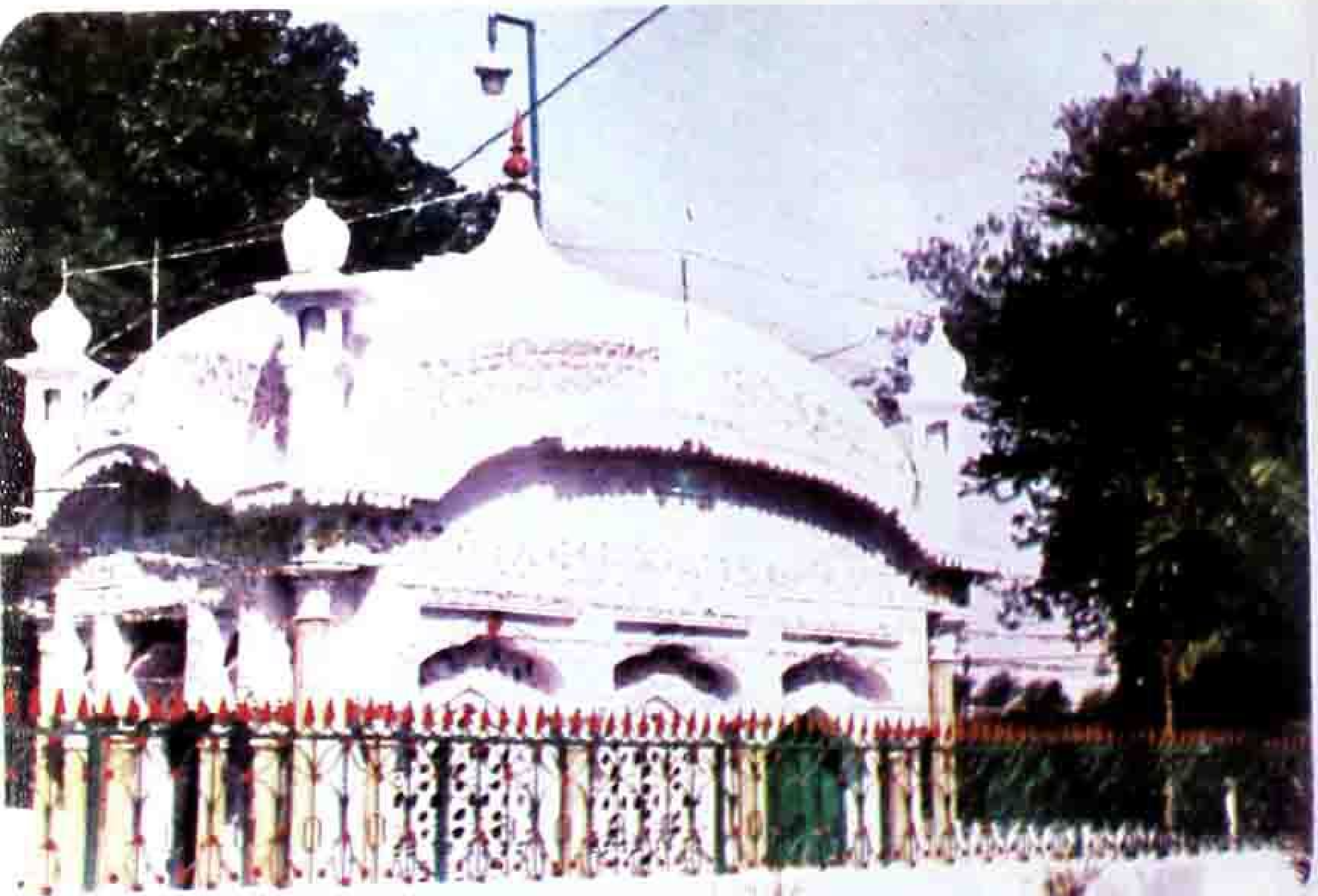
حضرت شیخ عبدالنبی شامی ٹرسٹ

۱۸۶۔ شادمان۔۲ ○ لاہور



A Tribune photograph

(ستمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے) روضۂ مبارک تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبیؒ شامی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
بمقام شام چوراسی (رقبہ ۵۰ کنال) ضلع ہوشیارپور (بھارت) المتوفی ۲۲ ربیع الاول ۱۱۴۶ ہجری بمطابق ۲۲ اگست ۱۷۳۳ء



روضۂ مبارک تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بمقام شام چوراسی (رقبہ ۵۰ کنال) ضلع ہوشیار پور، پنجاب (بھارت) المتوفیٰ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ



روضۂ مبارک کا اندرونی منظر، صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی (پشت دسویں) بموقع عرس مبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۳ء
حضرت تاج العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں



عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقعہ پر روضۂ مُبارک کا بیرونی منظر



حضرت شیخ عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف ہے کہ ہندو اور سکھ شدید اختلافات کے باوجود آپؒ کے عُرس مُبارک
۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقع پر مشترکہ طور پر رسم چادر پوشی ادا کر رہے ہیں۔



عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء
کے موقع پر تمام مذاہب کے
لوگ رسمِ چادر پوشی ادا کر
رہے ہیں۔





عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقعہ پر لنگر خانہ کا ایک منظر۔



محمد حسین قادری، حاجی عبدالمجید چشتی نعت خواں ہمراہ لالہ بنارسی داس چیئرمین ایم سی شاہجوراہی اور جتندر کمار بہل
(جنہوں نے بموقعہ عرس فوٹو گرافی کی) حضرت تاج العارفین کے مزار پُرانوار پر نذرانہ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔



گورشرن سنگھ شامی آڈیٹر ریلوے (درمیان) جو ۱۸ برس بطور متولی خدمات سرانجام دیتے رہے، جنہوں نے
روضہ مبارک کی چاردیواری از سر نو تعمیر کروائی اور گریل لگوائی۔ انکی وفات ۲۹ ستمبر ۸۳ء کو ہوئی اور وہیں مدفن ہوئے۔

مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاجُ العارفین قطبُ الاقطاب،

حضرت شیخ عبد النبیؐ شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۴۶ھ

ناشر

حضرت شیخ عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ ٹرسٹ

۱۸۶۔ شادمان ۔ ۲ ○ لاہور

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ــــــــــ مجموعۃ الاسرار

مصنّف ــــــــــ تاج العارفین حضرت شیخ عبد النبی شامی نقشبندیؒ

مُتَرجِم ــــــــــ پروفیسر مشتاق احمد بھٹی ایم اے

تقریظ ــــــــــ سیّد نفیس الحسینی نقشبندی (نفیس رقم)

تعارف ــــــــــ صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی

کتابت ــــــــــ ذاکر حسین و محمد عاشق ندیم قادری

فوٹو گرافی ــــــــــ جتندر کمار بہل کھتری پنجابی باغ دہلی (بھارت)

ناشر ــــــــــ صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی

تعداد اشاعت ــــــــــ ایک ہزار

تاریخ اشاعت ــــــــــ اپریل ۱۹۸۶ء

مطبع ــــــــــ قومی پریس، ۵۰، لوئر مال، لاہور

ہدیہ ــــــــــ مبلغ یک صد روپیہ

بار ل

ملنے کے پتے

(۱) صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی، مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ نمبر ۹، رام نگر، لاہور ۲ پاکستان۔

(۲) صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی، قومی پبلشرز ۵۰ لوئر مال لاہور۔
فون: ۵۵۰۰۶

(۳) شیخ عبد الرحمٰن شامی، سکیلز مین، صنم بلڈنگ مزنگ چونگی، ۳۷ فیروز پور روڈ، لاہور
فون: ۴۱۴۵۲۰ ۴۱۸۵۸۷ ۴۱۵۴۹۳

فہرست مکتوبات شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید نفیس الحسینی

تقریظ

مشائخ طریقت کے سلسلۂ رشد و ہدائیت میں اُن کے مکتوبات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تمام ہی سلاسلِ تصوّف میں اس کی روشن مثالیں پائی جاتی ہیں۔ برِّصغیر میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ مُنیریؒ (م ۷۸۲ھ)، خواجۂ دکن حضرت سیّد محمد گیسُودرازؒ (م ۸۲۵ھ) اور حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانی (المتوفی بعد ۸۲۵ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ کے مکتوبات کو تقدّم زمانی حاصل ہے۔

نقشبندی مشائخ نے مکتُوبات کے ذریعے سلسلۂ ابلاغ و تبلیغ کو سب سے زیادہ فروغ دیا۔ حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مکتوبات سلوک و تصوّف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ ان کے بعد اُن کے اخلافِ کرام نے بھی اپنے مکتوبات میں عرفان و معرفت کے دریا بہائے ہیں۔ تاریخِ تصوّف میں ان مکتوبات کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ بعد کے مجدّدی مشائخ نے بھی مکتُوبات کی روایت کو باقاعدگی سے جاری رکھا۔

زیرِ نظر کتاب "مجموعۃ الاسرار" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ مکاتیب سلسلۂ احسنیہ مجدّدیہ کے جلیل القدر شیخ حضرت شیخ عبد النّبی شامی قُدّس سرّہٗ کے بحرِ عرفان و تصوّف کے لُولوئے آبدار ہیں۔ حضرت شامیؒ اپنے وقت کے آفتابِ عالمتاب تھے۔ "نُزہتہ الخواطر" میں لکھا ہے:

"شیخ عبد النّبی نقشبندیؒ اپنے زمانے کے قوی النسبت بزرگ تھے۔ اُنکی ولایت اور جلالتِ شان پر اُس زمانے کے بزرگوں کا اتفاق ہے۔ سلسلۂ احسنیہ نقشبندیہ

میں سالکانِ طریقت کی تعلیم و تربیت میں انہیں کمال حاصل تھا۔ وہ جلیل القدر رہنمائے طریقت تھے۔ اپنے مریدوں کو راہِ سلوک کی منزلیں طے کرا کے معرفت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتے تھے۔"

"حضرت شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلویؒ نے "الانتباہ فی سلاسل اولیاءاللہ" میں اُن کا ایک مکتوبِ لطیف نقل کیا ہے۔ انہوں نے "فصوص الحکم" کی شرح بھی لکھی تھی۔ اگرچہ انہوں نے علومِ عربیہ حاصل نہیں کئے تھے، لیکن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُن پر علم و معرفت کے دروازے کھول دیئے تھے۔"

"وجیہ الدین اشرف لکھنویؒ نے "بحرِ ذخّار" میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالنبیؒ ابتداً ہندو کھتری تھے، جو شیخ عبدالوہاب قادریؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام لائے۔ مدتوں اُن کی صحبت میں رہے اور فیض حاصل کیا۔ پھر وہ شیخ عبداللہ سلطان پوریؒ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ وہ شیخ حاجی محمد شریف متّقی شاہ آبادیؒ کے خلیفہ تھے، جو حضرت سیّد آدم بن اسماعیل بنوریؒ کے فیض یافتہ تھے۔ جب شیخ عبداللہ سلطان پوریؒ حجاز تشریف لے گئے تو شیخ عبدالنبیؒ نے اُن کے خلیفہ شیخ طاہر عالمپوریؒ کا دامن تھام لیا، اُن سے فیض یاب ہوئے اور شرح "فصوص الحکم" لکھی۔ شیخ عبدالنبیؒ نے علم سلوک و معرفت پر بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔" (نزہۃ الخواطر ج ۶، ص ۱۷۰-۱۷۱)

حضرت شیخ عبدالنبی قدس سرہٗ اپنے زمانے میں مرجع خاص و عام تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوریؒ جیسے بلند پایہ شیخ طریقت بھی آپ کا شہرہ سن کر کسبِ فیض کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے "رسالہ سلوک" میں جس کا ترجمہ اردو میں "اسرار الطریقت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"لاہور کی طرف دوآبہ میں سیام چوراسی نام ایک گاؤں میں میاں شیخ عبد النبیؒ طریقۂ نقشبندیہ میں ایک نومسلم بزرگ رہتے تھے۔ کسی تقریب سے لاہور میں تشریف لائے۔ میں بھی دو بار اُن کی زیارت کے لئے گیا۔ ہمیشہ شُغل میں رہتے۔ بڑے ہی کم گو اور مُوثّر تھے، چنانچہ اکثروں کو ان کے فیضِ صحبت سے اثر ہوا۔ ان کی مجلس میں بہت کم گفتگو ہوتی تھی۔ مراقبہ کے سوائے اور کچھ کام ہی نہ تھا۔ مجھ کو خلوت میں ان کی خاص صحبتیں میّسر ہوئیں۔ ذاتِ بحت کی نسبت توجّہ کرتے تھے۔ چنانچہ وہ بے خودی اور بے رنگی کی نسبت غلبہ کرتی تھی۔ اس نسبت اور دیگر شغل اور مراتبِ ذکر کی اجازت فقیر کو دی۔ اس کے بعد کچھ مدت تک وہ نسبت غالب رہی اور اس کے بعد کبھی کبھی غلبہ کرتی رہی۔"

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی حضرت شیخ عبد النبی شامیؒ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے جو حضرت شیخ کے علوِ مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ شاہ صاحبؒ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں:

"اب تھوڑی روش طریقۂ احسنیہ کی جو شیخ آدم بنوریؒ سے منسوب ہے، ذکر کرتا ہوں۔ اس ضمن میں مکتوب شیخ عبد النبیؒ سیام چوراسی کا جو اس زمانے میں طریقۂ احسنیہ کے مقتدا تھے اور سب اس طریقہ والوں کی، کیا خاص اور کیا عام، اُن کی طرف توجہ تھی اور اس طریقے کے جمہور اس امر پر متفق ہیں کہ سالکوں کی تربیت میں اس طریقہ کی روش میں ان کا قدم راسخ تھا، ایک عزیز صالح نے مکہ معظّمہ میں ذکر کیا۔ ہم نے اُن کے پاس سے لکھ لیا۔"

(الانتباہ ص ۸۴)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری عقیدت و عظمت سے حضرت شیخ عبد النبی

قدس سرہٗ کا مکمل مکتوب نقل کیا ہے:

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

الغرض حضرت شیخ عبدالنبی شامی قدس سرہٗ کے مکتوبات علم و حکمت اور سلوک و معرفت کا انمول خزانہ ہیں۔ صدیوں سے یہ "گنج مخفی" نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا آرہا تھا۔ اس دُرِ مکنون کو منظرِ عام پر لانے کی سعادت کریم کارساز نے حضرت شیخ عبدالنبی قدس سرہٗ ہی کے ایک صُلبی فرزند جناب محمد سلیم شامی کے نام لکھی تھی۔ چنانچہ ان کی سعی مشکور سے "مجموعۃ الاسرار" کا واحد نسخہ بالعکس طبع شدہ اہل قلب و نظر کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ جناب محمد سلیم شامی صاحب نے افادۂ عام کے لئے "مجموعۃ الاسرار" کا ترجمہ کرا کر عوام الناس پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ جس کے لئے وہ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔ یہ ترجمہ فاضل مکرم جناب پروفیسر مشتاق احمد بھٹی صاحب کی ذہنی کاوش کا عمدہ نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

احقر نفیس الحسینی	۲۹، رجب المرجب ۱۴۰۵ھ
$\frac{177}{3}$ کریم پارک، لاہور	بمطابق
	۲۱، اپریل ۱۹۸۵ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اظہارِ تشکّر

تاج العارفین، قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنّبی شامی نقشبندی المعروف باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے عقیدت اور محبت میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ اُن سے نسبی تعلق بھی ہے اور قلبی بھی۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ آپؒ کے تذکرے میں دِل نے زیست کا مزہ پایا ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا تھا کہ حضرتؒ کے مکتوبات کا قلمی نسخہ محفوظ ہے۔ اِس کی تلاش میں لگا رہا اور بالآخر میری کوشش کامیاب ہوئی۔ صاحبزادہ منظور الاسلام شامی سے اِن مکتوباتِ گرامی کی ایک قلمی نقل دستیاب ہوگئی۔ میں نے اِسے بصد منّت اُن سے حاصل کیا اور فوٹوسٹیٹ کاپی صاحبزادہ سعید اقبال شامی کے سپرد کر دی تاکہ اس کا ترجمہ کرایا جا سکے اور پھر اُسے کتابی صورت میں شائع کر کے تشنگانِ علم و معرفت کی پیاس بجھانے کا انتظام ہو۔

افسوس بوجہ تبادلہ موصوف یہ آرزو پوری نہ ہو سکی مجھے ایک بار پھر مکتوبات حاصل کرنے کی کوشش کرنی پڑی۔ قلمی نسخے کے حامل اُسے ایک آن بھی اپنے سے جُدا کرنے پر تیار نہ تھے لیکن ہزار جتن کر کے میں نے اُنہیں آمادہ کیا کہ اسے چند دنوں کے لئے میرے سپرد کر دیں۔ ایک بار پھر فوٹوسٹیٹ کاپی تیار کرائی۔ اِس بار صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی سے رابطہ قائم کیا۔ اُن کے تعاون سے اسلامیہ کالج جالندھر کے سابق پروفیسر جناب مشتاق احمد بھٹی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بھٹی صاحب نے مکتوبات کو اُردو کا قالب دینے کا بیڑا اُٹھایا۔ ایک سال تین ماہ کی محنتِ شاقّہ سے انہوں نے یہ مہم سر کر دی۔ مکتوبات نے اُردو کا جامہ پہن لیا۔

اِس کے بعد عالمِ اِسلام کے مایہ ناز خطّاط الحاج سیّد انور حُسین نقشبندی (نفیس رقم) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اپنی نگرانی میں کتابت مکمّل کرائی۔ اُن کے دو شاگردوں، ذاکر حُسین صاحب نے خُوشنویسی اور مُحمّد عاشق ندیم صاحب نے ابتدائی صفحات کی خُوشنویسی، اغلاط کی دُرستی اور کاپی جوڑائی کا کام انجام دیا۔ صاحبزادہ مُحمّد اسلم شامی صاحب سابق ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ویلج ایڈ نے کتابت شدہ مُسودے کی دُرستی میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو اِس محنت کا اجرِ عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے کہ اُس نے اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے توفیق بخشی کہ پانچ سال کی محنت اور لگن کے بعد اِن مکتُوباتِ گرامی کو منظرِ عام پر لاؤں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تین صدیوں کے بعد پہلی بار یہ خزانہ منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ آج مجھے اتنی خُوشی نصیب ہوئی کہ اس سے پہلے کم ہی ہوئی ہو گی۔

صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے چھاپے خانے سے اِن مکتُوبات کی طباعت کی ہے اور کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اُنہیں اِس کارِ خیر کا اجر عطا فرمائے۔ میں اس ایڈیشن کے ایک ہزار نسخے "حضرت عبدالنبی شامیؒ ٹرسٹ" کی نذر کر رہا ہوں، تاکہ اِس کی آمدنی اِس ٹرسٹ کے مقاصد کی تکمیل کے کام آئے۔

میری اب یہی تمنّا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور آپؒ کے مشن کی لگن میں اپنی زندگی گزار دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صاحبزادہ حاجی مُحمّد سلیم شامی نقشبندی

مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ نمبر ۹

رام نگر، لاہور ۱۲ (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانحِ حیات حضرت تاجُ العارفین عبدالنّبی شامیؒ

حضرت شیخ عبدالنّبی شامی رحمۃ اللہ علیہ کو اہلِ نظر اور اہلِ دل قُطب الاقطاب بھی سمجھتے ہیں اور تاجُ العارفینؒ بھی۔ شیخ المشائخ بھی اور سُلطان الاولیاء بھی۔ آج بھی مشرقی پنجاب کے معرُوف قصبے شام چوراسی کی رونقیں انہی کے دم سے ہیں۔ اُنہیں اِس دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں گزر چکیں، لیکن آج بھی اُن کی روشنی سے دیدہ و دل منوّر ہو جاتے ہیں۔ اُن کی اولاد برصغیر پاک و ہند میں پھیلی ہوئی ہے اور آپؒ کی نسبت سے شامی کہلاتی ہے۔

حضرت شیخؒ نے ایک ہندو گھرانے میں آنکھ کھولی۔ والد کا نام لالہ دیوان بوٹڑہ مل ڈہل کھتری تھا۔ شامی خاندان کے بڑے بوڑھوں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے اور ان کے بڑے بوڑھوں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سُنا ہے کہ لالہ بوٹڑہ مل کے ہاں جس روز یہ برکت نازل ہوئی، رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ تھی اور ۱۰۲۸ھ کا سن۔ اُس دن آپؒ نے دُودھ نہ پیا۔ بتایا جاتا ہے کہ آپؒ مادر زاد ولی تھے۔ اس لئے روزہ رکھا ہوا تھا۔ کوئی یہ مانے یا نہ مانے، کہ اس کی کوئی باقاعدہ مضبوط سند نہیں ہے، اس کو تو بس سنتے چلے آئے ہیں، لیکن اِس حقیقت سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ غیرِ مسلم گھرانے میں آنکھ کھولنے والے اس بچّے کو پروردگار نے اسلام کی دولت سے مالامال کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ نہ صرف اس کا سینہ اس نُور سے منوّر ہونا تھا،

بلکہ آس پاس بھی کفر کی ظلمتیں اس کی بدولت پاش پاش ہوئی تھیں۔ حضرت کی تبلیغی مساعی اور مبارک زندگی نے بے شمار زندگیوں کو بدل ڈالا۔ بے شمار بستیوں کو اللہ کے پاک نام سے متعارف کرایا اور بے شمار دِلوں کو دولتِ دنیا سے بے نیاز کر دیا۔

دیوان لالہ بوہڑہ مل محکمہ مال میں کار دار تھے اور شام چوراسی سے مالیہ وصول کر کے خزانہ سرہند میں جمع کرانے لے جایا کرتے تھے۔ اولادِ نرینہ نہ تھی، اس لئے اُداس اور مغموم رہتے تھے۔ ایک بار سرہند پہنچے تو ایک فقیرِ باکمال کی شہرت سُنی۔ لالہ جی اُن کے چرن چھونے جا پہنچے کہ فقیروں اور ولیوں کو ہندو تک اپنا سمجھتے اور اُن سے فیض اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لالہ جی پہنچے تو بزرگ نے بڑی عزّت سے بٹھایا اور بشارت دی کہ تمہارے ہاں ایک سال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ ایک سال بعد حضرت اس دنیا میں تشریف لے آئے۔ لالہ بوہڑہ مل جس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرتؒ کا نام بھوپت رلنے رکھا گیا۔ کچھ ہوش سنبھالا تو والد نے پڑھنے کے لئے مکتب میں ڈالا آپکے استاد ایک مسلمان صالح اور متقی بزرگ تھے۔ اُن سے گلستاں، بوستاں، پڑھنے لگے۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان بھی اپنے بچوں کو مشنری سکولوں میں تعلیم دلاتے ہیں اور اس پر پھُولے نہیں سماتے۔ چند برس پہلے تک یہ عالم تھا کہ ان سکولوں میں بائیبل کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی اور مسلمان طلبہ بھی بائیبل پڑھتے، اُسکی تلاوت کرتے اور اُسے حفظ کرتے تھے۔ یہ اثرات انگریزی حکومت کے تھے۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب مسلمانوں کی حکومت اس برِصغیر پر ہوگی تو اس وقت اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ اس وقت غیر مسلم بھی جدید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کرتے تھے اور مسلمانوں کی کتابیں پڑھ کر پھولے نہیں سماتے تھے۔

جدید تعلیم حاصل کرنا معزّز اور باوقار ہونے کی علامت تھا۔ اس لئے بھوپت رائے ایک مسلمان مولوی صاحب کے سپرد کئے گئے۔ جس طرح آج کل انگریزی کی اہمیت ہے اس وقت فارسی کی تھی۔ ایک روز سبق پڑھتے پڑھتے ان اشعار پر پہنچے ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
محال است سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰؐ

(جو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے راستے کے خلاف چلا، وہ ہرگز منزل کو نہ پہنچ سکا۔ اے سعدی، مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ کسی اور کی پیروی میں سلامتی کا راستہ ملنا محال ہے۔)

بھوپت رائے کا دل یہاں اٹک گیا۔ وہ بار بار استاد سے پوچھتے کہ "راہِ صفا" کیا ہے، راہِ مصطفیٰؐ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اصرار شروع ہوا کہ اس راستے کی تعلیم دی جائے۔ مولوی صاحب سخت اُلجھن میں پڑ گئے۔ وہ مضطرب تھے کہ لالہ بوہڑ مل اور ان کے اعزّہ کا ردِعمل کیا ہو گا۔ اُدھر بھوپت رائے کے دل میں عشقِ مصطفیٰؐ کا چراغ جل چکا تھا۔ چھوٹی عمر ہی میں بھوپت کی شادی موضع سری گوبند پور کے ایک بڑے کھتری گھرانے کے فرد، لالہ راماں مل کے ہاں ہو چکی تھی، لیکن ان کا دل بے قرار تھا۔ اس کو کسی اور کی محبت کی لو لگ چکی تھی۔ مُصِرّ تھے کہ اُستاد صاحب باقاعدہ کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیں تاکہ بُتوں کی بندگی سے نجات حاصل کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔ استاد گومگو میں تھے، سود و زیاں کا حساب کرنے میں لگے تھے۔ اِدھر یہ حالت تھی، اُدھر بھوپت رائے کے دِل کی دنیا بدل چکی تھی۔ وہ جان چکے تھے کہ

؎ برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی

اسی عالم میں رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کلمہ پڑھایا اور بھوپت رائے کو عبدالنبیؒ بنا لیا۔

ع محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی

اُن کے استاد کو بھی (خواب میں) حکم دیا گیا کہ اپنے شاگرد کی خواہش کا احترام کریں اور اس کے نام کی تعلیم دیں، جس نے کل جہانوں کو تخلیق کیا ہے۔

عبدالنبیؒ نے باوازِ بلند بتوں سے ناطہ توڑنے کا اعلان کیا، تو ہر طرف آگ سی لگ گئی۔ والدین سراپا غضب، سُسرال والے بے چین و مضطرب، اعزّہ واقرباء، برادری والے، سب ہاتھ ملنے لگے۔ پہلے تو سمجھانے کی کوششیں ہوئیں اور قبولِ اسلام کو "بچگانہ غلطی" قرار دے کر اصلاح کے لئے جان لڑائی گئی۔ سُسر نے ایک نصیحت آموز خط لکھا، لیکن سب تدبیریں کسی کام نہ آئیں۔ عبدالنبیؒ نے پھر بھوپت رائے بننے سے انکار کر دیا۔ اپنے سُسر کے نام پیغام بھجوایا ؎

تھالی بھن رکابی تے چونکا بھن مسیت
آکھیں سوہرے رامے نوں ساڈی اللہ نال پریت

شام چوراسی ہندو اکثریت کا علاقہ تھا۔ یہاں عبدالنبیؒ پر زندگی اجیرن کر دی گئی۔ پس ہجرت کا پروگرام بنایا کہ

ع ہے ترکِ وطن سُنّتِ محبوبِ الٰہی

ایک دن اپنے اُستاد کے ساتھ یہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ کپورتھلہ ریاست میں واقع سلطان پور میں حضرت حاجی عبداللہ صاحبؒ کی خدمت میں جا حاضری دی۔ کہتے ہیں، جب آپ سلطان پور کے قریب پہنچے تو اس وقت حاجی عبداللہ صاحبؒ کہیں باہر جانے کے ارادے سے پالکی میں سوار تھے۔ حاجی صاحبؒ نے پالکی ٹھہرانے کا حکم دیا

اور کہا کہ رُک جاؤ! مردِ خدا آرہا ہے۔ خُدّام حیران ہوئے، لیکن کچھ نہ بولے۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان عبدالنبیؒ وہاں پہنچ گئے۔ حاجی صاحبؒ انہیں ساتھ لے کر واپس ہوئے۔ وہ بیعت کر کے سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہو گئے۔ حاجی عبداللہؒ حضرت آدم بنوریؒ (خلیفہ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانیؒ) سے بیعت تھے اور اُن کے نامور خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت آدم بنوریؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت محمّد شریف مُتّقیؒ سے تربیت پائی اور حضرت آدم بنوریؒ سے بھی فیض اٹھایا۔ حضرت محمد شریف مُتّقیؒ نے انہیں باقاعدہ خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شیخ العالم سیّد حاجی محمد طاہر عالمپوریؒ، حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ کے خلیفۂ کامل تھے۔ حاجی صاحبؒ نے نوجوان عبدالنبیؒ کو مزید تعلیم اور تربیت کے لئے شیخ العالمؒ کے سپرد فرمایا۔ اس نوجوان نے اس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر تاجُ العارفینؒ کا لقب پایا۔

آج ہمارے ہاں جُزوقتی تعلیم کا جو نظام رائج ہے، وہ پڑھے لکھے جاہل پیدا کر کے معاشرے میں پھینکتا جا رہا ہے۔ آج کا علم، عمل سے پیوست نہیں ہے۔ کسی مدرسے، کالج اور یونیورسٹی کو طالب علموں کی تربیت سے کوئی سروکار نہیں۔ جو ادارے اقامتی ہیں، وہ بھی کسی درسگاہ کی بجائے ہوٹل سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ لیکن شیخ عبدالنبیؒ کی تربیت جس یونیورسٹی میں ہوئی، اس کے چانسلر حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ تھے۔ اس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام اور علمائے کرام اسی طرزِ تعلیم کے بانی تھے۔ اُن کی خانقاہ میں شریعت کا علم بھی تقسیم ہوتا تھا اور طریقت کی معرفت بھی عطا ہوتی تھی۔

کئی سال گزر گئے۔ اب عبدالنبیؒ ایسا چراغ تھے، جس کو انگنت چراغ روشن کرنا تھے۔ علم اور عمل کا بیش بہا سرمایہ لے کر انہوں نے واپس شام چوراسی کا رُخ کیا تاکہ

وہاں کے بے نواؤں اور تہی دامنوں کو بھی اپنی کمائی میں حصہ دار بنائیں۔ شیوۂ پیغمبری یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے تک محدود نہ رکھا جائے، عام کیا جائے، ہر ہر دل کو اس سے متعارف کرایا جائے۔ عبدالنبیؒ نبیؐ کے غلام تھے، اس سُنّت کو کیسے نہ اختیار کرتے۔ ان کی تربیت کرنے والے بھی داعی تھے اور انہوں نے اپنے طالب علموں کو داعیانہ لگن لگادی تھی۔

عالمِ شباب میں جس بستی، جس علاقے اور جس سرزمین نے عبدالنبیؒ کے لئے خود کو تنگ کر دیا تھا، ان کو اپنے درمیان دیکھنا گوارا نہ کیا تھا، اَب جبکہ وہ تاج العارفینؒ تھے، معرفت کا مے خانہ کھولنے اسی جگہ پہنچے۔ اپنوں کو مستفید کرنا، اپنوں کو تباہی سے بچانا، اپنوں کو آگ سے محفوظ کرنا ضروری تھا۔ وہ اپنوں کے درمیان پہنچے۔ جو غیر بن چکے تھے۔ اپنے علم کی طاقت اور کردار کی برکت سے نہ صرف اُن کو اپنا بنایا بلکہ غیر بھی اُن کے ہو گئے۔ دُور دُور سے لوگ اُن کی شہرت سُن کر آتے اور انہی کے ہو جاتے۔

ہندو جوگی، شعبدے اور کرامات دکھاتے تھے اور سادہ لوح لوگوں پر ہندو مت کی صداقت کا سکّہ بٹھاتے تھے۔ تاجُ العارفینؒ کی دھوم سُن کر بہت سے جوگی آئے، لیکن اُن کے شعبدے تاجُ العارفینؒ کی کرامات کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔

کرامات رُوحانی سائنس کے طالب علموں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں۔ جن لوگوں کو اس سائنس کی ہوا نہیں لگی، وہ کرامات ہی سے اِنکار کرنے کو توحید کا تقاضا قرار دے بیٹھتے ہیں۔ اِن بے چاروں کی علمی بے بسی پر ترس کھانا چاہیئے۔

مشہور ہے ایک بار ہندو جوگیوں کا ایک گروہ تاجُ العارفینؒ کی تبلیغی سرگرمیوں کا زور توڑنے کے لئے آیا۔ حضرتؒ کو خبر ہوئی تو اُن سے ملنے پہنچے۔ کھانے کا وقت تھا۔ اُن جوگیوں کو کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے قبول کرلی، آپؒ نے دائیں طرف

دیکھا۔ فوراً ہر ایک کے سامنے روغنی روٹی میں رکھا ہوا ایک ایک سیر حلوہ آ گیا۔ جتنے آدمی تھے، پانی سے بھرے ہوئے اتنے گلاس بھی ظاہر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جوگیوں کی ہمّت جواب دے گئی اور کسی کمال کا مظاہرہ کرنے اور دوسرے ہم مذہبوں کو بچانے کے بجائے خود کلمہ پڑھنے لگے۔ پندرہ افراد نے اُسی وقت حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

کہتے ہیں ایک بار جوگیوں کی ایک اور ٹولی اُدھر آئی۔ بڑا جوگی ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ شیخؒ پہنچے تو وہ اپنے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کر رہا تھا، جو اپنے آپ کو کئی اجسام میں پیش کر سکتا تھا۔ ایک وقت میں کئی سو مقامات پر اُسے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی تیرہ سو بیویاں تھیں، وہ ایک وقت میں ہر ایک کے پاس پایا جا سکتا تھا۔ تاج العارفینؒ نے فرمایا، جوگی میاں اس میں کیا کمال ہے، ذرا اُوپر دیکھو۔ دیکھا تو درخت کے ہر پتّے کے ساتھ ایک عبد النّبیؒ کو موجود پایا۔ اُس نے گھبرا کر نیچے دیکھا تو آپؒ وہاں بیٹھے ہوئے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اِس پر جوگیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ تیرہ نے اُسی وقت کلمہ پڑھ لیا۔

تاج العارفینؒ کی سب سے بڑی کرامت اُن کی شخصیت تھی۔ جو اُن کے پاس آتا، اُن کا ہو جاتا۔ ہزاروں افراد اُن کے حلقے میں شامل ہوئے۔ سینکڑوں کو باقاعدہ تربیت دی۔ اُن کی خانقاہ نے اس علاقے کی قسمت کو بدل ڈالا۔ انہوں نے طویل عمر پائی۔ اگست ۱۶۱۹ء میں اِس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ۱۱۴ سال گزار کر اگست ۱۷۳۳ء میں رخصت ہوئے۔ ہجری حساب سے اِس سرائے فانی میں آپؒ کا قیام ۱۱۷ سال ۵ ماہ اور ۲۳ دن رہا۔

آپؒ کے مکتوبات کا قلمی نسخہ خاندان کے بعض افراد کے پاس محفوظ چلا آ رہا تھا وہ اَب شائع ہو رہا ہے۔ اِن مکتوبات سے آپؒ کی علمی عظمت اور کمالِ نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔

آج بھی شام چوراسی (مشرقی پنجاب) میں آپؒ کا مرقدِ مبارک مرجعِ خلائق ہے۔ لوگ دُور دُور سے آتے اور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ وصیت کے مطابق تدفین کے بعد قبر کچی بنائی گئی۔ اس پر کوئی مقبرہ نہ بنوایا گیا۔ برسوں یہی عالم رہا، مگر اب عالم دوسرا ہے۔ بزرگوں کے نام کی قوالی کرنے والے اُن کی تعلیمات کو بھول گئے ہیں۔

صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی

حضرت شیخ عبدالنبیؒ اور اُن کے مکتوبات پر ایک اجمالی نظر

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

۱۔ عقّلیت پرستی کے اس دور میں لوگ ایسی باتوں کو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کہتے ہیں، جو ان کے عقلی معیار پر پوری نہ اُترتی ہوں اور جن کی عقلی توجیہہ نہ کی جا سکتی ہو لیکن مندرجہ بالا شعر علّامہ اقبال جیسے شخص کا ہے، جس نے علوم مغرب میں انتہائی دسترس حاصل کی، عقّلیت کے فریب کو سمجھا اور پھر عقل کی تنگنائی کے اسیر ہو کر نہ رہ گئے، بلکہ اُنہوں نے عقل اور عشق، دماغ اور دل کی حدود کے درمیان امتیاز برتا۔ یہی امتیاز دین کے دو پہلوؤں، یعنی شریعت اور طریقت میں ہے۔ اہلِ شریعت اور اہلِ طریقت میں وہی فرق ہے، جو ملازم اور عاشق میں ہے۔ ملازم کسی غرض، کسی آرزو میں حکم کی تعمیل کرتا ہے، جبکہ عاشق رضاکارانہ کسی معاوضہ و اجر کی تمنا و توقّع کے بغیر حکم کی تعمیل میں اپنی جان لڑا دیتا ہے۔ اِس عظیم الشان فرق کے پیشِ نظر اللہ تعالٰے بھی اُن سے حسب مراتب سلوک کرتا ہے۔ شریعت اور طریقت میں کوئی تضاد نہیں۔ طریقت شریعت کا اگلا قدم ہے۔ اِس لئے اہلِ طریقت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے خاص ہوتا ہے، جسے ہم عقل پرست اور منطقی لوگ نہیں سمجھ پاتے۔ یہی لوگ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ اِنہی لوگوں کے بارے میں اقبال مرحوم کا ایک اور شعر ہے۔ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکُشا، کارساز

۲۔ یہ لوگ اللہ تعالٰے کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، اور لوگوں کو بھی ویسی ہی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اللہ کے اِن بندوں کی زندگیاں سراپا تبلیغِ دین ہوتی ہیں۔ برِّصغیر ہند میں اسلام کی روشنی اِنہی نفوسِ قُدسیہ کی بدولت پھیلی۔ اسلام کا یہ صوفیانہ سلسلہ ایسا ہے، جو اپنے قول وفعل سے اکثر وبیشتر دل کی توجّہ کو جذب کرتا ہے اور دل کے ذریعے دماغ پر اثر ڈالتا ہے۔ اِن لوگوں کی باتیں مرُورِ ایّام سے پُر اسرار بن جاتی ہیں اور عام آدمی کی سمجھ سے ماورا ہونے کی وجہ سے خود وضاحت طلب بن جاتی ہے۔ اُن کے اقوال و افعال کرامتیں بن جاتے ہیں اور پھر جو باتیں سراپا دلیل ہوتی ہیں، دلیل طلب بن جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو صرف عقل وخرد کی رہنمائی کے عادی ہوتے ہیں، نہ سمجھتے ہوئے ان کا اِنکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی شئے کے نہ سمجھنے سے اس کا وُجود کالعدم نہیں ہوتا۔

۳۔ حضرت شیخ عبدالنّبیؒ بھی انہی نفوسِ قُدسیہ میں سے ہیں، جنہوں نے اسلام کے نُور سے روشنی پائی اور اس سے مستفیض ہو کر نہ صرف اپنے زمانے میں خلقِ خدا کو اسلام کے نُور سے فیض یاب کیا۔ بلکہ آج بھی ان کا فیض جاری ہے۔ اُس زمانے میں مادیت کا اتنا زور نہیں تھا کہ رُوحانیت دب جاتی۔ دنیا کی محبّت نے ابھی عوام کو آخرت سے اتنا غافل نہیں کیا تھا۔ معاشرے کے اندر خوش حالی اور سکھ چین تھا۔ زندگی اتنی تیز نہیں تھی کہ اِنسان کو اپنی ذات کے بارے میں بھی سوچنے کی فرصت نہ ملے۔ فکرِ معاش اُس وقت بھی تھی اور بعض دفعہ معیشت کی تنگی بھی ہوتی تھی، لیکن اسلام کے احکام کی سادگی نظروں سے اوجھل نہیں تھی۔ دنیا کی ہوس نے خلقت کو ابھی اِتنا گرفتار نہیں کیا تھا۔ تسلیم ورضا، قناعت وسادگی، شرافت ونیکی، وفا و ایثار وغیرہ کی صفات کے حامل لوگ بکثرت تھے۔ اس نے آپؒ کی صحبت وتعلیم سے ایک دنیا نے فیض اٹھایا اور زندگی میں سکون واطمینانِ قلب پایا۔

۴۔ اللہ تعالٰے کی قدرت کے کرشموں کا کیا کہنا۔ آذر بت پرست کے گھر میں ابراہیمؑ بت شکن پیدا ہوتے ہیں، اور حضرت نوحؑ نبی کے ہاں نافرمان بیٹا جنم لیتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالنبیؒ بھی اپنے

علاقے کے ایک ہندو بُت پرست کاردار کے ہاں تیس اگست ۱۶۱۹ء کو مغل شہنشاہِ جہانگیر کے زمانے میں موضع شام چوراسی ضلع ہوشیار پور بھارت میں پیدا ہوئے، لیکن سلامتی طبع کی بدولت انہوں نے عہدِ طفولیت میں ہی اسلام کی حقانیت کو قبول کر لیا۔ اُس دور میں فارسی سرکاری زبان اور عربی علمی اور دینی زبان تھی۔ چنانچہ آپؒ نے مروّجہ علوم کی تحصیل مسلمان علماء اور صوفیا سے کی اور انہی کی بدولت اسلام کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ آپؒ نے دینی مسائل کو ان کی سادہ و پاکیزہ شکل میں سیکھا اور مدت العمر علمائے عصر اور اولیائے زمانہ کی خدمت میں حاضر رہے اور پھر تبلیغِ دین میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہو گئے۔

۵۔ آپؒ کی کوئی مستقل تصنیف اس وقت ہمارے پیشِ نظر نہیں، لیکن آپؒ کے وہ مکتوبات "مجموعۃ الاسرار"، جو آپؒ نے اپنے عقیدت مندوں، خادموں اور عام لوگوں کو لکھے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کے چشمۂ صافی کو کسی حالت میں گدلا نہیں ہونے دیا۔ آپؒ چار واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ کے مرید تھے، چنانچہ آپؒ نے بھی حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی طرح مکتوبات کے ذریعے مختلف مسائل کی تفہیم کی اور ہر قسم کی بدعت و ضلالت کے خلاف جہاد کیا۔ یاد رہے کہ یہ وہ دور تھا، جب اسلام ہندوؤں کی زندگی پر گہرا اثر ڈال رہا تھا اور اسلام کی سادگی اور حقانیت نیز سیاسی غلبہ سے متاثر ہو کر ہندو بہت بڑی تعداد میں اسلام اور اس کی تعلیمات کو قبول کر رہے تھے، لیکن مناسب تربیت نہ پانے سے ہندوئیت کے اثرات سے ابھی چھٹکارا نہیں پا سکے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے خالص توحید کی تبلیغ کی اور شرک کی ہر صورت کو مذموم ٹھہرایا۔ آپؒ کے انہی فارسی مکتوبات کا اُردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

۶۔ آپؒ کا زمانہ مغل شہنشاہوں کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ آپؒ نے جہانگیر (۱۶۰۵ ـــ ۱۶۲۷) سے لیکر محمد شاہ (۱۷۱۹ ـــ ۱۷۴۸) تک کا زمانہ پایا۔ اس طرح آپؒ نے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ اور ـــ ۳۰ اگست ۱۶۱۹ء سے ۲۲ اگست ۱۷۴۳ء تک طویل عمر پائی۔ آپؒ کے مکتوبات پر سیاسی اثرات کا کوئی سایہ نہیں ملتا، لیکن مریدوں اور عقیدت مندوں کے

سوالات اور جوابات سے اُس وقت کے معاشرے کی زندگی کی جھلکیاں ضرور ملتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کا معاشرہ کن مسائل سے جو زیادہ تر نفسی اور رُوحانی نظر آتے ہیں، دو چار تھا اور آپؒ نے اُن مسائل کو حل کرنے میں کیا کاوش کی۔ مریدوں کا یہ سلسلہ سارے ملک میں، بلکہ بیرونِ ملک بھی پھیلا ہوا نظر آتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کی شہرت صرف اس وقت کے متحدہ ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ باہر بھی تھی۔ دُور دراز کے لوگ مُراسلت کرتے اور اس طرح تشنگیِ رُوح دُور کرنے کی تدبیر کرتے۔

۷۔ آپؒ کے بیشتر مکتوبات تصوّف و الٰہیات کے بارے میں ہیں۔ جو مسائل حضرت علی ہجویریؒ کے زمانے میں ابھی سادہ تھے، صدیاں گزر جانے کے بعد پیچیدہ اور مبہم ہو گئے تھے۔ مختلف قسم کی موشگافیوں کا سلسلہ لامتناہی ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے سلوک کے رہ نوردوں کو عرفانِ حقیقت کی مختلف منزلیں طے کرنا سکھایا۔ آپؒ نے تصوّف کے مختلف مسائل کی تعلیم دی۔ ان مسائل میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، جمال و جلال، شاہد و مشہود، غیب و حضور، نور و ظلمت، وحدت الوجود و وحدت الشہود، جبر و قدر، تقلید و تحقیق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر صحتِ جسمانی اور صحتِ روحانی وغیرہ ہیں۔ آپؒ نے ان کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے اور کسی قسم کا ابہام پیدا کئے بغیر انہیں صاف کیا ہے، ان مکتوبات میں آپؒ نے سالکِ راہ کو مختلف منزلوں کے نشانات و مقامات سے آگاہی بخشی ہے۔ سلوک کے باریک اسرار و رموز سمجھانے کے علاوہ شریعت کے تمام مسائل بھی بیان کئے ہیں اور ان کی حکمت بھی سمجھائی ہے کہ شریعت، طریقت میں داخل ہے اور کسی حالت میں بھی شریعت کی قید سے آزاد نہیں ہوا جا سکتا۔ چنانچہ اس طرح آپؒ نے دینِ حق کی تبلیغ کی ہے۔ آپؒ نے اتباعِ شریعت اور ترویجِ سُنّت کا کام احسن طریقے سے انجام دیا۔ حتیٰ کہ وہ اوراد و وظائف جو آپؒ نے مریدوں کی ریاضت و عبادت کے لئے تجویز کئے، کتاب و سُنّت ہی سے اخذ کئے۔

۸۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں کے مختلف طریقہ ہائے علاج ہوتے ہیں،

کہیں طبِ اسلامی ہے، کہیں آیور ویدک، کہیں ایلوپیتھی اور کہیں ہومیوپیتھی، اس طرح رُوحانی بیماریوں کے علاج کے بھی کئی طریقے ہیں۔ تصوّف کے مختلف سلسلے بھی روحانی امراض کے مختلف علاج ہیں۔ آپؒ نے اس ضمن میں حضرت مجدّدِ الف ثانیؒ کے طریقۂ نقش بندیہ کو اپنایا اور اس کے ذریعے لوگوں کو دین و دنیا کی تعلیم دی۔ یہ علم نہ صرف حصولِ آخرت کے لئے، بلکہ کسبِ دنیا کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ اِن مکتوبات کی روشنی میں ہمیں ایک ایسے معاشرے کی فضا ملتی ہے، جو سادہ و پاک ہے۔ جس میں تصنّع اور بناوٹ نہیں، جس میں شرک اور بدعت کا زور نہیں، جس میں اسلامی مسائل اجماعِ امت کے مطابق ہیں۔ انہوں نے اپنی کوئی الگ راہ نہیں نکالی۔ انہوں نے حضور رسالت مآبؐ کے نقشِ قدم پر چلنے ہی میں سعادت سمجھی اور اسی کی تلقین کی۔ اُن کی تعلیم کا یہ پہلو آج ہمارے لئے بہت روشن مشعلِ راہ ہے، جب کہ ارضِ خداداد پاکستان کے اسلامی معاشرے کو فرقہ واریت کا زہر مسموم کر رہا ہے اور دور کعت کے امام اپنی غرض کے تحت سادہ لوح مسلمان معاشرے میں بس گھول کر عوام کو اسلام ہی سے بدظن کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے مکتوبات میں دین کا کوئی ایسا رُخ پیش نہیں کیا، جو کتاب وسُنّت کے خلاف ہو۔ اُنہوں نے کتاب وسُنّت سے ایک قدم بھی انحراف نہیں کیا۔ یہ ان کا بہت بڑا کمال ہے۔ ان کے عقیدت مندوں کی کثیر تعداد بھی اسی راہ پر گامزن نظر آتی ہے۔ ان عقیدت مندوں میں صرف عام لوگ ہی نہیں، بلکہ خواص، حتیٰ کہ حاکمانِ وقت اور امرائے عصر بھی شامل ہیں۔ حضرت مجدّدِ الف ثانیؒ کی طرح آپ کا بھی خیال تھا کہ ایک صاحب اقتدار کے اخلاق کی اصلاح کا مطلب اس کے ماتحتوں اور زیر دستوں کی اصلاح ہے، چنانچہ آپؒ نے اپنے پیر و مرشد کی پیروی میں اسی طریقے کو استعمال کیا، اور اسلام کو کتاب وسُنّت کی روشنی میں پیش کیا اور کسی قسم کی بدعت کو روا نہ رکھا۔

۹۔ ظاہری علوم کے علاوہ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے باطنی علوم سے بھی نوازا اور آپؒ نے تصوّف کے سلسلہ نقش بندیہ پر عمل پیرا ہو کر خلقِ خدا کی رُوحانی پیاس کو بجھایا۔ اس دَور کے لوگ روحانیت

کی قدر نہیں کرتے۔ وہ رُوحانی پیاس کا مطلب نہیں سمجھتے اور اس لئے پریشان خاطر اور بے اطمینان رہتے ہیں اور زندگی کو صرف مادّی ضروریات پورا کرنے کا نام دیتے ہیں۔ صوفیائے اسلام نے بدن اور رُوح کے تعلقِ باہمی کو آخرت کا تصوّر دے کر نہایت عمدہ طریقے سے واضح کیا ہے۔ بدن سواری ہے اور رُوح اس کا سوار۔ ہم لوگ سواری یعنی بدن کی ہر طرح خاطر مدارات کرتے ہیں، اُسے اچھا کھلاتے، اچھا پلاتے اور اچھا پہناتے، غرض اُسے ہر طرح کی آسائش مہیا کرتے اور ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے سوار یعنی رُوح کی کوئی فکر نہیں کرتے، سواری زور آور اور فربہ ہوتی جاتی ہے اور رُوح کمزور اور دُبلی اور اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ سواری مُنہ زور ہے اور سوار بے چارہ اس کے آگے بے بس و لاچار ہے۔ چنانچہ سواری، سوار پر سوار ہے۔ اس صورت میں اسلام کہاں اور رُوح کا اطمینان کہاں۔ انسان کی رُوح بے چین ہے اور خود انسان ہر طرف ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

۱۰۔ حضرت شیخ عبدالنبیؒ نے جہاں بدن کی ضروریات سے انکار نہیں کیا، وہاں آپؒ نے رُوح کی پرورش اور تربیت پر بھی زور دیا ہے۔ آپؒ نے اپنے مریدوں کو جہاں عبادات و مراقبہ کی تلقین کی ہے، وہاں کسبِ معاش کی بھی ترغیب دی ہے، رُوح کو بدن کی ضرورت ہے اور پھر حدیثِ مبارکہ بھی ہے کہ ایک طاقت ور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔

۱۱۔ تصوّف کا سلسلہ نقشبندیہ اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس میں ہاؤ ہُو اور ہنگامہ آرائی کا وہ عالم نہیں جو بعض دوسرے سلسلوں میں پایا جاتا ہے۔ اس میں نہ ترکِ دنیا ہے نہ حُبِّ دنیا۔ دین و دنیا کا یہ خوشگوار امتزاج انسان کی زندگی میں اطمینان و آسودگی لاتا ہے، اور ایک مسلمان اس راہ پر چلتا ہوا روحانیت کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات سے سرِمو انحراف نہیں کیا جاتا۔ اس طریقے میں نہ چلّہ کشی کی ضرورت ہے نہ ہاؤ ہُو کی، نہ گانے بجانے کی اجازت ہے نہ قبر پرستی کی۔ اصول و فروع میں یہ طریقہ شریعت سے قریب ترین ہے۔ یہ خالص توحید کی تعلیم دیتا اور اس پر عمل کی تلقین کرتا ہے۔

۱۲۔ آپؒ نے قابلِ فہم اور سادہ زبان میں تصوّف کے اسرار و رموز بیان کئے ہیں اور انہیں کتاب و سُنّت کی روشنی میں واضح کیا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کی، جس کی سند کتاب و سُنّت میں موجود نہیں۔ آپ کے نزدیک تصوّف عین دین ہے اور کتاب و سُنّت کی عملی صورت ہے۔ منطق و فلسفہ کی وجہ سے جو اُلجھنیں انسانی ذہن میں پیدا ہوئی ہیں، آپ نے انہیں دُور کرنے کی سعی فرمائی۔ اس معاشرے میں ایسی اُلجھنیں عام تھیں، جو تمدّنی ترقی کے ظہور اور مختلف مذاہبِ فکر کے میل جول کا نتیجہ تھیں۔ آپ نے اس گرد و غبار میں اٹی ہوئی توحیدِ خالص کو نکھار کر پیش کیا اور متذبذب لوگوں کو اسلام کی حقّانیت سمجھائی۔

۱۳۔ آپؒ چونکہ مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مسلک کے پیرو تھے، اس لئے آپؒ نے مسائلِ تصوّف کو انہی کے ارشادات کی روشنی میں سمجھا۔ آپؒ نے اپنے دَور میں حضرت مجددؒ کے نظریہ وحدت الشہوُد کی بڑھ چڑھ کر تبلیغ کی۔ وحدت الوجوُد کے نظریے نے اسلامی تصوّف کو مریضانہ مزاج دے دیا تھا اور اس مریضانہ فکر کی وجہ سے اسلام کی توانائی میں سیاسی اور معاشرتی طور پر کمزوری آگئی تھی۔ یہ نظریہ جو ہمہ اوست کہلاتا ہے اور اکثر صوفیا کے نزدیک بہت مقبوُل پایا جاتا ہے، پہلے پہل محی الدین ابن عربی نے پیش کیا تھا۔ اس نظریے نے عالمِ اسلام کے ایک بہت بڑے حصّے کو سخت متاثر کیا تھا۔ اس کی تردید میں حضرت مجددؒ نے "وحدت الشہوُد" یا "ہمہ از دست" کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریہ کو ایک عام سادہ مثال میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ وحدت الوجوُد کے نزدیک مصوّر اور تصویر ایک ہی ہیں۔ جب کہ وحدت الشہوُد کے مطابق تصویر مصوّر کی بدولت ہے اور مصوّر الگ وجود رکھتا ہے۔ مصوّر تصویر سے جلوہ گر ہے، لیکن تصویر مصوّر نہیں۔ آپ نے وحدت الشہوُد کی نہ صرف اشاعت کی، بلکہ دونوں نظریات کے درمیان تطبیق کی۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ وحدت الوجوُد راہِ سلوک کی آخری منزل نہیں، بلکہ وحدت الشہوُد سے پیچھے کی منزل ہے۔ آخری منزل وحدت الشہوُد ہے۔ اس طرح آپؒ نے وحدت الوجوُد کی تغلیط

کی بجائے اُسے بھی راستے کی ایک منزل قرار دیا اور کہا، جو لوگ سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے وحدت الوجود کی منزل پر اٹک جاتے ہیں، وہ نورِ کامل کے عرفان سے محروم رہتے ہیں۔ وحدت الشہود سلوک کی اعلیٰ ترین منزل ہے اور سالک کو اس تک پہنچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیئے۔

۱۴۔ اسی طرح تصوّف کا ایک اور مسئلہ جبر و قدر ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں خاصا اضطراب پایا جاتا ہے۔ تصوّف کے بعض سلسلے صرف جبر کے قائل ہیں اور بعض قدر کے۔ آپؒ نے اِتباعِ سُنّت میں ان دونوں کے درمیان کی راہ بتائی اور اس بات کی تعلیم دی کہ انسان بعض معاملات میں مجبورِ محض ہے اور بعض میں آزاد اور ان آزاد معاملات ہی کے بارے میں پرسش ہو گی اور سزا و جزا کا اطلاق ہو گا۔ آپؒ نے وضاحت کی کہ بعض معاملات ایسے ہیں، مثلاً موت جن میں تقدیر ٹل نہیں سکتی، لیکن بعض معاملات میں یہ ٹل سکتی ہے۔ انسان کو یہی سمجھ کر دعا اور دوا کرنی چاہیئے کہ معلوم نہیں یہ معاملہ کس طرح ہے، اگر ٹلنے والا ہے تو دعا دوا کارگر ہو گی، اور اگر ایسا نہیں تو پھر صبر و رضا کا شیوہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق، بے حد صحت مند اور معاشرے کے لئے جاں فزا ہے۔

۱۵۔ آپؒ کے مکتوبات شروع سے آخر تک اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اور چونکہ مختلف افراد کو مختلف حالات و واقعات میں تحریر کیئے گئے ہیں، اس لئے ان میں دین کے مختلف پہلوؤں سے میں رہنمائی کی گئی ہے یہ گویا بکھرے ہوئے دل آویز پھول ہیں جو نہایت حکمت سے ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔

۱۶۔ آپؒ کے سوانح نگاروں نے آپ سے بہت سی کرامتیں منسوب کی ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامات خود نمائی کے لئے نہیں، بلکہ یقین افروزی کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے پھول میں خوشبو کہ خود بخود پھیلتی ہے۔ آپ ان کرامتوں کو مانیں یا نہ مانیں، لیکن ان لوگوں کی تعلیمات اور خدمتِ خلق سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کرامتیں جو کسی وقت فریقِ مخالف کے لئے باطل شکن دلائل ہوتی تھیں، آج خود دلیل

طلب بن گئی ہیں۔ اہل دل اور اہلِ نظر کے لئے ان کی افادیت ہے اور وہ اس سے رُوحانی سُرور اور دلی اطمینان حاصل کرتے ہیں، لیکن ظاہر بیں لوگوں کو ان کے امکان سے محض اس لئے انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ ان کے عقلی معیار پر پوری نہیں اتر تیں۔ آخر سب انبیاء کو کم و بیش معجزے عطا ہوئے تھے۔ کرامتیں اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ایسے محیر العقول اعجازات سے نوازتا ہے اور اس وقت کے لوگ ان اثرات کو قبول کرتے ہیں تو اعتراض کی کیا ضرورت ہے۔

۱۷۔ ہمارے لئے اُن کی تعلیمات اور اُن کے اعمال نقوشِ راہ ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اُن کے نقوشِ پا پر چل کر دین و دنیا کی فلاح حاصل کریں۔ کیا عجب کہ اس سے مستنیر ہو کر ہم بھی دوسروں کے لئے مشعلِ راہ بن سکیں اور اس طرح دیے سے دیا جلتا رہے۔

پروفیسر میاں مشتاق احمد بھٹی

بی اے (آنرز) ایم اے۔ ایم او ایل

○

مکتوباتِ فارسی

مجموعۃ الاسرار

بطورِ تبرک

فرمانِ والاشان جناب رسول مقبول ﷺ بنام سلطان مقوقس



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الْمُقَوْقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ

عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى. اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ

مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ. يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ

بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

نامۂ مبارک کی اصل

یہ اس مبارک خط کا چربہ ہے جسکو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ہجری میں حاطب بن ابی بلتعہ [illegible] کے ہاتھ مصر و قبط کے بادشاہ مقوقس کے پاس ارسال فرمایا تھا۔ یہ مبارک خط ایک فرانسیسی سیاح نے [illegible] مصر کے [illegible] ایک گرجا میں ایک جلد انجیل کے پاس سے خرید لیا تھا اور سلطان عبدالمجید خان والی دولت عثمانیہ کی خدمت میں [illegible] حاضر ہوا اور ہدیۃً پیش کیا۔ سلطان نے اسے نہایت حفاظت سے دیگر تبرکات نبویہ کے ساتھ قسطنطنیہ میں [illegible] رکھا [illegible] اس کا عکس ہندوستان میں [illegible] اس کا ایک عکس [illegible] اور نقل مطابق اصل [illegible] [illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

۱

مکتوب اول در بیان سلسله عالیه حضرات طریقه نقشبندیه حسینیه قدسنا الله بسرهم

بعد الحمد و الصلوة فقیر عبد النبی ساکن قصبه سیام سلوک طریقه

حضرات نقشبندیه قدسنا الله سبحانه بسرهم اولاً از خدمت کامل

مکمل حضرت حاجی عبد الله سلطانپوری اخذ نمود بعد وفات آنحضرت

از حضرت حاجی شیخ محمد طاهر عالم پوری قدس سره تتمه را اخذ نمود

که خلیفه اجل کامل مکمل حضرت حاجی عبد الله بوده اند و هم از صحبت محقق

مدقق میان محمد جان ساکن قصبه میانی بهره مندی یافت و آنحضرت

نیز از خلفاء کامل مکمل حضرت حاجی عبد الرحیم هستند و هر دو عزیز

یعنی حضرت شیخ حاجی محمد طاهر و حضرت محمد جان بیواسطه از

حضرت قطب دوران حاجی عبد الله سلطانپوری بکمال طریقت و حقیقت

حاصل نموده اند و حضرت حاجی عبد الرحیم اخذ علم طریقت از غوث

زمان حضرت حاجی محمد شریف جیو نموده اند و ایشان بی‌واسطه از
خلیفة الرحمن حضرت قطب الاقطاب شیخ آدم بنوری و ایشان
بعد سیر سلوک در طریق قادریه و چشتیه وغیر ذالک از حضرت مجدد الف الثانی
غوث صمدانی حضرت احمد فاروقی المعروف بسرهندی و ایشان از
کامل مکمل حضرت خواجه محمد باقی و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا از
خواجکی امکنکی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت مولانا درویش محمد
و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا محمد زاهد و ایشان از کامل مکمل حضرت
خواجه عبید الله احرار و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا یعقوب چرخی
و ایشان از خدمت اجل اکمل مکمل شیخ المشایخ حضرت خواجه بهاؤ الدین
نقشبند قدس الله سرهم و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت امیر سید کلال
و ایشان از کامل مکمل حضرت خواجه بابا سماسی و ایشان از خدمت
کامل مکمل حضرت خواجه شاه علی رامیتنی المشتهر بعزیزان و ایشان
از خدمت کامل مکمل حضرت خواجه محمود انجیر فغنوی و ایشان از خدمت
از حضرت کامل مکمل حضرت خواجه محمد عارف ریوگری و ایشان از حضرت
کامل مکمل حضرت خواجه عبد الخالق غجدوانی و ایشان از خدمت کامل مکمل
حضرت خواجه یعقوب یوسف همدانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت

شیخ ابوعلی فارمدی طوسی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت
خواجه ابوالقاسم گرگانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت ابوالحسن
خرقانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت سلطان بایزید بسطامی
قدس سره و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت جعفر صادق رضی الله عنه
و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر و ایشان
از خدمت کامل مکمل حضرت سلمان فارسی رضی الله عنه و ایشان از خدمت
حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی الله عنه و نیز بیواسطه از خدمت حضرت
رسول مقبول صلی الله علیه و آله و سلم مکتوب دوم در سیر سلوک لطایف سته
نقشبندیه احسنیه قدسنا الله بسرهم بسم الله الرحمن الرحیم بدانکه شروع سلوک در طریقه نقشبندیه
اول از ذکر خفی لطیفه قلبی است و لطیفه قلبی زیر پستان چپ بدو انگشت است
در این لطیفه تکرار اسم ذات میفرمایند و هم صورت لفظی را اسم منظور
نظر در مضغه دل میکنند اما ینبغی که در تکرار این اسم منظور نظر یقین ذات
جامع کمالات بیکیفی محض باشد و دیر و زودتر بحسب استعداد سالک فنا
و بقا روی خواهد داد و آنچه ضروریست لذت و جمعیت در ذکر می باید که
شود و حسب غلبه کنند بعده بنفی و اثبات بحبس دم میفرمایند ذکر

این نفی تعلق دنیا است و قوت ذکر قلبی سر دست میدهد بعد این
ذکر لطیفه روحی بطوری که در قلب گفته شد میسر باشد مقام لطیفه روحی زیر
پستان راست است دو انگشت تحت تجلیات و فنا درین مرتبه بنوعی دیگر است
اگر دست دهد والا جمعیت و لذت مطلوب است که ضروریست بعده
ذکر لطیفه سری در سینه و ذکر لطیفه خفی در پیشانی و ذکر لطیفه
اخفی در دماغ میسر باید تجلیات و فنا این مراتب بحسب استعداد
سالک رو میدهد و آنچه ضروریست در قلب و روح گفته شد چون لطائف
باسم الله نور پذیر شدند از سیر لطائف میگویند بعده بنظر جامعیت
از اخفی تا قدم در هر ذره وجود بذکر میسر باشد و چون هر ذره وجود را ذاکر
یافت این را ذکر سلطان می نامند گاهی ذکر سلطان چنان غلبه میکند
که بهر چه نظر او فتد و هر چه بسمع شنیده شود و هر چه حس و لمس در ذوق
یاد تعلق گیرد ذکر اسم الله از آنجا خواهد یافت بعده اگر سالک مستعد است
تکرار دادم لطیفه بیاد داشت اسمی مبدل میشود بنحوی که اسم الله را
در هر لطیفه ملک در کلیه خود محض بجز صوت نورانی و صفائی باید در مرکز
این یاد داشت نیز نفی و اثبات کلمه طیبه میسر باشد دوا ضرب و حبس دم

باشد یا نباشد اما نفی و اثبات بعد اسم الله مثل یاد داشت میکنند
چون اینمرتبه بحرف و صوت تعلق دارد و حضور نور اسمی دست بدهد ذکر جسدی
تمام شد مگر متضمن ذکر روحی خصوصیت این طریقه اینست که سالک
در اینمراتب بغلبه جذبه مرتکب امور شطحیه و لاطایل نشود محض بمتابعت شرعیه
عقیده بعبادت مستغرق باشد و اگر در اینمرتبه بسبب ظهور عجایبات
مغلوب میباکی شد این تمام را ظل ولایت خاصه گویند بعده شروع
در ذکر یست که بجوهر روح متضمن مراتب جسدی تعلق دارد الحضور مسمی اسمست
بی لفظ و حرف و جهه و مکان و فوق و تحت چنانچه لایق جناب اوست
این را حضور مسمی و یاد داشت و مسمی شهود مسمی خوانند خصوصیه این طریقه
درین مرتبه تنزیه محض بحضور بی کیفی مشهود محض است اگرچه در طرق دیگر
مبتلای توحید وجودی و عینیت میگردد چنانچه کلام شیخ محی الدین
ابن عربی قدس سره و متاخرین دیگر از ین خبر میدهد در اینمرتبه تصرفات
بحسب استعداد سالک رو میدهد قطع از ما سوی الله در عین شهود مطلوبست
و استغراق تمام است و تنزیه محض بعنای ذات و صفات خود بود را بینت
حضرت مطلق و اصل این مرتبه را تا زمانی که تنزیه و تشبیه دو منظور نظر باطنی

است وحصول باقی است ولایت خاصه می نامند وهمین ولایت را
در اصطلاح حضرت ایشان قدس سره ولایت صغری میفرمایند
چون بفضل الله سبحانه توجه داشارت که از تصرفات خیال است
مفقود گشت دبقا یافت مشرف شد ولایت اخص میفرمایند
چون در ولایت اخص توجه معدوم نیست بلکه بسبب مجهول الکیفی
خود مفقود است لهذا کیفیت آن غیر معلوم است لهذا این ولایت را
ولایت مجهوله میخوانند سالک بعد رتوبت که از فضل عام بوجود گشته
از سعی کار با انجام رسانیده فضل خاص میباید با مظهریت علم واجبی
مراتب علم او و انکشاف حقیقت انسانی عطا فرمایند با اطلاع بر توجه
مخفی یافته از این مرتبه عروج نماید و به بیتوجهی حقیقی که موقوف بظهور علم حضوری
بجناب قدس و حضور علمی است مشرف گردد این زمان توجه معدوم خواهد شد
و بیتوجهی خود در احاطه جناب الی کیفیت حقیقی بیقین صرف خواهد یافت لعده
معلوم خواهد شد که این حضور من بی علم عادی من بحضور علم
واجبی است که عالم جمیع اشیا به بی توجهی است در مراتب حقیقت
انسانی اگر بفضل الله سبحانه خود بخود برکت خفی مرشد کامل دست دهد

فضل محض است والا به تعلیم مرشد بنظر باطنی عروج از مراتب تحتانیه نموده
اطلاع بر حقیقت انسانی خود خواهد یافت که این مرتبه دل این شخص در ضمن
نور دل به بیحجابی محض در تبع نور دل محمدی صلی الله علیه و آله و سلم است و اهل
این مرتبه حضوری و حضور علمی را بهره وری از کمالات ولایت انبیا خواهند داد تمیز
چنانچه مظهریت صفت العلم لکن بتفصیل شده همچنین بمظهریت جمیع صفات
واجبی اجمالا یا تفصیلا تمامی صفات خود را از غیاب خواهد یافت و بیقین بی توجهی
بحضور محض خود را او غیر خود را ذاتا و وصفا تا مظهر کمالات ذاتیه واجبی باطلاق
و بیکیفی صرف بی شایبه تشبیه خواهد یافت و نظر او بعین حضور ذات بی کیف
بطرف مظهریت غالب خواهد آمد چون در این مرتبه غالب وصول صفات است
پس بتفصیل خدا اگر معلوم کردند که ذات بذات بقابلیات ذاتیه
خویش علیم است و بصیر و سمیع الی غیر ذالک و صفات همین قابلیات
ذاتیه الاسمیه لهذا خواهد یقین او بر بی توجهی محض در عین ملکه و تحقیق مظهریت
عروج کرده به حضور صرف ذات جامع قابلیات ذاتیه بحقیقت نایافت
مشرف گشت بجای علم با بعد یا بیان با بعد حاضر شد درین وقت از
کمالات خاصه نبوت محمدی علیه و آله و سلم بهره یاب خواهد شد

و واصل ذات جامع صفات خواهد بود عزیز من سیصد و نه کمالات
ولایت انبیا و نبوت انبیا علیهم الصلوات والسلام ایشان شد
که وقت و باریکی این مراتب از نسخه نکات الاسرار واضح میشود اگر
خواهند تفصیل این از انجا طلبند ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء

مکتوب سیصدویم در تحقیق لطایف سته و بیان اسماء الطریق و تحقیق مراقبه احدیه
آنکه بند و شهزاده محمد عمر که از فرزندان حضرت شاه ابی سعید ابن ... مستفید
شده نوشته اند

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی خصوصاً علی نبیه محمد وآله واصحابه
اجمعین بدان ارشدک الله تعالی چون طریقه احمدیه در طریقه نقشبندیه
اقرب الی الوصول است و سالکان را تفصیل آن ضروریست
پاره بطریق اجمال در چند سطر رقیم می یابد باید دانست چون طالب
صادق بتوفیق الله سبحانه متوسل بعزیزی از بزرگان این طریقه میشود اولا
او را استخاره میفرمایند و طریق استخاره اینست که بعد نماز عشا چون
وقت خفتن شود و تکلم بمعاش نماند وضو تازه کند بعد وضو یکصد ویکبار
استغفر الله ربی من کل ذنب واتوب الیه بصدق تمام بخواند بنیت آنکه

از جمیع تقصیرات بدنی و روحی انچه از من بوجود آمده اند توبه کردم و از
سر نو مسلمان شدم بعده برخواسته دو رکعت نماز استخاره ادا کند
که دو رکعت نماز استخاره میخوانم تا حق تعالی مرا از متابعت رسول خود بواسطه
دعا و رضا بخود محکم دارد در رکعت اول با فاتحه آیة الکرسی یکبار در
رکعت دوم با فاتحه قل یا ایها الکافرون یکبار خواند و بخشوع تمام خود را حاضر
و بگریه و زاری پردازد بعده اتمام نماز یکصد و یکبار درود خواند بعده
یکصد و یکبار کلمه تمجید بخواند بعده بتمام عجز و انکسار دست برداشته دعا
بخواند بعده چون خواب غلبه کند بر زمین بخسپید و اگر منعه در دست اختیار
دارد بعده انچه در خواب از بشارت ظاهر شود بپیش مرشد ظاهر کند
و اگر در روز اول بشارت نیاید تا هفت روز استخاره میکرده باشد
یا انکه بعد استخاره نظر بر قلب خود کند اگر قلب خود را بعد استخاره در اعتقاد
همچنان محکم می یابد که قبل ازین بوده همین بشارت است بس مرشد را باید که
در خلوت بتعلیم ذکر اسم الله نماید که اسم ذاتی است بامنطریق که زبان
خود را بکام چسپانند و نظر خیال را بر قلب صنوبری اندازد و نظر ظاهری بندد و مقام
قلب صنوبری زیر پستان چپ قدر دو انگشت دریقین بندد که از مضغه

این ضمیر را الی او ودیعت نهاده اند قلب می‌شنود پس خود را بالکلیه
متوجه مضغه نماید و از بطن مضغه اسم الله را جل شانه گویا بنهجی
که این اسم را از ذات نداند این حیثیت را بوسع خود در نسبت در غایت
از دست نهد بعده مرشد را باید که خود متوجه قلب او شود (یعنی) توجه
که همت خود را بسوی قلب مرید بگمارد و در همین قلب خود را بر دمن قلب مرید
تصور نماید بنهجی که خطره دیگر را در میان دل خود راه آمدن ندهد و بجموع
تمام بجناب خداوند سبحانه التجا نماید تا نور ذکر در دل سالک قوی بنیاد
و بجذب قلبی همت باطنی قلب مرید را بسوی خود کشد تا یکساعت کم زیاده
برین جهت متوجه حال مرید باشد و ارواح متبرک اکابر این طریق را
شامل حال خود دانسته این تصرف از ایشان امداد داند فی الحال
او فی الاستقبال بعده از مرید استفسار نماید اگر خوب فهمیده است
و آرام یافته فاتحه خوانده دست او را در دست خود گرفته بیعت نماید و او را
بخدا سپارد و آگاه کند که این طریقه احسنیه در طریق نقشبندیه
از حضرت خلیفه زمان حضرت سیدی شیخ آدم بنوری قدس الله
تعالی سره العزیز چون مرید در ذکر اسم ذات لذت پیدا کرد بوره

تعلیم کلمه نفی واثبات نماید چون نفی واثبات را بطریق مشهوره

بجهت و یک دم برساند و اثر بی تعلقی پیدا در دل خود یافت شکر حق تعالی

بجای آرد بعده تعلیم ذکر لطیفه ذکر لطیفه روحی نماید و محل آن لطیفه

در زیر پستان راست است و نور لطیفه روحی را سفید همچو پنبه سفید

تصور نموده ذکر اسم ذات را چنانچه در لطیفه قلبی مرقوم شد بجمیع تمام نموده

بنماید و در جمیع اوقات این سبق را تکرار میکرده باشد تا آنکه مثل ذکر قلبی

و ذمت انجا نیز حاصل نماید و گاهی پیدا شود که سالک را درین دو لطیفه

تجلیات رد ... [illegible] باید بر سبیل امکان خود را مشغول ... [illegible]

[illegible] ... تعالی ... [illegible] ... بعده تعلیم لطیفه

[illegible] ... پیدا ... [illegible] ... آن را ... [illegible]

[illegible] ... الا ... [illegible] ... الم الرا اسلم

سالک ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ذات بحتی که قبل مذکور گشت تکرار میکرده باشد و بالکلیه خود را در جمیع

اوقات برین ذکر بگمارد حتی که لذت و جمعیت تمام پیدا کند بعد

تعلیم لطیفه خفی همین ترتیب بجا آورد و محل مخصوص این لطیفه در میان ابروست

اسم ذات را درین محل نقش کرده گویاند بعد جمعیت این لطیفه

را اخفی نماید و مقام این لطیفه [illegible] تمام سالک واقع است

و درین [illegible] اسم ذات [illegible] حاصل گردد همین بیان

[illegible] ان فی جسد بنی آدم لمضغة وفی المضغة

[illegible] وفی الفؤاد [illegible] وفی السر خفی وفی الخفی

[illegible] یا اخی ان فی جسد بنی آدم لمضغة وفی المضغة قلب وفی القلب

فؤاد وفی الفؤاد سر وفی السر خفی وفی الخفی اخفی وفی اخفی انا [illegible]

در اصطلاح [illegible] این سیر را سیر لطائف گویند اما [illegible] چون این سیر تمام

شود و سالک موافق استعداد خود اجمال و یا تفصیل این سیر درست

نماید آنگاه او را از رابطه قلبی آگاه و تعلیم یاد داشت اسمی نماید

[illegible] اگر [illegible] یاد داشت اسمی [illegible] است که [illegible]

[illegible] را از [illegible] بگوید [illegible] که [illegible] تکرار [illegible]

برسم الله دارک مثل آواز آوند سنتی تمان یک آواز راهر قدر که بجای غفلت
تواند نگاه دارد و قطع شدن ندهد و اگر قطع شود باز از سر گردد و برای
قوت داشت اسمی نفی و اثبات بسر باید داری حبس دم یا حبس دم
اختیار کند چون این نسبت بهمی قوت گرفت که در قلب خود بیک در جمیع
لطایف با لطف تمام بدن سرایت تمام آن آواز تحقق بیک بیابد
او تعالی
ذکر لطایف که بواسطه جسد بود تمام شد الحال در ذکر لطایف که بی واسطه
نقاط است باید گو خفیه دل لطیف باید و نشانی آنها باید داشت اسمی باید
تعلیم کردن یعنی تحصیل قلب را در نظر داشته دارند و این لطیفه
که آن ام الدرانی است چنانچه بالا مذکور گشت نقل اندرخته با ایمان محض
حق سبحانه تعالی را حاضر بی پرده یقین نماید اما به بی کیفی و بیجهتی و چنانچه
از میان نظر برانداز و داند که او تعالی حاضر است بی کیفیت و بیجهت
بلکه این دانستن هیچ وقتی از اوقات از دید و دانش نگذارد اگر
غفلت روی دهد باز حاضر اسمعی کرد حتی که نور مشاهده از سرتاپا تمام
و اگر درد است فراق تمام پیدا کند بهیچ نگذرد تو حق خود را و غیر خود را
راه نیابد در این نسبت اگر انتهی لطیفه شهود احاطه معیت او تعالی عین

(د

حق یابد این را در اصلاح این طایفه توحید وجودی میگویند
و اگر اشیا را گم کرد مشاهده جمال ذوالجلال ورای اشیا حاصل نمود
و اشیا را از نظر انداخت توحید شهودی میخوانند باید دانست
که این هر دو مرتبه در ولایت خاصه که ولایت اولیاء امت است
رو مینماید و بیشترین که از تجلیات و غیره در سیر لطایف تا یاد داشت
اسمی بیش می آید در ظل ولایت اولیا بود اگرچه این ولایت اولیا نسبت
باصل ظل آن ولایت کمال تمام دارد اما هنوز وصول مطلوب
حقیقی که بی تلبس اشیا باشد میتسر نیست امید از آن [illegible]
را باید که بر این تجلیات [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

بر کمار د تا هیچ در باطن او از توجه الی المطلوب و غیر المطلوب پیدا نشود

بلکه بی توجهی یقین صرف بمطلوب بند حتی که معلوم هیچ نماند بجز نور نقش

چون درین معامله سالک تا زمانی که در دفع توجهات است سالک مرتبه ولایت

اخص است و چون حاجت نفی نماند و مرآت از آنجا در رفت توجهات و تصور را

صاف شد و بی توجهی بی تکلفی دست داد و اصل کمالات ولایت خصوص

اما هنوز توجه و تصور این واصل معدوم نشده بلکه مفقود است کما ذکر فی

المکتوب الاول و الولایة بالاصالة خاصه چهار ملک مقرب است

علیهم السلام و بتبعاً نصیبه اولیا هست حقیقت اگر مناسبت استعدادی پیدا

نمود باید دانست که در مرتبه ولایت خاصه در مرتبه توحید وجودی

و توحید شهودی که بیان کردیم توحید وجودی از نفس لطیفه قلبی

میخیزد و توحید شهودی از نفس لطیفه روحی رو مینماید و نسبت نابت

خاصه لطیفه سر است و الله اعلم تا که را ازین مراتب بآن نوازند ذلک فضل الله

تؤتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم باید دانست که بعد از مرتبه نابت

مرتبه نابت مینماید و آن است چون سالک لطیفه سر را از تجلیات

الهی تجلیات آگاه ... داخل دایره وجود حقیقی شده

اما چون از حقیقت این نسبت مطلع نیست از نجابت که از راه

جهت آن پس اگر به فضل او تعالی به فضل اول دستگیری نمود یکبارگی

خود را از جمیع مراتب عنصری و نوری فوق می یابد و می یابد که واصل

این حقیقت انسانی است و آن قابلیتی است از قابلیات

او اول که آن نور محمدی است صلی الله علیه وسلم و نیز آن را نیز اولی

می گویند و نیز می یابد به تعلیم مرشد یا بادری به تعلیم غیبی که وصول من

با مطلب که در ولایت خاصه بود و لعلم بود و بخصوصیات علم خود و در

که او را این نعمت نواخته اند حصول این نعمت بتعلیم او تعالی بخصوصیات

علم او در نزول لا علم مرا از خصوصیات خود توقف و تعطیل محض است

هر چه علم من بود به خصوصیتی از خصوصیات علم او تعالی میدانند پس

چون فهمید در هر وقتی جمیع مراتب ذاتیه و صفاتیه و کمالاتیه خود را

مظهر ذات و صفات و کمالات او تعالی هیچ و بجز مظهریت محض هیچ

نمی یابد من لم یذق لم یدر قصه مقرره است چون هر مرتبه ولایت ابتدای

و وسط و انتها دارد پس ابتدای این مرتبه علیه آخر [illegible] بوده است

انبیاست علی نبینا و علیهم الصلوة و السلام [illegible]

من حیث حقیقت از مانیت حق و دون حق است و در وسط این مرتبه

خلو میسر است و اطلاع بر حقیقت خلو و حقیقت خلو اطلاع است بر حقیقت

مظهریت صفات خود مر صفات واجبی را در این مرتبه اگرچه میدانند که بعلم

او تعالی عالم هستم و به بصر او بصیر و بقدرت او تعالی قادرم الی غیر ذلک

اما هنوز حقیقت نسبت صفات با ذات او تعالی کما حقه این عارف را

مفصلاً و علماً ظاهر نگشته پس چون خواهد دانست که صفات او تعالی

زاید بر ذات نیستند که عالم بعلم و بصیر به بصر الی غیر ذلک نتوان گفت بلکه آن ذات

بذاته علیم است و علم قابلیت ذاتیه ذات است و ذات بذاته

بصیر است بصر قابلیت ذاتیه او ست کذالک فی جمیع الصفات علی الاطلاق

نسبت عینیت و غیریت باطلاق محض نیست عالم حق است خود بخود سبحانه و ما

حق است سبحانه و این عارف را بجز مظهریت امر ذاتیه و صفاتیه و کمالاتیه

امری دیگر نیست و بجز نقص صرف از آن و منهیات این مرتبه تردد و خوف دارد

اما اجمالاً و نه تفصیلاً این مرتبه کرا نوازند ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء ای

برادر هرچند نسبت خلو زیاده و خلل در دایره این ولایت بیشتر و از

کمالات نبوت انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات چگویند که از گفت و نوشت

نسبت بمرتبه نبوت اما انقدر واضح نمائیم که اگرچه ولایت انبیا

نبوت ایشان علیهم الصلوة هر دو در دایره اصالت اند و هر دو از

انبیست میشر اما انقدر هست که در ولایت وصول بحقیقت صفات

عشانه و در نبوت وصول بحقیقت ذات است جل برهانه بتفاوت

درجات متعدده کما قال الله تعالی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض

الحمد لله الذی هدینا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدینا الله لقد جاءت

رسل ربنا بالحق مکتوب چهارم به برادران دینی در تحقیق معنی حدیث قدسی

جل شانه صدور یافت بعد الحمد والصلوة و تبلیغ الدعوات

برادران دینی مطالعه فرمایند که در حدیث قدسی وارد است ان فی جسد

بنی آدم لمضغة وفی المضغة قلب وفی القلب فواد وفی الفواد سر وفی السر

خفی وفی الخفی اخفی والاخفی انا ایش بفهمید و باید دانست که در اصطلاح

اکابر صوفیه در این لطایف خمسه لطیفه نفس نیز در سلوک داخل

کرده اند و اسم مطالب را است که همان لطیفه است با وجود اهمیت او و عدم

به نیت قدسی جل شانه بنا بر دو نیت و خست آن در ابتدا اما

با اخفی و ادامه آن همه لطایف را در انتها خواهد بود یا وجهی دیگر

خواهد بود الغرض هر لطیفه را ظهوریست در بدن در محل مخصوص بتعلیم
قائلین بها المحققه المستدرجه فیها و این ظهور را ظهور ظلی گفته‌اند
و ظهوریست بی تعین مکان در بدن بظهور انفسها و دو وانها را
ظهور را ظهور اصلی خوانند باید فهمید که محل ظهور لطیفه قلبی مضغه ایست در زیر
بطرف چپ زیر پستان بمقدار دو انگشت و این تعین در بیداران ذات
خاصه است و سالک اینهم تیر را شغل ذکر لفظ الله در ابتدا ...
ذکر بعد خلو مضغه از خویش غیر از اسم معظم ایست که علامت
بود آن لطیفه است در مرآت خیالی بلون سرخ و محل ظهور
روحی که در حدیث ان الفواد یاد کرده است زیر پستان راست
همانقدر که ذکر شد در قلب و محل ظهور لطیفه سری در وسط سینه
و محل ظهور لطیفه خفی در پیشانی و محل ظهور لطیفه اخفی در دماغ و این
تحقیق از حضرت شیخ المشایخ حضرت ما و مولانا حضرت میرزا
سیدی مینی آدم بنوریست قدس الله سره اگرچه بعضی اعزه
دارند و این اختلاف ناشی است و سالک این لطیفه را
اسم الله است در ابتدا و نمود لطیفه ...

برنک سبز ونمود نفس برنک زرد ونمود خفی برنک سیاه ونمود اخفی
برنک سیاه تر واین ذکر عالی بحسب استعداد هر یکی را تجلیات خود
میشود که پایان ندارد و درین مرتبه وصول سالک با ظهور ظلالی قا [بلیات]
نفیه آن لطایف است که ظهوری ندارند مگر تجلیات متنوعه واین
وصل را وصل ظلی میگویند چون استعداد سالک را ازین مرتبه مستعد [میشود]
[...]ی گرداند بی تکلف حرف نظر باطنی ناظر و متوجه ذات سبحانه
[...]ولی ایطریقه احسنیه نقشبندیه را اینجا باید دید که اگر در طرق دیگر این
[...]وجه هرگونه تحقیقی است نشبیه سالک را تعلیم میفرمایند حتی که عمرها در همین
[...]تشبیه میکذرانند الا من رحمهم الله برحمة خاصة بلکه وصل تشبیهی را غایت
مراتب وصول می فهمند ومیگویند که التجلی من الذات لا یکون الا [بصورت]
المتجلی له والمتجلی له ما راسوی صورته فی مرآت الحق وما را الحق ولا یمکن ان
[...]ه فلا تطمع ولا تتعب فی ان ترقی من هذا الدرج من التجلی الذاتی کویا
[...] را حجر نفیس منع فرموده بخذف ریزه با قناعت فرموده اند حضرت [ایشان]
[...] قدس سره در مقام در حق ایشان میفرمایند که ما آواره شده گان اگر [طلب]
[...] ریزه با قناعت کنیم چه کار کرده باشیم لکل وجهة هو [مولیها]

اکابر این طریقه نقشبندیه رضی الله عنهم و رضوا عنه در ابتدای بدین سیر که

فوقانی بر تر نیز مخصوص اند بیکبارگی از خارج جهات ست هر توجه میفرمایند

اینجا باید فهمید معنی قول حضرت خواجه بزرگ نقشبند قدس سره که

فرموده ایم نهایت را در ابتدای درج میکنیم و در راه ما فتوح بسیار

کم اگرچه دیگران معنی مشقت کم و فتوح بسیار را بهیچ دیگر فهمیده اند

این فقیر حقیر اگرچه مشقت در این طریقه نیز زیاده نیز زیاده است اما ابتدا

این فتوح جاکه در ابتدا در تنزیه از ره میشوند و مگر در نقشبندیه را مشایخ

الهوده شاید اگر عمر هزار سال یابیم و وی با خود بیزاریم و در یا حضرت

شفاقه اختیار کنیم آن مشقت بحری نیرزد و سالکان نقشبندیه چون

مقصود حقیقی که نقشبندیه را با ورای غیبت بعید افکنده اند و نسبت

بمراتب نقشبندیه از مقصود اصلی واقف نشده اند اگر مشقت کم کنند چون

عوض آن که مقصود اصلی است نیافتند آن مشقت زیاده از زیاده

بر استقصا آییم و گوییم که بعد توجه بذات الله تعالی الی ما حصل الا خدا ام

و نهایت صاحب حسب انحطاط اینها بلا اختیار نیا کس اگر توحید و تجرد

یعنی بغلبه انوار جلال و جمال از وجود خود مر موجودی نقصها اگر دو

[illegible] انوار [illegible] بیان [illegible]

باشد از چون ظلی بود از میان برخیزد و اصل را بلباس ظل نمایند و این

بود نفس لطیفه قلبی را بنظر قلبی خواهد بود و چون روح را با هر ذره از وجود

هر موجودی و هر روحی که باشد احاطه و معیت اتصالی است و انفکاک

ندارد و در مولا شهود این مشاهده بیحجابی همین انوار روحی خواهد بود

اگرچه این شهود از انوار جمال و جلال بوسائط کثیره بهره وصول میبخشد

و همین وجه در دایره ولایت داخل است اما فصل متلبس است و از نعمت

بیحجابی خالی و مفلس است اگر بیحجاب است از انوار روحیست که آن انوار بسبب

اتصال با جزای جسدی کاینه موشده اند و خود را بهر جزوی نموده اند اگرچه

وصل اول بوسیله الفاظ و وصل ثانی یعنی وصل بوسیله الفاظ هر دو وصل

متلبس اند اما در مولا یکی با پایه طلبیست ظلمانی را گذاشته بلباس نورانی

رسیده رو بترقی آورده زیرا که در اول ناظر مطلقه بود به بصر خیالی و منظور

او انوار قلبی و در مولا ناظر قلب و منظور او انوار روحی چون انوار قلبی با انصباغ

ظلمات قالبی منصبغ اند و انوار روحی از این انصباغ دور در هر دو وصل

تفاوت صریح پیداست در ینجا باید فهمید معنی فی المضغة قلب و فی القلب

فواد که مشعر بر ترقی سالک است الی اما و این حصول الکمالات در ولایت

خاصه است اگر بفضل لاریبی بجز بعیبی مدد فرمایند و از توحید وجودی
بتوحید شهودی رسانند یعنی بی نظر باشیا ناظر و مشاهد سازند و متوجه
انوار ذاتیه گردانند در اینجا متوجه لطیفه روحی است و متوجه الیه او انوار لطیفه
سری خواهد بود و فی الفواد سر با یمعنی تواند بود و تفاوت در نورانیت
روحی و سری با یکدیگر آنست اگرچه روح از انصباغ ظلمات قالبی بسبب
بند حیث انوار قلبی که امانت حمل انصباغ را لحود تجویز نموده اند و این
انصباغ را بطرف روح راه نداده اند فارغ و مصفا است اما بسبب مناسبتی
که برزخ دارد از مرتبه فوقانیه خود و نوعی تفاوتی دارد اگرچه مجهول الکیف
باشد اگرچه این وصل نیز داخل دایره وصل متلبس است اما هر دو مرتبه
که قبل ازین ذکر یافته لباس ظلمانی و جسمانی داشتند و این مرتبه از آن
تلبس گذشته تلبس لطافت خیالی ملبوس گردیده و صاحب اینمرتبه دیده الخ
دیده عزیز من هر دو مرتبه سابق ظل اینها ولایت بوده اند و این مرتبه را
در اصطلاح حضرت نوری قدس سره العزیز بولایت خاصه نامند
و محقق دیگر بولایت صغرا خوانند و اکثر اکابر صوفیه در اینمرتبه سکونت
محققین
داشته اند تا کار را آورده باشند بعد ازین اگر از محبت لباسی بیجایی برند

صاحب وصل عریان و صاحب اجتبا خواهد بود و این هر دو مرتبه است اگر
در عین شهود مابین بود آنست مطلوب است صاحب اجتبا با امتزاج
جذبه است یعنی مربی اینکس اسم الهادی است با امتزاج ترکیب اسم
الدلیل اینجا ناظر لطیفه سریست و منظور لطیفه خفی است و فی السر خفی را باین
تحقیق باید فهمید و الا از امتزاج رسته است صاحب اجتبا خالص شده
اگرچه هنوز اجتبا ظلی است درینوقت ربانی قابلیت خفی و مربی نورا ربیست
اخفی است و فی الخفی اخفی درینولا هویدا است و این ولایت را ولایت
اخص نزد حضرت جیو ناست و دیگر اکابر ولایت علیا میفرمایند و نیز
مرتبه توجه و متوجه در رنگ متوجه الیه بیچون میاید صاحب اینمرتبه اگرچه
از محبت فارغ شده زیرا که درمیان اخفی و انا واسطه دیگر نیست که حجابی
تواند شد اما با وجود معیت لطیفه اخفی با ذات پاک که انا از آن مراد است
چون منظور این سالک نور اخفی است اگرچه بهره بیحجابی از ذات پاک دارد
توجه این سالک باقی است اگرچه توجه مجهول الکیف و معدوم نما باشد
ازینجاست که کیفیت معلوم غیر معلوم است به نفس معلوم گران معلوم است
و این حیثیت را حیثیت مجهول میخوانند لان اهل جاهل عین حقیقت المطلوب

واین جبل هزاران هزار ترقیات از علم سابق دارد بعد ازین اگر نوازند
ناظر اخفی و منظور ذات الله چنانچه فی الاخفا اما تشعر ایمعنی است اینجا
بوئی از توجه باقی نیست واین هر دو مرتبه است اگر بجای توجه بعلم بالله
حاضر است صاحب کمالات ولایت انبیا است علی نبینا وعلیهم الصلوة
والسلام واگر بایمان بالله بجای علم بالله ناظر است از اصل کمالات
نبوت انبیا بهره ور است علیهم التسلیمات والصلوة این کار دولت است
کنون تا کرا رسد دو مرتبه اخیره را باشارت فی کردم رسنده خواهد فهمید والا
برای مقلد اجمال کافی است حرفی بس است السلام علیکم وعلی من لدیکم
مکتوب پنجم در جواب سید عبد الرشید جهانابادی باسم الله الذی
لا شریک له ولا متنازع ولا تخالف فی صفاته ولا صفة من صفاته مخلة صفة
اخری الحمد لله الذی جبل عبد الرشید بفضله المجید مفرجا لابواب المکتوبات
بالمعانی والاشارات فنشرع ایضا فی متابعة العظام فی تفصیل الامر الذی
هو اهم المهام ونکتب فنسلک مودیا فی الکلام مجتنبا من الطوالة تعظیم
شان الله العلام سبحانه من لا ضد له ولا تضاد له صفة من صفاته لصفة
الاخری ولکان صفة الجمال والجلال لان التضاد والتخالف فی هذه المز

مقضی الی النقصان ولا نقصان ثمه بعد الحمد والصلوة وتبلیغ الدعوات

والتسلیمات بعرض سیدی مکرمی مشفقی میرساند بنده فقیر حقیر بر تقصیر

عبد النبی بورود نوازشنامه گرامی احقر ذره وار سر بلند گشت وانچه از

معانی واشارات مرقوم قلم عطوفت رقم بود از مطالعه ان شرح صدر

حاصل گشت الحمد لله والمنة که این عاجز را بلطف کمال نصایح و هدایا

رهنمونی فرمودند شکر آن چه بیان نماید که در بیان قلم نیاید لطیفه

انیقه مرقوم رقم گرامی را جنت فردوس بی از حور و قصور امانی یافت

الله سبحانه استعداد مایان را در همه رتبه تربیت بخشیده و فره ساخته الفت

پیدا آورد که نظر از حور و قصور بر داشته توجه الی جنة لیس فیها حور ولا قصور

بتجلی ربنا ضاحکا نماید کما قال النبی صلی الله علیه وسلم ان لله جنة لیس

فیها حور ولا قصور یتجلی [illegible] ربنا ضاحکا ای راضیا و مراد اینجا لازم ضحک

است نه صورت ضحک که آن خطا است چون مرتبه اول که بحور وقصور را

ازان تعبیر رفت وصل متلبس است واستعداد عالی را بان تسلی نه لانه

وصول الحجاب والحجاب غیر المحبوب رجا واثق از مولا جل شانه انکه ازان

قطع کنانیده توجه به بیحجابی بخشد لانه تعالی وراء الوراء ثم وراء الوراء

واین وصل را وصل عریانی می نامند و درین مرتبه نیز اگرچه جهت نفس خارجی منقطع میشود اما هنوز توجه که اخوالحجب است باقیست و این تربیت هر دو مرتبه وصول بظهور اسم الدلیل است و ثمره آن ظهور علم لدنی ظلی است و مرد کننده اینجا جذبه است پس لازم بر اصفیا آنست برجوا من الله سبحانه ان یظهر فی اسرارنا ظهور العلم الدنی الاصلی بظهور الاسم الهادی لیقطع بسطواته نفس التوجه بل ینعدم فاعلم ان الوصول الذی یسمی بالوصل المتلبس فهو فی الابتدای و وسط الولایة الخلاصة و تسمی هذه الولایة عند البعض بالولایة الصغری و ایضا بولایة الاولیاء و الوصل الذی کنیته باسم العریان فهو فی نهایت هذه الصفة و یحصل فی الاول توحید الوجودی و فی الثانی توحید الشهودی هذا غایة الوصل الظلی و تصرف الخیال و لیس الوصل الظلی بعده دخل بل بعد هاتین المرتبتین ینقطع الوصل و یظهر الفصل منه و یسمی هذه الولایة بالاخص و ولایة ملا الاعلی و عند بعض المشایخ رحمهم الله تقررت بولایت العلیا ثم وان کان ینقطع فیها التوجه لکن لا ینعدم وجوده بل یشتبه بین الوجود و العدم فیلزم علی العبد المترقی ان یطلب من مولاه رفع هذا الاشتباه

وہذا موقوف علی انعدام التوجہ وہذا الانعدام یوجد بعد ظہور العلم الدنی
الاصلی بفیض اللہ القوی الموصوف بالصفات الکاملۃ الازلیۃ
القدیمۃ الذی لایطلع علی نفس ذاتہ وصفاتہ الا من خصہ اللہ سبحانہ
بظہور العلم الاصلی اللدنی ولیس فی ہذا الوصل تمۃ الحجب ولا بعد ولا مسافۃ
وفی غیرہ ہذہ الاشیاء محققۃ جلیۃ کانت او خفیۃ اعلم ان ہذہ المرتبۃ
الاخیرۃ العالیۃ المسماۃ بخلو المتخیلۃ وتخلیص السری مع انقطاع الحجب
والبعد والاضافۃ والاشارۃ الی المطلوب علی ثلث مراتب
فی ابتدائہا مرتبۃ علم الحضوری وفی وسطہا مرتبۃ حضور العلم وفی انتہائہا
مرتبۃ حضور فی الحضور لایطلع علیہ احد من اہل القبور الذین ہم محظوظون
فی وصل المتلبس بالحور والقصور وتحقیق ہذہ الثلثۃ غایۃ التحقیقات
واغمض الغوامض لایسع ہذا القرطاس لشرحہ فنصبر بالاجمال ونسمی ہذہ الولایۃ
بولایۃ خاص الخواص لشر الصادین والضا بولایت الانبیاء العظام
علیہم الصلوۃ والتسلیما وعند البعض بولایت الکبری وبعد ہذا مرتبۃ
نبوت الانبیاء الکرام ولیس الفرق بین ہاتین المرتبتین الا التفصیل
والاجمال لان فی الاولی الوصل الاصلی العلمی بالصفات الحقیقۃ القدیمۃ

بالتفصيل وفي الثاني العروج من العلم الى الايقان الاصلي والايمان

الغيبي بوصول الذات جامع الكمالات بالاجمال بحر عظيم متضمن التفاصيل وهذا الاجمال

ولا يقاس هذا الاجمال والتفصيل على التفصيل والاجمال الذين كانا في المراتب

التحتانية لان ثمه تشبيه وحجب وتلبس وغلط وهاتين المرتبتين اعني مرتبة

ولاية الانبياء ونبوتهم بانفسهما مختصة بهم ممكن قدر الله تعالى في التقدير

ظهور كمالاتهما على سرائر بعض اوليائه الذين شرفهم الله تعالى بشرف

متابعتهم كمالا واصالة لا ظلا وتشبيها بمحض فضل العظيم ذالك

فضل الله يؤتيه من يشاء مصرع این کار دولتست کنون تا کرا رسد

درین هردو مرتبه عالیه اخیره بوی احتمال وجذبه محض انابت واجتبا

واصطفاست کما لا یخفی علی اهالیه مکتوب شصتم در تحقیق حدیث قدسی

حدیث قدسی کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف والله

سبحانه با جمیع صفات وشیونات با مقتضیاتها واحد حقیقی است

ودر عین وحدت صرف جمیع مراتب صفات وشیونات با مقتضیات

اینها باجمال وتفصیل معلوم ومحقق او بود جل شانه واز دیدن اینها

در مراتب ظهور تقیدی غبار کمال دارد چنانچه عزیزی میفرماید

هر شأن و صفت که هستی حق دارد بذات خود همه معلوم و محقق دارد در ضمن
مقیدات محتاج بخویش از دیدن آن غنای مطلق دارد پس درگذشت کنزا
مخفیا که ذکر خفا رفته این خفا عرفانیست اما وجود غنای مطلق ذاتیه
و صفاتیه ظهور مقتضیات و لوازمات صفات محجوب الحجاب آمد کما قال فاحببت
ان اعرف و چون مرتبه وحدت حقیقی جامع جمیع مراتب صفات و لوازمات
در مرتبه غیب حقیقی بجامعیت ظاهر شد و مقتضای حب الحجاب ظهور
آن مرتبه جامعه لوازمات صفات که بغیب الغیب مسمی است آمد و لا اجمالا
در مرتبه شهود اول و ثانیه در مرتبه تفصیل کما قال فخلقت الخلق لاعرف
پس بحکمت بالغه آن مرتبه جامعه غیب الغیب را بجامعیت شهود و مشهود نمود
چون واحدیت حقیقی با جمیع صفات و آثار ازلا ظاهر و مقید
شهود است در عین شهودیت تقییدی حدوثی اینها باطلاق عن
ظهور اطلاقی ظاهر کما قیل کان الله و لم یکن معه شیء الان کما کان
ای کما کان ظاهرا و لا بلا قید فالان ایضا ظاهر بظهور الغیبی الاطلاقی
بلا حلول و اتصال و تقیید و انفصال فصاحب البصیرة بنظر فی عین
نظره علی ظهور الغیبی الاطلاقی الی ظهور الکونی التقییدی و لا حجاب

اینمرتبه مشهوده اولیه را مشهود اول نامند و اینمرتبه مشهوده
اولیه را مشهود اول نامند و اینمرتبه مشهود اول در ضمن ظهور ذات جامعه
اسما و صفات حقیقی ظهور هر یکی اسم و صفت و ملزومات اینهارا
شمولی دارد چه حقایق انسان و ملایکه و چه سموات و ارضین و مافیها
و چون انوار صفت انسان در مرتبه مشهود اول و جمیع انوار اصناف دیگر افضل
و انور حضرات انبیا در جمیع انوار انسان متنوع و عالی و نور حضرت سرور
کائنات و خلاصه موجودات بحکم لولاک لما اظهرت الربوبیت در جمیع
انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة و السلام افضل و کاملتر و متنوع تر هویداست
که متنوع در مرتبه مشهود اول که نور آنحضرت است منظر جامع متنوع مرتبه اول
غیب مطلق و واحدانیت حقیقی است و چون وحدت حقیقی با جمیع صفات
ذاتیه ظاهر و موجود خارجیست و ملزومات صفات کلی غیب الغیب اند
دلیل مرتبه خفا و اندراج ذاتی دارند پس منظر جامع متنوع اول که نور محمدیست
در این مرتبه مشهود اول ظاهر و موجود خارجی آمد و دیگر جمیع مراتب مشهوده
در اینمرتبه مشهود اول مخفی و مندرج پس محقق شد که از مرتبه مشهود اول تا
جمعا آخر مشهود محمدی بی انتها تمام زیبا است و چون حقیقت جامعیت مرتبه مشهود

اول که نور محمدیست در بیان آمد بفضل الله سبحانه ظهور مراتب مفصله او را

در بیان باید آورد و قال النبی صلی الله علیه وسلم انا من نور الله والعالم

من نوری اگرچه بحکمه بالغه در ضمن نور محمدی صلی الله علیه وسلم که از آن شهود

اول میفرمایند انوار مقتضیات جمیع اسماء و صفات را اجمالا مخلوق

فرمود و نور هر فردی را مقتضی ظهور روحانی و جسمانی نمود اما چون مقصود

از این آفرینش ظهور معرفت او تعالی بود کما قال سبحانه لا عرف و ظهور

معرفت بی ظهور نور معرفت بی ظهور نور هر فردی در خارج به تمیزی که از

دیگری روحا و جسدا از مرتبه اجمال حاصل نشد و ظهور تمیزی هر همه

توابع بی ظهور اولیه متبوع خود که نور حضرت است موقوف بس از نور حضرت

که جامع دو قابلیت بود یعنی قابلیتی مقتضی ظهور روحانی و قابلیتی دیگر

مقتضی ظهور جسمانی اولا بحسب اقتضای قابلیتی که مقتضای ظهور روحانیست

روح اعظم ایشان را صلی الله علیه وسلم بجامعیت ضمنی جمیع ارواح

در مرتبه خارج پیدا آورد و جمیع ارواح الناس ناشی از تفصیل مراتب تعینات

بعض و مسبوقیت بعض دیگر به تمیز تام هر یک از دیگر از روح اعظم که ام الارواح

است ظاهر نمود و از کتم خفا بر ما ثانیا داد ثانیا بحسب اقتضای قابلیت ثانیه

نور حضرت که مقتضی ظهور حسب تمامی ایشان است صلی الله علیه وسلم حب مبارک
اصلی ایشان را که اصل جمیع مراتب عنصر مجمل است فوق عرش مخلوق فرمود
از انجا مراتب عنصر مجمل را تحت عرش موجود ساخت و از آنجا بترتیبی که می
بایست عناصر مفصل را تحت آسمان دنیا مهیا نمود و آن مجموع عناصر را
معدن اجسام مفصله گردانید و العالم من نوری باین معنی است اما با وجود
کثرت تمیز ارواح و عناصر مقصود اصلی که معرفت است هنوز میسر نه
چنانچه قول حضرت خواجه بزرگ است قدس سره که روح در بدو خلقت
خود خدا را بیگانگی شناخته است اما بیگانگی نمی شناخت زیرا که شناخت
از شهود میزدد و شهود منافی وجود است از اینجاست که حکما تشبیه با وجود
لطافت چون بدار وجود خود دارد و نسیان ماسوا موقوف بر تعلق بکثیف است
محبت است از جهت حصول مقصود اصلی که از خلقت اوست برای رضای مولا ره
محبت خود دخول حیطه ظلمانی را اختیار نمود اما چون خلاصی از ظلمت جسدی بی
ظهور متبوع صلی الله علیه وسلم میسر الله سبحانه علی انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات
که همه مقدمات ظهور حضرت سرور کائنات اند بترتیب مراتب سابقیت و مسبوقیت
در هر امت ظاهر نمود و ببرکت صحبت ایشان بحسب استعداد خود با بعضی از انبیا

[illegible]

علی نبینا علیهم الصلوة والتسلیمات بکمال رسیده حصول معرفت نمود اما چون حصول معرفت بتابعه مقتبس از نور متبوع خود است بحسب شان متبوعان خود با اهالی هر امت نصیبی از معرفت پیدا کردند و معرفت اکمل که موقوف بر ظهور جامعیت حضرت سرور کائنات بود صلی الله علیه وسلم بعد ظهور اظهر حضرت سرور کائنات باین امت بحسب استعداد هریک نصیب میشود و تا قیامت ممد است که ختم کمال معرفت که محبوب ازلی است بر ختم این امت ختم کرد است از ینجاست که حضرت قرآن ناسخ کتب سابقه آمد و خود محفوظ از نسخ باند اللهم یسرلی المعرفة بحسب شان نبینا علیه الصلوة والسلام واجعل خاتمنا علی الایمان والاسلام یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما صلوة کثیرة علی نبینا کما یلیق بجنابه مکتوب هفتم در تحقیق بعضی سوال از شیخ سعید ساکن تهاره نحمده ونصلی علی النبی الکریم حقایق و معارف پناه فضیلت و کمالات دستگاه حضرت شاه عبدالغنی جیو سلمه الله تعالی همواره بر مسند فقر متمکن بوده فیض بخش جهانیان باشند از فقیر محمد سعید بعد سلام سنت الاسلام مشهود ضمیر منیر آنکه اوصاف بندگی و کمالات الحقایق و معارف آگاه از زبانی بعضی مرزا ... استماع یافته از ینموجب اشتیاق ملاقات فایض البرکات از حد افزود است

الله تعالی سبی سازد که حجاب مفارقت و پرده مهاجرت از میان رفع شود و دیده بادید
حضور بر سر دیر گردد فاما بعد بخدمت شریف مستدعی میشود که جواب چند
سوال از ضمیر فیض تاثیر حاصل نموده عنایت شود که تسلی خاطر این فقیر گردد اول
همه درویشان عالم ناسوت میگویند فاما حقیقتش از کسی مفصل نشنیده ام که ابتدایش
چیست و نهایت چه که بر طالب میکشاید دوم کیفیت ذکر روح که فرموده اند ذکر
اللسان لقلقة و ذکر القلب وسوسة و ذکر الروح راحة که مقامش کجاست و چه ذکر
میشود سوم درویشان میگویند که یک مرتبه ایست که نه عاشق ماند و نه معشوق آن
کدام مرتبه ایست و هر دو چگونه محو شوند چهارم حضرت رسول مقبول صلی الله علیه وسلم
فرموده اند رایت ربی فی لیلة المعراج علی صورة الامرد و دیگر هم فرموده اند رایت
ربی فی لیلة المعراج علی صورت الشاب امرد و این چه معنی دارد ترحم که از راه
مهربانی با حضور معانی در جناب قدسی القاب رجوع نموده جواب با صواب عنایت
نمایند والسلام مکتوب هشتم در جواب سید محمد سعید در تحقیق اسوله مذکوره
بسم الله الرحمن الرحیم العظمة و الکبریاء کلما خطر ببالک فهو الله تعالی وراء ذلک
فاذا علمت هذا فافهم ان کلما یخطر ببالک فهو من عالم الناسوت فاذا حصل لک
الخلوص من هذا و تحقیق لک التخلیص السری و خلو المتخیلة عما سواه فاذا المرتبة

شانہ فظہر من ہذا التحقیق ان من ابتلی فی الناسوت والکان غلبة علیه

النسیان من حیث انہ النبی العاشق والمعشوق بعد التعلق بنقطة الوحدة

نسی

ثم عمی برفع الکثرة حتی العلم الذی کان ممیزا بین الامرین فهو محجوب عن حقیقت

المطلوب فوجب لہذا السالک المتوسط التجا والترقی فمن ہذا المقام الی الله

سبحانہ لیکون مومنا حقیقیا واصلا بالرب الحقیقی تعالی شانہ فلیعلم ان

ہذا المقام الناسوت الذی وقع تحقیقہ فی المصدر الکلام کل ذلک من کمال

القلب الذی ذکر تحت مقام الروح وکلما حصل فی مقام القلب بہذا المعنی وسوسة

وخواطر فلا یلیق للسالک ان یستقر فیہ فاذا اترقی من ہذا ووصل بکمال الروح

فلیس ہہنا الا الرب وہذا مقام الراحة بعد قطع المسافة البعیدة الزمنیة

فلیعلم ان فی مقام الناسوت تکون للسالک المتوسط التجلیات الصوریة

بعض الاوقات فی صورت الانسان ذکرا کان او انثی وفی اخری بصورت

الفرس وغیر ذالک من انواع الناسوت والناسوت نشتق من الناس المستغرقة

وشرفہ فی ہذہ المرتبة الناسوتیة واذا کان شان الانبیاء فوق ہذہ

المرتبة المتخیلة المتصورة فکیف نطلق فی شانہم الوصول لجناب ربہم

بلباس ہذہ الصور فوجب علینا ان نبین اسم الرب الذی وقع فی الحد

بالمعلوم یعنی جبرائیل علیه السلام کما قال تعالی فی الکلام المجید حکایت عن
یوسف علی نبینا و علیه السلام انه ربی احسن مثوای و تحریر بعض المفسرین
بالعزیز نه نهایت التحقیق فی تبیین هذا المقام ان یقال ان هذا الالفاظ من المتشابهات
فنؤمن به ولا نشتغل بتاویله فحسب مکتوب [illegible] هم از جامع کمالات ظاهری و باطنی
[illegible] علیم الله [illegible] در تحقیق خلقت عالم
قل الحمد لله و السلام علی عباده الذین اصطفی من بعد از فقیر علیم الله مخفی نماند
که در میان اقوال مجتهدین عظام و صوفیه کرام در خلقت عالم صورت تعارض
ظاهر میشود از جهة آنکه مجتهدین عظام بنا عالم بر عدم میدانند و صوفیه کرام از
نور محمد انند هر یک ازین عزیزان ما تمسک به نص و حدیث می آرند و هر دو عزیزان
معتمد از دین ما و جود تعارض قبول هر دو قول محال میرسد قبول کردن قول
واحد انکار بقول دیگر لا محاله لازم که محقق از جهة تطابق قولین خلقت عالم
از نور خاص صفات سلبی که مخلوط بعدم و وجود اند معقول از جهة آنکه
چون بود رکن عدم و وجود صفات سلبیه قایم اند تطابق هر یک از هر دو قول
ثابت میشود لکن [illegible] ذات ممکنه وجود واجب الوجود چنانچه وجود ذات مع الصفات
[illegible] و عدم ممتنع الوجود مثل شریک باری تعالی و میان هر دو [illegible]

برزخ از عدم ممکن الوجود و وجود ممکن العدم دانند و خلقت عالم از عدم
ممکن الوجود محال ندانند چنانچه از وجود ممکن العدم عدمیت آن محال ندانند
وصفات سلبی مثل لیس کمثله شي ولم یلد ولم یولد الی اخره ولا غیر یک در
و غیر ذالک کذالک و وجود صفات مذکور که مخلوط بعدم و وجود است
غیر نور ندانند چنانچه حضرت جیو قدس سره فرموده رباعی نور است وجود
عین نور است وجود ظاهر علی بمقتضیات وجود وجهی مخفی که بود حیث
العرفان اظهر شده با ظهور عرفان شهود ایضاً مخفی نماند نزد محققین
از ذات و صفات هیچ مدرک نشود چنانچه قول حضرت ابابکر رضی الله تعالی عنه
براین دال که العجز عن درک الادراک ادراک این مرتبه را علم الیقین و علم
حضوری میدانند چون ازین مرتبه عروج میکنند علم مذکور را علم حق سبحانه تعالی
دانسته خود را باین علم حاضری یابد این مرتبه را عین الیقین و حضور علمی شمارند
چون ازین مرتبه نیز عروج میسر یابد این علم را عین ذات حق سبحانه تعالی ندانند
و معنی صفات الله لا غیره و لا عینه درینجا مکشوف میشود این مرتبه را حق الیقین
و حضور در حضور میشمارند و نیز چون نزد بزرگان صفات الله لا عینه
ولا غیره مقرر صفات با ذات در مرتبه واحد واجب الوجود غیر ندانند

و چون حق سبحانه خود بخود قایم و قیام صفات الیه بآن ذات دایم قایم
باین وجه عین ذات اند و همین نسبت لا عینه و لا غیره میان جمیع صفات
متقرر اند پس میان صفات سلبی من لا وجه و متقرر و ثبوتی همین در نسبت
دانسته از صفات ثبوتی غریب آن صفات سلبی من وجه متقرر
نبند اند و هر یک صفات ثبوتی و سلبی بمرتبه تنزلی من وجه بغیریت
پیدا اند ممکن الوجود که از نور سلبی که مخلوط بعدم و وجود اند بهر دو وجه
بغیریت مخلوق یعنی بمرتبه واجب الوجود در بمرتبه قیام که خود بخود
قیام باشند نزدیک بخلاف آن صفات سبحانه اگرچه خود بخود قایم نیستند اما در مرتبه
واجب الوجود نزدیک پس متقرر است که ممکن الوجود بهر وجه غیر ذات و صفات
می باشند و آنها که من کل الوجوه بعینیت باین وجه بعینیت قایل بخطا
صریح منسوب والله اعلم کما هی الامور فی نفسها هو الله الهادی چون
نور صفات سلبی مخلوط بعدم و وجود پس محققان عظام و صوفیه کرام
خلقت عالم بهر یک عدم و وجود ضمنا قایل چون ذات واجب با صفات
ثبوتی هر دو ثبوتی اند از نیجه صفات ثبوتی با ذات اقرب باین سبب
از ذات اسم مقابث ثبوتی سببی در مرتبه مفعولیه و مخلوقیه ممکنات

فاعل خالق بخلاف صفات سلبی که قرب صفات سلبی با ذات ممکن
که هردو مخلوط بعدم و وجود اند اظهر لهذا ذات ممکن مفعول و مخلوق
خاص نور صفات سلبی ثابت عطیه نور صفات سلبی که مخلوط بعدم
و وجود است هر یک ازان عدم و وجود بنسبت لا عینه ولا غیره مقرر
عطیه من کل الوجوه غیریت مرتبه ممکن از مرتبه نور صفات سلبی که ازان نور مخلوق
است مقرر مثل غیریت اصوات کلمات متکلم که آناً فآناً بعدم و وجود اند
از متکلم و کلام بنسبت ان اصوات باجل سببی قدم عطیه واضح تر انکه چنانچه خالق
قبل تخلیق خلائق و وقت تخلیق و بعد ان باقی و من کل الوجوه ان خلائق
بلاعینیت یا غیریت آن خالق آناً فآناً حادث و هالک و فانی همچنین
متکلم قبل تکلم کلمات و وقت تکلم و بعد ان ثابت و من کل الوجوه ان
کلمات بلاعینیت و یا غیرت آن متکلم آناً فآناً حادث و هالک و فانی
نیز کما دل قوله تعالی کل شیء هالک الا وجهه لکل من علیها فان از جهة انکه
هالک و فانی که هر دو اسم اند بر استمرار و دوام معنی هلاکت و فنا
بلا تقیید زمانه دال بمکتوب مرحوم مغفی ستندی سید علیم الله که خلیفه حضرت
پیر دستگیر هستند در تحقیق انکه خلقت عالم از عدم است یا از نور و بیان انکه

خلقت عالم منتسب بصفات الحمد لله اولا و آخرا ظاهرا و باطنا کمترین خادمان آستان
سیادت پناه حضرت میر الجیو بعد از تسلیمات خادمانه نیازمندانه
معروض میدارد اگرچه بسی از ین هم اشتیاق ملازمت شریف بود اما بعد
زیارت اوراقی چند که آن حضرت در تحقیق خلقت خلق نوشته اند بسیار
از حضرت رب العزت بتوسط کشش الجناب درخواهم که بخدمت شریف
مستفید گردم لیکن چون موقوف بر وقت است شبهات چند که بعد
مطالعه اوراق شریفه برین فقیر پیدا شده اند بخدمت شریف اظهار نمایند
امید که بتفصیل آن مرقوم فرمایند معلوم شریف است که حقایق اشیا نزد
محققین عبارت از متعلقات صفات سبعه است چنانچه متعلق علم
معلومات و متعلق قدرت مقدورات و متعلق ارادت مرادات
علی هذا القیاس بظهور این صفات با متعلقات خود از لا واقع وجودات
اشیا عبارت از متعلقات صفات افعلیت چنانچه خالقیت و رازقیت
وغیرها و از این معارفی که آنحضرت مرقوم فرموده اند ظاهر است که تخلیق
عالم از صفات سلبی است که مخلوط بوجود و عدم اند و نیز مندرج فرموده اند
که صفات ثبوتی او نسبت بذات اند و صفات سلبی قرین ممکن در ینجا

سوالی چند وارد میشوند اول آنکه هرگاه اختیار آنحضرت موخلاف
طریقه سنت نباشد پس اختیار این اطلاق که صفات سلبی مخلوط بوجود
و عدم اند از برای چیست و از کجاست و لو فرضاً بطریق رخصت مسلم
داشته شود و نیز عجیبست که چون مقرر است که صفات او سبحانه در مرتبه
وجوب موجود اند و عدم لاشئی محض پس اختلاط عدم بصفات واجبی
چه صورت بندد چرا که اینهمه از مرتبه امکان و اعتبارات است دوم آنکه
چنانچه معیت ذات با صفات متساویست همچنان معیت صفات با جمیع
ممکنات هیچ یکی را از اینها قرب و اقربیت بنسبت بدیگری چه نوع
باید گفت چرا که مطلق اند و نیز لازم می آید که در مخلوقات جز صفات
سلبی صفات ثبوتی موجود نباشد چنانچه سمع و بصر و علم و قدرت
و غیرها و لو فرضاً این هم مسلم داشته شود باید که صفات مخلوق ام الصفات
صفات سلبی باشند و دیگر همه صفات در تبع ایشان چرا که هرگاه ظهور صفات
سلبی بر ظهور همه صفات مقدم باشد باید که بسبب آن تقدیم بر همه ظهورات
غیر خود متبوعیت داشته باشند حال آنکه مقرر اولیا است که ام الصفات
صفات سبع اند چه در مرتبه وجوب و چه در مرتبه امکان چرا که اطلاق متبوعیت

و تابعیت بر صفات واجبی بحسب نظر کردن بر تعلقات ایشان است

نه نفس ایشان چرا که همه قابلیات ذات واحد اند در هیچ یکی را من حیث

النفس غالب و مغلوب نمیتوان گفت زیرا که این همه موجب ادراک ذات را

مایان را دران مرتبه مدخلی نیست سیوم آنکه صفات سلبی چنانچه لیس کمثله

شیئ و لم یلد و لم یولد بداهت رافع نقصان اند از ذات و مانع وجود شریک

و صفات ثبوتی چنانچه علم الغیب والشهادة والخالق والباری

والمصور مقتضای مخلوقیت جلا اگرچه اینها نیز رافع نقصان و مانع

وجود شریک از خفا لیس با بمعنی اقرب ان مینماید که ثبوت خلقت عالم

از نور صفات ثبوتی گفته شود هم من حیث حقیقت که ازلا با جمیع وجوه

واعتبارات ابدی بس که موجود شود معلوم علم و مقدر قدرة و مراد ارادة

اطلاقا بوده است مقتضی موجودیت مشهوده در مرتبه اعتبار و اوقات

موقوته ازلی و این توقیت وقت نیز از معلومات و مقدرات است

و کنت کنزا مخفیا بحسب این مرتبه است و هم من حیث صورت که خلقت عالم

با جمیع حیثیات تقیدی چه بحیثیت مظهریت و چه من حیث مظهریه

و مظهریت نسبت یکدیگر بحسب مقدور و مراد ازلی برا و قات مقرره

بظهور خالقیت کامله و مقصوریت شامله موجود و متصور شده و میشود
و خواهد شد الی ابد الابدین فخلقت الخلق لاعرف سنجیت این درجات
و نیز مراد آنکه تعارض از قولین یعنی قول مجتهدین عظام و قول صوفیه کرام
بر خیزد حاصل میشود چرا که برای موجودیت ظاهر شدن عدم ممکن الوجود
نوری درکار است که آن نور ازلی ابدی باشد و آن نور صفات ذاتیت
که از لاکمالات آن انوار مقتضی موجودیت مشهوده و مقیده اعتبار
به عالم هستند که بیرون از مراتب تقیدی حدوثی قدم گاهی ندارد الا
در مرتبه عدم و تا زمانیکه آن زمان و اوقات مقرره ازلی بوجود نیاید
با هیچ ذره از ذرات عالم صفات خالقیت و مصوریت و غیرها من حیث
ان ظهور تعلق نه پذیرد و هیچ شی از عدم بوجود نیاید پس من حیث حیثیت
تقیدی حدوثی موجودیتی صوری عالم که بسبب این خصوصیات عالم نام یافته
از عدم صرف باشد و بحیثیت معلومیت و مقدوریت و مرادیت ازلیه مطلقه
از نور بحسب هیچ تعارض باقی نماند و آنکه آنحضرت فرموده اند که مکشوف
یافته معلوم نمیشود که بهیچ نوع از آن تعارض بر میخیزد توقع آنکه آنچه حق سبحانه
بر آن ذات شریف تحقیق وانموده مفصلاً مرقوم فرمایند که موجب سیر تشنگی

این دو نامه کان نبشته باشند چون این فقیر احقر محض اُمّی است از طرف عبارات
اگر جایی خطا واقعه شود معذور فرمایند و نظر شریف بر دعا نمایند بتو اجر
داد وصلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد و آله واصحابه اجمعین مکتوب یازدهم از فضیلت
لقب شیخ علی احمد سهارنپوری در رسوله جنید لطیفه حقایق
بسم الله نحمده و نصلی علی حبیبه عرضداشت فقیر سراپا تقصیر عبد الصمد
علی احمد آنکه قبله گاها سلامت درین دیار هردوار معبد کفارست بعد
هر سال مردم هنود از اطراف و جوانب جمع می آیند خصوصا بعد از
دوازده سال اجتماع کفره بمثابه میشود که ظاهرا عقل تعداد آن نمیتواند
نمود چون درین مقدمه نیک غور نموده شد دیده که آن معبد را حقیقتی است
همچو حقیقت کعبه معظمه که مظهر اسم المعبود است و قلوب خلایق را که بجهت
مناسبت ازلی بآن حقیقت مربوط اند بی اختیار بخود منجذب میسازند
بلکه در چشم اهل شهود ظهور آن عبارت ازین هیئت اجتماعیه است
چنانکه حقیقت سلطنت که عبارت از اجتماع شاه و سپاه است
لهذا هنود با وجود طریق مخوف هزاران هزار مرحله طی نموده افتان و خیزان
می آیند و در ساعت معهوده بر کناره دریای گنگ اشنان می نمایند

پس میان هر دو معبد فرقی که در نفس الامر موجب حقیقت یکی و بطلان
دیگری باشد معلوم نیست حافظ شیرازی علیه الرحمه میفرماید فرق در عشق
خانقاه و خرابات شرط نیست هر جا که هست پرتو روی حبیب هست
اگر یکی را مظهر اسم الهادی دیگری را مظهر اسم المضل گویند نیز منافی نیست
بجهت هدایت و ضلالت از امور اضافیه اند همچنین جلال و جمال و سعادت و شقاوت
نیز ازین قبیل اند مثلا نسبت ره رونده لاهور راه راست است و نسبت ره رونده
دهلی مضل و بالعکس نیز پس هر کسی که به نسبت رب خود بر شاهراه
است گو به نسبت رب دیگر گمراه است و متجلی شدن حقیقت کعبه معظمه
مقدسه را سیت (؟) مشهور کتب قدیمه یعنی چنانچه این حقیقت بر بعض دون بعض
و دون بعض متجلی میشود همچنان آن حقیقت نیز بر بعض دون بعض پرتو
می اندازد بلکه چند کس فقرا هنود که از شهود وحدت سرشار اند
با فقیر نیز صحبت می دارند قبله گاهان سیلاب عجیب کار و بار است ذات بحت
تعالی ازانچه که در حیطه اندیشه است وراء الوراء است او را با خلق بوجه
من الوجوه نسبتی نیست فضلا عن ان یکون الخلق مظهرا لها مصدرعنه
چه نسبت خاک را با عالم پاک سلمه او بعد ذالقایل بیت کس ندانست که منزلگه

معشوق کجاست اینقدر هست که بانگ جرسی می آید غایة الامر نسبت تا
اسماء صفات حق تعالی که عبارت از اعتبارات است در مراتب اعدام .
بر تو انداخته ظهوری پیدا کرده است که آن ظهور مسمی بعالم است و افراد
عالم اگرچه من حیث الحقیقة متحد اند اما من حیث التعین مظاهر اسماء متضاده اند
ولا شک ان کل مربوب بالنسبة الی ربه مهتد یعمل بمقتضای علمه
و ارادته چنانچه سابق تحریر یافته و نیز هر شیء بمقتضای حدیث مشهور
مجبول بر فطرت اسلامیه است و ایضاً بموجب حدیث قدسی رحمت را
سبقت است بر غضب پس هر شیء را بالذات قرب مع الله حاصل است
و ضلال و غضب که موجب عذاب اند نسبت برب آخر عارض و طاری است
و نیز صحیح است که ما بالعرض را بر ما بالذات استیلا علی الدوام متصور نیست
پس قول حضرت شیخ اکبر قدس سره که در فصوص الحکم میفرماید که مآل اهل
شقاوت بعد از مرور دهور و احقاب بسوی سعادت خواهد بود درست آمد
قبله گاها مدتیست سابقاً فقیر را در مقدمه که سراسر مخالف تعرض قطبیه است
با یکی از توابعان حضرت شیخ مذاکره و مکالمه بسیار واقع شده چنانچه
که انشاء الله تعالی تحریر آن بخدمت بندگان عالی در وقت حصول ملازمت

سراپا سعادت نموده خواهد شد والحال که فیض نبود در پنجاه کور
زیسته شود و اینمعنی برسنده استقبال نموده لهذا از روش درویشی بعد عمر بعید فیدو
کیش بخدمت فیض موهبت میرسد امید که توجه باطن بحال این شکسته بال
نوعی مرعی فرمایند که حل اینعقده میسر آید اگر نفس الامر نیست فبها و الا
بتوجه آنجناب فیض مآب از لوح سینه محو شود اللهم ارنا الاشیاء کما هی

مکتوب دوازدهم بفضیلت مآب علی احمد سهارنپوری صدور یافت

بسم الله الرحمن الرحیم الله ولی الذین آمنوا یخرجهم من الظلمات الی النور
والذین کفروا اولیاؤهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات محب
صادق طالب العلم فرق در میان دو حقیقت [illegible] اسلام خوانده بدقت فهم
ازین آیه کریمه در اکثر اصول حاصل نماید و الا در تفصیل ان شاء الله تعالی حاصل
خواهد شد رقیمه کریمه رسید بر مضمون مرقومه اطلاع یافت آنچه استفسار رفته
بود که اجتماع کفره لعنهم الله بر دریای گنگ مشابه میشود که عقل در تعداد
آن عاجز است پس حقیقت کفر معطله بلکه فرق میان هر دو معبد که در نفس الامر
موجب حقیقت یکی و بطلان دیگری باشد معلوم نشد در جواب آن بعون
هادی مطلق می پردازم و منه الاستعانة باید دانست که الله سبحانه واحد

حقیقت و جامع کمالات ذاتیه و صفاتیه است و هیچ کمالی را از ان
کمالات و صفتی را از صفات با یکدیگر و با ذات بوجه من الوجوه در ان مرتبه
تنازع و تخالف نیست اگر نفس صفت جمال است با کمالات خود عین
صفت جلال و کمالات او است و همچنین صفت الجلال و همچنین اقتضای
صفت جمال برای ظهور قابلیات مخفیه خود بوجود مظاهر مخصوصه خویش
محبوبیت و مقتضای صفت جلال و همچنین بالعکس و منشا این محبت و محبوبیت
صفات با یکدیگر نفس در اقتضای ظهور خاصه هر یکی محبت ذات و اقتضای ذات
واحد حقیقی است در موجودیت تفاصیل این مراتب پس چون مقتضای
و محبوب صفت جمال حصول قرب و معیت ذات است بمظاهر مخصوصه خود ان الله
قریب من المحسنین لاجار عبادی که مقتضی مراتب قرب و معیت باشد و معبدها
شریفه که معمور بنور قرب معبود حقیقی اند نصیب مظاهر جمال گشت و چون مقتضای
صفت جلال سخط ذاتی حلول مظاهر خود در درکات بعد و حرمان است
لاجاره اعمالی مهجوراتی که مقتضی بدرکات بعد و ضلال باشند و معبدهای
ظلمانیه کثیفه که مهجور از مراتب قرب اند بحسب مناسبت ... در دیده بصر و بصیرت
مظاهر جلال گردیده آیه کریمه ثم رددناه اسفل سافلین الاتیه مشعر این معنی است

نمرودنا پس بازگرد ...
اسفل سافلین ...
یعنی عالم الطبیعت ...
شعور و اشعار ...
حقائق این ...
اطلاع ...
زمین صورتی ...
پس حرف که اول ...
و دران وقت هیچ کار
نتوان کرد ...

بحسب حقیقت عبادت و معبود با مظاهر جمال اقتضای صفت جمال است
اتصال بمراتب قریب بمظاهر خود را بس این حقیقت موصل بحق است بر صورت
خود را و حقیقت پرستش حجاب پرستش مظاهر جلال اقتضا منوط صفت جلال. سبحانه
مهجوری و دوری از مراتب قرب بمظاهر خود را و منشا اقتضای این صفتین
کاملین اقتضای ازلی ذات سبحانه است قرب اولی را و بعد ثانی را لا یسئل عما
یفعل و هم یسئلون فظهر الفرق بین حقیقة معبود الانبیاء صلوات الله علیهم و توابعهم
رحمهم الله و بین مرجع الشیاطین و اتباعهم لعنهم الله سبحانه و ثبت ان مقتضی حقیقت
معبود المومنین القرب و الوصول بالذات الکامل ابدا للمومنین العابدین فیه و لن
مقتضی حقیقة معبود الشیاطین الحلول فی درکات البعد و الهجرات قائمین علیه ابدا
لا یزال و لن تجد لسنة الله تحویلا و چگونه تبدیل یابد که ظهور صفتین کاملین المذکور
تعین یکی از خصوصیات ها فی مظهر مخصوص لکل واحد مقتضای ذات او سبحانه
است سبحان الله سبقت رحمتی بر غضبی چنانچه در حدیث قدسی واقع شده
بحسب اقتضا یکی قرب معبود بمظهر و دیگری حلول ان در درکات بعد به طور
باحسن وجه بلکه نسبت بموضوع بوست علم الانسان ما لم یعلم و لا تلبسوا الحق بالباطل
و تکتموا الحق و انتم تعلمون و انچه مرقوم بود که هر شیء را با الذات قرب مع الله

حاصلست تحقیق تفصیل اینچنین ست که الله سبحانه را بالذات والصفات

قرب و معیت با هر ذره از مخلوقات به بیکیفی محض بلا اتصال و انفصال و ورای

جهات ستہ بآیات ناطقه متحقق و ثابت ست اما این قرب و معیت

او تعالی با شیاء عالم است و خاص ثمره قرب عام حفظ موجودیات ایشان از عود

در مرتبه عدم ست و الله محیط بالکافرین لیس در قرب عام مومن و کافر برابر است

و ثمره قرب خاص او لا توفیق یافتن عبد ست برای حصول موافقت و متابعت

انبیاء علیهم الصلوة و ثانیا بواسطه متابعت از حقیقت علم لدنی بهره ور ساختن

است و این قرب که ما در بحث اینیم نصیب معتقدان انبیاء علیهم الصلوة است

ان الله مع المتقین و محرومان از نور متابعت و اعتقاد ازین قرب بی نصیب

ازلی اند ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن الله لیغفر لهم

ولا لیهدیهم سبیلا عزیز من هرگاه از لا مقتضای ذات مع الصفات بعد

ذمهجوری مظاهر قهریه باشد لیکن کیفیت که مظاهر مخصوصه قهریه را از دگر کشیده

برحمت سپارد و در قبول بحث منظر که مخصوص بمظهریه قهریه است خلاف

اقتضاء ذات حقیقی چگونه موفقت در صفتین کاملتین متحقق شود ان البطش

ربک لشدید من کان عدوا لله و ملائکته و رسله و جبریل و میکال

فان الله عدو للکافرین بس که پیدا شود که این عدو غالب ابدا بلی انتقام
وجود شرط بر صلح آرد و لا تبدیل بکلمات الله آری مظاهر ستر که رحمت و غضب
که عصاة مومنین اند بعد مرور دهور آنرا آید غضب بتقضیه رحمت خواهد رسید و چون
عصات بکفر طریقت موصوف اند و کافر طریقت با الذات قرب
مع الله از جهة ایمان دارد بسبب عارض که عصیان ست اگر عذاب بر روی طاری
شود درینجا اما با العرض را بر با الذات استیلا علی الدوام متصور نیست چنانچه
مذهب اهل سنت و جماعت مقرر ست و چون حضرت شیخ اکبر قدس سره
بر اوج طریقت نشسته و کافر شریعت از مرتبه او تحت افتاده و منظور نظر او کافر
از مرتبه است اگر دفع خدشه مخالفین نماید و برای رعایت قول اهل حق
بفرماید که مآل اهل شقاوت یعنی شقاوت نسبی که کفر طریقت ست بعد مرور
دهور و احقاب بسوی سعادت خواهد بود دلیل بسیار است و برجاست و هیچ
تخالف با مقررات دین ندارد و عجب عاقل ست که قول حضرت شیخ اکبر را بمعنی
می برد که دور تر از مقام اوست و با هزاران انبیا و کتب سماوی مخالفت دارد
و معنی که مناسب مقام حضرت شیخ اکبر ست و عین موافقت با آیات و احادیث
دارد از آن غافل ست و مع ذلک خود را تابع حضرت شیخ میگوید و لکل وجهة هو

هو هو لیعا حرف درویشان بلند و برد دهان تا بخواند بر سلیمی زان فسون همت ده

حافظ شیراز علیه الرحمة — در عشق خانقاه خرابات فرق نیست هر جا که هست

پرتو روی حبیب است — چه خوش معنی دارد یعنی هرگاه خانقاه و خرابات مظهر

مقتضیات ذلت موصوف بصفت جمال و جلال باقتضای ازلی بحکمت

بالغه هستند پس عاشق را در عشق خانقاه و خرابات چگونه فرق باشد تا انکار

یکی و قبول دیگری نماید زیرا که هر دو مظهر حسن کمالات جمالیه و جلالیه ذات محبوب

اند اما صاحب خرابات و بانی آن مقامات که برخلاف متابعت انبیا علیهم

الصلوة متوجه است از عشق دور و در بست در استعداد ذاتی او ظلمت کفر

و بعد مستور سبحان الله هرگاه محبت حقیقی بکلام تحقیق خود قل ان کنتم تحبون الله

فاتبعونی یحببکم الله فرماید پس محرومان از متابعت را چگونه منسوب به حب

و عشق محمود نموده آید زیرا که رو بهوا دارند بئس العبد عبد هوا یضله هرگاه نام

او در ازل بمقتضای حکمت بالغه غیبی حقیقی ضال باشد او را عاشق خوانند

مخالفت با مولی کردن است دقیقه دیگر باید فهمید که عدم فرق در عشق خانقاه

و خرابات من حیث نظر بان حقیقة در مرتبه فنا است اما من حیث التفصیل

در مرتبه بقا فرقیست واضح و چون فرق نباشد که هرگاه الله سبحانه مظاهر جمال را

بمحبوبیت یاد فرموده و مظاهر جلال را مبغوض نام کرده که دام محب آگاه

و صاحب مرتبه بقا دانشاه که مخالفت باباقی حقیقی نماید و مبغوض او را محبوب محبت

ستاید مگر که او از دایره محبت در افتد و در مغبوضان داخل شود نعوذ بالله

من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا الغرض مقرر منتهیان است که چون

متوسطان بوصل متلبس ملبوس اند و در مرآت مظاهر مظهر را کم ساخته

بجز مظهر نه بینند لاجرم این دید ایشان از نارسیدگی به حقیقت تفصیل

در هر دو مظهر فرق نمی یابد اما چون مرتبه بقا یافت و بدید حقیقی دیده

ور شد محبوب محبوب محبوب و مبغوض مبغوض بنظر خواهد در آمد ذلک فضل الله

یوتیه من یشاء آنچه مرقوم بود که ذات بحت را بوجه من الوجوه با خلق

نسبتی نیست غایة الامر شیونات اسما و صفات حق تعالی که عبارت

از اعتبارات است در مرات اعدام پرتو انداخته ظهوری پیدا کرده الی آخر العبارت

مشعر است که صفات و شیونات او تعالی نیز در رنگ ذات منزه و وراء الوراء استند

عدم مناسبت ذات با عالم باین معنی است که در قید احاطه ادراک ما در نیاید

صفات و شیونات او نیز چون از قید احاطه ما منزه اند در عدم مناسبت

شرکت دارند اما چون قرب و معیت او تعالی با کمال استغنا و بیچگونی

حقیقی و تنزه با هر ذره از ذرات در نفس الامر متحقق است و فیض بخشی و فیض
بمیابابی هویدا نور مناسبت بعید است نور این مناسبت با ایشان بمرتبه
اعلی رسانده و مطلع اسرار گردانیده بر حقیقت بیکیفی آگاه ساخته
اگر نور مناسبت نمی بود بوی از حقیقت مطلوب که می یافت الله سبحانه را
نظر بر عدم مناسبت نموده دورتر نمایند اند حسنت   هر که دوراندازتر
او دورتر انه قریب مجیب الخ مرقوم بود که چند کس از شهود از شهود وحدت
نثر شانند عزیز من شهود وحدت بر سه مرتبه است اول شهود وحدت
ذات الله سبحانه این بمتابعت حضرات انبیا علیهم السلام میسر است
چنانچه قل ان کنتم تحبون الله الی اخر ﷺ خبر میدهد هر گاه واسطه وجود هر ذره
وجود شریف آن اکابران بتبدیل وجود شهود مذکور از جواد حقیقی
بی واسطه وجود آن کبار محال و متعذر است و لن تجد لسنة الله تبدیلا
دوم شهود وحدت روح جامع در مراقبه مفصله ارواح که تعلق با جسام
دارند این شهود نیز بصیبه مومنین که متوسطان طریقت اند مقرر شده
و از ینجا بفضل الله سبحانه بواسطه نور ایمان بر آمده ترقی بسوی اصل مینمایند
و نادر را از اصل هو نیز از ظاهر این شهود در رو مینماید و در خود بند میکند

بی ایمان تنظر بباطن شدن نمیدهد سیوم شهود وحدت عنصر مجمل که تحت
عرش ست در مراتب مفصله عناصر که تحت آسمان دنیا است اکثر
غیر تابعان انبیا را ابتلا درین شهود است و بغلبه هوا اینمرتبه در دیده این
کج بین تحقیق مینماید و از ینه ظلمت عنصری دید بالا نمیرود و اگر بریاضات
و مجاهدات تزکیه نفس پیدا میکنند درین شهود مینماید از تصفیه قلبی اهل هوا
محروم است اما این هر دو شهود اگر مشاهده اهل هوا اند روه اعتقاد
حضرات انبیا بظهور صفت جمال بسبب مظهریت مشترک رهبری
کند و از هوا اند آورد بسبب ترقی درجات ست والا بدرکات ظلمت خواهند جنب
و محبت عذاب ابدی خواهد گشت و این شاهد محروم از متابعت اند شد
در عذاب از غیر شاهد خواهد بود باین تحقیق واضح شد که هر ناظر شهود وحدت را
واصل ذات واحد حقیقی شاهد فهمید تا زمانیکه برهان متابعت حضرات
انبیا علیهم السلام در دید انشود و لا تتبع الهوا فیضلک عن سبیل الله
بلکه قلیل الاستقامت را از مومنین از نزد چنین مشاهد اهل هوا در
باید بود تا ظلمت او در او سرایت ننماید زیرا که در مذمت اینها ضلوا فاضلوا
اتفاق شده مصرعه بس کنم خود زیرکان را این بس ست ۱۴۱ السلام علیک و علی

من له یک مکتوب سیزدهم در تحقیق حقیقی نسبت صفات بذات جل شأنه

بسم الله الرحمن الرحیم از متقدمین شکر الله تعالی سعیهم در نسبت صفات

بذات او تعالی کلمهٔ اجمالیه لا هو و لا غیره واقع است ظاهرا در حق سائل

که از عینیت و غیریت می پرسید زیرا که اطلاق عینیت و غیریت در نسبت

متعالیهٔ مذکوره از شارع واقع نشده و این هر دو کلمه از مراتب مفهومه

و مدرکه محدثه است ذات و صفات او بکمال تقدیس و بیکیفی موجود پس وصف او

بعلم حادث بی تعلیم او بعلم قدیم از کمال بی ادبی باشد سبحان ربک

رب العزت عما یصفون و نه نفی عینیت و غیریت نه بیکیفی محض ایمان

بر همه را لازم دائمی بود حتی که نقش مفهوم بیکیفی نیز معدوم باشد و بجای

توجه مفهوم بی کیفی بعلم با الله حاضر باشد بلکه بوجهی که چون در موقن

غو و غور رسی نماید از حصول خفی بلکه اخفی مراتب یقین را متصف باید

اگرچه باقی این صفا موقوف است بر کمال خلو مخیله که بی وصول به کمالات

ولایت خاص الخاص متصور نیست حضرات مجتهدین از جرأت تعبیرات

اجتهادیه سوای ایمان به بیکیفی محض دیده نیازاران و حضرات انبیا علیهم الصلوة

والتسلیمات لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک گویان

زیرا که هرگاه بنفس قیاس احتمال خطا و صواب داشته باشد و غرض ما
تجرد ایمان به بیکیفی بتعلیم او تعالی حاصل آید و متابعت آیه کریمه
و یحذرکم الله نفسه بر کمال میسر گردد و تحقیق نفس الامری جلوه نماید پس
با یچنین امر متحمل خطا و صواب در ثنا و مدح جناب قدس ورای الورا از طورهای
متحمله خطا و صواب کوشیدن و جرات نمودن از شان مجتهد عالیشان
بعید تر باشد زیرا که در مرتبه که یقین بظن و گمان بنا یابد پس آنکه حجت
آنچه از ظن و قیاس مجتهد او منصوص شود از قبیل ملحقات است سوی مسائل
معاملات که غرض ما در مسایل معاملات بمجرد اجمال بی تفصیل حاصل نمیشود
و معاد و شرع در اکثر محل معطل میماند حال آنکه معامله معاملات در مرتبه
تقید و تغیر است و با جتهاد مناسب الغرض چون این کلمه اجمالیه سلف
بمتاخرین قدس الله تعالی اسرارهم رسید باوجود کمال علم بر تحقیق تنزیه مصدر
و تقدیس او تعالی و دروازه تفصیل را واکشودند من وجه لاهو و من وجه
لاغیره بیان فرمودند و مراد از آن هر دو وجه این مقرر نمودند که صفات
او تعالی زاید بر ذات آمد بی انفکاک و شاید اختیار ایشان اینچنین امر
ظنی را باوجود علم بتحقیق تنزیه سلف شکر الله تعالی سعیهم و حصول

استغفار کمال با یمان بکیفی بران مراتب قدس الله تعالی برای دفع زیغ
باطنی کسانی از امت که بزعم ایشان از کلمه اجمالیه ارتفاع نقیضین
میشده باشد که بسبب این تفصیل تشفی باطن ایشان کرده اما نزدیک
دانش کامل متقرر است که هرچند شفقتا هم بر امت این تحقیق قیاسی را
بجناب مقدس رسول را از قیاسات اختیار کرده باشند اما این تحقیق
ایشان درین مقام تمقیاس بوجوه معتبره نباشد زیرا که از شان
مجتهد بعید است بلکه از شان علماء دین متین که در زمان مجتهدین عظام اند لزوم آن
وجوه استغفار مینماید که اختیار ایشان متابعت این امر قیاسی آن
اعزه مجتهدین بی تحقیق مذکور محض تقلید نخواهد بود زیرا که در نظر کامل متابعان
تقلید اولی بمتابعت کلمه جامعه سلف است که خطا را در انجا گنجایش نیست
پوشیده نماند که اسوله قویه بر اطلاق لفظ زاید در نسبت صفات بذات
بموجب تحقیق حضرات متاخرین شکر الله تعالی سعیهم وارد میشوند اول آنکه
در اطلاق لفظ زاید غیریت خفی مستور است چه در اختیار غیریت اگرچه
خفی باشد مخالفت با کلمه جامعه سلف شکر الله تعالی سعیهم مینماید دوم
آنکه لفظ بی انفکاک واقعه شده وزاید و مزید علیه دو شیء اند پس عدم

انفکاک میان دو شی با یکدیگر دلالت بر اتحاد یا انفصال هیچیک نمی‌کند
تعالی الله عن ذلک سیوم آنکه زاید اگرچه در خارج قابل انفکاک باشد
اما در مرتبهٔ فهم ذهن که تحقیق علوم ما منحصر در همین مرتبه است قابل انفکاک
است پس مثلا صفت وجود و حیات و علم و قدرت اگر قابلیت ذاتیه
او هیچ زاید بر ذات گوییم از روی نظر ذهنی باید نگر که ذات من حیث هو
بی هیچ شان باشد یعنی ملحوظ نشود مگر بعد صفات او [illegible] سبحان ربک
رب العزة عما یصفون چهارم آنکه زاید با مرتبهٔ علیه مزید بود در وجه برابر اند
یا یکی از دیگری فایق و غالب اگر برابر اند شرکت لازم و تبعیت یکی بدیگر تحقق نه
و انفکاک یکی از دیگری موجب نقصان دیگری خالی از آنکه تبعیت صفات بذات
متصور است و صفت در انفکاک ذات از صفات نقصان اول و عدمیت ثانی
متصور و اگر یکی از دیگری غالب است غالب از مغلوب استکمال مغلوب
از غالب متحقق با وجود آنکه متصور آن است که استغنا صفات از ذات
و استکمال ذات از صفات غیر معقول و اگر بر عکس گوییم نیز متصور آن
است که ذات او تعالی موجود به صفت وجود و حی به صفت حیات و علیم
بصفت علم است که زاید اند بر ذات او نه بر ذات نه بذات پس یکباره ذات

موجود و حی و علیم چون وجود و حیات و علم نباشد استغنای ذات بجمیع معنی
و استکمال صفات از ذات بهیچ وجه متصور نگردد نهم آنکه مقرر ایشان است
که ذات بخود قایم و صفات بوی قایم و موجود زیرا که اگر ذات بصفت قایم
باشد قیام متبوع بتابع لازم آید و این از دو نوع خالی نیست ذات
بخود قایم را من حیث هو کامل ازلی دانیم یا نه اگر دانیم پس چنانکه او را قایم بخود
دانیم چنانکه مقرر ایشان است نه بصفت زاید که قیام است همچنین موجود بذات دانیم
نه بصفت زاید که وجود است و حی بذات خوانیم نه بصفت زاید که حیات است الی غیر ذلک
و این نیز خلاف ما تقرر ایشان است زیرا که ذات را قایم بذاته میخوانند نه بصفت بخلاف قیت
موجود و حی و علیم و غیر ذلک و اگر این خلاف با تقرر مسلم داریم یعنی ذات را بذاته موجود و حی و علیم
دانیم نه بوجود و حیات و علم چنانچه بخود قایم دانیم نه بصفت نیز نه تحقیق و ثبوت صفات
زاید بتحصیل حاصل میشود سبحانه و تعالی عما یصفون و اگر خلاف تقرر ایشان را مسلم داریم یعنی
ذات را قایم بخود دانیم و موجود و حی بوجود و حیات مثلا نیز اشکال لازم میشوند اول آنکه
انکه قایم بذات دانیم و موجود و حی بوجود و حیات وجه تفریق چیست دوم آنکه اطلاق
قایم اگرچه بذاته گویند بی صفت قیام نبود و ما تحقق نشود و اگرچه استلزام نباشد
زیرا که اسم صفاتی هست و ثبوت اسم صفاتی بی صفتی که مصدر او هست نباشد

و معامله برعکس کرده درجه لازم آید که ذات قایم باشد بصفت قیام که زاید است
بر ذات و نفوس جمیع صفات بصفت قیام و نفس صفت قیام در قیام
خود تابع بدیگری نباشد الا بخود قایم بود حال آنکه این نیز خلاف ضابطه اهل السنت
است فافهم یا اهل الفهم اگر ذات بخود قایم را من حیث هو کامل ازلی
بدانیم در جمیع ملل غیر محمود و غیر مقبول است و قیام بخود متحقق شدنی نی
اگر گویند اطلاق زاید من حیث تفهیم است که در مرتبه تفهیم مفهوم ذات
دیگر است و مفهوم صفات دیگر نیست من حیث تحقق نفس الامری هیچ نگفتند
حال آنکه بحث ما در مرتبه وجوب است که قدیم و ازلی و مقدم است بر مفهوم
و تفهیم و ایمان را نیز او را است و این هر دو مرتبه مخلوقه اند تعالی و الله خلقکم
و ما تعملون و لایق نفی و تغیر پذیر مطلق کل من علیها فان و یبقی وجه
ربک ذو الجلال و الاکرام و چیزی که لایق نفی و تغیر پذیر مطلق باشد مراتب
وجوبی را با آن جستن از انصاف دور باشد و چیز تصورات نشتی چیزی
بیفزاید پس تحقیق مجتهدین سلف عظام را که قولی جامع و سلف را
بلفظ زاید تفصیل میکنند در همین یک مرتبه حصر کردن بحسب معنی مذکور ربطی
کمال باشد زیرا که قصد مجتهدین سلف اظهار تحقیق حقیقی مرتبه وجوب

بکلمهٔ جامعه مشعر بکمال بیکیفی جناب او تعالی از جهت مرا است متعلق نماید
تا از حقیقت ایمان بهره مقلد و محقق تقلیداً و تحقیقاً بهره ور باشد
و ازین تحقیق خیالی و تفهیم های مستبح ترقی دست نه دهد و ازین عبارت محقق
مطلق فهم فهم نکنی زیرا که ما فهم نکنیم تنزیه و عبارت کرانکه فهم بلکه نفی فهم محتمل
ادراک مطلوب است چرا که تا از ما ئی که مراتب یقین را نقوش اکوان
پاک نمی شود معلوم معلوم الکیف یا مجهول الکیف در خانه یقین مستقر مختفی
می باشد اگرچه معلوم نمی [illegible] نفس معلوم غیر معلوم است بلکه آن معلوم است
و اختیار یافتن برین نقصان بعد وصول بغیب الغیبی است چون از مرتبه
تفهیم و مفهوم او تعالی ورا را الورا او باشد و تحقیق این قول مفصل از تحقیق
حقیقی ظاهر نشود آن بهتر که بایمان بیکیفی محض در نسبت صفات با ذات
او تعالی به متابعه کلمه جامعه شکر الله تعالی سعیهم مومن باشیم و اطلاق زائد را
بحسب مراد آن عزیزان همچو مسایل مختلفه اسلامیه قول المجتهدین دانیم
و تحقیق او با و سپاریم و کلمه جامعه را معمول خود سازیم که هیچ محل شبه و ابهام
نیست زیرا که کمال تقدیس و عظمت او تعالی است که با وجود قابلیات
لااعتباریه ذاتیه که مسمی بصفات اند نسبت او بصفات بیکیفی محض باشد

که نسبت بیکیف به بی کیف و بی کیفی است این نسبت عینیت و غیریت

بلکه مفهوم عینیت و غیریت از مخلوقات اوست نه از صفات علیای

سبحان ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد لله

رب العلمین مکتوب چهاردهم در تحقیق قابلیات صفات با صفات

بعد سلام آنکه چون در نسبت ذات با صفات تحقیق نموده‌ایم که لا هو ولا غیره است

یعنی نسبت بیکیف که ذات است به بیکیف که صفات اند به بیکیفی است و عینیت

و غیریت از قبیل کیفیات است پس وجود ذات و صفات او با یکدیگر اطلاق غیریت

و عینیت منع او هم چنین وجود قابلیت صفات او با صفات نسبت بیکیفی

است چرا که قابلیت صفات نیز بیکیف اند و آنچه ظاهر شد نیز مرتبه است

ظهور کمالات بی قابلیات صفات است نه نفس کمالات که کمالات

صفات بصفت غیب الغیب محض اند قبل از مرتبه ظهور در خارج و بعد از

ظهور و این گفتن که صفات بلباس کمالات ظهور نموده این خلاف

حضرت جو است مکتوب پانزدهم در بیان صفات سلبیه الحمد لله اولاً و آخراً

تو بود و ذخیره سعادت شعار نشان حافظ کمل وفقه الله فرحت افزود و مطالعه

آن حقیقت بوضوح انجامید آنچه در تحقیق صفات سلبیه جناب اجل شان نه

مرقوم فرموده بودید که بعضی اعزه صفات سلبیه سلب صفت است
نه ثبوت صفت مثلاً در لم یلد نفی صفت تولد است نه ثبوت آن همچنین
در لیس کمثله نفی مثل است نه ثبوت آن پس معلوم شد که در صفت سلبی
سلب صفت ناقصه از آن جناب است نه ثبوت آن مگر آنکه بگویم که در
ذات منزه از نقصان شان و صفت ذاتی است که صفات ناقصه را
گنجایش در ذات پاک ایشان نمی بود پس آن شان و صفت صفت ثبوتیه است
نه صفت سلبیه پس در قولین تطبیق باید داد باین طریق که قایل بر صفت
سلبیه ثبوت را باعتبار آن شان و صفت است که مانع نقصان است
و قایل بر صفت سلبیه سلب را باعتبار آن صفت ناقصه که سلب آن از جناب واجب است
اگر اتفاق ملاقات افتاد بالمشافه توضیح اوضح خواهد شد مکتوب شانزدهم
الحمد لله علی ما انعم حمداً کثیراً اخوی باشرف الاخوان و برخوردار اکمل خوردان
بعد سلام مطالعه نمایند بورود رقیمه مشفقانه فرحت افزود وارد ورودی مسرت
بود که عزیزی سوال متعلق غامضه نمود از مطالعه آن ارادت حاصل شد بسعادت
شعار افقر این هردو اختلاف درین تحقیق بخدمت حاجی صاحب سلطانپوری
قدس الله سره ظاهر کرده بود از عبارات لطایف بسته تعجب نموده فرمودند که انچه

وصفٌ

در تحقیق اطلاق اسم غیب الغیب بر صفات ذات الله تعالی

ودر مکاتبات مست همین است واین را باید دید بار هیچ نفرموده تا آنکه از عزیزان
دیگر هم تا حال هیچ مدقیق و تحقیق ظاهر نشد در نیولا انجا طرعاجز ریختند وهم
خفی سبب ختند که مرتبه ذات وصفات وملزومات را دو شان اندشان
اول کنت کنزا مخفیا فاحببت این شان ظاهر که مرتبه ذات وصفات ظاهرا
بظاهریت خود بغیب مسمی و مرتبه ملزومات درین شان در مرتبه خفا و اندراج
محض وخفا انهما تقتضی تسمیت انها بغیب الغیب وشان دوم فاحببت ان
اعرف فخلقت الخلق لاعرف بحسب این شان دوم ظاهر که مراتب ملزومات
ملبس بلباس ظهورات خود درین شان ظاهر وبظاهریت خود مناسب باسم
غیب ومرتبه ذات وصفات به اطلاق محض درین مرتبه بوساطت ملزومات
هویة البطون یا بمعنی ذات وصفات درین شان ترتیب که بغیب الغیب مسمی باشند
چون ازین تحقیق درشان ظاهر شد که قولین شریفین را جهتین اند یعنی حضرت
بیر دستگیر کلان قدس الله سره بموجب شان اول اطلاق غیب بر ذات وصفات
واطلاق غیب الغیب بر ملزومات فرموده اند وحضرت محمد شریف جیو قدس سره
چون تابع اند ومتبوع آنشان حضرت قدس سره تعادت اطلاق غیب وغیب
الغیب بر ذات وصفات وملزومات بحسب مرتبه شان ثانی که مرتبه ظهورست بیان نموده اند

لاجار تحقیق شان ثانی که تابع است مر شان اول را بنظر مراتب ظهور بخصوصیت
خاص مرتبه بجان فرمودند و اطلاق غیب ملزومات بنا بر اطلاق غیب الغیب بر ستر ذات و صفات
است نموده نشد دیگر آنکه چون ستر ذات انسانی مظهر ستر ذات واحد حقیقی است
لاجار ستر و غیب ستر انسانی بر جمیع لطایف از جهت مظهر خود که متبوع جمیع مراتب
صفات و ملزومات است متحقق فرمودند آنچه فرمودند که اما غیب مظهر علم حضوری و غیب الغیب
مظهر حضور علم و نفس حقیقت ستر ذات ربانی با وجود آن همه در مرتبه صرف بحسب حضور
وجود است بایں معنی که چون تحقیق ایشان منحیث عروج از طرف ثانی است لاجار جهت
عروج از مرتبه حصول که نفس ظهور است از مرتبه ملزومات که بغیب درین شان مسمی است
شروع شود درین شان و چون عروج از مرتبه علم حصول حاصل شد علم حضوری که
وصول ملزومات در لباس ظهور ذات است متحقق و چون ازین مرتبه ترقی واقع شد وصول
صفات میسر شد حضور علم ظهور فرمود پس مظهر این حضور علم مرتبه صفات که غیب الغیب
درین شان است بحسب اصطلاح ایشان متحقق و چون بفضل او تعالی ازین مرتبه عروج شد
و وصول ذات جامع الکمالات بفضل او تعالی میسر گشت حضور حضوری علم حضور و حضور
علم نصیب این عارف گردید فافهم پس آن مظهر نسبت که ملفوف بآن شد لا بل چون وصول از مرتبه
غیب و غیب الغیب ظهور خواهد فرمود حاصل النتیجه خواهد بخشید سبحان الله از عبارت
علم ضرور لاجار علم حضوری در مرتبه غیب و حضور علم در مرتبه غیب الغیب

[illegible]

متصل لطایف بسته صریح ظاهر است که بیان ایشان از تنزّل انسانی است و تنزّل

از تجلی داخل است بمرتبهٔ ظهور ثانی و ظهور ثانی تابع شأن ثانی است لهذا اطلاق ذات را

بغیب و صفات را بغیب الغیب مسمّی نمودن مناسب تر مطلب کنم خود در کار از این رسالت است

اگر اتفاق صحبت می افتد آنچه زیاده مانده بالمشافه گفته خواهد شد ان شاء الله تعالی

بدعا یاد دارند و از یاد حق غافل نباشند مکتوب [illegible] در تحقیق احاطهٔ ذاتیه

الحمد لله الذی هدانا لهذا و ما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم الا انه بکل شیء محیط آیهٔ کریمه است حضرات علمای ظواهر

شکر الله تعالی سعیهم احاطهٔ او تعالی را باحاطهٔ علمی ازین آیه تعبیر و تأویل می کنند و آیهٔ ان الله

قد احاط بکل شیء علما را مفسّر این آیهٔ کریمه مرقومة الصدر می فهمند و حضرات صوفیه

رحمهم الله سبحانه از آیهٔ اول احاطهٔ ذاتی بیان میکنند و از آیهٔ ثانی احاطهٔ علمی

میفهمند و چون بنظر ذهنی کرده میشود قول باحاطهٔ علمی درست بی شبهه مینماید

و قول باحاطهٔ ذاتی موهم جسمیت و ظرفیت میگردد پس تحقیق این بیان فرمایند

تا حقیقت قولین بر منصهٔ تفصیل جلوه گر گردد جواب عزیز من این عاجز را چه یارا

که در تفصیل اقوال اکابر دین زبان کشاید اما چون سائل را از جواب چاره

نیست بحکم و اما السائل فلا تنهر موافق فهم ضعیف خود آنچه از نور آفتاب

علم حضرات صوفیه اقتباس نموده شود و مفید افتد و در فهم حضرات [illegible] ظاهر
آنچه فهمیده شد و گفته با مردم را به قدرت که دارند سخن کنیم اما چون با مسائل [illegible] منضبط
قرب بیکدیگر بی تکلفی است اگر از جانب حضرات صوفیه بحث بیان واقع گردد
شود درست است لیکن از بعضی جزوی گفته میشود اما اول آنچه نقصان در سوال
مسائل اهل سنت بیان نمایم بعده تحقیق عقیده یعنی هرگاه مسائل حق سبحانه و تعالی را
از جسم و جوهر پاک و منزه میفهمند و تعلیم باحاطه ذاتی که از ضمیر ایشان هویدا است از جناب
قدس سبحانه میفهمند از غیر لیس توهم جسمیت در بیولا از کجا بیند آری اگر مردم
دیگر گفت قولی نفی جسم میکنند اما بوقت امتحان باطن ایشان ملوث بعقیده
مجسمه یافته میشود تعالی عن ذلک آری مجسمه را منزا واست که نفی احاطه ذاتی
در حسب فهمیده لاجار رجوع باحاطه علمی نمایند زیرا که در ثبوت احاطه ذاتی بموجب
فهمیده ایشان ظرفیت ذات و مظروفیت اشیا ثبوت می بودند چرا که
از احاطه تجسیم ایشان حیثیت متصوریست و چون اهل سنت و جماعت نفی
جسم و عرض بل جمیع جسمانیات تعقدی حدوثی از جهات او تعالی میکنند
[illegible] اول و ثانی [illegible] از کلام او تعالی فهمند چگونه وهم جسمیت و ظرفیت
و مظروفیت که خاصه ممکنات است در ضمیر ایشان پیدا میشود و چون مسائل از ذات

بسیار اثر را الطف و متبوع و صفت را اللطیف و تابع اعتقاد دارد پس

چنانچه به قایل بودن باحاطه نسبتی الطف و متبوع که ذات است توهم جسمیت

و نحو حیث و ضعی و حیثیت به او میشود همین توهم در مرتبه لطیف و تابع که صفات است

به قائل بودن باحاطه باید که عالم تر پیدا شود پس سبب این توهم چه احاطه

ذاتی و چه احاطه صفاتی همه را موقوف باید داشت و حال آنکه چنین نیست بلکه

نفی اول و ثبوت ثانی می نمایند این ترجیح بلا مرجح است و نیز چون می

فهمند که ذات الله تعالی قایم بذاته است و صفات تمام بذات قایم

و قیام صفات بذات مجرد از احاطه ذاتی است نه صفات را الیس چرا

نظر بعقیده خود نمی کنند که موجب این عقیده احاطه صفات باشیاء مجرد

از احاطه ذات است به اشیاء زیرا که محاطه محاط محیط او است البته و نیز

چون می فهمند که بوجهی من الوجوه صفات از ذات منفک نیستند پس تعلق

صفات را باشیی گفتن و نفی تعلق ذات از آن کردن مجرد از عقیده انفکاک

صفات است از ذات و نیز چون می فهمند که صفات زاید اند بر ذات نه

عین ذات پس چنانچه علم ذاتی را زاید فهمیده قایل باحاطه او شده

به جنس آنچه که قایل احاطه ذاتی راضی نشوند زیرا که چنانچه علم صفتی از صفات

ذاتست احاطهٔ تیغ صفتی از صفات او سبحانه الله هرگاه سائل از دقائق
در حضور سؤال بیخبر باشند از جناب احاطهٔ او تعالی که وراء تراشش ذهنی است
چه دیدی باید الغرض عبارت را مختصر کنیم و گوئیم که احاطه بر سه قسم است صوری
و معنوی و حقیقی آما احاطهٔ صوری خاصه و لائق مراتب مخلوقات است از ادنی
تا اعلی و در این احاطه ظرفیت و مظروفیت جلی و یا خفی متحقق اگرچه
بعضی جا مجهول باشند و احاطهٔ معنوی احاطهٔ صفات حقیقی است تعالی
مر اشیا را چه صفات ذاتی و چه فعلی که جمیع مراتب ممکنات را از ازل
تا ابد بتصرفات تعالی خود با تعلق کمال دارند چنانچه صفت قدرت که تصرفات
معانی قدرتیه با جمیع اشیاء و تعلق بر کمال دارد کذالک صفة العلم والارادت
وغیر ذلک من الصفات و احاطهٔ حقیقی خاصهٔ ذات پاک او تعالی است
و احاطهٔ حقیقی این است که جمیع مراتب وجوب از صفات و کمالات و جمیع مراتب
امکان از جوهر و جسم و عرض از ظاهر و باطن قلیل و کثیر قیام و وجود
از ذات سبحانه دارند و غیر ذات او تعالی با این حقیقت حقیقی استیعاب
همه مرکبی متحقق تو الحمد لله علی ذلک که بفضل خویش از حقیقت حقیقی
احاطه مطلع گشتی و از این تحقیق توهمات جسمیت و ظرفیت فرو نشست

والنچه می بانیست بر صفحه اعتقاد جلوه گر شده باید فهمید که توقف علماء ظواهر
شکر الله تعالی سعیهم در احاطه ذاتی منشا از نفی احاطه مفهوم حصوری
عوام است مخبر از نفی احاطه حقیقی زیرا که ثبوت این احاطه ایمان محض
است ذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم مکتوب
هژدهم در تحقیق بعضی عقاید شرعیه اعتقادیه الحمد لله الذی اخرجنی من
ظلمات الکفر وادخلنی فی دار الایمان بالنصر والظفر فسبحان من یحیی
الاموات ویوصلهم فی درجات الولایات فهو المنزه عن الاتحاد والحلول
فی المخلوقات بالذات والصفات وان کان جمیع ماسواه عین ظهور
حسن الکمالات والشیونات فسبحان من احتجب عن عیون الغافلین وجعل
الحاضرین فی عین حضور المتحیرین بود و رقیمه اخلاص مشحون از آن
محبت الی کین فرحت افزود خاطر تشنه تا بیع طالبین سیراب گردید
النچه مرقوم بود که جواب مفصل مرقوم نمایند انشاء الله سبحانه هر مسئله را که راقم
بیان می نمایم نعوذ بتمام مسموع فرمایند اگرچه باب مسائل توحید و نسبت
معیت واقربیت حق سبحانه با خلق بعد مجاهدات بسیار و صحبت های
لی شمار است اما المحکم واما المتشابه فلا تنبه النچه که عبارت محمل آن میتوان گرد

تحت یے قم می آرم شاید که نافع باشد اول آنکه انجه مرقوم بود که بعضی مردم میگویند
که اگر عالم را غیر حق تعالی گویم مخلوق را با خالق چه لازم آید مستغفا این توهم از عدم
رسیدگی است بحقیقت الله سبحانه که صانع است و حقیقت مخلوقات که مصنوع
اویند اگر اطلاع بر هر دو حقیقت مذکوره میخواهند مثال صورت متخیله خود را دلیل
این مدعا سازند و صورت متخیله خود را بعد تراشش در مرتبه متخیله غور نمایند و ببینند
که تمام صورت مجعوله متخیله از سر تا پا با جمیع عرصه و مکان که ظرف و محل تحقق
صورت است در مرتبه وهم محض است و صانع این صورت متخیله که شخص است
موجود خارجیست لیس با وجود غیریت صریح و احاطه و معیت آن شخص
با صورت از اتحاد و حلول در صورت و لزوم حد یا و منزه و مبرا است چرا که
مرتبه وهمی را با مرتبه حقیقی خارجی جنسیت نیست قریبه باشد یا بعیده و این
امور مذکوره بی جنسیت قریبه یا بعیده متحقق نمیشوند کما لا یخفی علی الناظر المتامل
عزیز من چون تحقق حدود در میان دو هستی متجانس مکان بهر دو ظرفیت
بس عجب باد از آن که با وجود ایمان بر لامکانی الله سبحانه احتمال حد پیدا
آورد و با وجود این که هر حادث صریح ضد قدیم و جمیع اضداد غیر یکدیگر اند حادث
را از اطلاق غیر قدیم توقف نماید پس محقق شد که در نظر دانا مخلوق

نفی خالق و تحقق حدود باطلاق غیریت در میان خالق و مخلوق غیر معقول
و آنچه نوشته بودند که اگر گفته شود که همین معلومات الهی جل شانه موجود شده اند
لازم آید که اشیاء حقایق ایشان شیء واحد باشند و آن غیر جایز که حقایق
اشیاء را آنحضرت متصوفه قدس اسرارهم معلومات الهی جل شانه فرمودند
سعادت شعارا متصوف صاحب تکلف را میگویند که بتکلف حال صوفی
بر خود کرده و هنگامی که بدین مدعا رسیده است پس حضرات صوفیه باید گفت نه متصوفه
تا کلام این محل اعتماد باشد پس باید دانست که تحقیق قول صوفیه عظام

محتمل

در معرفت معلومات بسیار ادق است چه اگر گوییم که همان معلومات موجود شده
اند لازم آید که اشیاء و حقایق ایشان شیء واحد باشند و اگر گوییم که موجود غیر معلوم
است این خالی از دو حال نیست یا آنکه گوییم که معلوم دیگر بود و موجود غیر آن
شد پس لازم آید که آنچه موجود شده معلوم حق نباشد و این نقصان علم است که معلوم
دیگر باشد و موجود در دقت خود غیر معلوم باشد یا آنکه گوییم که معلوم در علم بود
و آنچه موجود شده مثال آنست در نیو لا وجود مثالی در علم او تعالی
لازم آید و این از صفات مخلوقات است پس تحقیق این آنست که هر شیء موجود
مخلوق را با صفات الله سبحانه دو نوع تعلق است با صفات ذاتیه چنانچه قدرت

تعلق تهر

و علم و ارادت و مابین تعلق هر شیء بوجود و معلوم و مراد حق است ازلا و تعلق
این صفات عالیه با هر شیء قبل موجودیت اشیاء و بعد آن متساوی است
بی کمی و زیادتی و بی تقدیم و تاخیر اگر کمی و زیادتی است یا تقدیم و تاخیر
است بنسبت شیء مذکور است نسبت قدرتست فعلم الله سبحانه تعالی عن
ذلک و نیز حصول وجود مثالی هر شیء در علم ملک تعالی علم حضوری هر شیء را
با جمیع وجوه و اعتبارات او در آن مرتبه که شدنی است با جمیع مراتب زمان
و مکان ازلا علیم بر حق است الی الابد و هر شیء بعینه معلوم است نه شبح حصول
اینها که صور علمیه بعضی ازین مراد داشته اند حاشا و کلا صور حصول را در علم
او تعالی گنجایش نه بلکه معلوم او بعینه همون شیء است قبل الموجودیت
و بعد ما ذلک من المعارف الغریبة التی افاضها الله سبحانه علی قلب
صاحب الطریقة الاحسنیة فی الطریقة النقشبندیة و تعلقیست با صفات
فعلیه چنانچه خالقیت و رازقیت و هر شیء بعینه مخلوق و مرزوق و حادث
با این تعلق نیست شیء من حیث تعلق صفات فعلیه مخلوق و موجود
و حادث است نه آنکه معلوم شیء دیگر است و موجود شیء دیگر این تنازع صریح
پس محقق شد که همین زید معلوم است و همین زید موجود نه غیر زید و آنکه

مرقوم بود که لازم آید که حقیقت شی عین شی باشد نفقا اینوقتی باشد
که بگویم که المعلوم معلوم چنانچه گفته شود الحیوان الناطق حیوان ناطق
بلکه میگویم که هذا الموجود هو هو معلوم لا غیره وکما یقال هذا الانسان هو هو
حیوان ناطق فلیس الانسان الا الحیوان الناطق پس حقیقت الشی شی
درست آمد پس فرق در حمل عبارت است نه در نفس شی و حقیقت
پس کنم خود زیر کار از این پس است واکنه مرقوم بود که حضرات صوفیه مخلوقات
از مراتب واحدیت فرموده اند در خالق و مخلوق محض تغایر اسمی مقرر نموده
اند چنانچه ژاله و باران والا که خبر است نفقا اگر مخلوقات را از مرتبه
واحدیت بایمعنی گویم که جزوی از اجزای مرتبه واحدیت است این
خطا محض است زیرا که واحدیت مرتبه صفات و مرتبه صفات منزه
از تجزی و تبعیض و هیچ یکی از صوفیه قایل تجزی و تبعیض آن مرتبه نیست
آری از مصنوعات اینچنین گفتن درست است چرا که وصول او در مرتبه
ظلیت است و صاحب ظل از خطا محفوظ واکنه مثال ژاله و باران میگویند مراد او ان
جزئیه نیست نعوذ بالله منها بلکه مثال من بعض الوجوه برای تحقیق و ثبوت
هر شی از ظهور مطلق صفات فرموده چنانچه ژاله صریح ظهور مطلق آب

اما قطع نظر از مرتبه جزئیت و الا اگر محض تغایر اسمی بگویند و

حقیقت متحد میخوانند یعنی یافت نه یافت صوفی اهل صفا است

بلکه ورک متصوف اهل هوا است ربنا آتنا من لدنک رحمة

وهیئ لنا من امرنا رشدا دیگر آنکه یک تخته تخت پوش پلید باشد

باید دید اگر تختها را با یکدیگر با میخها پیوسته اند گو یا که یک تخته شد

حکم تخته واحد دارد نماز بر تمام جایز نیست خواه جایی پلید نماز کند خواه

پاک و اگر تختها را با چوب کمه تخت تاهی باشد با میخهای می پیوندند

و بوسیله آن چوب نسبت پیوستگی به تختها است با یکدیگر و تختها را

بوسیله آن جدا میشوند معمولا نماز بر تخته پاک جایز است جواب سوال

در تخته دراز که یکطرف آن پلید باشد نیز همین حاصل شد و چادر نیز حکم

تخته دارد بروی نیز در گوشه پاک نماز درست نیست اگر مقتدی بغفلت

از رکن امام خبر نیافت بعد جز اگر باشد لاحق آن کرکان موقوفه را

ادا کرده با امام رسید درست است + و اگر رکنی در میان گذاشته با امام

پیوست درست نیست مسواک غیر مسواک خود گرفتن جایز نیست لقطه تا

لقطه حکم دارد و تعریف معتاد آن بکند اگر زن حایضه قبل از غادت پاک

باشد رفته و نماز بعد طهارت ادا نماید اما نزد دیگر نشود هر دو الف

در قرآن که در شکل تیلوای نویسند چنان معلوم است که برای فرق

در میان صیغه جمع و مفرد است که بعضی صیغه مفرد در صورت صیغه جمع

می آیند در جای که لا باشد وقف نا کردن ضرور است و بعضی قراء

که در بعضی موضع که در وقف کردن بهتر است وقف می کنند سند از بعضی

صحابه رحمة الله تعالی رسید که تمام قرآن بوقف خوانده اند و در سوره فتح در اوا

در حاشیه می نویسد که توقف النبی صلی الله علیه وسلم در جای وقف کردن

عند بعض بزرگان حالت عدم ماندگی را منظور داشته اند و گفته اند

اگرچه تمام نگرفته اند الغرض کلیه این است که هر که دلخواه از معانی در ترکیب

الفاظ است اگر تفاوت الفاظ را منظور داشته باشد بر دو چندان

ضرور نیست بلکه اینکه تعلیم بعوام نشود در رعایت وقف ضرور نیست

و این مسائل وقف و بعضی مسائل دیگر که در فهم نیایند موقوف بر حصول

صحبت دانا اند رحمکم الله سبحانه و یغفرلی خطیئتی مکتوب نوزدهم در جواب

در تحقیق حقیقت کلام الله تعالی هو المتکلم بلا تعدد و مخاطب

با الکلام الواحد الحقیقی فی الازل و ظهور کلامه علی المخاطبین بالفاظ

متعدده فی مرتبه حدوث بکمال الکرم والفضل لطیفه انیقه شرف افزاز
دوستان مهجور از اشرف محبان بر نور در احسن اوقات شرف صدور یافت
و بر حقیقت امور مطلوبه مطلع ساخت چون خبر مکتوب آن عزیز مشتمل بر توضیح
عقاید نوشته بودیم از نهاد آن عقیده که میان عزیزان درین اوقات اشکالی
داشت در حل آن تکلفها می کشیدند و بفضل او تعالی مفصلا واضح گشته و در درج
کتابت در آمد حالا نیز نوشته میشود مبین است که این نیز از خدمتگاری
دوستان نشئه بامر مولی قدیم چون بتقریر اهل سنت و جماعت است که حق سبحانه
در ازل الآزال بکلام نفسی حقیقی متکلم است بی تعدد و تجزی زیرا که تعدد
از حروف و الفاظ پیدا شود و این هردو در آن مرتبه عالیه گنجائی ندارند
و هیچگونه گنجایش اینها نبود که او تعالی متکلم بکلام نفسی است خیالی
مرتبتی و تعدد حروف خاصه مرتبه خیال و لکنایات لفظا بعدم اللسان
والتخیال منبنت الکمال و چون در اکثر افهام تحقیق این معنی دشوار بود بجهت
وجه یکی اینکه هرگاه او تعالی در ازل متکلم بود و هیچ شیئی غیر او با او نبود کان الله
ولم یکن معه شیئی پس ظهور کلام او تعالی بی مخاطب واقع شود و کلام بی مخاطب
در مرتبه معروفه بمنزله لغویت و لغو و عبث بی مخاطب هم آنست تمام تر ظاهر است که تکلم

مخصص برای تفهیم وفهم معانی است وچون او تعالی بعلم ازلی خویش مدرک
جمیع مراتب وجوب وامکان بالکم وکمال است پس انچه از کلام مدرک خواهد بود
از دو چیز خالی نیست زیاده بر معلوم یا عین معلوم در اول نقصان علم
و در ثانی تحصیل حاصل و دیگر انکه انچه درینجا ظاهر و بدیهی است و ما این بقرائت
آن شریف می‌خوانیم متعدد و متکثر است و عقیده شرعی است که کلام
خدای تعالی مقروء است بزبانهای ما و محفوظ است در دلهای ما و مکتوب است
در کتابهای ما ~~مکتوب است در کتابهای ما~~ و انچه بین الدفتین است قرآن
است و کلام او و حال انکه درین مراتب مقرره شرعیه برما انچه تحقیق و بدیهی است متعدد
و متجزی است پس اگر ما کلام مطلق او را این مراتب مذکوره دانیم پس انچه مقروء و محفوظ
ما است این را چه خوانیم چه باعتبار المخلوق و غیر کلام دانیم پس از کلام او تعالی نخواهد
باشد و این خلاف مقرر فرقه ناجیه است این حقیقت مبنی بطفیل افکار خود قدس سره رابهم رسید این
عاجز چنان ظاهر شده اند که او تعالی ازلا و ابدا واحد صفت و حامد ذات قدیم است
با جمیع محامد و اوصاف بوحدت حقیقی باطلاق صرف نفسی بحرف و صوت
با درک مطلق نورانی چنانچه شاید بلکه هر صنعتی از صنعات تعدد هر اسمی از اسمائه
ازان جناب قدس مرعی و وصفی است اند نفس ذات بر ذات قائلیست

از قابلیات لاغایات بل ذات او تعالی هر خود را امدح مدایح است و اعلا

ثنانا و با وجود بیغایتی و بی نهایتی این مراتب از تعدد و تجزی او منزه از ...

بی کیف حقیقی همانست که با وجود کمالات لاغایات تعدد و تجزی در انجا

گنجایش نداشته باشد سبحان الله کلمه لانهایت که در اوصاف اوست

کافیست برای نفی تعدد و تجزی چه هرچه متعدد و متجزی است بلا شک نهایت

پذیر است بلکه هر عدد در مرتبه خود منتهی است فاذا انتفی النهایات انتفی التعدد

والتجزی و چون مدح و وصف بی متکلم تحقق نپذیرد لیس او تعالی مستمی باشد

باسم متکلم و موصوف بصفة کلام باین حقیقت حقیقی در وحده تحقیقی و احتیاج

بهیچ مخاطب غیر او نبود پس کلام او تعالی باین تحقیق کامله بلا تعدد و تجزی در ازل الازال

بلا شک و شبهه موجود و ثابت باشد چون صفة کلام از صفات ذاتیه است و ظهور

صفات ذاتیه فی المرتبتین است قدماتی مرتبة الوجوب و حدوثاتی در مرتبة الامکان

پس این ظهور مذکوره فوقانی صفة الکلام در مرتبه اولی قدیمی و ازلی است

و باین ظهور او تعالی مستمی باسم ظاهر باشد و در این ظهور اول احتیاج مخاطب

غیر او نبود و تحقیق ظهور ثانی چنین است که هر صفتی را از صفات و هر مدحی را از

مدح و ثنای او قابلیات مخفیه غیب الغیب لانهایة هستند و این قابلیات

محفیه اقتضاء ظهور ثانی و موجودیت خارجی داشته‌اند باراده حقیقی و حکمت

بالغه تحقیق پر اوقات موقوته ازلی و این اوقات نیز ظهور مقتضیات همان

قابلیات اند لاغیر تا بظهور قابلیات مخفیه در نیمرتبه ظهور اظهر سید اکند مراتب

مدح و ثنا با جمیع قابلیات لا انتهایه خویش کر گنز مخفی عبارت از انست

از مرتبه غیب در مرتبه شهادت با طلاق بحت ظهور پذیرند من حیث الفنا و از مرتبه

اندماج در مرتبه عرفان تفصیلا جلوه گر شوند تعیناً و حدوثاً من حیث نقوش قابلیاتها

جون اوقات ظهور شان با شرایط مقدره در رسید بظهور فیض وجود حقیقی وجودیت

تقیدی اعتباری حدوثی از کتم عدم در نیمرتبه محسوسه شهودی و نمودی پدید گردد

و بود و نمود شان نقد بود شان عطا فرمودند و همگی بنفس ظهور شان از مدح جناب قدس آمد

و معامله خفی و غیبی در مرتبه عرفان شهادتاً و تفصیلاً ظهور نمود و در عین

شهود او نیز است ظهور ذات و صفات کامله باطلاق بحت و اینع معنی یسبح

لله ما فی السموات اینجا باید فهمید پس هر ذره از ذرات کاینات بنفس ظهور

مدحی و وصفی است جناب قدس حقیقی را و کلمه الست از ظهور کلام مطلق لفظ

او در مرتبه ثانی مدح حضرت عیسی صلوات الله علی نبینا و علیه السلام:

کلمه از جناب قدس و آیتی با تعدد کلمات الله نسبت این دعاء و موضح این

ادعاست مکتوب بیستم در تحقیق قول منظومه حضرت پیر دستگیر بنوری قدس سره

الامن تراکیستم همین حمد است ها تو نیستم همین حمد است ها اشعار این معنی

است پس این ظهور صفة الکلام در مرتبه ثانی حدوثی و تقییدی بود باین

ظهور او تعالی مسمی باسم الظاهر باشد بکلام واحد حقیقی در هردو مرتبه متکلم تحقیقی بود

وهر ذره از ذرات کائنات مظهر کمالات کلام مطلق باشد بحیثیت تحقیق مصدره

و این ظهور ثانی صفة الکلام بر دو نوع است عام و خاص در نوع عام هر ذره

از مخلوقات سرکتی و از بود و مرتبه جامع اجمع در ظهور عام نور محمدی است در مرتبه

ابو الاحد جسد او علیه الصلوة والسلام در مرتبه احیاد و عام بودن اینه رجه

بنا بهمین است که هر فردی از افراد کائنات اگرچه ظهور کلمه است از امر کن و حمد

بتنها است محمدیه حقیقیه را متضمن ظهور کمالاته لیکن هر چه دارد از افعال و اقوال

وغیر ذلک از حیثیات تقییدی منسوب و مضاف درین مرتبه بسوی تقید است

اگر کلام مخلوق است منسوب بسوی مخلوق و اگر سمع و غیر ذلک نیز مطلق باد

زیرا که در تخلیق اینها قلیل و کثیر واسطه مخلوق واقع بلکه در تخلیق اینها تخصیص

انتساب و دلالت ذاتی الی مخلوقه تعالی نیز مخلوق کرده اند و حفظ این خصوصیت

بر هر فردی لازم بود نشسته و نوع خاص کتب منزلی سماویه من حیث اللفظ والمعنی

لامن حیث اللفظ والفاظ احادیث قدسی گویا برزخی است میان دو نوع
عام وخاص واکمل واجمع در نوع خاص حضرت فرقان است لا رطب ولا یابس
الا فی کتاب مبین برین مدعا دال است وخاص در این مرتبه بایمعنی است
که لفظاً وحقیقةً منسوب بجناب قدس است ودال بر کلام مطلق حقیقی در صفتی
دیگر درین دلالت وانتساب شرکت با و ندارد و واسطه هیچ مخلوق من حیث
تصرف غیر از مظهریت فقط هر وی متصور نیست اگرچه من حیث اللفظ
باشد بلکه در عین تخلیق این الفاظ وحروف مسترکه تخلیق وتخصیص
انتساب ودلالت ذاتی وی الی الله تعالی نموده اند والتزام حفظ این
خصوصیت بر همه مومنین فی جمیع الازمان مقرر فرموده پس این تحقیق
متحقق شد که در مظهریت ظهور قابلیات اند تا بعیه خود کلام مطلق
حقیقی با جمیع قابلیات خویش کما هو اطلاقاً ظاهر و پیدا است و
درعین پیدائی مقرو قاری ومحفوظ حافظ ومکتوب در صحائف امات است
بی احاطه قدرت قاری بی ادراک حفظ حافظ وبی اتصال حروف
وکاغذ بلکه محیط جمیع ذرات مظهر است به بیکیفی صرف وانچه مدرک
ومحاط است غیر ظهور قابلیات از ناحیه نیست واین از ابدیت او تعالی

تلفظ

ما حیه

که مؤمنان را در دار آخرت شدنی است و او تعالی مرئی ما خواهد بود بی
احاطه و ادراک قیاس باید کرد که هیچ شبهه نیست و اضافت حقیقت
کلام بسوی او تعالی من حیث صفت ذاتی اوست و انتساب الفاظ
و حروف بسوی او تعالی بالجناب الاقدس من حیث اعلی مرتبه مخلوقه اوست و مظهریت
خاصه حقیقت کلام مطلق لا از آنکه این امر بیانی منظم که بر الواح و کاغذ
و غیر ذلک ثابت است از جهت مسبح مخلوقی هر دو منصوب غیر از نظر
فقط و نیز بهمین معنی است و نفخت فیه من روحی در اینجا روح مطلق مراد است
که مبدأ مخلوقات است سبحان الله از اینجا عظمت و علو این حروف و الفاظ
قرآنی باید فهمید که آنچه ضعف تعظیم روح مطلق را بعین مرتبه جوهریت بسیط
تعیین حد موجود اند این حروف و الفاظ را درین مرتبه مخصوصه مرکبه قرآنیه و مناسبت فیما
بینهما از راه مخلوقیت اینها بواسطه مخلوق است پس از معنی و حقیقت
این حروف کسی هیچ بیان نماید الغرض اکمل و اجمع و اشمل از جمیع آیات
قرآنی آیه تسمیه است از اینجاست که اول هر سوره آمده و لافتتاح و ابتداء
هر سوره بیک آیه تبرکی برای الزام مودی باب بوی لازم پس کلام الله خود بنفسی با جمیع
کمالات خود من حیث جامعیت حقیقت این آیه عظیمه است صورت لفظی این.

آیت مبرکه صورتی است بر حقیقت حقیقی خود را که کلام مطلق است و کمالات

آن کلام مطلق من حیث مفرده معنویه حقایق اند مر دیگر آیات قرآنی و کتب

منزله فوقانیه را در مرتبه کلام نفسی بحیثیت جامعیت و مدح مطلق که حقیقت

تسمیه است منسوبیت بر جمیع کمالات خود را او مراتب تمامی تقیدات که ظهور

قابلیت اند با جمیع کمالات کلام مطلق اند در اوقات موقوته اقتضای

ظهور داشته اند بحسب ~~اقتضای ظهور داشته اند بحسب~~ اقتضای عالی بمجرد امر کن

که قابلیت از کلام مطلق بر منصه شهود جلوه گر شده اند باین تحقیق واضح شد

که تسمیه نقطه ایست جامع بر حقیقت و صورت الف لام میم را حقیقتاً

و صورةً و مراد از الف لام میم مرتبه مرتبه وجوبست زینجا تحقیق این ابیات

که حضرت بر در حق تسمیه فرموده اند باید دریافت والسلام والاکرام

گرچه دورم ولی قریب ترم طالب روی دوستان خودم ، باید دانست که تسمیه

کلام حق سبحانه است سوال اگر گویند که مقرر اهل تحقیق است که کلام او تعالی

بحرف و صوت است و تسمیه تمامی حروف است لیکن چگونه اطلاق کلام بر و

جایز باشد کذلک علی جمیع الکتب السماویة المکتوبة فی مصاحفنا

والمقروة بالسنتنا والمحفوظ فی قلوبنا جواب اطلاق کلام بر تسمیه و جمیع کتب

شمار ده نبوده از حیثیت اضافت تخلیقی یا از جهت اضافت توصیفی
اگر همین حروف مکتوبه اطلاق کلام او تعالی کنیم نیز درست است اما این
اضافت سوای اضافه تخلیقی که صحیح نیست که تمام کمال این حروف هو بهو کمالهای مخلوق
او تعالی است بلکه این مظهریت کلام مطلق حقیقی که منزه از حروف و صوت
است و تصرفات هیچ مخلوق در تخلیق آن متصور نیست الا البیان المحض چون
از تصرف تمامی مخلوقات این الفاظ مبرکه عالیه منزه بماند و الفاظ را از نسبت کردن
بسوی متکلم چاره نیست پس لا جرم این الفاظ عالیه را نسبت کرده شود که کلام او تعالی
است اما با اضافه تخلیقی علو شان قران را باید دید که اگر روح اعظم را در عین مرتبه
علو روحانی و نورانی که از جمیع مخلوقات مخلوق اول است در نسبت مرتبه تنزیه دارد
باضافت تخلیقی مشرف ساخته از جانبه قوله تعالی و نفخت فیه من روحی تشریف بمعنی انسبت
نفخت مخصوص بحضرت عیسی [illegible] کلام حقیقی قدیمی اعیان
نسبت نموده از حقیقت حقیقی این کلام چه بیان نماید که از صفات قدیم ازلی و ابدی است
کرامات است که بی لباس این حروف ظاهر نوعی آن متعذر گردد و ما کان لبشر ان
یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب الآیة و ما که از حروف منظر بر دشته انجه بتوسط
این حروف متکلم به نموده می باشد کلام حقیقی است و از تکلم آن حفظ آن

بمجرد لوای این حروف بی تقدیم و تاخیر بمعیت حقیقی واقع است اگر این
مرتبه حقیقی اطلاق کلام کنیم درست است اما باضافت توصیفی زیرا که در عین
تکلم این الفاظ متبرکه تکلم بکلام مطلق حقیقت است غیر اگر متکلم این الفاظ تکلم
بکلام حقیقی نیست باید بجنس کار کرده نباشیم ذلک فضل الله یوتیه من یشاء این
از فضل او تعالی است که با وجود علو شان کلام مطلق که از گرد حروف پاک
و مبرا است بمظهریت این الفاظ متبرکه بندگان را از حقیقت کلام مطلق
بی زیادتی و نقصان مشرف میفرمایند باید دانست که ظهور کلام مطلق
اولا بنفس علی است که انجا حرف و صوت نیست اگرچه نورانی باشند و این
ظهور اول در نور اول است که نور محمدی است صلی الله علیه و سلم و القای لطیفه
سری مشعر از انست و ثانیا بحرف و صوت نورانی که آن جبرئیل سمع حق تعالی
و الاعلی کلام الله علی مراد الله ازان مراد است و ثالثاً بحرف و صوت جسمانی
که آن تکلم جبرائیل بر انبیاست رابعاً بحرف و صوت جسمانی که ان تکلم حضرات
انبیاست علیهم الصلوات خامساً بحرف و صوت مکتوبی که آن کتابت مصاحف است
بمومنین را باید بهر مرتبه تنزیلات خمسه که مشرف گردد در عین وصول این مرتبه
وصول مرتبه حقیقی کلام مطلق بل وصول متکلم ازلی باطلاق محض بی حلول

واتحاد یقین نماید تا در صحبت نماند مصرعه یار در خانه من گرد جهان گردیدم ؎

نقل مشهور است مکتوب بنام شیخ محمد صادق جالندهری در تحقیق عقیده که انسان

فاعل مختار است بسم الله العظیم والحمد لله الکریم معروض میدارد

محب صادق را بهره از صدق حقیقی و معرفتی از عقیده صدیقی در مسئله اختیار

چنانچه مقرر اهل سنت و جماعت است بفضل بی نهایت او تعالی حاصل باد

عزیز من در مسئله اختیار و معذب شدن بنده عاصی بطوری که مرقوم قلم یار رسیده

بود که هرگاه هر ذره از ذرات و هر مخلوقی از مخلوقات من کل الوجوه مراد و مقدور

ارادت و قدرت او تعالی باشند و در هیچ زمانی بلکه آنی از جنبش و آرام هرچه از ایشان

بوجود آید همه بتمامی خلاف ارادت و قدرت و اختیار خداوندی است

بنده را مختار گفتن و فعل اختیاری این را موجب عقاب این مقرر نمودن چه معنی

دارد و ثبوت نام مختار با وجود این اضطراری کمال در حق او چگونه متحقق شود و با وجود این

بی اختیاری کمال او را معذب ساختن چگونه از انصاف باشد عزیز من دانستن این مسئله

از دو راه است از راه تقلید و تحقیق تحقیق اما تقلید اینست که چون اهل سنت ناجیه

سنت و جماعت از همه مذاهب اهل حق فهمیم پس در جمیع مسائل مقرره ایشان

تقلید کامل هر خاص و عام را از تابعان ایشان صادق کامل و معتقد شامل بعد استماع

عقاید مذکوره باید بود اگرچه بر تحقیق وجوه آن مطلع نباشیم و به یقین قلبی بدانیم
که آنچه مقرر این طایفه اهل حق است بر حق است چنانچه طالب‌العلم مبتدی را شبهه
در حقیقت علم فوقانی که در آن درس می‌خواند پدید نیست اگرچه نمی‌فهمید اما می‌فهمید
که نمی‌فهمد لیکن ایمان تقلیدی غیبی بر حقیقت آن علم فوقانی خود دارد بی ریب
و شک اما تحقیق این تحقیق موقوف بر تحقیق حقیقی حقایق اشیا است کما قال
النبی صلی الله علیه و آله و سلم تعلیماً لنا الهی خلصنا عن الاشتغال بالملاهی
و ارنا حقایق الاشیاء کما هی و آن تحقیق مرتبه عالیه دارد که نادری از خواص
بلکه اخص خاص نصیب است و در تتبع بی خویش بآن سرفراز میفرمایند ذلک فضل الله
یؤتیه من یشاء اما چون به برکت لسان روشن بیان انجمن عزیزی نادر العصر
بعید نیست که در دماغ عقیده مبتدیان صادق نیز به تفهیم بیان خود بوئی از آنچه
تحقیق رسد و معطر سازد بنابران حرفی چند که امانتی است از آن غیبدان
بر طالبان مستعد بیان می‌نماید باید دانست که قبل موجودیت خود هر مختار و مجبور
مراد و معلوم و مقدور علم و ارادت و قدرت خداوندیست جل شانه ذاتاً
و صفاتاً و کمالاتاً باختیار رب تعالی تم ربانه و این همه برای اظهار حسن کمال
اسمائی خود است در مرتبه خارج بی احتیاج او بسوی این اظهار در این حکمت

بالغه است و تحقیق علیحده پس بعضی از آن معلومات و مرادات و مقدورات
در مرتبه خود بمظهریت صفات لطیفه مخصوص و بعضی بمظهریت صفات قهریه
با جمیع کمال هر صفتی از صفتین بمظهریت مظاهر مخصوصه خود ما ظهور اظهر پیدا کنند
و چون در جمیع مظاهر کامل تر و اقوی تر برای مظهریت آن مراتب عالیه انسان
است و تحقیق مظهریت کامله بی ظهور جمیع صفات ازلی لم یزلی او تعالی متحقق
نیست پس در همان مرتبه علم و ارادت و قدرت ازلی انسان قبل موجودیت خود
بصفت وجود و حیات و علم و ارادت و قدرت و سمع و بصر الی غیر ذلک قابل
و لایق او موصوف آمد و معلوم و مراد و مقدور گردید کذلک بصفت الاختیار
و مسمی گشتی در همان درجه متعالیه باسم موجود و حی و عالم و مرید و قادر و سمیع
و بصیر الی غیر ذالک الی آنکه موجود باشند و خارج و کذلک باسم المختار و چون
بعد موجودیت آنچه از انسان در انسان باین نام ظاهر و پیدا است جز از ذات
و صفات ایشان و جز افعال و آثار ایشان تمامی بحکمی بی زیادتی و نقصان
ظهور همان مرتبه اولی است پس در هر مرتبه نیز مسمی همان اسامی و موصوف
بهمان صفات مخصوصه خود آمده اند بی زیادتی و نقصان و از جمیع مخلوقات
دیگر مختار تر و صریح تر پس لازم و واجب بر هر ذی علم و عقل است که بهر نامی و صفتی

که مولای او تعالی شانه قبل موجودیت او را اسمی و موصوف ساخته و مظهر
و متصرف اسمای و صفات خود مقرر کرده و استعداد او در همان مرتبهٔ علم و اراده
و قدرت از قبول آن ابا و انکار نکرده و قابل بقبول آمده چنانچه آیهٔ انا عرضنا
الامانة الی آخر الآیة از مرتبهٔ استعداد یاد خبر میدهد بعد موجودیت خود نیز
در همه مرتبهٔ خود را همان یا همان اسمی و همان صفتها موصوف داند و خود را
تابع هوای خود ساخته بای پای طبیعی و هوای اسمی بدانند و معدوم و جاهل
و مجبور قرار بدهد و داند که تخلیق عالم محض برای اظهار حسن کمالات صفات
لطیفه و قهریه است و هر صفتی باقتضای ازلی قدیمی خویش مقتضی موجودیت
خارجی مظهر مخصوصه خود است و در عین اقتضای او مظاهر هر مظهری بنامهای
مخصوصه و صفات ذاتیه و افعالیه خود مسمی و موصوف و چون انسان را از همه
مظاهر برای مظهریت کاملتر و لایق تر مقرر و مقدر فرموده اند پس غرض ظهور حسن
کمال هر اسمی اگر در مظاهر پیدا گردد و مظهر را در وی تمیزی و علمی نباشد مظهریت
کامله در حق او چگونه ثابت و متحقق شود پس ثمرهٔ صفات لطیفه در مظهر راحت
و صحبت مظهر است و ثمرهٔ این صفت در ازل مسمی باسم ثواب و ثمرهٔ صفات قهریه
درد و رنج و این مسمی بعذاب و وجود این امتیاز علمی در مظهر بظهور صفت تمیز حقیقی

وعلم قدیم است چون تمیز او تعالی بعلم قدیمی او سبحانه بی صفت اختیار
واجبی نیست لاجرم اختیار کونی وجودی را برای ظهور اختیار وجوبی
ازلی بحسب مرتبه معلومه مقدوره موجودیت خارجی عطا فرموده اند تا از مظاهر
دیگر نشانی علیحده پیدا کند و از ابنای جنس خود بسبب فعل اختیاری اگرچه
کونیست تمیزی جدا حاصل آرد لیمیز الله الخبیث من الطیب برین معنی دلالت
دارد و چون امتیاز یافتن خبیث از طیب بی ظهور امر و نهی متعذر بود پس
در همان مرتبه معلومیت و مقدوریت بهر امری و نهیی که مامور و منهی بود
در مرتبه موجودیت خارجی همان مامور و منهی است و بسبب ظهور امر و نهی
امتیازی بکمال در میان خودها پیدا کرده تا از درکه جهل بر آید و مظهریت
کامله را لایق آید غرض من شبهه انکار در مردم که در بند اختیار میکنند نیز
در همان مرتبه معلومه مقدوره باختیار ایشان برای ظهور کمالات اختیار
حقیقی عز شانه معلوم و مقدور است که او تعالی بحکمت بالغه خود مظهریت کمالات
علمی خود که خاصه مظاهر لطیفه است ایشان را مشرف و مکرم ساخته و این نیز
از قابلیت حقیقی استعداد ایشانست اگرچه این خوبیست در حق بعضی
دائمی و در حق بعضی اوقاتی است زیرا که چون ایشان امتیاز کماهی در مرتبه

امکان و مرتبهٔ وجوب نسبت نداده و در تحقیق مظهر و مُظهر اکمل هی میسر نشود [ممکن]

میکویند که چون در هر فعل و قول و اسم و صفه خود مصروف و تابع اختیار

و قدرت واجبی باشیم چگونه اسم مختار و قادر و صفت اختیار و قدرت

در حق خود مسلم داریم زیرا که در هیچ فعلی و قولی اگر بی تابعیت اختیار واجبی

خود را مستقل و فاعلی یافتیم البته در آن فعل و قول تحقق صفت اختیار

در ما می شد و چون چنین نیست پس اختیار هم نیست گوئیم که حق سبحانه

تعالی بمحض ظهور فضل بی نهایة خود اگر در حق ایشان در اراده ازلی [تقاضات] بار

مخصوصه مقدر ساخته در سینهٔ ایشان ریزد تا بدانند که ما و هر چه در ما پیدا

و ظاهر است ممکن است چه از ذات تا وجه از صفات و افعال ما و ممکن از آن گویند

که من حیث الذات و الصفات و الافعال بودن و نابودن او در تحت اختیار

واجب الوجود بود و واجب نیست غیر حق تعالی بس اگر ذات وجود ما که بآن

مسمی بموجودیم و اگر صفات ما چنانچه سمع و بصر و علم و ارادت که بآن مسمی هستیم

بسمیع و بصیر و علیم و مرید تمامی محتاج و مفتقر در بودن و نابودن خود الی وجود

و جمع و بصر و علم و ارادت واجب تعالی است که آن صفت الاختیار را که در

اخذ و ترک شئی بحسب این درجه که ما در آن وجه ایم خود را از جمیع مخلوقات

دیگر نیز میسازم محتاج و مفتقر الی صفت اختیار حقیقی واجبی است و اختیاری که خاصه
جناب قدس او است واجبی قدیم ازلی لم یزلی است که از شرکت غیری و تغیری
و تبدیلی منزه است و او تعالی مختار حقیقی است و اختیاری که صفت ما است
ممکن و حادث و فانی و مستهلک و در هر آنی بلی خود با خود است و بهیچ وجهی الوهی
شرکتی باختیار واجبی ندارد و چگونه طلب این شرکت نمائیم که او تعالی در تخلیق عالم
اظهار حسن و کمال خود خواسته بحکمت بالغه خود انسان را مظهر اسماء و صفات خود
گردانیده اگر اختیار خود را مستقل باختیار حق تو جوییم این کمال را موافقت بجناب قدس
قدس او کردن است و ادعاء الکمال در حق خود در اقتضای نقصان و کمال او جستن
و این محض نادانیست و اختیار این عقیده این نادان از انبساطی رسم مختار او تعالی
بحقیقت قدر بست عزیز من اگر بنظر کشفی دریابی که مولا تو ترا فاعل و مختار خوانده
چنانکه فرموده اعملوا ما شئتم و مخالفت قول او تعالی خود را غیر مجبور و غیر مختار قرار
نیستی هم مخالفت صریح بر اختیار تو دال است چه اگر مختار نمی بودی البته
الجبر قول او تعالی و قوعیست از زبان تو فیه صادر نشدی زیادتی و نقصان
و دوائی که انکار از اختیار نیز باختیار است و این انکار تو باختیار مظهر ظهور
همان اختیار حقیقی است برای جلوه گری حسن کمال صفت قدیریه که معلوم و مراد

از لیست نحری حقید برآید چون با این بینا شدی از جای قدرت

و جبریت بلندی و بمخصوصیت اهل حق مختص شدی دنیا التماس لذتک

رحمت انک انت الوهاب بمکتوب محبت و هم بتفصیلت کمالات دستگاه

حقایق آگاه میان شیخ محمد فاضل چیزی بیان انکه خبر علم عادی خود نظر داشته

و خود را از تسلیم تجدید حضور رو و خلاصه سینه تو وصف و ثنای

حق جل و علی باز نباید داشته و در تحریص ترقی از مرتبه بشتیه بود

بمرتبه علو و حضور نوشته بود بسبب ذالک اندر آنچ یافته

الحمد لله الذی علم الانسان الوصف والتوصیف لکی یلیق مدارته اللطیف

داخرجه لجه الوهم الکثیف فعرفه حق عرفانه تعلیمه و اصفه کما هو موصوف

بآیه صفات قدیمه و صفت نفسه بنفسه بعلمه القدیم تحقق بالاحاطة الکاملة

جز العادت فوصفه له سبحانه متعلیم و مظهریته علمه بعلم الذاتی الاصلی

القدیمی انصب لاتخلوا کانه احاطة بالنبع و قوله تعالی لا یحیطون به علما ای

علم العادی المنوق العادی عن مظهریته خاصة فهی عین الاستغناء

جهنا و عن اوصافنا لعلم العادی محجوب و نقتضی لذا ان وصفنا

توصیف علمنا من لنفسه و حمدناه بالحمد الحقیقی کما وصفناه بالوصف

القديمي اذا تحقق هذا فثبت ان العارف العالم قد ترقى من دركته
الوضيعة الذي كان يعلم العادي الوهمي الخيالي ووصل درجة الوصف
التعليمي القديمي فعجبت من العارف الذي ترك مرتبة العليا الثانية
التي حصلت له بمحض فضله ونزل في مرتبة الاسفل المتروكة فينظر اليه ويحسب
نفسه محروماً ومقصراً عن وصف ذريته وهذا عدم تحديث تعليم ربه ومخالفة
صريحة لقوله تعالى واما بنعمة ربك فحدث واعلم ان في عبث ترقيم هذا المكتوب
الهم الي ان هذا العارف كان عارف الرسمي الوهمي وان كان نظره تقليده
اذ وهما الى مرتبة العليا لكن مقامه في المرتبة الاسفل فلا بد له ان يحسب نفسه
مقصراً من وصفه الحقيقي واما العارف الكامل المكمل الذي ذكرت وصفه في
صدر الكلام اذا ترقى من حضيض الجهل الى درجة العلم الحقيقي علم ان المنعم
الحقيقي النعمة بنعمة خاصته وعززه بتعليم حقيقته صفاته بمظهرية علمه القديمي المحيط
بالاحاطة الكاملة فوصفه كما هو بتعليم علمه وحمده كما يليق بذاته القديمة
فهو بعد المظاهر الغني وفي عين غنائه محجوبه ومقتضي غناه ان يكون اظهر
وهو الباطن الحقيقي وفي عين بطونه وتنزيه عن الشهود يحب ويقتضي
شهود كمالاته في مرآت اعالي الشهود لتسليتهم بعلمو انهم الشاهدون

دال الاسم بعد عن الاضافات منزه من حيث
ان لا يصل الى جنابه احد من عبده
الا بعد ظهور التقيدات في المرتبة
الواحدية وبهذا الظهور العارف لا يتجاوز
المقيدة وشهود العارف لا يتجاوز عن المرتبة المقيدة وشهود
العارف لا يتجاوز عن المرتبة ينبغي
المقيدة وبهذا انقطعت لا انه جاز ان
السد ولا كذلك لانه العلم التعليمي
بدون العرفان مراده يعلم منه
حضوري ويترقى العارف التعليمي
بهذا العرفان الى درجة العلم الحقيقي
الحضوري ويكون متعلمه الحقيقي
واصلاً لذاته الجامع في مرتبة
ان يكون بهذا الاظهر محبوبه
هذا العارف كما هو ظهور
ويقتضي في الازل فالعارف
الاول من اعالي المرتبة الاطلاق
يقتضي اسم الباطن والعارف
ان الكامل المكمل العالم
مدى مظهرية علم اسمه في الاعلى
من اعالي المرتبة الاصلية ومن
الى وصول الذات الجامع
القديم بفضله وهو مقتضي اسمه
اظهر

باسم الباطن ولو شاء الله لجمعهم على الهدى ولكن یؤخرهم الی اجل مسمّی
واما اطلاق الغایب منه علی الغیب الحقیقی مع عدم ترادفه له علی یا لتقرر
عند المحققین ہل له اثر ونقل ثم انه قد تبین عند الکاملین المکملین
ان ارتفاع جمیع مراتب الظلال من نظر الطالب حتی العرفان
الشہودی الذی وصوله فی اللطیفة الروحیة الا بالخروج عن المعروف
الشہادی الذی ہو النور الاول لحضور السری فالخروج من الحضور دخول
فی غایة القصور وہو سبحانه اعلم مکتوب بست سیوم از حقایق اگاہ میان
عبد الکریم قندہاری در تحقیق بالوراء جنید حقایق و معارف اگاہ ولایت و کمالات دستگاہ
زبدۃ المحققین عظمت پناہان میان محمد جان و حاجی الحرمین الشریفین حاجی
شیخ محمد طاہر جیو ہمواره بر مسند ارشاد متمکن بوده فیض بخش خلایق باشند
ازجانب کمترین فقرا احقر عبد الکریم بعد از سلام فقیرانه و غریبانه من مقام
و زیارات و تحیات عالی معروض ضمیر انور دکه اشتیاق ملاقات گرامی ایشان از حد
زیاده بسیار در بر وقت موقوف است که حق سبحانه و تعالی نصیب گرداند
امید که ازیاد خود یاد و شاد میفرموده باشند احوال خیر یال نعلم عاطفت
موسوم میکرده باشند که در ضمن سر بلندی فقیر است دیگر آنکه بعضی اعزه سوال میکنند

که صفت تکوین از صفات مشروط و بعضی میگویند از صفات غیر مشروط است ادوند مابرین است که از صفات غیر مشروط است پس ظهور آن بذاته برین نسبه می آید که اگر صفتی از صفات حقیقیه بارتباط او ذهنا سلب نمایند چنانچه اگر صفت قدرت را مثلا سلب نمایند عجز لازم می آید همچنین اگر صفت تکوین را سلب نمایند چه نقیض لازم می آید دیگر آنکه در تجدید امثال حضرت پیر دستگیر حضرت خواجه باقی قدس الله سره العزیز نوشته اند تغیر مطلق در عدم متعینه است و نفس تجری ابدی است درینجا سائل سوال میکنند که اگر عالم در یک آن معدوم و موجود میشود در اعراض عالم هیچ سوال نیست اما در جواهر عالم سوال باقی می ماند اگر مثل او دیگری در همون آن پیدا میکنند جزاء فعل بر غیر فاعل لازم می آید و اگر همون جوهر اول را پیدا میکنند تحصیل حاصل لازم می آید امید که جواب این سوال هر سه مذکوره را بالعباراتی که قریب الفهم عوام آید بنویسند آنکه قوله تعالی کل یوم هو فی شان حق سبحانه و تعالی همیشه در کار است و تعطیل در صفات جائز نیست هر گاه عالم نبود حق سبحانه در چکار بود پس بعضی از طور کمالات ذاتیه و صفاتیه اگر تعطیل صفات بالا جائز نیست که مستلزم نقص است تعالی الله عن ذلک سبحانه علوا کبیرا و اگر در کار باشد قدم عالم لازم آید و لا جواب شافی مرحمت فرمایند مکتوب بیست و چهارم در جواب عریضه عقائق آگاه عبد الکریم و زیر آبادی در سلسله

الحمد لمن له العظمة والکبریاء و علم آدم الاسماء کلها والصلوة علی نبیه الکریم

بفضله العلیم العظیم و علی آله و اصحابه اجمعین اما بعد سلام فقیرانه غائبانه [غائبانه] از بیان مطالعه

و فرمایند لطیفه شریفه شرف ورود دیافت بعضی اسوله که مندرج بود بمطالعه

در آمد اگرچه این احقر ناوان محض است و یارای آن ندارد که در چنین مطالب

بلند مجیب شود اما چون آنحضرت بی کیف توسط حبیبه وا ولیاء [ولیاء] تعلیم نماید

و برای اظهار برادران دین امر فرمایند ادا امانت ضروریست جواب تحقیق تمام [نمایند]

سوال اول: آنکه معلومیت خلق که خالق راست سبحانه از عالم حدوث و امکان

سیوم [است] بلکه از وجوب و قدم است در آن مرتبه چه ذوات عالم و چه صور و امثال

عالم: آن معلوم به بی کیفی اند و این شبه از عدم تفرقه بین المعلوم والموجود است [نمود]

علم حضوری حق تعالی بر علم حصولی خلق قیاس نباید کرد شتان ما بینهما

جواب سوال دوم [الحکم] آنکه تکوین از صفات فعلیه حقیقیه است نه حدوثیه جناب شیخ

ابوالحسن اشعری و معتزله گمان برده اند در آن تفرقه که هر صفتی که ذات به ضد آن

موصوف نباشد حقیقیه است و صفتی که ذات به ضد آن موصوف باشد

فعلیه است نیز نزد شیخ ابوالحسن اشعری است و الا لازم آید که صفت اراده

و کلام از صفات حقیقیه نباشد چرا که ذات بضد اینها موصوف است

دوم: آنکه حصول حصولی حضوری ... [illegible]

چنانچه قوله تعالی ان الله یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر و ایضا لا یکلمهم الله

ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم و اگر رفع شبه نشود در عقیده حافظیه معه

حواشی و غیره کتب کلامیه نظر بگمارند تجدد با صفات هم حقیقت اند و فرق

در میان صفات افعالی و صفات ذاتی با وجود آنکه همه حقیقت باشند چنانچه حضرت

پیر دستگیر بیان میفرمایند اینست که ظهور صفات ذاتیه قدیم است و ظهور

صفات فعلیه حادث و صفات همه ذاتیه و فعلیه بنفسها قدیم هستند

و حدوث ظهور صفات فعلیه بحیثیت خصوصیت خاصه آنها گفته میشود والا

در ظهور تبعی که با صفات ذاتیه تبعا واقع است قدیم است زیرا که در میان

خود بالنسبت لا هو و لا غیره است این از کم کسی شنیده میشود و توقف برین موقوف

بر وقوف اصطلاح آنها است جواب سوال ثالثی آنکه تجدد امثال بایمعنی

سیوم

است که هر مخلوقی را چه از اعراض و چه جواهر در هر آنی تغیر مطلق واقع است

هم بحسب ظاهر و هم بحسب باطن یعنی ذاتا و صفاتا و همین دلیل است علما را حدوث

عالم اگرچه بتجدد قایل نباشند و قوله تعالی کل شیء هالک الا وجهه مقوی این عبارات

پس این هلاکت بر جمیع مخلوقات چه جواهر و چه اعراض در هر آنی واقع

بلکه لازم ذات انسان است همه اگر در همان آن در عین هلاکت بوجود موهوب

معز و مکرم نشوند بعدم مطلق روند زهی اقتدار او سبحانه تعالی با وجود چنین
هلاکت تغیر بعضی را منقطع الظهور ساخته و بعضی را ابدی الظهور ساخته
چنانچه در عقیده شرعیه مقرر است جز فانی نگردد با اینمعنی است که حضرت جیو
قدس سره تغیر مطلق و عدم مقید گفته اند و نفس مخزی ابدی فرموده اند باینمعنی
که عالم در زمان واحد بعدم مطلق رود و باز در همان آن مثل آن بوجود آید زیرا که
این خلاف واقع است و قابل اعتراض و اگر در کلام بعضی صوفیه لفظ عدم
هم واقع شده است مراد ازینها همین تغیر مطلق خواهند بود و نیز این قول
مذکور جواب است به صوفیه و اشاعره چون صوفیه بعدم مطلق قایل اند در حق
ایشان جواب بعدم مقید است یعنی عدمیت مقید است با عراض
و تغیر مطلق جواب است به اشاعره که قایل بتجدید اعراض اند غیر جواهر یعنی
تجدد و منحیت تغیر بجواهر و اعراض شمولی دارد زیرا که جواهر و اعراض همه داخل دایره
امکان اند و هر ممکن حادث است و دلیل حدوث او تغیر او است فافهم
جواب سوال چهارم آنکه کل یوم هو فی شان باینمعنی است که صفات ذاتیه او تعالی
بر متعلقات خود همیشه در کار اند و این تعطیل که در صفات فعلی ملحوظ
می گردد اضطراری نیست بلکه اختیاری است اگر تعمق نظر بر تعینت صفات

فعلی که در صفات ذاتی در هست که بصد جان از ان است هرگاه حق سبحانه تعالی را

به تعلیم او تعالی از زمان حال و ماضی و استقبال منزه دانیم پس تعطیل را

که مشعر از زمان استقبال است چرا از میان برنداریم فتامل والسلام علی

تبع الهدی مکتوب بیست نهم بر تحقیق عدم وقوع رویت در دار دنیا مکر بان سرور صلعم

جواز رویت اوی سبحانه بچشم سر در دنیا در بیداری از تفردات و اعتقادات اهالی

هر چهار مذهب اهل سنت و جماعت است شکر الله تعالی سعیهم و معتزله منکر این جواز اند

چه در دنیا و چه در آخرت اما وقوع رویت حق سبحانه تعالی بچشم سر در دنیا در حق

هیچکس از انبیا و اولیا هیچکس از اهل مذهب اربعه جایز نداشته اند مگر در حق آن

سرور اشرف المرسلین و افضلهم علیه الصلوة و علیهم اجمعین اختلاف صحابه

است رضی الله تعالی عنهم حضرت عائشه رضی الله عنها و بعضی صحابه قایل عدم

وقوع روایت بصری اند در دنیا مطلقا در شب معراج و غیر آن و از بعضی

صحابه در حق آن حضرت یکبار یا دوبار وقوع رویت بصری در دنیا در شب

معراج و غیر آن روایت کرده اند و این اختلاف هر دو طایفه نیز بقیاس

نیست بلکه بقول رسول است صلی الله علیه وسلم و علی آله اجمعین چون حضرت

عائشه صدیقه و بعضی رضی الله عنها و عنهم اصحاب بعد تشریف آنحضرت

ز معراج پرسیدند هل رأیت ربک یعنی در شب معراج دیدی رب خود را

گفت الله نور انی فکیف اراه یعنی الله نور است چگونه بینم او را و نیز فرموده

رأیته بفؤادی یعنی دیدم خدا را بدل بعضی دیگر پرسیدند یا رسول الله دیدی تو

خدا را در شب معراج فرموده اند الله نورانی اراه یعنی الله سبحانه و تعالی

نور است دیدم من او را و این اختلاف در قولین در دیدن یکبار یا دو بار

است اما زیاده ازین اتفاق تمام در منع است اما حضرت امام اعظم رضی الله

عنه فرموده اند الاحوط هو السکوت یعنی در حق آن سرور در وقوع و عدم وقوع

رؤیت بچشم سر در شب معراج و غیر آن از دنیا احتیاط آنست که ساکت باشیم

و هیچ نگوییم و علم او را بخدا سپاریم ازین تحقیق ثابت شد که هیچ یکی از اصحاب کبار

و مجتهدین عظام در حق خود قایل رؤیت در دنیا نیست و هیچ یکی را در دنیا

نیست با وجود کمال و رعایت که اول قدم ایشان نهایت اولیاست عجب از

بعضی جهال این زمانه است آن رؤیت که در حق آنحضرت صلی الله علیه و سلم

یکبار نیز باتفاق ثابت نشده باشد در حق خود و توابع خود که استحبابا

گردن بسته اند هر آنی و در هر زمانی بی توقف همان رؤیت را قایل اند بلکه می‌گویند

که ایمان بی رؤیت کامل نمیشود بلکه ناقص است و این قول از ایشان سخت تر از قول

غرض من این بیان ابطال باطل

دعوی اهل بدعت است که از

دعوی دیدن دنیا و در دعوی رؤیت

در عین دعوی در شب منسوب اند

نیز اند و نشاید ببطلان

زور رای و هم قوت عقلانی

بی توقف و هم رای و رؤیت

میکردند و ... فرق است ... است

نعمای بهشتی که نور محض اند

و انوشیدند خواهند شد چنانچه

در قصیده امالی فرموده

و یمسون النعیم بلا ارتیاب

فیا خسران اهل الاعتزال

نمید

ایشان بر رویت است چه از قول ایشان لازم آید که ایمان ایشان عالی
است از ایمان کسی که در حق او خطاب لن ترانی قطعاً واقع است و این کفر
محض است ضلوا فاضلوا اولیک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم
الخاسرون و از بعضی اولیا که کلمه رویت سر زده رویت سری است نه رویت
بصری زیرا که این ظن خلاف مذهب سنت و جماعت است و در حق ایشان
بد ظنی کمال است و در عقیده منظومه میفرمایند «من قال فی الدنیا اراه بعینه
فذلک زندیق طغی و تمردا» «او خالف کتب الله و الرسل کلها» «او زاغ عن الشرع
الشریف و ابعدا» «و ذالک ممن قال فیه الهنا» «یری وجهه یوم القیامت اسودا»
در تفسیر بیضاوی در بیان معنی آیه لن نومن لک حتی نری الله جهرة «الی آخره» باید دید
که چه میفرمایند پس از این تفسیر متحقق شد که انچه بعضی نادان از عبارت تفسیر
بیضاوی که در سوره فاتحه در معنی ایاک نعبد و ایاک نستعین فرموده اند رویت
بصری می فهمند نادانی محض است و این از نا فهمیدگی عبارات تفسیر است
و برای توضیح عقیده در توقف رویت در دنیا چند فصل از کتب احادیث
باسناد معتبره در ذیل این عبارت آورده شده فصل الاول عن جریر
ابن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم انکم سترون ربکم

عيانا وفي رواية قال كنا جلوسا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فنظر الى
القمر ليلة البدر فقال انكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر لا تضامون
في رؤيته فان استطعتم ان لا تغلبوا على صلوة قبل طلوع الشمس وقبل
غروبها فافعلوا ثم قرأ وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها
متفق عليه وعن صهيب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا دخل اهل
الجنة الجنة يقول الله تعالى تريدون شيئا ازيدكم فيقولون الم تبيض وجوهنا
الم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار قال فيرفع الحجاب فينظرون الى وجه الله فما
اعطوا شيئا احب اليهم من النظر الى ربهم ثم تلا للذين احسنوا الحسنى وزيادة
رواه مسلم

الفصل الثاني

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ادنى اهل
الجنة منزلة لمن ينظر الى جنانه وازواجه ونعمه وخدمه وسرره مسيرة الف
سنة واكرمهم على الله من ينظر الى وجهه غدوة وعشية ثم قرأ وجوه يومئذ ناضرة
الى ربها ناظرة رواه احمد والترمذي وعن ابي رزين العقيلي قال قلت
يا رسول الله اكلنا يرى ربه مخليا به يوم القيمة قال بلى قال وما اية ذلك
في خلقه قال يا ابا رزين اليس كلكم يرى القمر ليلة البدر مخليا به قال بلى
قال فانما هو خلق من خلق الله والله اجل واعظم رواه ابوداود

الفصل الثالث

عن ابي ذر قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأيت ربك
قال نور انى اراه رواه مسلم وعن ابن عباس ما كذب الفؤاد ما رأى
افتمارونه على ما يرى ولقد راه نزلة اخرى قال راه بفؤاده مرتين رواه
مسلم وفي رواية الترمذي قال رأى محمد ربه قال عكرمة قلت اليس الله
يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك ذاك اذا تجلى بنوره الذي
هو نوره وقد رأى ربه مرتين وعن الشعبي قال لقي ابن عباس كعبا بعرفة
فسأله عن شيء فكبر حتى جاوبته الجبال فقال ابن عباس انا بنو هاشم فقال
كعب ان الله قسم رؤيته وكلامه بين محمد وموسى فكلم موسى مرتين وراه
محمد مرتين فقال مسروق فدخلت على عائشة فقلت هل رأى محمد ربه فقالت
لقد تكلمت بشيء قف له شعري قلت رويدا ثم قرأت لقد رأى من آيات
ربه الكبرى فقالت اين تذهب بك انما هو جبرائيل من اخبرك ان محمدا
رأى ربه او كتم شيئا مما امر به او يعلم الخمس التي قال الله تعالى ان الله عنده
علم الساعة وينزل الغيث الآية فقد اعظم الفرية ولكنه رأى جبرائيل لم
يره في صورته الا مرتين عند سدرة المنتهى واجياد له ستمائة جناح قد سد
الافق رواه الترمذي وروى الشيخان مع زيادة واختلاف وفي روايتهما

قال قلت العائشة فاين قوله ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى قالت ذاكم جبرئيل عليه السلام كان ياتيه في صورت الرجل وانه اتاه هذه المرة في صورته التي هي صورته فسد الافق وعن ابن مسعود في قوله فكان قاب قوسين او ادنى وفي قوله تعالى ما كذب الفؤاد ما راى وفي قوله تعالى ولقد راى من آيات ربه الكبرى قال فيها كلها راى جبرئيل عليه السلام له ستمائة جناح متفق عليه وفي رواية الترمذي قال ما كذب الفؤاد ما راى قال راى رسول الله صلى الله عليه وسلم جبرئيل في حلة من رفرف قد ملاء ما بين السماء والارض وله وللبخاري في قوله تعالى لقد راى من ايات ربه الكبرى قال راى رفرفا اخضر سد افق السماء وسئل مالك ابن انس عن قوله تعالى الى ربها ناظرة فقيل قوم يقولون الى ثوابه فقال مالك كذبوا فاين هم عن قوله تعالى كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون قال مالك الناس ينظرون الى الله يوم القيمة باعينهم وقال لو لم ير المومنون ربهم يوم القيمة لم يعير الله الكفار بالحجاب فقال كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون رواه في شرح السنة وعن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم بينا اهل الجنة في نعيمهم اذ سطع لهم نور فرفعوا فاذا الرب قد اشرف عليهم من فوقهم فقال السلام عليكم يا اهل الجنة وذالك قوله تعالى

سلام قولا من رب الرحیم قال فینظر علیہم وینظرون الیہ فلا یلتفتون الی شی
من النعیم ما داموا ینظرون الیہ حتی یحجب عنهم ویبقی نورہ رواہ ابن ماجہ
مکتوب بیست ششم در تحقیق بعضی اقوال مشائخ کہ از بعضی اعزہ صادر شدہ
چنانچہ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تحریر یافت سبحان اللہ وبحمدہ درحق
مقبولان خود چہ فضل فرمودہ کہ ایشانرا متخلق باخلاق خود نمودہ حتی کہ چنانچہ
درکلام خود عبارات محکمہ ومتشابہہ وارد فرمودہ درکلام مقبولان خویش
از انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام واولیاء قدس سرہم نیز بکلمات محکمہ و
متشابہ ملہم نمودہ تا اہل صفا اہل زیغ خفی بمحک آیات متشابہات
تمیز کردہ کما قال سبحانہ تعالی فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ
منہ الایۃ سوال از بعضی اولیاء کلمہ عینیت وہمہ اوست واز بعضی دیگر لوائی
فوق لوای محمد وکلمہ از کلمات حضرت ایشان کہ مقام خود فوق مقام حضرت
صدیق رض ودر تمکین ترازو یافتم وکلمہ حضرت غوث الثقلین قدمی ہذہ
علی رقبۃ کل ولی اللہ وامثال ہذا از متشابہات میدانی یا از محکمات جواب
این ہمہ اقوال متشابہات اند کہ بی تاویل یا تسلیم رہبر بمقصود نمیشوند سوال
اگر کسی بظاہر این اقوال اعتقاد کند بی تاویل چہ قبح لازم می آید در قول

اول کفر لازم زیراکه در ظاهر قول اول غیر حق را حق گفتن است و در قول
ثانی خود را از نبی خود خاتم الانبیا علیهم الصلوة والسلام فوق شمردن
و این هر دو کفر است و در دو ثانی قایل این عقیده بحسب ظاهر انها مبتلا
بو بدعت زیراکه در ظاهر قول اول که از حضرت ان قدس سره فضل بر صدیق اکبر
رضی و در قول ثانی که از حضرت غوث الثقلین است فضل بر مطلق صحابه و فضل
بر امام مهدی است حال انکه فضل امام مهدی رضی الله عنه بموجب حدیث اجماع
جمهور بعد صحابه بر جمیع اولیا تا قیامت ثابت و مقرر و قول بر خلاف تقریر
و این بدعت و ضلالت عزیزین حضرت غوث از فضل امام مهدی بر خود
هرگز استنکاف ندارند چون استنکاف ندارند چون استنکاف کنند که به
تعلیم علم لدنی عالم بفضل او است و هم عالم بورود احادیث بر فضل او
رضی الله عنه و غیر آن در فضل خود سوال اگر تابعی از توابع بزرگان که قایلان
این هر دو قول اند مبتلا بر ظاهر این عبارت عقیده بند و این را از فرط
محبت نامند در حق ایشان چه حکم بود جواب این از فرط محبت نیست فرط هوا است
و مخالفت با پیر صحبتی است و ماند رضای ایشان در دین هو بدا مشکل
زیست که مثل عیسی علیه السلام بسبب این عقاید توابع منسوبان ایشان هلاکت شوند

كما قال سبحانه بعيسى عليه السلام ءَأَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ
إِلٰهَيْنِ مِن دُونِ اللهِ الى آخر الآية ومتبوعان سر بسجده نجات خود خواهند
وگويند سُبْحَانَكَ مَا قُلْنَا لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنَا بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللهَ
رَبَّنَا وَرَبَّكُمْ فيلزم على كلِّ تابعيهم أن يُسَلِّمُوا فيهما
بالتسليم المحض ويؤمنوا في هذا بما عند متبوعهم
لأن متبوعهم على الحق لا تدخل فيه الباطل أو يأوِّلوا
بتأويل يهديهم الى الصراط المستقيم سؤال چون تخليص تسليم
خالص نانهد نصيب نادر است بي شبهه بسبب تاويلاكي در اين هر چهار قول موصل بمقصود است
بيان فرمايند جواب اما قليل البضاعت را چه يارا كه از خود در تأويل اين اقوال
متشابهه دم زنم اما عزيزان ما انچه بدين قوال فرموده الذي حكم واما بنعمت
ربك فحدّث معروض ميدارد ديگر گوش بايد شنيد كه چون قائل قول عينيت
ذات الممكنات گويد كه وجود غير بين العدمين كالسطر المتخلل بين الدمين است وقائل نفي
است از جميع تعلقات داخليه وخارجيه بحقيقت يعني كلمه طيبه خلاص يافته
ميخواهد كه بحقيقت توحيد متكلم شود مي بايد كه وجود علم كه بعد نفي غير تميز دارد
باقيست التي بحقيقة كلمه طيبه مي آرد تا اثبات علمي نيز رخصت شود موجود

حقیقی علم هم با عالم دیگر میستی پردد فلم یبق الشاهد من لواحق الشهود
من العلم والتمیز الا المشهود الحقیقی وصفاته فاذا تحقق هذا وسنعدم
کل ما سواه بنفخ الصور الحقیقی معنی کلمه لاکما سیعدم ما بقی بنفخ صور اسرافیل
ایضاً فیتکلم الله سبحانه فی مظهر الشاهد المنتفی بجمیع لواحق الشهود به کلمه بمراد است
یعنی بتمام بالنفی است کما یقول سبحانه تعالی یوم ینفخ فی الصور فینعدم الصور
مع صاحب الصور فلم یبق الا الله فیتکلم بکلامه الحقیقی بلا واسطة وبلا مظهر ومخاطب
لمن الملک الیوم لله الواحد القهار فاذا تحقق هذا ثبت فی المرتبتین انه
قول الحق وکلامه بلا شرکة غیر الا المظهریة فی الاول وهر قول لوائی فوق لوای
محمد لوا بمعنی بشر مراد داشته اند بعض بر حضرت در معراج جبرائیل
و بشر بود قایل حضرت محمد الرسول الله صلی الله علیه وسلم فلا شک فی فوقیته
اگر گفته شود که در بشر بودی حضرت همه عالم شریک اند وجه تخصیص این قایل چیست
جواب چون عوام بوسایط ظلال کثیر آنحضرت علیه الصلوة والسلام نسبت
بشر بودی دارند وقایل قول بقطع ظلیت بشر بودی اصل متصف است
فقط العرق وقول حضرت ایشان که مقام خود فوق مقام حضرت ابابکر صدیق
اکبر می یابم بدین معنی که چون در مرتبه عروج از زیر قدمی اولیا طریقت بکسب

استعداد خود بهره یافته بزیر قدمی صحابه کرام متصف شدند و ختم این زیر قدمی

تا زیر قدمی حضرت صدیق اکبر است و چون از این زیر قدمی بحسب استعداد خود

نصیبه حاصل نموده اند درین زیر قدمی از کمالات صدیق اکبر بمقامی خاص ممتاز شدند

همین صاحب قدم مستعد ترقی را بزیر قدمی نبی حضرت علیه السلام سپرده اند و چون

در هر زیر قدمی بحسب تقویت استعداد به صاحب قدم برای ایشان در زیر قدمی خود

بفضل حق سبحانه بمقامی خاص عطا کرده اند حضرت صدیق نیز تقویت ارشاد

بحسب منظر بر استعدادیه ایشان شانی و مقامی خاص در زیر قدمی خود عطا

فرموده اند همچنین در زیر قدمی حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم بحسب استعداد

خویش مقامی خاص یافته اند پس این همه مقامات در عروج که در هر زیر قدمی با یشان

عطا فرموده بودند بنام ایشان بحال اند و بملکیت اینها متصف و بفوقیت و تحتیت

مقامات با ترتیب عروج مثلاً که بنام حضرت ایشان بحال اند و بملکیت اینها

~~متصف و فوقیت و تحتیت مقامات با ترتیب عروج مثلاً که بنام حضرت ایشان~~

بحال اند بلا شک یکی را بر دیگری ثابت و نیز فوقیت و تحتیت اصحاب اقدام با یکدیگر

فیما بین هم متحقق است و واضح شد که در قول حضرت ایشان ما بلا تردد خدمت

بعضی اصحاب است یعنی مقامی که در زیر قدمی ابابکر صدیق اکبر را عطا فرموده اند

تحت بقامیت که در زیر قدمی حضرت سرور کاینات بار امر حمیت شده
واین ظاهر است لا یخفی علی احد عزیز من قول حضرت ایشان ما که من بیس بعد
صدیق اکبر رضی الله عنه مشعر معنی صدر است بلا توہم خلافه و معنی قول حضرت
غوث الثقلین بیان میکنم و بالله نستعین باد رغلط میفتم باید فهمید که حضرت
حماد و باس قدس سره که هم عصر غوث الثقلین بودند حضرت غوث
در آن وقت صغیر بودند و فرموده اند که این طفل بر همه اولیا وقت خود
فضل خواهد یافت و نیز بعد وفات حضرت غوث بعد مدتی از شیخ فرید
از معنی این قول سوال کردند فرمودند که اگر من در آنوقت می بودم بر جسم خود
می نهادم مثل این دو قول اکابر معلوم شد که قدم ایشان بر گردن اولیا
آنوقت بوده و بعد آن نیز حضرت بیر دستگیر نوری قدس سره درین
قول ایهم با تخصیص شده اند که قبل ایشان و بعد ایشان ہیچ ولی بجمیع منصب
هر دو قطبیت و غوثیت منصوب نشده ما نحن فیه ازین جمع مرتبتین فی وقت
واحد خاصه ایشان شد جایز است که گویم که اقطاب و غوث که بعد وفات
ایشان باین منصب قطبیت یا غوثیت فرادی فرادی نواخته میشوند
زیر قدم ایشان اند و جایز است که بواسطه عطای این مناصب از جانب حق

سبحانه تعالی بعروج حضرت غوث کرده باشند و این زیر قدمی ایشان

بدیگران تا منصب غوثیت است و هر که از مرتبهٔ غوثیت گذشته بمرتبهٔ امامت

پیوست از این زیر قدمی بیرون است و جایز است که در مرتبه که فوق غوثیت

برابر ایشان باشد بلکه فوق ایشان سبحان الله چه کوته اندیشی است که حضرت

عروج تا مرتبهٔ غوثیت میکنند و از مرتبهٔ امامت که فوق غوثیت و مرتبهٔ خلافت

که فوق مرتبهٔ امامت است جاهل اند عزیزمن ایشان تخاطب بحضرت غوث نامند

نه بامام و خلیفه و حضرت امام مهدی رحمت الله علیه جامع امامت اند

و خلافت کبری فوق غوثیت اند و مرتبهٔ خلافت و امامت هر دو مرتبه است

جلی و خفی و هر ولی که غیر اصحاب کرام و غیر حضرت امام مهدی است و از مرتبه

غوثیت گذشته بکمالات امامت یا خلافت رسیده امامت یا خلافت

خفی دارد و خلافت جلی خاصه حضرات اصحاب کرام و بعد ایشان نصیب

حضرت امام مهدی است پس باید فهمید که هر گاه آن ولی که بخلافت خفی

که بهره مند است از آنکس که بغوثیت منصوب آمده اگرچه جامع دو منصب باشد

یعنی قطبیت و غوثیت اعلی و افوق شد از شان آن خلیفه جلی که مرتبهٔ رسالت

بخلفای راشدین دارد و فضل او در احادیث مذکور و مرقوم است چه بیان نماید

وکیست کہ در غوران گوشند لاتفکروا فیہ اصلاً عزیزمن قول حضرت غوث
افلت شموس الاولین وشمسنا ابداً علی افق العلی لاتغرب از کسانیک
اول ایشان بودہ اند خبر میدہند از کسانیکہ بعد ایشان آمدہ اند و خواہند
آمد جائز است بلکہ واقع کہ شموس بعضی آیندگان نیز غروب پذیرد وشمس
آخر از شموس ما قبل برسنت خاتم الانبیا خاتم الولایت باشد و چون خاتم
الانبیا بر ما قبل خود فضل دارد خاتم الولایت بر جمیع توابع فضل داشتہ باشد
و ظاہر است کہ خاتم در جمیع اولیا را امام مہدیست فمن تفضل علیہ غیرہ سوی
الصحابۃ بہم فقد خطار بخطار صریح فوجبت علیہ التوبۃ والعود الی عقیدۃ السلف
قدس اللہ سرہم مکتوب بست وہفتم در تحقیق اقسام مومن مومن چہار قسم است منحرف
مقید متوجہ سالک رسندہ محجوب واصل جاہز منحرف مقید کسیست کہ بحجاب
غفلت مبتلا بمعصیت شدہ در قید افتادہ علاج او بہ ندامت واستغفار است
تا آنکہ آثار قبول توبہ ظہور نیابد از دیگر کلمات نافع بحال او استغفار است
بعد قبول توبہ چون فضل خاص رہبری کند متوجہ بکار قطع منازل خواہد شد
در بنول آنکس را متوجہ سالک خوانند نامید و چون حجاب راہ اقسام شہوات
و ہوا است مثل تعلق با آلہ باطلہ و تعلق بآن ہر دو مانع ظہور انوار وحدت

آله شفیقی ست علاج او بتکرار کلمه طیبه است تا آنکه آثار ارتفاع موانع که هوا
و شهوت است متحقق نشود تکرار کلمه طیبه خصوص جزو اول که لا اله الا الله است
در حق او شافی و کافی است بفضل احص بعد از ارتفاع موانع مذکوره رسنده
محبوب خواهد بود بعضی اگرچه قطع منازل کرده اما در بانی مجلس خاص دارد و از
صاحب خانه بنور آشنائی ببدا نکرده در پیولا بصورت کلمه این کس احتیاج کم دارد
نافع و سبب رفع حجاب در حق او لفظ الله خواهد بود زیراکه این اسم معظم
جامع جمیع اسما و صفات محبوب حقیقی است جل شانه چون جذب جاذب
حقیقی دستگیری خواهد کرد بعد تکرار این لفظ معظم بسیار دست آمی این اسم
ترقی داده از مسمی این اسم آشنا خواهد کرد مراتب شهود و حضور انا فانا بر
صاحب ولایت ظهور خواهد نمود در پیولا این واصل حاضر را تکلم بکلامی و تلفظ
بلفظی اگرچه لفظ الله باشد در عین حضور مسمی سوء ادب مینماید مگر که مامور گردد در پیو
مطالعه شهود این خاص را بجای خواهد رسانید که در عین نظر با شیاء متعدد خارجیه
در هیچ منظور و مشهود او بجز وجود واحد حقیقی نخواهد ماند زیراکه موجودات متعدده
ظلیه اشیا چون ثبوتی و قیامی در اصل بجز وجود حقیقی ندارد و هر وجودی که در بود
خود محتاج بسوی غیر است فی الحقیقه اطلاق وجود بر وی صورت نسبت حقیقی

پس در جمیع مراتب متکثره ظلال اگر وجود هست ظهور همان موجود حقیقی است
اگر ثبوت نفس نسبتی هست ظهور همان ثابت نفس الامری است لهذا این عارف
نیز بمرتبه رسید که بجز وجود واحد درین مظاهر نمی یابد و ازین دید باطنی لفظ
همه اوست بر باطن او منکشف میشود و در بعضی اوقات بغلبهٔ ظهور این نسبت
بر باطن همین کلمه بر زبانش می آید و چون ظاهربین از حقیقت ظل واقف نیست
نفی وجود از ظل کفر می انگارد و نمیداند که ظل خود شاهد و گویا در نفی نسبت وجود
حقیقی از خود هست و اگر چه از ظلیت ظل هیچ عاقلی انکار ندارد اما آنچه حقیقت
اصل است نسبت آن بسوی ظل ترک و شریک ظل با اصل می پندارد و قال الله تبارک
الله تعالی ولا یشرک فی حکمه احدا عزیز من ظل هست مگر آنکه خود تعالی بظهور کمالات
ذاتیه خود بظلیه ظاهر است بی حلول و اتحاد و چون وجود حقیقی را که اصل است
ظهور بظلیه بر دو مرتبه است بظهور افاضه کمالاتی از کمالات علم حقیقی بانی
آفاضه آن لهذا ظلی که افاضه ظهور علمی تر ندارد از حقیقت هستی وجود ظل آگاهی
ندارد و نیز وجود صوری را وجود حقیقی انگاشته ظاهربین نام یافته و ثانی را چون
بظهور علمی نواخته آمد مشاهده وجود حقیقی در ظل نصیب او ساخته این است وحدت
وجود و در کثرت ارباب شهود را و وحدت وجود بر دو مرتبه است اول آنکه

وحدت [illegible] مشاهده کنند این را وحدت وجود در کثرت میخوانند صاحبان این
از پایه تثلیث ترقی کنند و گرفتن [illegible] ظل از میان بر دارند محجوب گردند این وصل را
وحدت [illegible] گویند اگرچه از نظر بینی کثرت بحقیقت راه یافته اما پیش از آن
صحبت [illegible] با سالک [illegible] از آنجا هنوز کار تمام است و حجت تثلیث در میان حایل
وحدت فضل الهی [illegible] میرساند و کشش [illegible] میرساند معامله اینکس بعالم
[illegible] علمی [illegible] از ظلمت [illegible] کثرت از وحدت وجود
بکثرت حقیقی پیدا شود [illegible] این مرتبه نیز اگرچه [illegible] حقیقی از عین
[illegible] اما [illegible] وحدت وجود در کثرت چون در [illegible] ظاهر است بعد ظهور
[illegible] در ظهور [illegible] بسبب غلبه ظهور [illegible]
که ظهور اعیان [illegible] را [illegible] از حقیقت وجود [illegible]
دو اصل وحدت وجود کثرت [illegible] کثرت ظل حقیقت وجود حقیقی را
[illegible] یابد [illegible] چون حقیقت [illegible] جستن
[illegible] کمالات خود در جمیع [illegible] اطلاع ظاهر و پیدا
[illegible] بربان [illegible] لم [illegible] تثلیث خواهد بود
ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء [illegible]

تا مضیئت این مسئله است موقوف بر ارتفاع حجب بشریت تا بینش چشم

بهمان الله من کرم در طریقه قادریه نیست اعوذ بالله من الشیطان الرجیم

وادکر [illegible] که حرفا شنیفته [illegible] الاول [illegible]

وا [illegible] ال [illegible] سعادت [illegible] الدین [illegible] لام [illegible]

بماند [illegible] استماع باقیه وکان عزیز [illegible] گفتار

ارا [illegible] از صحابه [illegible] از حضرت صلی الله

علیه وسلم [illegible] امید است [illegible] از [illegible]

خواهد بود [illegible] انکار زیرا که انکار این امر عظیم بلای است عظیم بسیاران

در تحقیق این طریقه سکوت دراند که مردم [illegible] ادا [illegible] چند [illegible]

که در دفع اشتباه عزیز بکار آید باید دانست که ایمان را دو رکن است

تصدیق و اقرار رکن دائمی و اصلی تصدیق است و اقرار رکن اتفاقی

است و فرع تصدیق و اقرار در تمام عمر یکبار کافیست بلکه در بعضی محل

با وجود نطق اگر خوف هلاک باشد عدم اظهار اقرار با وجود صحت تصدیق

منافی ایمان نیست پس باید فهمید که این هر دو رکن از متعلقات و توابع اند

آنچه از ذکر قلبی بکار رود [illegible] حضور و دوام آگاهی و حزن و فکر و خشوع

[illegible] الع [illegible] و [illegible]

رها [illegible] و نهار [illegible] نماز [illegible] احادیث [illegible]

ولاتی [illegible] ذات العلم الظاهرة الدینیة از متعلقات [illegible] از [illegible] رحمها

و [illegible] از ارکان ایمانی که تصدیق است هیچ وقتی جایز نیست که اگر یک آن از [illegible]

خانه دل خالی باید تحقیق از دایره ایمان بیرون رود [illegible] این متعلقات [illegible]

تصدیق هیچ زمان گزیر نیست از ینجاست که آن حضرت صلی الله علیه وسلم

دایم الحزن والفکر [illegible] بوده اند [illegible] حضرت [illegible]

لی مع الله وقت لا [illegible] ملک مقرب [illegible] نبی مرسل [illegible]

[illegible] ولا [illegible] غیر ذلک از احادیث [illegible] که

[illegible] یا [illegible] حضرت [illegible]

[illegible] علی [illegible] و لی [illegible]

تا چند بیان نمایم که کاغذ تنگ است تحمل آن ندارد [illegible]

[illegible] تصدیق چون دوامی است [illegible] متعلقات [illegible]

[illegible] نماز [illegible] بلکه [illegible] بعضی اوقات ادای آن ممنوع است مانند

وقت جنابت و وقت خلا و وقت جماع و وقت استنجا و وقت [illegible] و وقت

تکلم

تکلم کرا از میتعلقات انوار متنوع فرموده اند پس دانا باید که نظر کند در حقیقت

کار دا اند ذکری و ری کراز ما مُدُدْ الاصال بخواهد ذکر است که ا

د ... یار را این جاره منیت از م ذات ... باید چون این عالم

... ان ظاهر ... از ... فنا ... ق ... موصوف

ارزی ... علا ... از ... شرع از

... ام ...

ان ... ما م ... ... ع ... عا ...

الاسنار لقلقه ... موسد ... لسا ...

گر قلند ... ندان ... ... گر

الاز ... ر ما ... ت بهم و بیان منظره ... علو ... م

الحمد لمن ... المحمدی صلی الله علیه و سلم ... تر العلم

ا ... بالوحده والوا ... حده ... المحمدی ... صلی الله

علیه ... الم ... الله ... الذاتی را ... و ... الدلالات الحمد

و ... مشیخ المشایخ ... ندی شیخ ... مرشد ... ان حقیقة

الحمدی الذات الجامع المنزه عن التنزل پس باید فهمید که اطلاق حقیقت

حاشیه: ... الحقیقت ... ذات

وجهیست در اینجا مراد از حقیقت مبدء فیض است حقیقتی که مرکب از جنس و نوع ما
تا حل اعتراض کرد چون تحقیق این بحضور طولانی دارد موقوف بر حضور داشته
فقیر از آن ایام که میان کمال جلال کشانیده آمده تا حال بحث شکم است در هر روز
شده درست شود بعد آمدن شما در اینجا مفصل عرض خواهد داشت ابیات
چو بیرنگی اسیر رنگ شد موسی با موسی در جنگ شد چون به بیرنگی رسی کان داشتی
موسی و فرعون دارند آشتی مراد از بیرنگی مرتبه اطلاق که تعین را در آن راه نیست
و از رنگ تعدد مظاهر و کثرت تعینات مرتبه دار است یعنی انعکاس آبگینهای
متکثره از انوار قباب وحدت و از جنگ موسی با موسی نسخ شریعت پیغمبری مر پیغامبر
دیگر را و از رسیدن به بیرنگی رجوع نهایت بسوی بدایت و در آشتی موسی و فرعون
اضمحلال تقابل صوری و تعین شخصی و برچیدن بساط تکالیف از میان برداشتن
آبگینهای مختلف الالوان که موجب کثرت اعداد در شرح میر محمد رضا عفی عنه فقیر
میگوید که الحمد مخدومی میر محمد رضا در شرح ابیات معدودة العدد فرموده بسیار
در نهایت الا یعنی نهایت شیخ جامی مینماید زیرا که صاحب فنا را اضمحلال دوام
و مراتب تعینات بصفت حتی که علم فنا هم اگر در شخص فانی باقی مانده بمیرد فنا در حق
نامتمکن کرده اند لهذا رسیدن به بیرنگی را میر مرحومی در شرح ابیات مقید باضمحلال

تعینات از نظر عارف گرده چه تعین عارف وچه تعین غیر عارف و در تعینی

اسوله چند دارد مینموده اول آنکه از شنیدن بیرنگی انعکاس آئینهای نیکتره

از نور آفتاب را در داشتنه ایجاد نشده است یکی آنکه آنچه در آئینه منعکس است

حقیقتش بیان کرده اما حقیقت آئینه هیچ نگفت که مستقل بنفسه اند یا پرتوی

نور آفتابند دوم آنکه معنی رسیدن به بیرنگی را باضمحلال سالک من کل الوجوه بیان

کرده و در انجا آشتی موسی علیه السلام با فرعون مقرر فرموده حال آنکه در هنگام

دنشان این هر دو ذاتا متصور نیست زیرا که ثبوت نام و دران مرتبه منافی اضمحلال

است پس آشتی که صفت ایشان است بابی ثابت داشتن ذات اینها متحقق نه

سوال دوم آنکه از جنگ موسی با موسی نسخ شریعتی دیگر را مراد داشته و چون جنگ

مقتضای مخالفت است و هیچ نبی را با نبی دیگر در ظهور ناسخ و منسوخ بهیچ وجه مخالفت

نیست بلکه منسوخ در وقت خود محبوب ناسخ است و کذا الناسخ عند المنسوخ

پس در تحقیق جنگ نسیانی است الغرض آنچه معنی این ابیات مقصوده

نساختند شان شخص باقی است از آنجا ان کل احیان محقق شده که الله سبحانه

از [illegible] باقی [illegible] صفات [illegible] در [illegible]

[illegible]

دیگر است و هرگز در وقت ظهور ازلی او با وی مخالف نیست چنانچه لا موجود غیره

شعر اینمعنی است حضرت مولوی روم قدس سره در مثنوی فرموده اند

چون که بیرنگی اسیر رنگ شد موسیی با موسیی در جنگ شد چون به بیرنگی رسی کان داشتی

موسی و فرعون دارند آشتی بعضی عزیزان شرح این ابیات کرده اند و از بیرنگی

مرتبه اطلاق و از رنگ مرتبه تقید و از اسیر شدن ظهور انعکاس در مراتب مختلفه

را خواسته اند و در تقید آشتی را محال پنداشته اما در خاطر فقیر ریخته اند که مراد

از بیرنگی عدم انصباغ ایشان بتکالیف شرعیه و عدم اتصاف بمرغوبات

طبیعیه است و آن هر دو در مرتبه عالم ارواح اند قبل از تعلق جسدی زیرا که در عالم

ارواح همه را با یکدیگر صلح متحقق است بسبب آنکه تکالیف شرعیه و اتصاف

بمرغوبات طبیعیه در آنجا نبوده متحقق و چون روح هر یک در قید جسدی

اسیر گشت و متصف بمرغوبات طبعی گشت و تکالیف شرعیه شد مظاهر

لطیفه در خیر قبول آن آمدند و مظاهر قهریه از قبول آن رو می تافتند

پس هر مظهر برای ادای حق مظهر خود با یکدیگر جنگ پیش آمد چنانچه

فرعون را با حضرت موسی علیه السلام مثلاً و گاهی جنگ موسی را با خضر علیه السلام

از ارتکاب خضر بخلاف رضای حق صورت جنگ می‌داشتند اما چون فی الحقیقت

جنگ

نبود در عین محل جنگ بصلح بدل گشت و موجب علوم گیره گردید کما

الله سبحانه یبدل سیئاتهم حسنات الغرض چون صاحب صغار اکه

صفات لطیفه است عروج روحی وعلمی از مراتب جسدی میسر آمد دور

مرتبه روحی رسید و تکالیف شرعیه که بسبب تعلق جسدی بود ندر انجا

دریافت ولی موقع رد جنگ تکلیف بالایطاق دید پس رد باشتی آورده

از جنگ فضای محض متوجه مطلوب حقیقی گشت و ثمره آن جنگ که در تعلق

جسدی بوجه الله بوقوع آمده بود حاصل نمود و صاحب ظلمت فرعون مثلا

صفات قهریه است و جنگ او بوجه امکینی بود بمطلوب حقیقی پی نبرد

و در آخر کار در درکات عذاب جای یافت کما قال الله سبحانه و مأویهم النار

در جنگ او چون بسبب عدم اطلاع بر حقیقت احکام شرعیه بود بعد اطلاع بر حقیقت

بر تکالیف بر جنگ سابق ندامت کشیده باشتی پیوست اما چون جنگ او

بوجه ابلیسی بود در عین اختیار صلح در وقت یاس ثمرات ظهور قهریه که

عذاب و ذلت است ممتاز کرد و خبیث از طیب در عین تمیزی پیدا آورد

سبحان الذی بجمال هردو مربی است که چنانچه در عین جنگ مظهر مخصوص هر یک

از مظهر ثانی ممیز بود در عین صلح هردو مظهر که بمقتضای صلح هردو مربی فیما بینهما

بوقوع آمده نیز بظهور نتیجه آن هر دو کمال تمیز پیدا آورده اند لیمیز الله الخبیث من الطیب

عجب کاری دبار هست بعضی عزیزان مرتبه تقید را برنگ تعبیر کرده آشتی را دران

مجال پنداشته دو درین تحقیق که بالا ذکر یافت بعین حیثیت تقیدی بعد جنگ

آشتی ظاهر شد مکتوب در بیان معنی آیه یسبح لله ما فی السموات وما فی الارض

اخوی معنوی حافظ عیسی سلام فقیرانه خوانند دسوای تسبیح اصناف مسبحین

که جماد و نبات و حیوان اند و انسان نیز درین تسبیح لازم با نها شریک است

از جهت اشتمال او باین همه مراتب و این تسبیح لازم ذات هر فردی از انها د

آن است تسبیح انسانی که خاصه انسان کامل است بهمت کامله صبح و

باشند در اتیان اوامر و اجتناب از نواهی این تسبیح را که خاصه انسان کامل

است منحصر دانند و این تسبیح مخصوص را خاصه مومنین بلکه خاصه انسان کامل

فهمند و این تسبیح را مقتضی درجات عالیه و منشا اعمال حسنه پندارند

تسبیح این طایفه اهل خیر را مظهر انوار صفات لطیفه الله سبحانه جل شانه

شناسند و کفار که کالانعام بل هم اضل سبیل اند ازین تسبیح مجرد

و لسبب تشبیه به انعام با وجود اسم در رسم انسانیت از دایره و قواعد انسانیت

کامله جدا او چون تسبیح ایشانرا بظهور کمالات صفات قهریه عدم انحراف از

آن صفات ست اسم تسبیح بر ہر فردی از ینہا مطابق و مناسبت بمظہریت
صفات لطیفہ من کل الوجوہ در ینہا معدوم لہذا اعمال حسنہ ولو صورتا
بظہور صفات لطیفہ کالامانۃ در ینہا ظہوری صوری داشت در نوبت
کہ مناسبت حقیقی خفی بظہور صفات قہریہ بیدا آید صاحب امانت امانت خودرا
از ینہا بر میگیرد ہمین سلب امانت بحبط اعمال مسمی میگرود واین طایفہ
انسان صوری برزخ است میان انسان حقیقی و سہ صفت دیگر یعنی جماد
و حیوان غیر انسان از انجہت کہ این انقیاد صفات قہریہ در دی
اختیاری ست در صفت انسان معروف و از انجہت کہ با وجود انقیاد
خود کہ صفت قہریہ است از درجات اخروی خالی و بی بہرہ در اصناف
داخل لکمال قال تبارک و تعالی اولیک کالانعام اما چون اصناف ثلثہ
از درجات برادرت از عذاب ہم دارند واین طایفہ برزخیہ بعذاب
اصناف ثلثہ نیز سزاوار د و بعید المقام کما قال جل شانہ سبحانہ
سبیلا د باید دانست کہ چون لکمالات صفات قہریہ در عین
تسبیح خاص از مظاہر مخصوصہ خود مقتضی سلب اعمال حسنہ از ینہا
استعداد اینہا باین سلب و توجہ این مظاہر خود بدرکات منجم اند

پس قبول استعدادی این طایفه احکام ربی خود را محض تسبیح و متابعت امر دادند و فهم مکنی که تسبیح هر مسبحی اقتضای اجر خیر دارد دلایل تخلیق افراد مخلوقات محض برای اطاعت است بعضی برای اطاعت صفات لطیفه بعضی دیگر را برای انقیاد صفات قهریه آفریده اند درجات از متفرعات اطاعت صفات لطیفه اند و درکات از مترتبات صفات قهریه اینها که همه عوض تسبیح خود طالب اجر خیر باشند آگاه باش اگر مظاهر قهریه در اطاعت خود اقتضای درجات پیدا آرند حال آنکه محبوب ربی اینها اقتضای درکات این جماعت است از دایره تسبیح بیرون آمده و مخالفت کردند العاقل تکفیه الاشاره بیت من نکردم خلق تا سودی کنم بلکه تا بر بندگان جودی کنم والسلام

مکتوب سی یکم در تحقیق معنی مناجات نماز گذار با پروردگار خود در

بسم الله الرحمن الرحیم سوال التکلم بالکلام الحقیقی فی الصلوة کلام المصلی بعد سلام نیاز مندانه بکرم معروض میدارد که فقیر بود که المصلی یناجی ربه واقع است چون در قراءت مصلی نظر کردم تنها و فاتحه را بمعنی مناجات یافتم اما در ضم سوره دیدم که آیاتی که معانی مناجات دارند مثل ربنا آتنا وغیر ذلک صریح مناجات اند

قل هو الله احد و قل یا ایها الکافرون مثلاً از طرف مصلی در عین حالت
مناجات چه نسبت بمناجات دارد و سور و آیات که از قصص فرعون
و ابلیس خبر میدهد مناجی را در مناجات چگونه لایق و کثرت قصص تفرقه
آورست پس حضور چگونه متحقق شود بفضل الله سبحانه در دفع حدیث مذکوره
و تحقیق معنی قرائت بکلام آورانی بتمامها الخ بتقریر ظاهر گردید معروض میدارد
وان استصلاح ازان جناب است المصلی اذا قصد ان یشرع فی اداء
ما امر به من المناجات نظر الی قوة علم الحصول العادی فوجدها فی غایة
النقصان فعلم ان لا ملجأ من الله الا الیه فکبره و قال الله اکبر ای انت اکبر
من المناجات التی هی بضعتی فسمع الله تعالی حمده بالتکبیر فعلمه المناجات
بکلامه الحقیقی القدیمی بفاتحة الکتاب و امر بالالهام الخفی ان یحضر المصلی
بحضور القلب الی المناجات التعلیمی فوجب علی المصلی ان یتوجه الی حفظها
بعد السماع من الله سبحانه و اذا تمت الفاتحه و حفظ المصلی معناها و قصد
المناجات بالفاتحه وجد فیه تکرار الفاتحه و هو ممتنع فتوجه الی المولی الحقیقی
ان یعلمه ما یلیق للمصلی فی هذا المقام فیلهمه بلفظ آمین و معناه المتضمن کما هو
معنی الفاتحة التی هی الکلام الحقیقی ثم قرأ المصلی آمین بتعلیمه الالهامی و التجا

الی حبانه بما المقصود شانه سبحانه ا

فتکفم ثم وعد اسد ... ا ... او

یحصله الجواز ... ممالاما

وقال ... ... کا ... الاا

ای کل اورد فی القرآن ... الصراط المستقیم فتکلم

القلبی واخذ بمقامه فی ... لیها ... لم

ان یعلم المصلی ان لفظ ... حاجات ... المتین

کلام الله سبحانه ... اسمه ... ثم یعلم بعد

العظیم بیانا الصراط المستقیم ... المصلی ان یجد الله المتکلم فی

الاتین بکلامه ... الا ... العام ... فی

ولشاهد فی المومنین ... التکلم الحقیقی ...

بلاحصول ... ان ... اعلم

... دوم ... فرض نماز جمعه ...

... ولله ... الذ ... ال

لانا ... ل

خود مرقوم فرموده اند که نماز جمعه فرض قطعی است و علماء تشیع را از آن خبر

فرموده الی تعالی الله انتظار تمام داشتم که بطرفی از طرفین که عند الله تحقیق

صحیح است باشد اگر به فضل بی بهانه محقق و ملهم فرماید بر آن عمل نمایم باد

این انتظار به تقلید طرفی از طرفین کار میکردم ناگاه بمحض فضل بی بهانه

او تعالی ظهور آن بر دو عالم بکر رسته گر بی شک و ریب واقع گشته

شفقت تحال فرمودند که شک کردن در نماز جمعه از وسوسه شیطانی است

و بعد از آن اجابت از حق سبحانه واقع گشت بعد از آن در خاطر گذشت

که این تحقیق کشف اولیاء است ظنی است پس این را به ترازوی شرع

ترتیب شرع باید سنجید چون در مسائل فقهیه غور بسیار نموده شد چند روایتی

از روایات مجتهدین موافق کشف خویش یافته شد چنانچه بر علماء ظهور این

اختلاف پوشیده نیست اگرچه اینها طرف اقلین را مرجوع فهمیده

ترک داده باشند الحمد لله الذی هدانا لهذا الیس یاران و مخلصان ما را باید

که در نماز جمعه شک نیارند و بیشک فرض خداوند سبحانه را ادا نمایند انتها

لا الحقیقت بلبلیات این فقیر باین طریق واضح شده که نیست

این برگزیدگان نفی مجتهدین عظام برای اظهار حق است و مهم آن

در بعضی مسائل ظاهر است [illegible]

دلیل کرد [illegible] در اصول [illegible] مستقیم [illegible] ازت الی ما

در همه اعمال [illegible]

و معاملات خلاف [illegible] [illegible]

صلی الله علیه و سلم پیدا آید و باد وجود [illegible] در [illegible]

هر چند [illegible] تیغ ایشان رد نماید [illegible]

کرد [illegible]

طریق باطنی از این [illegible] علوم [illegible] ایشان [illegible] استار

[illegible] کما لا اولیا المحققین در [illegible] اسرار [illegible]

الی [illegible] فی [illegible] الی [illegible] چون این تحقیق علوم [illegible] اختلاف [illegible]

[illegible] قول [illegible] انتهی که [illegible] ثبوت آن بر صراط مستقیم [illegible]

ولی کامل مکمل که بصور تعالیم [illegible] کاینات و احادیث [illegible]

شده مقامات [illegible] مناسب [illegible]

بقیاس [illegible] ظاهری [illegible] استعداد که قابلیت [illegible] اراده ازلی

او تعالی داشته باشند اگر بود انوار [illegible] هیچ [illegible] ایشان [illegible]

محجوب ماند

محجوب نه و بسبب ضعف نور بصیرت ایشان نماید لایق بلکه واجب تر چون
نه بینند که ستار حقیقی بر گناه بحجب عار مستور و در حین حیات آن فاضلان
خود نجنبیدند بر حق ستر قول ایشان کرده باشد بعد وفات ایشان کسانیکه
مناسبت استعدادی بانیشان ارباب مقلدان ندارند تر باشند اگر متابعت
ایشان درین مسئله اختیار نکنند بعض برهان سعادت لایح از کسی
که متابعت قول محقق کند مانند این نادر العصر بی تردد بر کند و قول طرف
ثانی را از اقوال مختلفه فهمید برای ادب صوری یا بی تمسک دست بدر نماز جمعه
چهار کانی به نیت معروف به طور تطوع بی زنیع با نبی ادا نموده این چهار
کانی به مثل چهار کانی عوام است بلکه عابد ایشان بنیک بوسته است
و نکات ایشان باطمینان قلبی برای استتار قول آن بادب مود درست و این
ادب صوری که گفتیم برای زنان عوام است و الا متابعت قول متحقق کشفی
عین [illegible] انعزال اصل حق [illegible] و محض ادب حقیقی ایشان
مجهود [illegible] فضل الله [illegible] مکتوب [illegible] ارباب
[illegible] فضلی تاجی باشند احقر عبد النبی سعادت [illegible]
[illegible] وقت [illegible] الاجمل الاتم [illegible] الافضل

الا ان الشرف للملائکة والفضل للانسان بعد سلام فقیرانه معروض میدارد

که سعادتمند میان غلام رسول حامل لطیفه امینه آن ملاذ را بالیکه استخاره

نماید داخل طریق حسنیه نموده شد از اسم ذات آگاه ساخته داز دردیانی

تسمیه نیز حق تعالی سعادتمندش گرداند باید که در صحبت خودش ترتیب کنند

تا لذت این راه یابند انشاء الله تعالی بعد تمام این راه مبنی و اسباب مطالع

ساوند در جمیع یاران احوال پرسان باشند والسلام والاکرام مکتوب سی و چهارم

به شریف و لقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر

ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن

خلقنا تفضیلا تکرم و شرف یافته نیازمند عبد النبی اسعد از دعای

بیجانه و توجه مربیانه بعد سلام فقیرانه معروض میدارد چون مدت چند ماه است

که ملاقات اعزه نرسیده اگر فرصت در فن دست دهد این عاجز را بالی

تکاپو الحال از شر [illegible] قدوم [illegible] سیاه [illegible] تعارانی

دستها [illegible] الحضور [illegible] حلوا [illegible] خزینه [illegible]

[illegible] زنبا [illegible] می باید

[illegible] که [illegible] فلد [illegible] تمام [illegible] والنبی

بلاحظه [illegible]

باحضور

ظهور نرسیده بفضله دیگر [illegible] ذریعت [illegible] گاه [illegible]

بسیار بزرگان [illegible] الی الله [illegible] علی الدوام [illegible] باز [illegible]

[illegible] غیبت بوده [illegible] زنده [illegible]

[illegible] شما [illegible] امین بوده الحجب [illegible] التسلیم [illegible]

[illegible] دلا [illegible] از [illegible] وحی [illegible]

[illegible] یاران [illegible]

[illegible] الدنیا [illegible]

[illegible] مکتوب سی و پنجم باشرف الاخوان محمد اشرف

[illegible] زمان [illegible] احسن

[illegible] الطرق [illegible]

[illegible] ابیخ [illegible]

[illegible] رزق التوکل [illegible]

[illegible] فی [illegible]

[illegible] والق

[illegible] عجب [illegible] کار [illegible]

لی برد و محکم شده اما کار بسیار بیشتر است تا زمانیکه حیات باقی است امیدوار
ترقی باشند و این ترقی نه از تشبیه بسوی تنزیه است لایق ترقی در تنزیه است
مرد باشند دنیا و افانی بینداشته بجوی نخرند و چون سعادت شعار میان علی محمد
درینجا هستند و از اسم دار شده بودند باید که از نفی و اثبات تعلیم فرمایند
دارد و خطاب نصیحت و ارشاد بعضی نتواند زیادتی بهره مندی نموده باشند و حکم گویا شد
و حکم گوئی یاران خود را تعلیم نموده باشند و این عاجز را گاه گاهی یاد نموده باشند
و فقر را لازم ذات خود فهمند و از طلب فقر و توابع را تجرید پیشکرده اند ما کتب
شمان مفهوالان این حرکت نیز در رسله بعنوان محترز کرده و السلام علی من
اتبع الهدی مکتوب بیست و ششم بمحمد اشرف صدور یافته العالی در اسلام نه از منزل ابر داد
و باید ... تحقیق مراتب اصلی طلبی در لا است مرقومه شمال ... سبب
اما غایت این همه مراتب که قوم رسیده داخل دایره احصر است و حقیقه مرتبه ولایت
و نبوت انبیا علیهم الصلوات والتسلیمات بیشتر است و موقوف بر دعا ... اما بعد
که معطا است بشارت امیر است آمد بر همین نسبت خود را اهتمام احتیاط دارند
... واسطه ... واسطه ... واسطه بیکی را واسطه تعلیم
که تست الحجابست دوم واسطه اصل امر تر الحجاب است چون در سالک میسر گشت
سعادت

بتابعیت آنحضرت علیه السلام بنور تعلیم جسمانی و روحانی اولیاء و انبیاء

استعداد ذاتی او قوتی و سعتی پیدا میکند و قابلیت به تعلیم علم لدنی

او تعالی او را می یابد جایز است که از الله تعالی بیواسطه تعلیم جسمانی و روحانی

اند تا او هم نیابد اما بدو شرط یکی آنکه جمیع اوقات از تعلیم روحانی فارغ نشود اگرچه

دریابد که او رهنمای از انتساب و دوم واسطه [illegible] هیچ وقتی از اوقات

قطع نشده است و هرگاه قطع آن قایل شود علامت عدم قرب و ترقی ذات

است بحال الله تعالی دوم در رفع واسطه مطلق کمال نفهمیده از زاله

معامله بالعکس است قابل شدن [illegible] الایتی [illegible] است از واسطه

واسطه اند لهم است [illegible] السلام علیکم و علی من لدیکم اجمالا تفصیلا الفقیر

مکتوب سی هفتم بمحمد اشرف صوصدور یافت بسم الله الرحمن الرحیم

ولدی [illegible] الکاتب [illegible] و من لم یسلک طریقی فهو لیس لولدی السلام

علیکم عن الارادت دوات ذاتی از فهم عبارات که مرقوم بود اگرچه

دلسوز او حیف بخش است اما داخل اسراف است معانی این اجمالا یا مفصلا

در صفحه بال او بنگارید دو وقت عمل شنبه در روز نه بنگار او [illegible] بیدار

فرستاد خدمت دانند والتقا مکتوب سی هشتم بمیان محمد اشرف جمیع السلام علیکم و رحمة الله

وبرکانه سعادت مشرف اند در نصیب اشتروت باد و از زیاد غرور زیاد غرور
محفوظ و مسرور اگرچه مسافت در میان ایشان احبت یاران در جهان
و نهانست بعد صورت ضرر ندارد در محبت ایشان نیارد در گوشتند
تا جام محبت نوشند قطعه تو از تن ... دلی اگر جهد کنی احبابی پرسی گرد
تو نیابی برخیزد ای الحیندان بروانیم که دوئی برخیزد ای در بهشت دوئی به ردی
حق سبحانه محبت صادق را از حقیقت صدق که جامع فنا و بقا حقیقی است
بهره مند سازد و بغلبه وجود مطلوب ذره ذره انیت را مضمحل و معدوم گرداند
و از ننگ ناموس دنیوی خلعت بی ننگی و بی نامی پوشاند چنانچه بزرگی فرموده
بیت از ننگ چه پرسی که مرا نام ز ننگ است ٭ از نام چه پرسی که مرا ننگ ز نام
است ٭ متعلقان ظاهری و باطنی ایشان را بالیشان تعشق گرداند
که چون دو دل متفق شوند کوه را بشکنند غرض از بی نامی را نام و
و بی ننگی را ننگ این دم از شما جدا اند در حال فی الحال برهیچ یکی اعتماد
ندارند ذات او تعالی که از خودی خود هم بکند ... غرضی
مرادی را در میان ندارند در محبت او تا محبت ذاتی متحقق شود و ذره
خود واقعه را قوم فرموده بودند خوب است الحمد لله شکر خدا بجا آرند

که بزرگان این نسبت رحمت بی شمار حاصل نموده اند درین خاندان
عوض مجاهدت شما و اعتقاد راسخ بر پیر و متابعت سنت سنیه
میطالبید اگرچه بی ریاضت و مجاهده کار کماهی راست نشود داشته اند اما با وقتی
کریم متابعت نبوی بوقوع آید ام الریاضات است چه نویسم بخدا سپردم
بخدا سپردم بخدا سپردم امیدوارم که حق سبحانه ببرکت شما جوانان صادق نیز
عاجز بیچاره را مغفرت نصیب کنند و سعادتمندی ده خورده از تشفیع حال
این نسبت کرده اند که مثل خوب خواب و غاشی در نظر می آید لهذا تشفیع هم کامل ترمی
باید والسلام مکتوب سی و نهم بمیان محمد اشرف قلمی گردید

باسمه سبحانه تفویض کار و بار محبان نزدیک و دور بخدا است بل جناب حبیب
تفویض نیست همه ظهور او است بل مظاهر مفصله خود ظاهر و حاکم او است بعد
سلام نیازانه از احقر دعاگویان عبدالنبی اشرف محبان مطالعه فرمایند
چون مدت گذشته از خبر آن عزیز سمع جسدی و روحی بهره سعادت حاصل
نکرده بنابران در عین وقت گذاشت چشم پر آبی و قلب پر درد و خرابی بود
حق تعالی این عاجز را از لقای آن عزیزان پر نور شرفی خاص عطا فرماید
توقع آنکه در ترددات کسب جنان باید نشوند که خط عبدیت رخت بربندد

ذات ایما کلیه یاران خردی باشند و کتب مصطلحی اختیار سند

اختیار خود را نازع دارند و الا امام الکرام وعلی مرتضی نیز یکم التفا مکتوب جهلم

بمیان محمد اشرف القوم التقیهم اخوی متفقی بعد سلام مطالعه فرمایند

میان محمد کمل با برادر خورد خود بموذ هستند اگر حیات باقی است بر وقت ایام

تشریف خواهند فرمود اوقات را بشرع مرتبه دعا لیه بخدمت سنجید حیب

بمیان ... فاضل حبود در جواب خط نوشته شده که در است دفاتحه خیر خوانا

التفا مکتوب جهل یکم بمیان محمد اشرف ... الصدق ... امین ... الالف

... سال و سبع ... در ...

... الغرض قطعه ... باحق ...

... که ... است ... هستی ... است که ...

است عزیز ... اینجا آثار ... است ... که ... در الحال اگر نقمیت

هم در ... علیکم ... حقیقت در

... که ... باشند ...

از خود ... ذاتی ... وجو بلبه غیبه و لنقا در دو

وبصیرت ... که ... دیگر مشهود ... استر تبه را

ایشان را

ایشان او امر را اجتناب از نواهی است بلکه ارتکاب امور مباحه هم ذنبی است

نزد این طایفه حسنات الابرار سیئات المقربین مشهور است با برکت باشند

تا بیست روز از جا نجنبند بعد از آن اختیار دارند مکتوب چهل و دوم بمیان محمد اشرف

صدور یافته [illegible] بمتابعت اشرف العرب افضل العجم نواخته باشند

[illegible] نام فقیر را مطالعه نمایند چون مدت مدید از ملاقات گذشته دوری پدید کند

این جاه باید حقوق دینیه بخدمت متعلقان باشند اگر قوت اخلاص را

رهبر نمایند قلیل و کثیر بصحبت شریف مند سازند زهی سعادت اگر خبر بی ادبی

هست [illegible] باشند [illegible] مکتوب چهل و سیوم بمیان محمد اشرف صدور یافت

[illegible] کرده که [illegible] یاد خفته اوقات را در صحبت اهل هوا گذرانیده شنود

بر باد میدهند بهتر از ذکر معبود نفهمند اگرچه ذکر متلبس باشند جمیع اوقات

[illegible] دین غم نمایند آگاه باشند تا فرصت در هیچ فعلی بر مرکز سر راه نیابد

اگرچه [illegible] اهل عرفان باشند [illegible] شکر حمد منعم اگرچه اظهار نعمت حمد الله العطیه

[illegible] سود و غرض [illegible] دار نشود از فرصت دیگر است که لا تفرح

نبی الله [illegible] الی الله [illegible] فرموده و حمد دیگر است زیرا که قل الحمد لله

فرموده باید که درین ارتکاب امری از امور باطن از حقیقت خضوع که آن رخصت

فنا است غافل نشوند ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء ازخصوصیت

طریقه آسنیه برای جلای نفس از قلب است اگر این نسبت نفس از

جدا نیست در هر فعل بهره خواهد گرفت بهدیکم ربکم الله الینا مکتوب چهل چهارم

بیان محمد اشرف الاخوان بجوع بعضی درعیان جسدی و الما کید را

بود در سیری و سیر بخشی و آب دهی توابع ... مسلمین

رقعه مشفقانه در باب ... برخوردار کمل که امیر نسبت ... و بار

... بود ... باید که آن را ... و ... ادب ... تمام ... بار

یاد کرد گویا ... محبوب آن ...

والتسلیم ایضا کا ... تکمیل ... خانه

برخوردارا حضرت پیغمبر ما صلی الله تعالی علیه وعلی آله وسلم چون

... در روح ... بر همه پیغمبران علیهم الصلوات والتسلیمات اند ...

... جمیع مراتب باشند وچون توابع را بهر ... کار ...

باشد یا فعلی رجوع بسوی ... خود می باید خواه رجوع جلی که ...

اختیاری دارد وخواه رجوع ... که تعلق بفعل اضطراری دارد ...

ازدواج را اگرچه مرتبه تکلیف شرعی نیست امری اختیاری ...

من کان علیه الصلوة والسلام ... اعزوا ... ربکم ... وادعوا ... الیکم ... والسلام

... علیه الصلوة والسلام

نبايد محتاج معلم اند معلم ذران مرتبه متبوع اين نسبت كه روح حضرت

است بس نبي خبر دهنده و معلم نيز خبر دهنده است پس چون اين معني

در عالم ارواح درست آمد در عالم اجسام هر نبي كه ظهور فرموده مقدمه

ظهور اين ان است و منشا تعليم كل حقيقة ايشان است قناعت صرف

در طلب تلبيسات كه ... و در بين فصل تلبيسات مي آيند پس جمع دو

در يك دفعه درست آمد و السلام ... تتمه سوال ميان محمد و مكمل

كه اين مكمل بجناب فيض مآب مي رساند تسليم آن مقامات افعال

نزد ميت دا حتراز از افعال خصوصا مهما امكن تعليم ايفاء عهود كه فيما

بين و بين الله ... بعض امور عاديه كه از عاجز بوقوع آمده تعليم نقش ملامت

لا يعين بر لوح دل منقش نگردد و از ملامت ملالت افزايد تعليم حفظ

اوقات از غمض العين حفظ الحال قول اكابر مشايخ است مع ذلك اداي

حقوق واجب چنانچه خدمت والدين رحمهما الله تعليم قلت طعام و كلام

و منام بحيثيتي كه نوع ميسر آيد و ترغيب بر نتايج عاليه آنها در فارج و ترتيب

بر افزوني آنها تعليم اوقات را بجمعيت چگونه صرف كند و اگر تفرقه

دران واقع شود علاجش چگونه تعليم مبتدي و متوسط را بهتر عزلت است

یا با آگاهی جلوت هم تعلیم احتساب بی قدرت باید مناسب
یا نه بمکتوب جمیل بقلم ببیان بکمل غرض من مدام آگاهی از حساب معبود
و فنا نفس که پیچ اول مداو تعلق دارد بسبب فنا کلی نوی
که حریم وصل را محرم نوی الا عزیمت آنکه وقت
گیرد کما قال الله سبحانه رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ الله
خطره از ظهوری از ظهورات مطلع نموده در دفع آن
خواهد ذاکر مبتدی و متوسط را خلوت بهتر صحبت پردازند
احتسابات بزبان یا بدعا در حق از سوال هرگاه
یابی درو ذهن شود نسبت کم بود سبحانه
چیست شاید خطوات وقد صحت بسم الله الرحمن الرحیم
الی الله سبحانه بالله منه عن التعلق کلمه
صلی الله علیه وسلم قال انه لیغان علی قلبی فاستغفر الله
مرة علی اختلاف الروایة سوال الله
رضای مخدوم را کاسته برای خدای که حضرت
مظهر کمالات ذاتی و صفاتی آفریده و غرض از کرم

اندازند اگر از ازل محروم است چاره ندارد و هر چه رضا خراکم الله فی الذین خیرا جواب محروم هستند معمور آید اما چون کل شیئ عنده بمقدار عالم الغیب والشهادت الکبیر المتعال قول سبحانه است بر قدر او و سبحانه تعالی در هر زمانی ظهوری دارد شاکر و صابر باید بود یعنی هر وقت آنچه مقدار رسیده بران شاکر و آنچه برای اوقات آئینده موقوف ظهور آنست صابر باید بود [illegible] از خواطر [illegible] بیت عافاکم الله سبحانه [illegible] یافته بخاطر جمع بکار کمال و تکمیل مشغول باشند و جشن [illegible] کنند والسلام مکتوب چهل و هشتم در استغفار طالب بجانب میان محمد اشرف

آنان که خاک را بنظر کیمیا کنند قطعه آیا بود که گوشهٔ چشمی بما کنند یک نظر از فنا که [illegible] تنهی بنوم [illegible] سگ [illegible] نجم الدین [illegible]

خاک [illegible] خاک [illegible] اهل [illegible]

[illegible] خرابی بر خرابی [illegible]

بقا [illegible] شاید عزیز من خاک [illegible] خاک است [illegible]

[illegible] کیمیا [illegible] حقیقت [illegible]

در خاک خاک [illegible] نکنی بلکه [illegible] والسلام [illegible] است

که در مرتبه نور اول از همه قابلیات لانهایات اخلص و متبوع اتم مرتبه است

و خاصه خلاصه انسر و در جمیع تابعان از صفت انسب است و مظهر جامع

و اجمع صفت الوجود و اجبی است و مراد از خاک شدن خاص پوستش

است و ادنی مرتبات پوستکی با صل قطع نسبت و اضافات از حوا

و انتساب همه بنظر کمالات متعالیه ذاتیه او تعالی حاصل در مرتبه محبوبی ذاتی

است چون چنین شد فنا اتم حاصل آید پس ستنی که در استنار از برای

چه او ست همه از دست عزیز من اگر چه در صورت این خوبیست بخسبند ظاهر

کمالات منماید اما بما فوقانی بنگر که معامله بر عکس است و کار در این استر غادی

استعاره ضروری حق سبحانه حقیقت کمالی میسر آرد تمام حسد تا در یکه

پیستانی منتعر از انست هر روز تا چند نویسیم کاغذ کوتاه دامن خمه

قلم بی انتها و السلام و الاکرام بهتر آنست که اگر توانند نماز جمعه در شهر

میسر شد و الا در مسجد قصبه تنها کنی لیس اتانی داشته باشند باذن قاضی

برای شرط مصریت کافیست مکتوب چهل و نهم بمیان الهداد که میر امین و بهادر

دستوری که خشنود از شیست و کمال برای خادمان حضرت شیخ سلمه ربه مرسلو لذت

الله سبحانه و تعالی تقوی شعار خدا داد میان الهداد از ابراهیم

نسبت نشستن از ناصل شدن با امر ... سبب همان نفت ... بست ... الی آخره و این نسبت ... بعنق و عیت ... بحسب حق ... بحسب ظاهر و باطنی

کهنه که تقدی

[illegible] است و تجرید صوری که در عامه در فاضه ولایت بیشتر است

[illegible] تجرید نورانی که عبارت از حقیقت تجرید و تفرید است

[illegible] خصل [illegible] اخواص و اخص الخواص را از آن نصیب است

و [illegible] بیدبانه [illegible] بخشیده و جا در عصمت عطا نموده

[illegible] حقیقت [illegible] کلمه بابی نفس برکت

[illegible] ده و از جنس کثرت بنقود وحدت متصف ساخته

[illegible] و محبوب اند فرزند مکرم گرداند و از لفظ و معنی

[illegible] مطلوب حقیقی که بی کم و کیف ورای جهات [illegible] و ثمره

[illegible] دایم الاوقات باستیعاب کامل باطن العزیز را بتوجه تام

[illegible] و هر ذره را از ذرات کائنات بنظر ولی غیر [illegible]

[illegible] ذاتیه سبحانه [illegible] نسبت اصلی بکلی مرتفع شود

[illegible] حاصل آید نه از تو نامی ماند نه نشانی هرچه ببینند از آنجناب

[illegible] از آنحضرت [illegible] توجه نماند و توجه و متوجه در رنگ

متوجه الیه بیچون نماید بلکه ازین ترقی در ترقی دست [illegible] و تخلیص

[illegible] سالک وصول متمم شود

نجیبه‌گان اگر به عزیز من از صحبت اهل غفلت منتهی نشستند خصوصا منکران

دیده را از اعدا عدو شمارند اگر چه در صورت نور و دوستی باشد چون اندازه [illegible]

ستم قاتل اند بر تست آخر که قبلا دقت در حقیقت [illegible]

ملکه دارای [illegible] ثمره ظهر رساند [illegible] از آن [illegible]

وا رفتن [illegible] از بار رفتن داد از صحبت [illegible] جمعیت [illegible]

و در روز [illegible] عزیز من کار [illegible] است [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] بوده خود می گذارد

[illegible] ذکر اگر [illegible] طریق تقریر محن مجامع

بجا [illegible] هیچ خطر است که دیده نخود در بین ساعت و روز و ماه و سال در نظر بیاید

است بلکه همت عالی باید بکار داشت و تمام عمر را یک عمل در جنب مقصود

نهی انکار شد در مراقبه و مجاهده باید کوشید اگر بعد از عمر هزار ساله مثقال جمعیت

دست بدهد غنیمت از عطایا دو گویا در حقیقت بکعبه مقصود رسیده شد

بر احوال و حکایات اولیا الله نظر کنند که حصول کمالات بایشان بعد قرنها

در یافته میشود هر چند که خطرات در بعضی زیاده و هجوم نماید که همت زیاده باید

و بر شیء نیاید گرم بفضل خدا در حق ساعتی ضرر ندارد بلکه سود مند اند توجه بر نفس

معظم است از ذاتی بر کمال همت باید بکار داشت نفی و اثبات اگر از ذات

باید کوشید تا خس خاشاک خواطر سوخته گردد اولیا را طاقت داده اند که در ایام عمر

از کعبه مقصود مطلع سازند و به مقصود اصلی برسانند اما چون سنت الله تعالی

در حق جملی افضل مخلوقات که انبیا اند علیهم السلام نیز بتدریج واقعه است

از این طایفه که توابع اند نیز مشقت و محنت زیاده میخواهند و این مشقت که در دفع

دشمن دین روی نماید فی الحقیقه بعاشقان راحت و لذت است علیکم بالامر و الاسلام

علی من لدیکم و در درود حضرت چه شود اگر جمعیت دست دهد بهتر است که بعد نماز تهجد

میخوانند بالحاح و زاری اگر گاهی آن وقت میسر نیاید بعد اشراق و غیر ذلک میخوانده باشند

مکتوب پنجاه نهم بمیان محمد صادق صدور یافت

اللهم اعطنی ایمانا صادقا و یقینا لیس بعده الکفر حق سبحانه تعالی ما را ایمانی و یقینی

مرزوق گرداناد که بعد او کفر نباشد بس یقینی که متیقن در قید اوست باید که رسیده

و بعد آن تتمه کفرست باید زان طالب ترقی بود و عروج نمود یقینی که بآن تلقین

نموده ایم یقین نهایت است که رسول خدا در حدیث از آن خبر میدهد صلی الله علیه وسلم

الغرض که هر مرتبه را که مقید به یقین می یابد در قید یقین است در نفی آن دریغ

نفرمایند و از قطع آن در غم نباشند حتی که یقین یابند بر متیقن غیر مقید و غیر

مدرک الغرض چون چنین است زراه شما عطا فرموده اند حمد او تعالی بجا آورده

امتیاز

و امیدوار ترقیات باشند و حقیقت حمد این که آنچه لایق مینست در نفی

آن مجاهد و بلیغ فرمایند که هر مرتبه جا[illegible] حق و ذهن اهل باطل [illegible] السلام [illegible] کرام

مکتوب نجاه و دوم بمیان محمد قایم ساکن [illegible] لاهور [illegible] عنقریب [illegible]

[illegible] گرده [illegible] نیست [illegible] دیگر است [illegible] کاری [illegible] شنیده اند

که شما [illegible] هم قدمی [illegible] چه کمالی [illegible] [illegible] موس

چه مصحاب [illegible] و موسس [illegible] قطع علایق [illegible] و رجوعی

خواهند بلکه در عین گرفتاری ما سوای حق وصول در جائی که موقوف بر نفی

ما سوا است می جویند آری محبتی که از سر وهم است قوت وهمی دارد و قوت وهمی

غالب

غالبیت بر تعلقات نفسی میسر نیست عزیز من این بیچاره هیچمدان ظالم

جاهل قابل مرحمی که در رقیمهٔ ایشان مرقوم است نیست بل واسه هیچ نیست

هیچ نیست با وجود هیچ مدانی خویش متوسلی و متصرفی نمیخواهد مگر صادق که طلب

حق داشته باشد و خود را انا فانا در راه حق یافته قبض از ما قابلیت استعداد

خود داند و بسط را از نور توجه مرشد الحکم الحاکم مجنب امور مربی در ریاضت و مجاهده که محکم

بسته باشد که اگر نصیب من در حین حیات مرشد میسر گردد فبها و الا آخر چون

مراتی است در زمرهٔ طالبان و مجاهدان محشور گردم و اگر طالبی با این همت بالغه

یافته شود از این چه بهتر که زمین باطن او بآب شفقت و مرحمت تازه و سیراب گردانیده شود

و امانتی که از عزیزان بخود رسیده باو رسانیده آید عزیز من تکلیف این امر بسیار کن داده

اما چون استعداد اکثر ناقص یافته را تا فته السلام علیکم و علی کل من لدیکم مکتوب

پنجاه و سیوم بافوری حافظ عیسی کیلوخوی میان حافظ عیسی از عرفان حقیقی بهره ور باشند

مرقوم بود که در حدیث قدسی واقع است کنت کنزا مخفیاً فاحببت ان اعرف

فخلقت الخلق لاعرف از این حدیث معلوم میشود که مقصود از خلقت عالم معرفت

حق سبحانه است لیکن ایشان در حق گرگی معرفت بنصیبت او زیبا ندیده و است در حق غیر او چه گونه

باشد سعادت اطوار معرفت بر دو مرتبه است معرفت اختیاری و معرفت اضطراری

بهر فردی از مخلوقات در عین بدو خلقت او حاصل است چنانچه آیه کریمه
یسبح لله ما فی السموات و ما فی الارض مشعر این معنی است و معرفت اختیاری
بر دو مرتبه است معرفت عام و معرفت خاص و در معرفت عام جمیع انسانات
ذو عقل مشترک اند و درین معرفت عام کفره نیز داخل اند اگرچه بسبب آنکه به انبیا
علیهم السلام منکر دیده اند بهره از قبول ندارند چنانچه در آیه کریمه واقع است
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اما مقصود
از خلقت چون معرفت الله سبحانه است قبول باشد یا نباشد سوال
وارد نشد و معرفت خاص بر دو مرتبه است خاص و اخص معرفت خاص آنکه
بعد معرفت توحید ذات و صفات قبول جمیع احکام شرعیه بلا تفاوت
و بلا ریب باشد اتیان اوامر و اجتناب نواهی باشد یا نباشد این معرفت
نصیب مومنین عام است و معرفت اخص نصیب کسی است که با وجود تقید جمیع احکام
شرعیه اتیان و اجتناب باو عطا نموده اند این جماعه مختص است باسامی
انبیا علیهم السلام و اولیا قدس اسرارهم ذلک فضل الله یوتیه من یشاء
و الله ذو الفضل العظیم مکتوب نجاه به یارم لعزیزی صوفی رب فیث معادت شعار آنچه مرقوم
بود که هرگاه روح بهمه جسد محیط باشد لبنسبت افعال که بسوی جسد منسوب مینمایند

دیهان

وجه آن چیست جواب فعلی که در صورت بوقوع می آید خواه حرکت
وسکون خواه مشی خواه قیام چون در ظاهر صریح بجسد تعلق دارد ومعامله
روح اگرچه غالبیت اما مخفی است لهذا صورت حال را از نسبت افعال
بسوی جسد چاره نیست لهذا این نسبت قیام جمیع افعال جسدی بسوی روح
است پس بعد سلوک چون جسم مغنی کشوده میشود این نسبت را بسوی
روح می یابد بلکه چون از ترقی می آید این نسبت افعال از روح برگشته
بطرف فاعل حقیقی الله سبحانه متحقق میشود ودر روح بیچون نسبت بلکه
بیچون نماست مجهول الکیف است پس فی الحقیقه کیفیت چون دارد
لهذا درمیان بیچون حقیقی که معدوم الکیف است درمیان بیچون نما که مجهول
الکیف است فرق هویداست که هرکه چون دارد اگرچه مجهول است در مرتبه
تقید است و هر مرتبه تقید حادث و محتاج است بالذات الحادث الی الارباب
ودر آیه کریمه والذین کفروا اولیاءهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات
نسبت اخراج کفار بسوی ظلمات بطاغوت نسبت فعل بسوی سبب است
چون طاغوت سبب ظلمات کفار شده اند لهذا نسبت فعل بطرف طاغوت
نموده اند فی الحقیقه نسبت اخراج کفار از نور بصفت قهریه الله سبحانه است

که طاغوت سبب آن شده اند و چون معرفت عام که کفار نصیب است از ظهور
صفت قهریه است بس لاجرم کفار از ولایت حق محروم اند زیرا که ولایت
حق نصیب اهل معرفت خاص است که مظهر صفات لطیفه است مظاهر قهریه
با ولایت حق چه کار ظهور صفات قهریه اقتضا ظهور متحظر منظهر دارد نه اقتضار
ولایت حق ولایت حق از ظهور صفات لطیفه است فلا نصیب الکفار
من الولایت الحقیقة نعم ولایت لطاغوت کما ورد فی الآیة الکریمة
والسلام مکتوب نمبر ۸۰ بنام نجم الدین عزیز بعد در تحقیق نهایت و بدایت بسم الله الرحمن الرحیم
بعد سلام فقیر از مطالعه فرمایند بدایت کار سالک از لذت یافتن از ذکر
الله سبحانه است و نهایت کار او مشاهده مذکور و این عبارت از نهایت مصطلحه
صوفیه وجودیه است اما بدایت کار در ولایت اخص که ولایت ملا اعلی است
طلب نایافت مطلوب مذکور است و نهایت آن حصول نایافت و اگر این
هم سالک ترقی کند بدایت بعلم حضوریست و نهایت او حضور در حضور در حضور
علمی دسط انیمرتبه بنفس و این مرتبه مرتبه آخره در ولایت خاص الخواص
دست میدهند منتهی بدایت و وسط و نهایت ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء
این تحقیق مراتب سه گانه ولایت که در بیان مذکور شد نسبت بمراتب مرتب تحقیق

واصطلاح حضرت پیر دستگیر نوری است قدس الله سرهم و این مجمل را تفصیلی
است که شرح طویل می طلبد و فرق در ولایت خاصه و اخص و خاص الخواص
همین است که در خاصه یافت مذکور مطلوب موجود و در اخص یافت مفقود
و غیر معدوم و در خاص الخواص حقیقت نایافت موجود و نفس یافت
معدوم و حق نهایت این مرتبه متحقق و ظاهر است پس یافت مرتبهٔ ولایت
خاصه که معبر بعلم است حجاب اکبر است که درو حظ لذت شهود سالک
محتجب از حقیقت مطلوب است و بعد از ترقی ازین مرتبه حجاب مسلوب
اما اگر نظر کنی نایافت مطلوب که در مرتبهٔ اخص مطلوب است نیز علمی است
که حجاب است مر حقیقت نایافت را که سالک بلذت نایافت محتجب
از حقیقت است چون درین هر دو مرتبه علم حصولی است لاجرم حجاب است مر مرتبهٔ علم
حضوری را و بعد ازین دو مرتبه مرتبهٔ خاص الخواص چونکه اهل آن بهره مند
از علم حضوری است لاجرم او را از حجاب تنزه و دوری است پس در مرتبهٔ
اخیر چون حقیقت ایمان بالغیب رسیده و هر مومن علم مومن بایمان بالغیب
دریافته است که گویا در عین انتها باین مناسبت رجوع ببدایت نموده
ایمان بالغیب همچو مومن عام ظاهر شده و نیز رجوع الی البدایت بمعنی

اگر چنانچه در ابتدا از تعلق تعلقات منتشی بود و در وسط تعلق را قطع نموده
بنسیان ماسوی الله پرداخته بعد النهایه باز متعلقات مذکوره تعلقی پیدا
کرده که بیان این تعلق در مرتبه غالبست ولیکن اگر مراد از معرفت و توحید
توحید و معرفت متصوفه است که خاصه ولایت خاصه است دامن معرفت
انبیا علیهم الصلوات و السلام از غبار این معرفت دور و بعید است
زیرا که این معرفت و توحید صوفیه خیال و وهم است در مرتبه ولایت
این جماعه عالیشان علیهم الصلوات و التسلیمات این گنجایش [illegible]
وهم و خیال است که ناظر مغلوب الحال اشیا را با آن معدوم می‌نماید [illegible]
و نیز موجودیت [illegible] بالقدریت [illegible] معدوم شده
آن هم وجود متمایز [illegible] بسبب وجود کمال که حضرت انبیا را در مرتبه حضور
در حضور میسر است چون [illegible] الله سبحانه [illegible] نهایت است و مراد از ترقی
ظهور انعام جدید ترقیات [illegible] ظاهر [illegible] که مرد [illegible]
که حضرت رسول خدا صلی الله علیه و سلم [illegible] انما
و این ترقی [illegible] شهود حضرت و التنبیه منزه [illegible] است که خطه
بیان [illegible] نیست ترقی [illegible]

چه خواند بس ظلوماً جهولا که از ولایت خاصه است دیگر است و در مرتبه اخص

و خاص الخواص دیگر هر یکی به نسبت ما تحت خود مدح و به نسبت فوق خود

مذمت این تیر اشارتست به نسبت تنگی کا عدّ بس بدان ای سالک راه

آن مراتب که بیان کرده هم خواه حصول تعلیم ذکر تربیت معانی باشد جسمانی

اکثر برای اتمام شدن مراتب تعلیم مرشد مکمل در کار است بعد دوت او

روحانی باشد یا در حال حیات و تعلیم جسمانی قوی ذلک الله سبحانه قادر است

اگر بالعکس ظاهر کند اما سنت غالب چنین ظاهر است که ذکر رفت پس باید فهمید

که طلب در ابتدا دست دهد و درد در وسط و عشق در انتها این انتهاء حقیقی

خیال نکنی زیرا که از انتهاء حقیقی است عشق قاصر معامله اینجا ورای عشق غائی

و فاخر لیس چنانچه از کمال تس عشق آن مرتبه حقیقی برتر است نیز از این اصطلاح

که طالب فانی گردد با مطلوب پس رفیع الشان است المرتبه حقیقی مرتبه

ایست که در وی حقیقت نفس الامری جلوه گر شده ناظر را در این مرتبه

اختیاری نماند که در نفی و ثبوت آن مختار باشد آری اختیار تا آنجا است

که منشا آن نسبت وهم و خیال باشد و این مرتبه متعالیست که حقیقت جلوه

که خفره را در انجا قدم گاهی نمانده است سیدی ذلک فضل الله یوتیه من یشاء

هر که را خواهد باین نوازد فایده هر نوری که در حیطه خیال آید مخلوقست قابل نفی است یعنی نفی هر نور محسوس و متخیلات در دایره مخلوق باید تمرد بس هر لطیفه خواه در عالم خیال متمثل شده سرخ یا زرد سفید نماید خواه نفسه هر که محسوس و مشهود گردد علامت صفا و تزکیه آن لطیفه است انکه سالک میل بآن رنگ نماید و آن را مقصود خود داند غلو باشد من سلک نفس سالک مطلقه احسنه مبتدای خواه متوسط آن باشد که بکجر ذات تعالی کیف حقیقی پیدا شود غیر را جای نباشد و هر چه محسوس شود قابل نفی باید فهمید خواه محسوس جنس خیالی باشد خواه محسوس حس ظاهر چنانچه بصر و سمع از نجاست که در عین توجه بمقصود دل تعین نمایند بیکیف باشد و مقصود از طرق اسیله و خواه مرتبه بیکیف باید فهمید همچنین اگر نور لطایف متمثل شود وسیله ترقی باید فهمید نه که عین مقصود باید دانست و نفعک الله سبحانه بمکتوب بنجاه و شش

سوال اگر ده اند عبارت شغل لوط نوشته آمد اول عبارت سوال را نماینده و مراد لطائف بعد جواب نویسم فنقول الحمد سبحانه لطایف خمسه در مرتبه لطافت اند فی باید که در ابتدای کار غالب بر ظلمات جسدی باشند حال آنکه مغلوب و مخفی اند در ظلمات عنصری غالب می باشند بعد سلوک و مشقت غلبه در اجلا پیدا میکنند

پیدا میکند و چه این حیثیت حجاب هر مرتبه عنصری حجاب ارواح و حجب لطائف
چون بعضی عندی تعینه تنشود و با الفعل حکم حجب پیدا میگردد و از خصوصیت نورانی
خفا پیدا می کنند و درین حکمت الهی است انها ند الله تعالی مراتب سلوک را
برای تشریح خود تعلیم فرموده و ترتیب سلوک بطور جذبه غیبی مر سالک را
ازین لطائف منفیه و از قید ظلمت برآورده بخصوصیت اصلی که نورانیت و صفا است
رسانیده بهره وصول بخشد ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء فایده سالک
قبل از تعلیم اسم ذات چون تامل نمود تمام وجود او با خطره است و عین خطره محفوظ
با خطره میشود بعد تعلیم اسم ذات نسبت بحضور آن گردد که غیر این اسم دیگر در دل نماید حال
سالک [illegible] دل را خطره ها گرفته اند در نوا چون صحبت اسم ذات در دل داخل
دل شد که در حقیقه دل خانه اسم ذات است خطره ها که بیگانه و از خانه دل را
گرفته بودند در جستن می آیند اگر جذبه از حرم [illegible] خطره فارغ میشود [illegible] غالب گردد
یکبارگی خطرات از خانه دل بدر میشود و سالک بقوت جذبه از زحمت خطره
فارغ میشود و اگر جذبه غلبه نکرد کار سالک بسلوک افتاد و خطره ها از آمدن
در خانه صحبت خانه را منع میکنند سالک را در نوا مجاهده با لشکر خطرات افتاد
باید که بقوت صحبت اسم ذات از کثرت لشکر خواطر مضطرب نشود و قاصد

باشد کرده جانب دل که اسم ذات است درو اجرا کرد و مزاحمت خواطر تا زمانی

که دل نیز در مجاهده و محنت کوشد یعنی سلوک همین است لیکن اعظم مساعی کرد

بلکه در دفع خواطر مردانه طور باید کوشید فایده رنگ قلب در عالم مثال گاهی سالک را

اگر نمایند شرح میشود اما در اول مرتبه سالک از این طور رنگ شرح غالبا منظور نظر

داشته باشد و اگر ذکر غالب گردد و او از بیدار گرداند [illegible] رنگ نشر از این ضرور نیست

موقوف دارد فایده این اسم ذات اگرچه مرکب از حروف [illegible] است و حروف

مخلوق الله است اما ذات حقیقی مبتدی را بی ترکیب لفظی این حروف دشوار است

لهذا در عین تکلم این لفظ حادث منزه از لفظ [illegible] مدلول این اسم دارد

لا اله الا الله محمد رسول الله لا را از ناف [illegible] بالا کشد از آنجا

کلا اله را بر بازوی راست باید آورد و از آنجا کلمه الا الله را کشیده بر قلب ضرب

باید کرد [illegible] باید افزود تا [illegible] و گردیدن گرم باید رسید است هر چه از این زیاده

شود بهتر است فایده در عالم مثال آنچه رنگ [illegible] یا سرخ یا غیر از این مقصود است

[illegible] باشد [illegible] که از رنگ خارج بیرون است از انوار قرار باید داد خیال

اگر از [illegible] را نهم عادت است و اگر ذره خیال باشد از قبیل خیالات

[illegible] القا شود [illegible] خیال [illegible] و نوری که بجناب الله سبحانه مختص و قدیم

است

ترتیب [illegible] [illegible] و این [illegible] در شرع [illegible] در یک [illegible] کرده

ابن ... آن ... بهره الله ... بت چه حدود و در ... تا ... نا ار زن

نور ... بهره بالی است بار ده ارا ... رسید ... اهم فایده مرکه محو سد

معلوم ... عدد و موقوف داخل است ... امور این محجوبیت وفنا

کسالمک دلان مرتبه امور بار حضرت شود ... اهل ... نیست اتصال دارد

فایده لوکردن شروع ... نیست ... و علم محبت را ترکند فایده حاز

امور منهیه است ... اران احتراز باید کرد که ظلمت السار ... در دل حال ... ادرا

... الی ... و آیته کریمه انا سو ... العدم ... الذکر ... ر

فایده ... ار راکه ... را ... الذکر ... ع ... الذکر ... ده

... اهم ... ... ادر ... المن ... ملکوات الفسا کانات

کامی ... بعنی ... ادی ... دکرد کاهی ... یعنی ... و عمر ماند دیگار ...

ماندن ... السام ... باسمه سبحانه ... رازکر حضرت رب الارباب بی لطف

حقیقی بر دو مرتبه است ذکر نیست ملباس ... کند ... ذکر لباس ذکر ملک

حاله مبتدی او متوسط ... الماد کر ملباس لباس ... نطقه

... ایت ... اهم الدول ... چهت ... بی ابدان ذکر صفات شده است

مبتدی ... با متوسط و اکمل ... خداوند سبحانه ... است اسم الهادی

تمامش را او بسط و مجمل اما صاحب لباس [illegible] رساند [illegible] که

باطن را بصاحب لباس [illegible] تنزیه بحضرت الکامی [illegible]

نشناسد صاحب تنزیه است اگرچه معاینه [illegible] از تلبیس حاصل

نیافته اما در غایت بعید است میان او و ثانی او [illegible]

از صاحب لباس اشیاء [illegible] است و ثانی او دلالت [illegible]

ازینجا باید فهمید که کمال استعداد حضرت نقشبندیه قدس الله سره [illegible] که قبل

از فراغ از ابتداء و توسط در عین احتیاج بلباس [illegible]

عارست صاحب هوشیاری است فطر الله [illegible] آن

اگرچه وصول ضمنی دارد اما کو با اکابر [illegible]

این نسبت ترتیب [illegible] اسم الدلیل است و صاحب [illegible] مربی او اسم الهادی

است ظلال این راه مربی خود که اسم هادی است [illegible]

خوف واخل است فایده آری این [illegible] که آنها لا خوف

علیهم در آخرت [illegible] واجب [illegible] چون [illegible] ذاتی هر علوم کم

ایشان کرد [illegible] الا جهه مختص شده [illegible] عین شیء قدم کرام [illegible]

ولا را است [illegible] اگر گفته شود کرام [illegible]

عین می گویند گوئیم که نسبت عینیت بی ملاحظه طرفین متحقق نمیشود پس وقتی که طرف ثانی بمرتبه عدم نسبت رفت باب عینیت او با موجود منتفی گشت پس او نسبت واحد حقیقی که عین ترکیب باشد در عینیت ندارد معرعه چه نسبت خاک را با عالم پاک و خالی نیست غیر حق را می یابد یا نه اگر می یابد پس عینیت با لک بالعالم از ل کذب محض است و اگر نمی یابد نسبت عینیت این وقت خلاف قواعد عقل است فافهم والسلام والاکرام سوال در حدیث قدسی مضغه را اول ذکر کرده اند و قلب را که لطیفه نورانیت بعد آن وجه چیست جواب اگر از مرتبه ادنی با علی سیر کنند اول ذکر مرتبه ادنی ضرور است و اگر بیان از مرتبه اعلی با دنی اید ذکر اعلی مقدم الوقوع است سوال هرگاه کیفیت اصل لطیفه معلوم نباشد و بهره یابی از ظهور معانی و تجلیات آن لطیفه باشد ناظر مصدر ظهور انوار قلبی که در بعض مکاتیب نوشته به چه طور بود جواب ناظر بر دو مرتبه است اگر در میان حجاب ظلی است چون حجاب در میان نیست وصول این ناظر را منظور ذاتی می گردند و اگر میانه باشد مشغول شهود است این وصول از وصل اصلی منع نمایند سوال حضرت پیر دستگیر فرموده اند النفس متولد من الروح و الجسد تحقیق این دو را مفصل بیان فرمایند جواب الله سبحانه خود را از ارنعم عباده

مخلوق فرموده و روح را از نور محض خالص بی شائبه ظلمت آفریده
بحکمت بالغه و بعد نفخ روح در جسد جسد را بحکمت بالغه عالم دنیا
و تشنیع گردانیده اما تن جسد از روح ممیز و بنابر آن لابد از مقتضای
عنصر خاص ظلمت و کدورت که منشأ کفر و معاصی و نجاست مرتبه
روح نور و صفا که باعث ایمان و طاعت ملکی از روح و مرتبه مجبول صفت خود
خاصه خود است و غرض از تخلیق این هر دو نه ترکیب وجود و فعل اختیاری است
و آن موقوف بر هیئت مجموعه اتحاد ظلمت و نور لهذا قدرت کامله از جهت
جسد ظلمات عنصری را علو داده از اطراف روح ظلمانیه نورانی را هم
بخشید و در مرتبه برزخیت آن هر دو جمع ساخته هیئت مجموعه اراده را
آورده و جامع متقلبات ایمان و طاعت و کفر و معاصی گردانیده و از
جمیله مجبوریه برآورده بصفت اختیار موصوف ساخته نفس نام نهاده از اینجا
است که حمل امانت را که در آیه کریمه واقع است قبول کرده امانت آورده
و مظهر کمالات صفات جمالیه و جلالیه گردیده بفعل الله ما یشاء و یختار
چون این تحقیق تفصیل زیاده میخواهست بر ضروری اکتفا نموده آمد
جای دیگر انشاء الله تعالی تتمه آن بحسب فهم رکیک بیان نموده خواهد شد

والسلام

والسلام مکتوب بیست و هشتم [illegible] بسم الله سبحانه بدانکه ذکر پنج لطیفه

[illegible] واقع است لطیفه [illegible] بهره یابد ولایتی است

از ولایت ثلاثه یعنی ولایت عامه و خاصه و اخص و خاص الخواص و اخص

الخواص لطیفه قلبی در ابتدا و وسط خود بهره یابد از ولایت عامه مطلق و در

اولیا است که از ولایت خاصه نامند و در نهایت لطیفه قلبی در ابتدا و

وسط لطیفه روحی بهره از ولایت خاصه است که از ولایت عنقا نامند

در نهایت لطیفه قلبی [illegible] روحی در ابتدا و وسط لطیفه سری

بهره از کمالات [illegible] است که از ولایت اخص و تعبیر بعضی اکابر از ولایت

علیا [illegible] و در نهایت لطیفه سری در ابتدا و وسط لطیفه خفی

بهره از کمالات ولایت انبیا است که از آن بعضی محققان ولایت

کبری نامند و در نهایت لطیفه خفی در ابتدا و وسط لطیفه اخفی

بهره از کمالات نبوت [illegible] است علی حسب استعداد الاولیا و در

نهایت لطیفه اخفی حصول خاص نفس ولایت و نبوت انبیا است

[illegible] منصب نبوت علی حسب مراتبهم علی نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات

مکتوب [illegible] بعزیز چونکه [illegible] رنگ شد [illegible]

چون به بیرنگی رسی کان داشتی موسی و فرعون دارند آشتی مراد از بیرنگی مرتبه

اطلاق که تعبیر از دران را احدیت داند از رنگ تعدد مظاهر و کثرت تعینات

و از رسیدن انعکاس آئینهای متکثره از نور آفتاب وحدت را اتحاد

موسی با موسیی که شیخ شریعت پیغامبری مرجامه‌ای دیگر را و از رسیدن

به بیرنگی رجوع نهایت بسوی بدایت و آشتی موسی و فرعون از انحلال

تقابل صوری و تعین تشخصی برچیدن بساط تکلیف از میان برداشتن

آئینهای مختلف الالوان که موجب تعینات اکثرت اعرا و از شرح میر محمد رضا عفی

عنه فقیر میگوید که آنچه مخدومی میر محمد رضا در شرح ابیات مصدوره السدره فرموده

بسیار پاکیزه و زیبا است اما این معنی مناسب تشخص فانی مینماید زیرا که

حضرات شما را اضمحلال ظاهر و مراتب تقید است حتی که علم شما هم اگر در تشخص

فانی باقی بحال ماند شما در حق او ثابت نگرده اند لهذا رسیدن به بیرنگی را

میر مرحومی در شرح ابیات تقید با ضمحلال تعینات از نظر عارف کرده

چه تعین عارف و چه تعین غیر عارف در این معنی اسوا خود دارد شوند اول

آنکه از رسیدن به بیرنگی انعکاس آئینه‌های متکثره از نور آفتاب مراد دارد

اتحاد و تشبیه رنگی آنکه آنچه در آئینه منعکس است حقیقتش بیان کرده

اما حقیقت

احد ... اکا ہیچ ملکف کہ ستمل شفقت ... ا

دو وانا یعنی ... ید ... مرطلع را ... حال الاک ... ان

انجام ... موی ... سلام ... فرود ... دو سال ... و وا سامان

و نشان ... مرد ... دا امد ... ت ... ا ... آ ... اد

... حلال ... سی ... کہ ستی ... از ... ا ... ت ... ا

ذات ... ہا ... بر سوال ... الان ... کہ ... سی ... اد

دیگر ام ... ار ... د ... ست ... دعوی ... ... ا ... ر ... ل

انہ ... دمیہ ... اسخ ... وج ہیچ ... العذ ... دہ لک ... وح ... دا

خود بحسب ... اسخ ... ت ... کہ اسا ... ا ... بجز و

... باقی ... ا ... انہ یعنی ا ... ت ... ر ... ا

... ان تشخص ... با ... ا ... احسان ... ان ... د ... ا ... ا

ازلی و باقی ہو ... وف ... بصفا ... جمال ... ا ... ت ... ن

... عظمی ما وجود اد ... ای طور ... صدف جامعہ ولش منقضی

ظاہر ما ... داسم ... و اگر از ظہور ازلی او ما مخالف نیست چنانچہ

لاہو ولاغیرہ متعرا ستعنی است و ہمچنین ظہور ظاہر بر طبق موافقت

[illegible]

بسیار از عارفان [illegible] علم حقیقی بحسب منظریست کامل هیچ ظهوری را

با مظاهری دیگر نیست [illegible] مشاهده نمیکنند الا باقی بهو الکعنا راه نیافته

از حقیقت بیرنگی بهره درگذشته [illegible] رنگی را در [illegible] باقی داشت

بعضیت بصیرت شان پی برد این اختصار آن مرتبه [illegible] گویا

قصد اسیری مرتبه اطلاق و بیرنگیست و این [illegible] در زمینت آن [illegible]

هوا در مصرع اول بیان کرده که فرموده بیت چونکه بیرنگی اسیر رنگ شد

[illegible] نفس الامری اسیر شدن مرتبه بیرنگی [illegible] رنگ بیان فرموده

تعالی الله عما یقول [illegible] علوا کبیرا کان الله ولم یکن معه شیء الآن کما کان

[illegible] که مطلق [illegible]

[illegible] اسیری بی تحقیق محاطیت [illegible] ابیات مقصوده

[illegible] علم [illegible]

علم مطلق حقیقی مرتبه بیرنگی [illegible] مقیده محققی [illegible]

[illegible] جعفر

[illegible] را ما حضرت [illegible] بکرده [illegible] اند [illegible] [illegible] را می یار [illegible]

صورت متنوع [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بجز داده

[illegible] [illegible] تحقیق [illegible] ترقی او [illegible] [illegible] ظهر [illegible]

وجودی باید که هر مرتبه از مراتب صفات و [illegible] ذات واجبی مقتضی [illegible]

[illegible] [illegible] صفات [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] است اقتضای [illegible] بحسب [illegible] [illegible]

دیگری است و با وجود ظهورات متعدده [illegible] هیچ وجودی محال [illegible]

متنوع [illegible] [illegible] اقتضای [illegible] [illegible] هیچ [illegible] را از تنها بحر [illegible]

ثابت [illegible] [illegible] [illegible] که تمامی [illegible] ذات واحد [illegible] است [illegible]

در الحاد راه نیست چون [illegible] [illegible] است بل لا شریک له الحناب

در دل [illegible] بحر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] خود [illegible] از این [illegible]

فایده باید دانست تجلی بر چهار مرتبه است آثاری و فعلی

وصفاتی و ذاتی در تجلی آثاری فعل سالک [illegible] اثار [illegible] حق [illegible]

آثار فعل خود را آثار فعل حق می یابد و همچنین در تجلی فعلی افعال خود را [illegible]

بافته افعال خود عین افعال حق می یابد کذالک فی الصفات صفات

خود را صفات حق می یابد و چون بتجلی ذاتی بهره ور شود صورت خود را

در مرآت حق یابد عین ذات حق می یابد این تفصیل تجلیات بطور بتو

بمرتبه است فی تحقیق منتهیان درین تجلیات بطوری دیگر است کما لا یخفی

علی اهاله فایده هر تجلی که هست تجلی کمالی از کمالات وجود ذات سبحانه است

اما اگر تجلی برای وجود او صفا است آن تجلی ظهور کمالی از کمالات اسم

نافع و قابض و معطی است و اگر تجلی برای وجود قبض است آن تجلی ظهور

کمالی از کمالات اسم قابض و مانع باشد تمهید بعد ظهور اول از لوازم آن عجز

و حمد و ثنا است و از لوازم ظهور ثانی استغفار و تضرع باید دانست قبض

دلها و بسط آنها هر دو است و بسط دلها در قبض بقوت است پس اگر در قبض

جلوه استغفار و تضرع در دهد مقدمه بسط و صفا است ذلک فضل الله

یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم ... واجب الوجود بگو

الوجود واجب الوجود آنکه او بذاته موجود باشد محتاج دیگری نباشد و ممکن الوجود

آنکه وجود و عدم او بذاته نباشد بلکه بغیره باشد و این فرع فایده علیه است

باید دانست که اطلاق وجود بر ذات حق تعالی بمعنی ثابت بذاته ازلا و ابدا

نیز وجود واجب تعالی حقیقی است اضافی و اعتباری که بنسبت و اعتبار

امر دیگر باشد

اما دیگر باشد اطلاق وجود بر ممکن بمعنی ثبوت که مسبوق بالعدم است

و معنی مصدری است و فیض وجودی از وجود حقیقی موجود گشته و باعتبار

نسبت فیض وجودی از وجود حقیقی نسبت وجود باو میکنند پس وجود

ممکن حقیقی نیست یعنی وجود بذاته نیست پس اعتباری اضافی است الغرض

اطلاق حقیقت وجود در اصطلاح صوفیه بر کسی است که مستقل بذاته است

اطلاق وجود اضافی و اعتباری بر کسی که بفیض دیگری اعتبار وجود یافته

ما نهم دلا لکن من القاصرین اگر شبهه باقی ماند در برزد در خواهد ایان اللہ

یعنی دایره در سالک که در نفی مقاصد غیر مقصود حقیقی میکوشند علامت تاثیر

این یعنی رفع عناد حسد و غیر ذلک من الصفات الذمیمه از سالک است

الا از ذات سالک صفات ذمیمه تحمل گشتند عناد و حسد عوام باذات

سالک نقصان در نفی سالک پیدا نمی کند و چه عناد عوام باذات سالک

حمار لشریت سالکست که عوام خوردن و خفتن و نوشیدن سالک

شاخوردن و خفتن خود قیاس کرده مخالفت پیدا میکنند کما قالوا

ما للہ الرسل یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق باید که تمام صفات ذمیمه را

بتحمل بحدت نفی از حاجت تفصیل نیست که در مراقبه کلمات انی انا اللہ

وارث بحکم ظاهر شود ظهور کلام حق سبحانه و [illegible] در مظهریت لطایف
باید یقین نیست وجود را بجز مظهریت نسبت کلام بحق سبحانه نباید فهمید
اولا ظهور این کلمات بقدر نسبت براخفی و از اخفی بر خفی و از خفی بر سر و در روح می آید
بعده بر قلب بس واصل بر لطیفه بقدر [illegible] در ان اضافه می باید یعنی
در اخفی می باید که در تحت آن نحب در عالم [illegible] فوق ما
هو الله سبحانه حقیقت معنی وجود اعتباری آنست که وجود دیگرا ثابت
و موجود دیگر که هر دو مسمی نفس الامری اند وجود اعتباری اضافت او موجود شده
نسبت آن بوده غیر لیس وجود اعتباری که موجود امکانی اطلاق کنند
متعلق بلفظ [illegible] شدن بود [illegible] عبارت از [illegible] شدن باشد بوجود یعنی
مصدریه و چون ظاهر است که لفظ شدن درمیان وجود و موجود لفظ
اعتبار نسبت به حقیقی و نفس الامری [illegible] از عبارت موجود شدن
وجود اعتباری معبر بود که بی اعتبار آن اعتبار آن اسمی است نه مسمی
و لفظی است که در ثبوت ذات خود [illegible] محض است لیس خبری
که در ثبوت همی هم محتاج باشد باعتبار که فقط آن ثبوت اسمی پر قایم
با اعتبار بود نه بحقیقت [illegible] که هیچ ثبوتی از نفس الامری داشته باشد بجمع وجوه

[illegible]

از جزاء تمام ساقط است چون غیر اصل حقیقی که ممکنات اند تعین

مرتبه است تمام در احتیاج مستغرق اند و بی مدد اصل از هر چیزی بازمانده

لاجرم این احتیاج ذاتی این نسبت از ایشان بعدم تعبیر کرده ایشان را عدم و فانی

گفته شود زیرا که هر مرتبه از خود هیچ ندارد فی الحقیقت معدوم و فانی است

هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم تحقیق معنی این آیه

کریمه در حدیث نبوی صلی الله علیه وسلم قال النبی صلی الله علیه وسلم اللهم انت

الاول فلیس قبلک شیء وانت الآخر فلیس بعدک شیء وانت الظاهر فلیس

فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء فایده هو الله سبحانه جل الا

دو عالم را از لوح دل چنان شستم بدو که شد بر تخته زرین ز یک نقطه دو خط پیدا

فایده در اصطلاح اهل تصوف مرتبه مثل احدیت مجرده را بنقطه تعبیر میکنند

و نیز در اصطلاح ایشان چه مرتبه وجوب و چه مرتبه امکان هر دو را از احدیت مجرده

بنسبت پیش هر مرتبه مثل چون بیان نقطه میکنند و از نسبت نقطه وجود خط است

ظهور احدیت ... در احد در مرتبه وجوب و چه در مرتبه امکان ... تعبیر

مینماید وجود مرتبه وجوب را بخط اول و مرتبه امکان را بخط ثانی بیان

مینمایند چون این مقرر شد پس سالک مراتب متخلله را ... که از تعدد

ذنگنه خالی گردید دیدیا سوا از دیده بصیرت او بعضا گردیده چه در مرتبه جو
وجه در مرتبه امکان بجز ظهور احدیت مجرده در دید او نمیاند میر اندگرداست
که خود را با همه مراتب جلوه گر فرموده از ان فی مرتبة الوجوب وحدة و ثانی
مرتبة الامکان قبل از این تا کثرت بود و غافل از حقیقت در حصول مطلع
بر حقیقت باوجود کثرت و کثرت را سرمراتب مخفیه و ظهور اسرار عقید
آدمی باید فایده این تحقیق این است که از مرتبه ذات سقوط اضافات
مینمایند چه اضافت اجمالی که از او بوحدت بیان میفرمایند و یقین
اول میگویند و چه اضافت تفصیلی که از او بفیض ثانی و بواحدیت تقریر
میکنند و ظهور این مراتب را در مرتبه علم میدانند محققین کمالات ولایت
حضرات انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات ذات
جامع الصفات را وحدت صرف حقیقة میفرمایند و هر دو مرتبه را
معنای تعدد و تکثر ولی تقدم و تاخر بوحدت صرف در خارج ظاهر میفهمند
بتعلیم الادنی الاصلح کمالات صفات ذاتیه را که مقتضیات صفات اند
مرتبه تعین الغیب و خفا محض نیست در مرتبه علم ظهور میدانند و ظهور را
در مرتبه علم دارات و قدرت باسم معلوم میداند و معقد از لی
می دانند

می ماند تا ظاهر را ظهور [illegible] علی علم [illegible] ظهور

اندست کما قال کنت کنزا مخفیا وچون تعینات [illegible] چون

ظهور [illegible] علوم ظهور [illegible] وجودیت خارجی محجوب ومستور ماند

جانه واجب [illegible] آن اعرف فخلقت الخلق لاعرف همان [illegible] است

را دارد [illegible] در مرتبه خارجیه ممکن الوجود [illegible] مرتبه [illegible] آن

عالم [illegible] عالم ارواح نام نهاده است [illegible] مرتبه است وصفات

[illegible] العبد بجامعیت حقیقی ازلی است ومرتبه [illegible]

[illegible] این مرتبه [illegible] را که مقتضی تفصیل اجمال است جانب

[illegible] جامعیت تعینات ممکنات را که غیب الغیب محض [illegible]

[illegible] آنرا که در مرتبه عالم امر عالم خلق [illegible] شده بود [illegible]

[illegible] طلب عروج مینماید واز ظهور [illegible]

[illegible] مرتبه [illegible] شده بود ترقی مینماید بنقطه [illegible]

[illegible] اللهم [illegible] نهایت تمام مراتب [illegible] هر دو عالم را

[illegible] ظهور معلومات [illegible] ازلی [illegible] می ماند [illegible]

این [illegible] الف [illegible] چراکه [illegible]

اخص
شو سقطات معلوم میشود چون بفضل غیب ترقی از مرتبه معلومات مرحلی
معلومات که مقدمه علم حضوری ست بمرتبه علم مینماید که حضوری علمی در بی مرتبه تحقق
علم فوق هر مرتبه معلوم است این میباید که در مرتبه علم حضوری علمی است و حصول
علم دار معلوم هیچ نه و چون علم زاید به عالم نیست بلکه ذات جامع کمالات
بذات حاضر این است بیان حضور به حضور که حضرت پیر دستگیر با حضرت
بنوری نور الله مرقده بصفات خود از آن خبر داده ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا
او اخطانا بموجب فهم اخص خود چیزی گفته شد فایده ما سمه سبحانه
هر چه از ذات و صفات و شیون او متصور میگردد مثبت میشود ثبوت بصفات
لطیفه خیال است و خیال مینمایا لطیفه نفسی است اگر شیء متصور بر طور
قالب شرع است تعریف نفس و اگر بر قالب شرع تعریف نیست در مرتبه
خیال از صفات لطیفه قلبی بهره یاب نیست اهل نتیجه و عقیدت نافع
ثمره اسلام و سنت نیست فنستلی هدایة الحق الباقیه فایده بعد از آنکه
وجود گردد سر آن است ابدال دانی بیقین آنکه محض خیر است ابدال عنصر
معنی این است که هر موجودی از موجودات که موافقت با مرتبی
دارد چون موافقت امر موجود نیست به وجود آن موجود خیر محض است و

وجود خیر محض است و عدم شر محض امری است هر چه عدمی است شر است و ذاتیه هر

و [illegible] و [illegible] اگر [illegible] مراد [illegible] ندارد چون عدم [illegible]

است [illegible] با عدم [illegible] تخصیص است پس [illegible] متحقق

که [illegible] مقتضا [illegible] است و [illegible] مقتضای امر [illegible] است و [illegible]

بیت — [illegible] الله بجا نداست بیت برگ درختان سبز در نظر هوشیار هر ورقی

دفتریست معرفت کردگار [illegible] هر ورق [illegible] برود

است [illegible] دال است یا کشف پس هر که از این [illegible] الله

هیچ [illegible] در [illegible] است و اینکه انسان [illegible] را در عبادت تخصیص

کرده عبادت [illegible] اختیاری است [illegible] اشیا برای عبادت خلق کرده

اما [illegible] اختیاری لهذا عبادت [illegible] بیان نفرمودند

فایده — فایده [illegible] خود را [illegible] العقیده [illegible] وفات باید بود

[illegible] صوری [illegible] ضرور [illegible]

[illegible] فایده [illegible] گفت که کون [illegible]

[illegible] کون [illegible] است که کمون [illegible] معنی

اول آنکه [illegible] برای خرید کمون [illegible] باید [illegible] اینجا [illegible] آید دوم آنکه

سخن را [illegible] بیت [illegible] وکون که مراد از غیر حق است مرتبه [illegible]

[illegible]

نیستی عار را بر خویشتن اولی خرج کردن کار نامردان است لاریب تحقیق الله مکروه ز ر
سخن میلیخد بحث و شبهه است چراکه غیر مذکور عدم گنجایش بکون کرا
کلام او مذکور است میشکویر یا عدم گنجایش بلکون غیر مذکور اول ظاهر بصورت
گنجایش در کلام دارد دوم آنکه غیر مذکور است محتمل نفی یا برذلی ذکر او در نسبت
ذکر ربانی باشد یا ذکر در نسبت دارد و اگر گفته شود که مراد از بکون حقیقت حسی
کریم که هرگاه لفظ کون بمراد میرساند که آن حقیقت حقیقی است و مراد آیل
نیز همین ظاهر است که بیان لفظ حصول اطلاع بر معنی آن بحاند به احاطه
بر حقیقت نیز لفظ پس جواب با صواب حاصل است که کریم
که مراد عزیز ترغیب بطرف نسبت حضور حقیقی است که وصل عریان
و وصل یابس است تا ترقی از وصل میلش نموده با آن حرمته علما وصول
پیدا کند و تقیید لباس عمر از دست بدانا الله سبحانه داناکم آداب الوصول
الحقیقی فائده موجود بر دو قسم است یکی واجب الوجود دوم ممکن
ممکن منقسم است بدو قسم قسم اول آنکه جوهر و آن منحصر به پنج قسم است
جسم و هیولی و صورت و عقل و نفس قسم دوم عرض و آن منحصر
است در نه قسم کم و کیف و این و متی و وضع و اضافه و انفعال و فعل و ملک و جدة

جسم

در شرح دو بیت ازین مثنوی است فایده طریق اثبات وجود صانع منحصر بر دو قسم است یکی بعقل دوم بر ریاضت و اثبات او بعقل نزد دو طایفه

فایده

است اناکه اثبات بدلایل عقلی میکنند با متابعت نقل و موافقت انبیا علیهم السلام ایشان را متکلمین میگویند و اناکه بمحض دلایل عقلی بی متابعت آنها را حکما و مشائین میخوانند و اناکه بار ریاضت میکنند با متابعت انبیا ایشان را صوفیه میگویند و اناکه بمحض ریاضت در رد بی متابعت ایشان را اشراقین حکما نامند ترجمه

فایده

حاشیه بالا که بر شرح مواقف است فایده گمان بر چهار قسم است قسم اول مامور به و آن حسن ظن است بخدا سبحانه و به مومنان و در خبر آمده حسن الظن من الایمان دوم گمان حرام است و آن گمان بد است بخدا و مومنان سیوم مندوب الیه و آن تحری یا نماز قبله و بنا نهادن بغلبه ظن در امور اجتهادیه چهارم مباح و آن ظن است در امور دنیا و مهمات معاش و در خصوص بدگمانی بسبب سلامتی است و اهتمام تمام است و از قبیله احزم شمرده

رباعی

اند رباعی آنکس که او عبد او اخته است نامه آوازتن

مردان غذا منه حصه است ها و انکس را عیب خلق بر جسته است

که عیب خویش شناخته است ها بدنفس میباش به کمال باسق دار

مگر دران باش فایده امر بر دو مرتبه است امر ایجابی . امر ایجادی امر اجمالی

انکه واجب کرده شود بر بندگان که فلان کار شما کنید لیکن در اثر اجمالی

اگر از مامور در آن شود بمکان است و امر ایجادی اما نسبت الا . دیر موجود

شدن و دیر حاجت هم ممکن و این را حکم نیز کرد فایده بدانکه یکی از

رضا و محبت . امر و ارادت و قضا حکم خدا تعالی است و دیگری از حکم

و ارادت و قضا است نه از رضا و محبت و اراده و این از نفی رضا و

و متعدی است نه لازمی فایده بدانکه اسم الله چهار حرف است الف از حقیقت

الف وصول بمحمد رسول الله است . و از حقیقت لام اول وصول بخلیل الرحمن

است و از لام ثانی وصول بحضرت موسی است . و از ها چشمه ها وصول

بحضرت داود است و از چشمه دوم بحضرت عیسی علی نبینا و علیهم

الصلوات و از الیهات فایده حیرت بر دو مرتبه است حیرت مقبول

و حیرت مردود و حیرت مقبول آنست که حواس باطنی خود را از ثبات

محتمله ادراک سطوت جلالی ساخت و جمع حواس را فنا یافت تصوری اجمالی

یافت

تحقیق مرشد سیوم و دوم نوربیت قدس سره

بانت هرچند تو بگیر که بباید که بیاید اما هیچ نمی باید دریافتن زا انت

حقیقت یافت می‌شود در عین نایافت حقیقت قرب و معیت حاصل

دارد و حیرت مرد و آنست که خلو حواس باطنی مضطرب و پریشان نبود

از قرب محبوب بعید افتد و از معیت او خود را محروم یابد فایده در شرح

امالی گفته است بعضی گمراهان میگویند که خدای تعالی در عالم همچو تخم در گیاه آمده است

باین یقین کافر شود زیرا که خدای تعالی را اندرون عالم توان گفت و نه بیرون

از عالم هر دو لفظ کفر است زیرا که جای را بخدای تعالی نسبت کردن کفر است

بلکه اینقدر را باید گفت که چون هیچ نبود از عرش و کرسی و آسمانها و زمینها وادی

و بری خدای عز و جل بود و جای نیست در خبر بود و بر خبر شود لیس الحال نیز همچنان

بی مکانی و بی جا است در خبر نیست انتهی کلامه سوال اینکه اندرون عالم

توان گفت نه بیرون عالم از دو حال خالی نه یا اینکه اندرون هم هست و بیرون هم هست

را این انقسام تعالی الله عن ذلک با آنکه در مرتبه ثالث بیان کنیم در دار

اندرون و بیرون باید این نیز سخن اول است یعنی وقتی که در اول گفتیم این

نیز قسمی از اقسام بیرون است دیگر آنکه وقتی که مصنف خود بیش ازین

منه نماید که خدا ابدیت است از جهت محاذات و دو الحال که نیز مرقوم لوقات آفریده

همچنان است که بود این قول مشعر از بیرونی او تعالی از عالم است فوق التناقض
بین القولین جواب این عقیده سنت و جماعت است بر حق که او تعالی نه اندرون
عالم است نه بیرون و تحقیق این بر دو وجه است اول آنکه هر چه را اندرون
و بیرون گوییم در این نام خوانیم از جمله عالم است پس اگر او تعالی را در عالم گوییم مقید
بعالم میشود و محاط او و اگر بیرون عالم گوییم اگرچه این بیرون را بیرون عالم
فهمیم چون بیرون از عالم نیست کما ذکرنا الحشر باین قول نیز گفته باشیم که او تعالی
در عالم است تعالی الله عن ذلک پس درست نیست اما که او سبحانه را موجود ثابت
گوییم و اعتقاد کنیم اما بیرون و اندرون نگوییم زیرا که این هر دو لوازم محدثات
است دوم آنکه بیرونی مطلق لائق جناب او نیست و بیرونی بر دو مرتبه است
یکی آنکه تجاوز از حدی بحدی دیگر دوم آنکه غیریت و اثنینیت مرتبه از مرتبه دیگر اگر
بمعنی اول او تعالی را اطلاق بیرون کنیم کفر است زیرا که حد در واجب گنجائی نیست
و اگر بمعنی ثانی گوییم درست چرا که مرتبه وجوب مبرا از مرتبه امکان است و این خود ایمان
محض است و ضد این کفر است پس ازین تصنیف یعنی بیرونی اول است نه ثانی زیرا که
ثانی را خود قایل است جائی که گفته خدا بود عالم نبود فایده و لیس الاسم
غیر المسمی لدی اهل البصیرة خبر الل باید فهمید که اسم ذاته مرتبه است

مرتبه لفظ

مرتبه لفظی و مرتبه وصفی و مرتبه ذاتی و انرا مرتبه علمی نیز گویند پس اسم من
حیث مرتبه لفظی غیر مسمی است و من حیث مرتبه وصفی نه عین مسمی نه غیر او
چنانکه در تحقیق نسبت صفات باذات در مکتوب ما قبل گذشته و من حیث مرتبه
ذاتی و علمی اسم عین مسمی است و ما مقتول لغا مقطوع اجل فان له سوی
عند اصحاب الضلال یعنی هر که کشته شود از دست کسی اجل او بریده نشود
یعنی از مهلتی که الله تعالی مقدر کرده است کم نخواهد آمد بلکه اجل او همان ساعت
باشد و چون اجل شخصی بر سد مقدار انکه مورچه قدم بردارد و بنهد ازان
پیش و پس نرود اینست بلکه دران ساعت البته خواهد مرد اما گمراهان میگویند
که اگر کشته از دست کسی نشدی چند مدت دیگر بزیستی این سخن ایشان
کفر است سوال چون اجل بریده نشود کشنده چرا لائق عذاب میگردد جواب
چون اجل یکی بنهایت برسد حق تعالی او را البته خواهد میراند و لیکن بر بنده واجب
است که چون اجل او رسید او را نکشد زیرا که ملک خدا است و تصرف نیز خدا را
است در ملک خویش چون بنده فاعل مختار است باختیار خویش چون ناحق
کرده که ناکردن بر وی واجب بود لیس لائق عذاب میگردد والله اعلم انتهی
کلام الشارح سوال هر گاه آجال تمامی مخلوقات بارادت الله تعالی

و تقدیره ملا شک و شبهه از وقت خود تجاوز نمیکند همچنین حرکات و سکنات فاعل
اختیاری و غیر اختیاری نیز مراد و مقدور اند و از حد تجاوز نمی توانند کرد پس
منع فاعل اختیاری و غیر اختیاری نیز مراد و مقدور اند و از حد از حرکات
و سکنات مقدوره و مراد ازلی گویا رضا بر توقف ظهور ارادت و تقدیر
خداوندیست و این ممتنع است لیکن چون چنین نباید عذاب چگونه بر قاتل
مترتب گردد که حرکت او اگر اختیاریست اما بارادت و قضاست چنانچه اجل
مقتول جواب این بر دو وجه است وجه اول بحسب ربت افعال بر وجهی دیگر
بموجب حقیقت انها بحسب صورت اگرچه هست بارادت و قضای خداوندی
است اما فاعل بر دو مرتبه است یا وقت فعل منتظر زد امر و نهی دارد و بوا
ان فعل بجا آرد یا انکه منتظر او نیست اگر هست در ارادت و تقدیر در حق او
مع تقدیر فعلی تقدیر ثواب بر وی مقرر فرموده اند و اگر نیست تقدیر عذاب و ظهور
امر و نهی برای جواز توقف در ظهور قضا و قدر نیست بلکه برای تا غیر خبیث از
طیب است تا خبیث از طیب جدا شود و در مرتبه تفصیل و بموجب حقیقت اگر
تخلیق عالم با بظهور صفات جمالیست یا بظهور صفات جلالیه هر که تخلیق
او بظهور صفات جمالیه است چنانچه افعال او بحسب امر و رضا مقدور فرموده اند
بی تجاوز

بی تجاوز همچنین انچه از ثواب و درجات باشد نیز از ظهور صفات جمالیه حق
او عطا فرموده اند و هرکه تخلیق او بظهور صفات جلالیه است چنانچه ظهور
افعال او برای ظهور صفت نارضا در او حاص نموده اند همچنین انچه از عذاب
و درکات باشد نیز از ظهور صفات جلالیه است در غضب او و قطع نموده
پس چون سایل دانست که انچه از حرکت و غیر ذلک از تقدیر خداوند است
باید که عذاب و ثواب را نیز از مقرر است ازلی فهمد و استثنا از بعض دون
بعض ننماید فایده روزی فلک هرا ینه برما جفا کند ؛؛ وز دوستان
همدم ما را جدا کند ایشان کنی از برگ خدا یا هر انکسی کین نسخه من بخواند
ما را دعا کند نسبت آثار بسوی افلاک و نجوم بردو مرتبه است اگر در عین نسبت
اعتقاد بندد که اینها موثر حقیقی اند کفر است و اگر اعتقاد کند که موثر حقیقی الله تعالی
است و اینها وسایط برد ی ظهور احکام اسما او تعالی هیچ از اقتضای اسماء
و صفات تجاوز نمی دانند کرد این محض ایمانست پس مراد مصنف رباعی در نسبت
افعال بسوی فلک مرتبه ثانی است نه اول و چون در اینچنین اطلاقات
توهم معانی غیر مشرعه نیز پیدا میشود از ینجاست که اولیا و اهالی احتیاط اینچنین
اطلاقات را که خوف توهم مذکوره دارند ترک کرده و منع فرموده اند فایده

قال الله تعالی ان یشاء یذهبکم ایها الناس و یات بآخرین سوال از این

آیه مفهوم میشود که اگر این مخلوقات را بردارند بجای ایشان مخلوقات

دیگر آفرینند جایز است و حال آنکه مقدور قدرت و مراد ارادت و معلوم

خداوندیست که همین اصناف که موجودند بر بعضی از اینها ثواب و عذاب ابدی

مرتب است و لازوال مرتبه ابدیت که در حق ایشان ثابت است محفوظ

و مصون است اگر بموجب آیه کریمه فوقانی ایشانرا بردارند و بجای ایشان

مخلوقات دیگر موجود کنند و معامله ثواب و عذاب ابدی بر ایشان مرتب

سازند نقصان در مقدور و مراد و معلوم قدرت و ارادت و علم پیدا

میشود و این لایق عقیده نیست جواب مرتبه قدرت خداوندی موصوف بصفت

قدرت و ارادت است و ظاهر است که قدرت مصحح فعلین و ارادت مخصص

فعل واحد لیکن اگر با وجود تصحیح فعلین که قدرت را ثابت است تخصیص فعل

واحد باتفاق قدرت کامله کرده شود و بظهورات صفات او حالیکه خارج بنفسه

وغیرها است همون فعل مخصص را بوجود آورده شود و معامله ابدی بر ایشان

مرتب باشد در تصحیح فعلین که قدرت را ثابت است چه نقصان لازم

آید و بعد این تخصیص مقصود و آنکه بصفت ارادت خاص گشته اگر بدین قدرت

کامله

کامله که از تصحیح فعلین است تمام چه حد رسیدا شود بلکه کمال جدا و ندیست
که با وجود تخصص طرف واحد زوال در معامله قدرت او نمیفید و چنانچه
ثبوت معامله ابدی برین اختصاص مراد ارادت و معلوم علم حق سبحانه است
نیز ثبوت خصوصیت قدرت کامله در شان خود که تصحیح فعلین است مراد
ارادت و معلوم علم او ست سبحانه بس نقصان کر زوال آن کجا فافهم بیت
ما کروالیس مانده ذرات وهیم) ادر دو عالم افتابی فی نیم الا در بعضی ابیات
که حق تعالی را با فتاب تشبیه داده اند و مخلوقات را بذرات و حال آنکه
آفتاب در مرتبه تقید و احتیاج و تمامی ذرات بخود مستقل محل سوال است
اول آنکه مقید چگونه مشبه به مطلق شود دوم آنکه ذرات که مستقل بذات استند
بمخلوقات که معدوم الاستقلال اند چه نسبت دارند که مشبه بانها شوند
فایده در مثال جهت تقید و استقلال منظور نیست ملکه جهت نورانیت آفتاب
بذات خود و اختفای ذرات بی ظهور آن نور منظور است فیض وجودی
نور مطلق که هر ظلمت اعدام را می تواند جست و از کتم عدم بانها بر آورد روشنائی
نور آفتاب است که ذرات را از مرتبه خفا که حکم عدم دارد از عدم ظهور بظهور
آورد و این امثله برای کوته بینان است که معامله آفتاب در نظر اینها ظاهر

و ظهور پذیری ذرات بنور آفتاب مستفیض و معامله ظاهر حقیقی از نظر این

مختفی و احتیاج فیض یابی وجود بخشی بمخلوقات از بصیرت اینها دور تر

بهذا البتی مخلوقات اظهر عندهم شئ مخفی منهم را تحقیق میکنند و بآن

تسقی میخواهند فایده سوال بعد در حدیث که لبیک از الله سبحانه بعید می آید چه معنی

دارد جواب معنی لبیک استاده ام بخدمت تو و لازم این معنی رضا متکلم

از متکلم به و طلب رضا از متکلم به پس معنی این لفظ فیما بین مخلوقات متصور

و لازم این معنی به نسبت الله سبحانه معقول فایده آیه تسمیه جامع است مرتبه

ذات و صفات و کمالات را سوال تسمیه مرکب است از حروف هجی و محدود

بحدود و چهار است و ذات او تعالی با جمیع مراتب قدیم و منزه از حدود

پس آیه تسمیه این مرتبه عالیه و قدیمه را چگونه جامع باشد جواب بدانکه تسمیه را دو مرتبه

است مرتبه تلفظ و مرتبه حقیقت و ذات و صفات و کمالات که ما میگوییم

نیز مرتبه تلفظ حقیقت دارند پس چون چنین دانسته شد بدانکه مرتبه تلفظ که تسمیه را

ثابت است جامع چیست تلفظی مرتبه ذات و صفات و کمالات را است

و مرتبه حقیقت که مر تسمیه را متحقق است همچنین مشتمل است حقیقت ذات

و صفات و کمالات را فایده هر جا که وجود است ظهور لطیف خداوندیست

در هر جا

و هرجا که سلب نسبت ظهور قهر خداوندیست فایده عقیده شرعی است

که خدای تعالی را شئ و ذات گوییم اما منزه از جهت نشناسانند سوال

این عقیده و قبول این عقیده هر مومن را بلی تردد لازم و واجب

است تحقیق تفصیلی دانند یا ندانند اما خواص را از تفصیل چاره نیست

پس باید بیان کردم که هرگاه او تعالی شئ وجودیست پس نفی جهات

از امر وجودی از دو شق خالی نیست یا آنکه آن وجود بحسب وجود نسبت

دارد که سلسله عرض و طول او منتهی نمیشود یا آنکه منتهی میشود بهر دو

اعراض باقیست برای اول آنکه اگرچه منتهی نشود اما تحقق جهات در عین

مرتبه وجودی او متحقق است زیرا که حیثیت وسعت در عین مرتبه خود

مقتضی این حیثیات است و لاکذلک فی الله تعالی جواب تحقیق مرتبه

وجوب بوجه تعقل است یا بوجه معقول و معنی طریق تعقل آنکه تحقیق طلبیدن

بغور کردن و تفکر در زیدن در عین مرتبه وجوب پس چون تعقل

مقتضی بتصور شئ و ادراک نسبت و مرتبه ذات الله و صفاته منزه

ازین هر دو چنانچه لا تفکروا فی ذاته قول رسول الله صلی الله علیه و سلم

است تحقق باین تحقیق محروم از حقیقت مرتبه وجوب بل البعید البعد

و او اعلی از زمان و مکان است

چنانکه حکما ملتفی پس چون سوال سائل از مرتبه تعقل است تحقیق مرتبه

تنزه او تعالی از جهات ششگانه باین تحقیق و تفصیل غیر موجود و غیر

معقول انکه تحقیق مرتبه وجوب بغور کردن در عین مراتب جهات لیس بما

چون تصور و ادراک در نفوس جهات جائز است چنانکه تفکروا فی آلاء

قول رسول است صلی الله علیه وسلم باید فهمید که مقرر اهل ایمان و عقل

سلیم است که الله تعالی ذات و صفات حق قدیم و ازلیست و موجود است

ما حوای خود را و ماسوای او تعالی مخلوق و حادث است و هر مخلوق

بتشکیک و شبهه مسبوق بالعدم پس جهات سته را عین حق گویم

یا غیر او عین حق گفتن صریح ممتنع است پس لا جار غیر حق گویم و چون

در صدد تحقیق کردیم که انچه غیر حق است مخلوق و حادث است و هر مخلوق

مسبوق بالعدم پس البته بی شبهه جهات سته نیز مسبوق بالعدم باشند

پس هر چه مسبوق بالعدم است او را در مرتبه قدیم ثابت کردن غیر

معقول باین تحقیق واضح شد که او تعالی قدیم و ازلیست و لا جارحه

و مکان و غیر ذلک است مسبوق بالعدم لیس الان کما کان متحقق شد

الحمد لله الذی هدانا لهذا و ما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد

جاءت رسل ربنا بالحق مکتوب ہیجا بہم اندر ترغیب فنافی الشیخ صدور یافت

از العظمۃ و الکبریاء مولا جل شانہ حضرت مولوی را بعبدیت خاص

بل اخص نوازد تا ترکت در مولائی با مولا غراسمہ میدانشود چون لفظ

مولا دو معنی دارد کما لا یخفی از روی مولائی بمعنی عبدیت است در نسبت

مولوی ردم قدس سرہ بیت مولوی ہرگز نشد مولای ردم تا غلام

شمس تبریزی نشد یعنی بندگی خاص بل اخص رب حقیقی مر عبد را

موقوف بر فنافی الشیخ است مستعد نادر است کہ در استعداد

او این جوہر نہادہ الذو الا کم آن ارادہ مذکور استعدادی در اطاعت

شیخ کہ مسمی بفنا است حصول امامت فد یاست عوام است و ہذا

ترک حقی الطریق عافانا اللہ سبحانہ من ہذا بوردد نوازشنامہ عالی

خاطر فقیر بجمعیت بدل گشت و یاد آوری از الجناب این عاصی را

موجب حمد گردید عزیز من ہستی مطلوب داشتند و در اطاعت شیخ خود

مقصود ہمین بود اوند کہ بالا مذکور شد ہستی زعمی دگر است و فنا

حقیقی دیگر شان ما بینہما از من دعا و از حق قبول در اوقات مخصوصہ

بدعا یاد آرند و از یاد ظاہری کہ رابطہ فیما بین است نیز یاد آور باشند

الخیر ما اراد اللہ و الفقر عز و فخر لاہلہ

مشرب ما است بحمد اللہ بحسن ایشان

والسلام والاکرام مکتوب بست وهشتم بفضیلت مآب شیخ پناه شیخ محمد اکرم جیو

یفعل ما یشاء بقوته لانه قوی عزیز ویدبر بما یلیق بحکمته لانه حکیم خبیر فلا یسئل

عما یفعل لانه یحکم فی ملکه ویصنع کل شیء بحکمه فلا سؤال علی المالک الحقیقی

والحکیم القدیم مع ذلک قلوب محبان در مهاجرت محبوبان در زلزله

فراق متزلزل وحیران مع التسلیم فی جمیع ما خلق الله سبحانه من الوصل

والهجران محب صادق خلوص طویت عارف حقایق العارفه المقتبسه

من علوم صاحب الطریقة الاحسنیه والفاضل بعلوم الله المبعث من

صاحب الشریعة المصطفویة علی صاحبها الصلوة والتحیة اخوی

مکرمی المتحلی بحلیه معالی الکرم ان اکرمکم عند الله اتقیکم اللهم اجعله

متحلیا بکمال التقوی الذی یتجلی به صاحب الطریقة الاحسنیه المقتبس

من نور المصطفویة صلوات الله وسلامه علیه بافضل صلوة واحسن سلام

بعد سلام فقیرانه مطالعه فرمایند بورود رقیمه مملو در معانی اخلاص وگوهر

اختصاص مع خیریت حال خاطر مهجوران فرحت مافوق گویا نیمه ملاقات را

دریافت اما عجب که چندین سال حصول فواید معاطفه زیارت حرمین

شریفین نمودند اما شمه بیان حقایق اصلیه که دران مقام شریف وارد شده

باشد

هیچ در نظم بیا در وند اگرچه قلم از تصویر حقایق عاجز اما با وجود علو شان
خود اطلاقی که درین عبارت بیانی ظهوری دارد و بر اهل آن خفایق
بمطالعه تصویر قلمی بلا قید تصویر کشوفی پیدا می کند هرگاه کلام مطلق
حقیقی حق سبحانه با وجود اطلاق حقیقی بعین اطلاق محفوظ حافظ
با دمقرو قرابت با و مکتوب کتابت مالی جلول و تقید باشد و محقق
بعین اطلاق محض بهره ازان گیرد حقایق معلومه محققه از کلام بیانی او چون
معلوم و متحقق بمکتوب البته نگردند لیس بالضرور حقایق غامضه بکشوده رای مکتوب
مینمود هستند ما الحکم المومن مرات المومن تحقیق طرفین در مرات هر طرفی
وضوع پیدا آرد و تحقیق هر طرفی قابل شکر و اصلاح کرد و عزیز با تمیز فضیلت
و کمالات دستگاه سیادت مرتبت شیخ نعمت الله الملقب بسلیمان
از چند ماه بعد حصول فضیلت کتب ضروریه در طریقه حسینیه خصوصیتی پیدا
آورده با راده زیارت حرمین شریفین شرفیاب شده بمجرد ملاقات العزیز
مطالعه عریضه حق اخلاص بجا آورده بجلوه کریمانه پیش آیند و بعد صحبت برخی
از مزیات طریقه حاجت درمیان آورد از توضیح آن دریغ نفرمایند و نظر
خلق از انقدر زبانی انجذاب بمایند تا شکر صحبت ادا نماید بمکتوب نعمت یکم

ما از جوانان محبی

عرضداشت بجناب حضرت سرور کائنات علیه السلام بسم الله الرحمن الرحیم حامدًا لمن ظهر

سر بحقیقة الانسان و مصلیًا علی من نور الله و من نوره خلق الاکوان

یا ایها الناس صلو علیه و سلمو تسلیما اللهم صل و سلم و زد و انعم و بارک

علی اسعد العرب و العجم امام طیبة و الحرم منبع العلم و الحکم معدن الخلق و الجود

و الاحسان و الکرم مظهر العرش و اللوح و القلم ترجمان کلام القدم

سیدنا و مولانا و هادینا و شفیعنا محمد و علی آله و صحبه و بارک و سلم الصلوة

و السلام علیک یا احمد حبیب الله الصلوة و السلام علیک یا حمید دلیل الله

الصلوة و السلام علیک یا حامد صفی الله الصلوة و السلام علیک یا محمود

خلیل الله الصلوة و السلام علیک یا محمد رسول الله یا اکرام الخلق ما لی

من الو دیلا سواک عند حلول الحادث العمم و الحوادث الواقعة علی الظهر علیک

با علامه سبحانه بذاء الامک العاصی عبد النبی المستغرق فی الجنة المعاصی المتقصر

الی الان من حصول زیارة القدوم الشریف و الروضة اللطیف و هو احسن الخاطیین

و اعصی العاصین ملتمس احوال فی عین العصیان لان حملک اوسع و خلقک ارابط

ثم اخی دینا نعمت الله الملقب بسلیمان بالحب الکامل قصد زیارت الحرمین

الشریفین فاذا یحصل و یشرف زیارت الحرم الشریف یرجو من کمال کرمک

ونظر لطفک حتی بوسیلتہما یکون رقیما فی جوار الحرم الکریم و یحصل

بعدہ ثمرات الاستقامۃ فالزیادۃ علی ہذا من سوء الادب مکتوب

شصت ودوم بجناب المجاور روضہ سرور کائنات علیہ السلام بسم اللہ الرحمن الرحیم الفقیر الحقیر

العاصی عبد النبی بعد ارسال تحیۃ التسلیمات الزاکیات الی جناب افضل

الفضلاء المماو ببرکات الحرم الشریف والفیض من ہذا البرکات علی الاشراف

والضعیف النحیف الحاضر بحضور القلب وآداب الحرم والمنظور بنظور الالطاف

والکرم سیدنا اشرف الشرفاء یلتمس احوالہ بان ہذا الفقیر لیسکن فی بلدۃ

الہند وبسبب عوارض المتعلقات الکثیرۃ مقصر عن حصول اشرف الزیارت

العالیۃ بظاہر الجسد بالکد والجد الی الآن ویرجو ان یحصل لہ ہذا الشرف

بالجسد الظاہر فیلتمس الی جنابک الشریف الدعاء فی حقی ان اصل الی

المقصود المعروض ثم اخی نعمت اللہ الملقب بسلیمان یحب الکمال قصد

زیارت الحرمین الشریفین فاذا یصل الی المقصود وحصل لہ شرف الزیارۃ

بفضل اللہ سبحانہ یرجو من جنابک الحلم والکرم لیقیم فی جوار الکریم ویستفید

ببرکتہما کما قال احد من اہل الکمال شعر ولا التمس غنی الدارین من یدہا

الا استملت الہدا من خیر مستلم فاذا اسبب الکمیل تطویل الکلام فنختم

کمیلد ۱۲

بالصلوة والسلام على حبيب العلام مكتوب شصت وسوم بجناب حضرت پير
دستگير عليهم الطريقة بسم الله الرحمن الرحيم بجناب عالى متعالى الملهم لطريقة
الاحسنية الواصل الى درجات المحبية والمحبوبية الملهم كيف اداره سادات بنت
فاطمة بخطاب قطب الاقطاب فى الدهر قطع القطاع فى همم بعد عرض من
تحية سلام فقير حقير عاصى بعصيان الكاملة عبد النبى معروض ميدارد كه بسبب ارتكاب
معاصى جليه وخفيه از حصول شرف زيارت حضرت پير دستگير الى الان محروم
اميد آن دارم كه بتوجه كريمانه در حق اين عاصى متوجه شوند تا تهدد و روحانى
توبه نصوحه باين عاصى ميسر آيد و از ظاهر اثم و باطن آن بتمامه الى ختم الحيوة
از توجه آنجناب خلاصى يافت و بعد با متوجه مستقيم بحسب قوه استعداد در سپاهى
دوستى شرف يابى زيارت كرده داخل دينى بنعمت الله الملقب سليمان
بعقايد صحيحه شرعيه خود لو ابدا آسته بقصد زيارت جز بغض تشريف رخصت شده
احمد كه بحر وجود جهت روضه مبارك بولايت حقيقى تشريف لا كرد و حجب
زعمى ازميان رخت بربندد و چون بركت اذن مسلسل ازين عاصى در طريقه
احسنيه داخل در توجه نسبت تعليمى يافت اميد كه در خواص خدام تشريف جا
يابد و خصوصيتى خاص حاصل آرد مكتوب بعد صلوات بنام شيخ موسى سالك نقشبندى شد

فقط

فضیلت مآب شیخ موسی جیو از فقیر عبد النبی بعد سلام مطالعه فرمایند
تفاوت در مرتبه روایت الفاظ حضرت قرآن و حدیث قدسی آنچه در کتب
فقهیه نوشته اند از انجا طالبت نمایند اما آنچه فقیر از اعزه خود قدسی اسرارهم تحقیق
یافته این است اول آنکه حدیث قدسی ظهور کمالات کلام مطلق است معناً و لفظاً
اما معناً بر سر جبرائیل یا حضرات انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات
القاءً و لفظاً از آنجا آن معانی را بلباس الفاظ تصوری مطابقاً بهذا
المعنی بر قلوب این جماعه اکابر الهاماً و از آنجا بلباس الفاظ لسانی بر غیر
ایشان از ایشان ظهور پذیرفته یعنی از ملک بر انبیا و از انبیا علیهم السلام
بر امت در بیان آمده پس ظاهر شد که حدیث قدسی بواسطه غیری القاءً
بر اسرار اخص الخواص معناً ظاهر و بر قلوب و السنه شریفه ایشان علی نبینا علیهم
الصلوة و السلام بلباس صنعتی قلباً و لساناً از ایشان حضرت هویدا
قرآن مجید که جامع کتب سماویه و احادیث قدسیه بحکم لا رطب و لا یابس
الا فی کتاب مبین است بجامعیت کلام نفسی ذاتاً و صفاتاً و کمالاتاً
معناً و لفظاً خارج از مرایا و السنه بحکمت بالغه و بصنعت صانع حقیقی
بلا شرکت صنعتنا و بلا تصرف خیالاتنا بر منصه بیان بلباس الفاظ نور

آئینه ظهور فرموده و نجما از نجا جب المطلوب بجبرائیل مسموع مسموع گردد کما

یقال آن جبرائیل سمع صوتاً و الاعلی کلام الله و علی ما اراد الله الی آخره بهمان

الفاظ نور آیته مظهریت بیانه جبرائیل علیه السلام بلباس الفاظ جرمانیه

بر نبی ما صلی الله علیه و سلم منزل شده بی تصرف جبرائیل بوجه ما الا المظهریته

فقط و نبینا علیه الصلوة و السلام همان را بعینه بلا تصرف و صنعة به بیان

لسان جسمانی بر امت قرائت نموده فوضح الفرق بین کلتی مرتبتی الخطاب المصدر

المنوده بنور الله سبحانه و چون استعداد نبینا علیه الصلوة و السلام در مرتبه

حقیقه قابل استماع کلام مطلق نفسی جامع جمیع مراتبه بلا لباس کل لباس

لباس نفس الدعا و غیرها متحقق و در اینجا لباس جسد نبوی بحسب شان

هذا المرتبه استماع آن بی لباس متعذر کما دل علیه القرآن و ما کان لبشر ان

یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب الی آخر الایه لیس باد حینیت استماع

مرتبه تجانیه خلاصه بر آن حضرت متوجه جناب جل متانه بودند بفضل او سبحانه

بمرتبه جمع حقیقه یعنی اصلی خود که فوق عرش است عروج فرمایند و از نجا بحقیقه

الحائق خود که امرتبه نور محمدیست عروج فرموده بمرتبه رسند که لا مکان نمی بل

کل مکان من جهة ظهورات کما لاتیه فی المرتبه الثانیه و لعل آن استعداد حقیقی

اولی به فضل محض ظهور فرماید و از کلام مطلق جامع نفسی ذاتی سبحانه
لباس فیض یابد اگر ندلیس ... البرکات رب الارباب بنده قابل سماع
کلام ... را ... لباس عنصری عروج بخشید و بآن مرتبه عالیه که بدر جات
عالمیان عوالم است رسانید و چون این مرتبه کلام مطلق غیر ذات منفک
از ذات نیست حال احمد صلی الله علیه وسلم ذاته بلا کیفیه وجهته وکلمه الله
سبحانه بلا لفظ و صوت ندا شنیدن من مرتبه التی لا بیان لها ...

سوال الهدین ... عرض است قطعه ای فخر بشر کرده ... مددی ...
داد خلق ... رهنما و بیدی ... در چاه ضلالتم پریشان حالم ... فرما درسیا
مدد سیدی سیدی ... اگر چه این احقر قابلیت ذره ندارد اما بازیانه کارها
دشوار نیست در جواب چون در صحبت فقرا رسیده اید خود را تسلیم کنید
و ذکر تسبیح مشغول باشید و آنچه نصیب ست بوقت جلوه خواهد نمود
وکار من بهت که خود را از میان بردارید الحمد ۶۶ مکتوب ما الهدین صدر رفت
والله الحمد الواحد الصمد اخوی میان الهدین در استکمال دین کمر محکم
بندد و از کدر تلخی که در قبض ست در است بسبب توقف ظهور بسط که نوبت
جمعیت و آرام محبوب نشان محب یارام و لذت کار ندارد و اکرام دل ذات

[margin:] ...

هم می آید برای ضبط است در ادنی غیبت سالک را آن تسلی نمی دهد

تا قبض محمود که جلوه جلال است که آنرا سراپرده هاست و واصل را از جمیع آرام

و جمعیت که از بهر تسلی سالک ظهور جمال هاست آخر الامر در خلو محض می آرد

و در حیرت و بیجمعیتی می اندازد چنانچه بزرگی فرموده بیت در ره یقین پردها

خیال ها نماند سراپرده الا جلال ها رد نشین بر بگویم که قبض محمود ظهور حقیقت

نایافت منتهی و بسط مبتدی از مقدمه هاست متوسط را بعد بین تفاوت

ره از کجاست تا بکجا ها النهایت الرجوع الی البدایت باین معنی است

تا زمانیکه لذت و جمعیت سالک هست بفنا کار ندارد اگر فنا هست فنا

رسمی است زیرا که تتمه بشریت که در بغل دارد در فنا حقیقی اضمحلال بشریت

موجود که بسطوات جلال منعدم شد سبحان الله ازین تحقیق ظاهر شد

که جمعیت حقیقی محبت مراد بیجمعیتی است و آن حیرت و سرگردانی است من لم

یذق لم یدر فایده سعادت شعارا اگرچه برای تحقیق طریق نفی

و اثبات نوشته بودند ازین عبارت فهمیده بعمل آورده است تا بجا آرد

لا در پی را ها از سینه در سیر ای الا الله ها بلفظ لا از مقام نفس که زیر ناف است

گرد و غبار خواطر که آلهه باطله از کشیده از جیب و دراست خمنا الخ لا تنیر

خبائث

خباثت نفس دخل یافته و دل ارواح را محکوم خود ساخته تبع گرد(د)
همه را براه مقام سر که سینه است بحضور سر که منبع مراتب است
حاضر آورده از انجا تا هر دو مقام خفی و اخفی که پیشانی و دماغ است
مجموعه را که در تحت جاروب لا از اله باطله جمع شده برده بطرف راستی
رد آورده پس پشت انداخته دست همت بالف توحید محکم زده سر
الف اثبات را بر قلب بضم شدت به لام پیوند داده ضرب حاصل باید
نمود چون بجاروب یکبارگی بی تکرار گرد شش کار نجته در راه صاف
نمیشود جنس دم را که مخالط ذرات آلهه متعدده در موطن جاروب لا است
ضبط نموده مکرر بتکرار این ورزش ساعت باید بست تا انکه کار انجام گیرد یا جان
بر اید و شهادت رعیماند عزیزی سن جاروب چوبی محض گرد و غبار عارضی را
برمی دارد اما غبار اصلی را که ذات زمین است اگر برداشتن خواهد عمر درازی
باید و این جاروب چوبی در اندک مدت بکهنگی و شکست می آید پس ازین
معلوم شد تا زمانیکه وجود موهوب سالک عطائی فرماید از الم غبار
بشریت اصلی رو نمی نماید ازینجاست که زوال بشریت اصلی بعد اعطاء وجود
موهوب سبب دان در مرتبه ولایت ابدا است علی نبینا علیهم الصلوة

والتسلیما فضل باید تا دروازه کمال کشاید عجب زمانه آمده سلوک نفی

واثبات که متقدمین تا پانزده سال بلکه بیست سال کرده درین زمانه در یک ماه

دماغ بعضی در خلل و بعضی دیگر را همت در دغل می افتد نفی واثبات را

از اید فهمیده تعلق بآن نتوانستند حال آنکه ایمان مبتدی و متوسط

ومنتهی به نفی واثبات حاصل است لا یکلف الله نفسا الا وسعها و امیدوار

فضل بی بهانه باید بود و بحسب طاقت باید کوشید فضیلت تاب نسخ ندارد الدین

ومکمل بالیقین بجماعه فقرا و فقرزادها از زبان کس سلام خوانند و دعا کنند

تا از ناکسی آید. مکتوب شصت و هفتم بحقایق و معارف آگاه حاجی محمد امین

بعد الحمد والصلوات وتبلیغ التسلیما بعرض جامع علوم مهربان حاجی

صاحب میرساند مکتوب شریف بورود خود مشرف بخشید و بر معانی غامضه مطلع

گردانید در تحقیق بعضی معانی مکتوبات حضرت مجدد قدس سرهم استفسار رفته بود

از وصول نظری و قدمی فرق مسئول بود ما قاصر فهمان راچه قدرت که فرق

درمیان اینها در کنار حقه کنیم ومقصدی بیان آن شویم اما بالضرورت

بحسب فهم رکیک مرقوم میشود چون واضح که مراد از سلوک صوفیه حرکت علمیه است

نه قطع مسافت ارضی یا سماوی لان الله معنا اینما کنتم و مراد از حرکت علمیه

خروج علم از بعض مراتب ظلال است که در علم با عبارت خود رامی نمودند و مراد باصل اگر در توسط آن اصل رعمی باشد اما این قاطع مراتب ظلال بنور علمي دو مرتبه است یکی آنکه این کس اصل از مرتبه است که در انجا اقامت دارد دوم انکه صاحب استعداد عالي را بي انکه هنوز قوت خروج از این مرتبه عطا فرمایند جلوه از مرتبه فوق بر اینکس می نماید و باز بعد چندان یا بعد چند زمان باد ل مرتبه ردي این مي گردانند و ازان محجوب سازند یا گاهي قدري یاد ازان میدارند تا همین اگاهي او را کشیده بفوق میرسانند پس وصول مقامي که اینکس اصل آن است و دران اقامت دارد وصول قدمي است و وصول مقامي که بجلوه آن ناظر شده وصول نظري است پس باید دانست که در مراتب عروج چون قطع ظلال بالکلیه میسر آید و باصل الاصول بلا نهایه ظلیه پیوست در نزولا از وصول نظري که در وقت عروج میسر مي آمد فارغ شد مستعد وصول نظري که در مراتب نزول رو مینماید میگردد نظري اول در سیر الی الله فی الله است و نظري ثاني از سیر من الله بالله با بستي الاشیا ظهور مي نماید الله اصحاب عروج چنانچه درمیان خود ها تفاوتها دارند همچنین باصحاب نزول بینهما تفاوتها پیدا میکنند کما لایخفی علی اهالیها النظري اول اشتراه تا بلی

صاحب خود را از دو جلوه میدید پس صاحب دوام اهل حق الیقین است اگر به
نسبتی باشد و صاحب نظر اهل عین الیقین یا اهل علم الیقین و حصول الیقین
حقیقی صاحب عروج البعد قدام ظلال یا الکاینه ... و وصول حق الیقین صاحب
نزول البعد روح جبل کل که در تفصیل حقایق اشیاء دمیت است پس اول در کمال
اکمل ولایت انبیاء و ثانی در کمال اکمل نبوت انبیاء ذلک فضل الله یوتیه
من یشاء مکتوب شصت هشتم در تحقیق ملهمه حضرت پیر دستگیر در تحقیق ملهمه حضرت
پیر دستگیر بودی که قصه بود از نور جمالات الانسان یا نور است و از اتحاد اطراف
عالم الست الله تعالی تا قیام قیامت منور در پرده درآمد و این پروردگی به تفصیب
زاهدان در است بالکنی اینست جهرد و قدر ... النفس متولد من الروح الجسد
یعنی روح انسانی در عالم امر با کمال لطافت نورانی بود و آنچه بتقاضای ذات المتباین
نورانیه او بود بسبب کمال لطافت مستوره عناصر اربعه مجمله غیر مفصله تحت العرش
پیدا شد متضمن جسمانیات ظلمانیه مفصله ظهور کمالات مخفیه خویش و تخلیق این
هر دو مرتبه یعنی روح و عنصر مجمل بحکمت بالغه برای ظهور و جلوه گری تفصیل
مراتب خود سبحانه و تعالی داشته است که کالبد عنصر مجمل را اولا تحت السماء دنیا
مفصل کرده اند و چون جسم خاصه هر روح را از آن عناصر اربعه ترتیب کرده اند

مرتبهٔ مذکوره را اعتدال تمام بود فنفخ روح او منفوخ در بدن فرمود بعد اجتماع
این هر دو مرتبه جسمی و روحی قابلیات اند ما حیه نورانیه روحیه و حیثیات
ضمنیه ظلمانیه جسدیه را در عرصهٔ برزخیت ظهور بخشید چون بمحض مقتضای جداگانه
این هر مرتبه بخصوصیت خاصه خویش ظهوری داشت و یکی را با دیگری کار نبود
ظهور مقتضیات حکمت بالغه در تخلیق این دو مرتبه که برای مظهریت دو مظهریت
کامله بودی ترکیب امتزاجی این هر دو ظهور موقوف پس از این هر دو ظهور
مذکوره یعنی ظهور قابلیات روحانیه و جسدیه بحیثیت فرح بهیئت وحدانیه
در عین برزخیت مرتبتین یعنی مرتبهٔ روح و مرتبهٔ جسد امری ثالث موجود
کرد و نفس نام نهاد یعنی مظهر کامل نفس ذات مقدس جامع قابلیات
جمالیه که مقتضی موجودیت مخلوقات نورانیه اند جلالیه که مظهر حیثیات
ظلمانیه بودند پس چون روح را در حجرهٔ جسمانی کمال خفا است درین مرتبه
نیز ظهورات قابلیات او در استتار و حیثیات جسمانیه بر کمال
غلبه و استکبار تا زمانیکه رفع استکبار موقوف است این مرتبهٔ نفس
بکفر و انکار موسوم و چون بفضل عام او تعالی نوری از انوار جمالیه
یعنی صفات لطیفه ظهور میفرماید سیوم حصه مثلاً از انانیت و استکبار

در معرض ذل و تلف می آید و نفس را با آنی ... مومن نیک است باید و این مرتبه
نفس را لوّامه می شناسند و بعد از ظهور عام چون کرم او سجاز ظهور
خاص بحقیقت انسانی خلعت می پوشاند و آنچه در لفسقی است در می یابد
در دوئیت الاثنیت او وحی زده اید آن زمان نفس را ملهمه گویند و این مرتبه
تا ولایت للاولیاء است می تواند بود چون اولیاء است را در تبع نبی خویش
بهره مندی از کمالات ولایت معصومه نبی او واقع است اگرچه بعد
بهره کاملاً معصوم خواهد بود نه معصوم فضل اخص او تعالی بطفیل کمال
متابعت سنت ذره ذره او را نور نور منور و مملو میسازد این زمان
این سعید ازلی را مطمئنه می نامند چنانچه مخبر باید یا ایتها النفس المطمئنة
ارجعی الی ربک راضیة مرضیة عزیز من انوقت این نا در زمانه بقول
النفس لطیفه موصله موصوف و ممدوح خواهد بود زیرا که چنانچه در وقت
جاهلیت جمیع لطائف روحانیه را دلیله جهت عنصریه موصل ذات
بمظهریت اسماء قهریه بود در عین این وصول بعد و بعد می گشود
همچنان انوقت بعد اطمینان کمال موصل ذات مقدس بمظهریت اسماء
اسماء لطیفه که مقصود از خلقت او است خواهد بود و دروازه قرب
ونزدیکی

خواهد اند دا ابر بامعنی حدیث باید نهمید خیارکم فی الجاهلیة خیار
کم فی الاسلام اذا فقهوا المکتوب دو بیست نهم بحاجی احمد حاجی محمد امین
بعز عالی حاجی الحرمین الشریفین حاجی محمد امین بعد تحیه سلام معروض باد
در مکتوب مرسول سابق کلمه صاحب نظر حق الیقین نسبت بمالک صاحب قدم اهل
حق الیقین و صاحب نظر اهل عین الیقین با اهل علم الیقین نوشته ام
و چون صاحب نظر را تتمه سلوک باقیست در عین الیقین و علم الیقین هر دو در
راه اند لاجار یکی ازین هر دو خواهد بود فلا حاجة الی بیان غیر هذا در مکتوب
حضرت مخدوم قدس سره سر هم بسیار از حق بحق نوشته اند کلیه اهل
تحقیق است که مرحه سالکان را نفاصیل در عروج پیش می آید و از ظلال گذشته
باصل میرسد درینجا حق بحق ترقی میفرماید اگرچه در ابتدا شروع از سلوک
یا جذبه می باشد اما چون بعد قطع سلوک و جذبه بحق میرسد و تتمه ترقی
هنوز باقی است اگرچه از اصل در اصل باشد سلوک و جذبه را موقوف داشته
ابتدای از حق میفرماید حالانکه سلوک و جذبه را قطع کرده تا اینجا رسیده اند
قبلت ان الجذبة والسلوک متحقق دارد مرسوله مع هدیه موسومه بشرف
ورود بخشید فالحمد لله انچه بجا آورم توقع که همین طور از تحقیق معانی

و عبارات بزرگان بهره بخش بوده باشند از فقیر زاده ها و شیخ موسی جیو
عرض سلام مطالعه نمایند مکتوب بتقاضا در تحقیق کلام الله سبحانه
قوله علیه الصلوة والسلام انزل القران علی سبعة احرف یعنی نازل
گردانیده شد قران بر هفت قراءة چنانچه اسمعنی بحسب قرا متحقق است
و هفت معنی چنانچه این تحقیق بحسب علماء ظواهر راسخ است و نیز موافق
یک تحقیق از دو تحقیق اهل باطن ظاهر و هفت بطن و این تحقیق دومی ازان
دو تحقیق اهالی باطن واقع و تفصیل این تحقیق دومین نزد حضرت
پیر نوری قدس سره بدین نهج است که کلام او تعالی مرتبه در درجه وجوب
ظاهر است ازلا و قدما و آن مرتبه مرتبه مسمی بوجود و نور ظهور کلام است
بر متکلم ما جمیع قابلیات ظاهر داند ما چیه بوجود غیری و آن مرتبه مرتبه مظهریت
چهار مرتبه دیگر مخلوقه محدثه ظاهر اند در عالم اصل الاصول و انوار و اجرام و اجسام
که دو ازان مخلوق اند بواسطه مخلوق و اسباب یکی نفس عام است که مثال اساس
حرف و صوت چه نورانی و چه ظلمانی بمظهریت نور اول او بمظهریت اول آن
هر سه مرتبه وجوب را قابل آمده به یکجائی محض چنانچه العارف سری اهل صفا
بران شاهد است و دوم حرف و صوت نورانی که در عالم امر مظهر ثانی است

جامعیت

جبرائیل سبع مثانی الی آخره ... صورت جسمانی ... بیان حضرت علیه السلام ... کرام باضافه عالم

جامعیت اسم اثبات وجوب را که مسموع جبرئیل علیه السلام گشته چنانچه عقیده است
آن جبرئیل سمع صوتا دالا علی کلام الله وعلی ما اراد الله مثل الهام قلبی اهل
صفا و دو دیگر از ان هر چهار مظاهر کلام مطلق بواسطه مخلوق مخلوق یکی
از ان حرف و صوت جرمانی جبرئیل علیه السلام که کلام نفسی حق سبحانه بمظهریت
آن بر ظاهر حضرت پیغمبر صلی الله علیه وسلم ظهور فرموده اگرچه پیش از آن
حضرت ظهور کلام مطلق بواسطه غیری بنقش علم عالم است چنانچه بالا نوشته شده
وحدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین شاهد این معنی است دوم
مرتبه حرف و صوت جسمانی آن حضرت با جمیع مراتب فوقانی آن کلام کما
هی بر جمیع مخلوقات تا قیام قیامت ظهوری دارد پس آنچه مقرو و محفوظ
ما است بمظهریت مظاهر مفصله مذکوره همان کلام مطلق است عین نه غیری و در
مقرو و محفوظ بودن منزه از احاطه قرائت قاری است چنانچه او تعالی معلوم
ما است بی احاطه ما همچنان صفات او تعالی را بی کم و کاست باید فهمید فافهم
مکتوب هفتاد و نهم در مقدمه تحیر فی ذاته سبحان من تحیر فی ذاته سواه یعنی پاکی است
کسی را که متحیر است در ذات او غیر او یعنی در عین حضور ایمانی بجناب سبحانه
نایافت مشرف آنست تحیر یعنی نایافت است پس قبل از نایافت که تعلیم

حضور بشما بود آن حضور ظلی بود و به یافت منضم بود چون نسبت یعنی
ادراک است و ادراک آنجناب قدس سره را بسیط است اگرچه ادراک خفی باشد تعلیم
نایافت بعد آن برای نفی یافت محتمل ادراک است نه برای نفی حضور چون
سالک بعد تعلیم نفی یافت هر دو مشغول به نایافت شد حتی که حضور را
نیز گم کرده لهذا در ینولا ما را از حضور تعلیم رفته که در عین نایافت حضور نیز
که خلاصه وصول بشری است و داخل دایره اصالت است با نایافت
منضم شود چنانچه بعد وصول رویت بصری در آخرت نایافت ثابت ابدی
آنجا که یافت است تعلق به تجلی است نه بذات پاک چون تعلق بذات
پاک عطا نمودند نایافت را ظاهر فرمودند بایدش که در عین نایافت شهود
نور ایمان از حضور مولی که منزه از یافت حصولی است بهره ور بوده
از غفلت مجرد باشند تتمه سخن را بالمشافه بعد ملاقات رفع نموده
خواهد شد ان شاء الله سبحانه الغرض بی توجه بحضور محض بنایافت
صرف اوقات نمایند مجددی که توجه بغیر مطلوب گردد و حضور بحق غالب
مکتوب نود و دوم بنام عبدالهادی صحیفه نیت بود در رقیمه محبت افزا از محبی دیا
کرد در اوقات رسید مضمونش معلوم گردید بواسطه ظهور و با مرقوم بود.

وحفظ فرزندان مطلوب شفقتا از قدر هیچ چیزی غنی نمیکردانند وثبوت
هریکی را یکبار بهر طریق که بقدر راست شدنی است رفع آن طریق
ممکن نیست آری اگر برای تسلی کوته اندیشان تعویذ یا علاج میکنند
نه علاج موت است بلکه تسلی تامه فی الحال حال ایشانست که تا ظهور امر
خفی در زعم پریشان نشوند زیرا ما چون دانستیم پس برای رت پاره
دارد و تعویذ نه طلبداری و رفع بعضی در بار مطلق بدار کرده اند
و ثبوت مطلق هم هیچ چیزی نیست یکباره است تکرار ندارد شما را در فرزندان
شما را بجا الق موت سپردیم شما را صبر و شکر عطا نماید برای چند مسایل
مرقوم بود مشفقانه فرایض که فرض عین اند از کسی عوض فرض ادا نمیشود
نمیرسد اما نوافل هر که خواهد چه خویش و چه بیگانه تمام نصف یا ثلث
بموجب نیت بخشند بمرسد و ثواب آن مترتب میگردد نکاح موقت
در مذهب ما باطل است و در بعضی روایات بعد دفن از راه گشته باز
رفتن چیزی بمیت عود کردن جایز داشته اند اما معمول اکثر نیست
چراغ بر سر کورها افروختن بدعت است مگر ضرورتی لاحق شود چون
زنی را عادت یکبار یا دو بار مه پنج روز یا هفت روز شده و در آینده

تجاوز از عادت کرده باید دید اگر در اکثر مدت حیض پاک بر پاک مسلسل در این

صورت عادت اول برگشته و او را اعتبار نماید و اگر از اکثر مدت حیض

تجاوز کرد عادت اول معتبر است بموجب عادت ایام حیض گرده زیادتی را

نماز قضا باید کرد مثلا عادت پنج روز بود و در آینده تجاوز کرده هفت

یا هشت یا ده روز پاک شد در این صورت عادت گشت این همه ایام حیض اند و اگر

از ده گذشت بعد یازده روز یا زیاده پاک شد همون پنج در عادت سابق

وضع در حیض باید کرد باقی ایام استحاضه نامزده کاغذ نوشته داشتن

منع است مگر که با انگشت خشک بر پیشانی یا سینه مرده تسمیه را باید نوشت

تبرک است اجنازه داد و اورا دست میتت . مبادرة الناس من التهنية

ليلة الهلال او يوم العيد وغيرها بالمصافحة بعد المكتوبة او صلوة الجمعة

هذا كلها ممنوعة يمنع عنه ان س في شرح کافی في باب المکروهات

ایضا مکتوب نقضا دیموم میان عبدالهادی اخوی میان عبدالهادی سلام

خوانند قیمه رسید تفاوت نوشته داده شد الخ از مسئله عنین استفسار

رفته بود عنین آنست که قادر بر النساء نباشد یا بر ثیبه قادر باشد و بر بکر قادر

اگر عنین بعد خلوت صحیحه زن طلاق داد مهر تمام لازم آید و عدت

واجب شد

واجب نشود اگر بعد خلوت صحیحه زن منکر از وطی است اگر بکر است
بزنان دیگر باید نمود اگر بکارت زایل شده وطی ثابت شد والا نه واگر زن
بکر نباشد قول شوهر با سوگند معتبر بود خلوت صحیحه آنست که زن صحیحه از امراض
و از حیض در غیر رمضان با شوهر در خانه خالی از دخول بیگانه داخل شود این
خلوت حکم وطی دارد لیکن غسل لازم نشود مکتوب بیست و چهارم در تحقیق مرتبه
ذات و صفات تعالی مرتبه ذات و صفات الله سبحانه و تعالی با کمالات ذاتیه و صفاتیه
ازلی و ابدی است و اسرار کمالات شیونات ذاتیه و صفاتیه در عین خفا
و غیب معلوم ذات عالیست و هیچ از اینها مخفی بر ذات نیست و در معلومیت
این مراتب اجمالا و تفصیلا ذات متعالی را هیچ احتیاج بظهور خارجی نیست
و مقتضای حسن هر صفتی از صفات و هر شانی از شیونات را عالم و بصیر است
اما چون حسن هر صفتی با وجود ظاهریت اینها مقتضی بظهور خارجی معلوم
ذات الله سبحانه بود و این اقتضای حسن هر صفتی را مقتضی بظهور مظهری شد
لیکن با وجود کمال استغنای خود مرتبه خارجی حدوثی را بموجب اقتضای شیونات
ذاتیه و صفاتیه در منصه شهود موجود کرد امید باید واقفت که صفات الله
سبحانه هر دو مرتبه است لطیفه و قهریه بموجب اقتضای حسن صفات لطیفه

مظهور اورا بر منصهٔ شهود موجود نمود پس هر چه در دنیا از ایمان و طاعت
بموافقت اوامر و اجتناب از نواهی موجود میشود همه ظهور حسن صفات لطیفه
اوست و جزای این ظهور در آخرت خلود جنت با جمیع نعمای او
و افضل و اعلی از همه نعمای آن مرتبه رویت الله سبحانه و همچنین بحسب
اقتضای حسن صفات قهریه مظهر او را بر عرصه اظهار رسید او نمود پس هر چه
از کفر و معاصی و ناموافقت معاصی در دنیا مخلوق میشود تمامی ظهور حسن صفات
قهریه اوست و مرتبه جزای این ظهور در آخرت بر مظاهر خلود جهنم از نوع
عذاب در آن مرتبه است و اشد از جمیع انواع عذاب محرومی از رویت
الله سبحانه است ای عاقل هوشیار اگر ظهور حسن کمالات صفات لطیفه
هستی این معرفت را بنظر عرفان خواهی دید و قدم خود در استقامت شریعت تر
خواهی یافت والا در عین معرفت بی استقامت بر صراط مستقیم ظهور
قهریه در لجه الحاد خواهی ماند الغرض بلحاظ ظهور صفات قهریه و عادت ظهور
صفات لطیفه هیچ یکی را از تربیت مربی خود چاره نیست و از تربیت ثمرات
ما بینا سه خلاصی و ذات و صفات او تعالی با وجود این فیض بخشی
و عدم فیض بر مظاهر بکمال قرب و معیت او از اتحاد و حلول در مظاهر منزه

و مبراست

و هبر است فانهم نابده قال علیه السلام و علی آله الصلوة والسلام
من عرف الله الخفی علیه شیء ای ما یحتاج الیه من المعرفة الصفاتیه
مقعد ملکیک ممتلک و لسانک قلمهما و ریقک مدادهما معنی
آنست که جای نشستن دو فرشته یعنی کراما کاتبین در دو دندان بالای
است و زبان تو قلم آن هر دو فرشته است و آب دهن تو سیاهی
هر دو لیکن بحکمت بالغه باز مانده آنست دهن تو اعمال حسنه و سیئه ترا
می نویسند هیچ پیر ترا آنست همچنین با وجود عظمت جلال خود که در
وداماندگی شنیده باشی بقدرت الله سبحانه در اینچنین مقام
تنگ که دو دندان تو اند سکونت دارند و هیچ محسوس نیست عجب
از آن کسانی که از مفهوم معنی حتی یلج الجمل فی سم الخیاط در سم خیاط
ابلاج جمل نیز از قدرت حق سبحانه محال دانند و محال عقلی را محال الهی پنداشتند
دانا و آگاه باش ای مومن سنی که معامله قبر و عذاب و حساب پاینده بانین
نازکی و خفا که هیچ اطوار حساب و عذاب در نظر بندگان محسوس نیست
و زندگی هر دو در معامله حساب قبر همچو زندگی و بیداری حیات دنیوی ثابت است
مجازی که اگر بکو مرده جانوری می نشنیده باشند که نزهت با نادهٔ وای

بر کسانی که معامله دیگر را چون معامله محسوس نمی یابند لاچار از جهل
وطرفی خود همچو معامله خواب در خیال اعتنا میکنند و باین اعتقاد در ند
سپی وی می افتند و میدانند که میدانند نعوذ بالله من هذا الجهل [illegible]
من فضل الله و لا هادی له مسئله حمل که یک بار یا اصل تا زمانی که جان
نیفتاده دور کردن جایز است و چون جان در بدن حمل داخل کردند
و دور کردن منع است اما درین زمانه بعضی علماء گفته اند که این بزمانه فساد است
اگر اولاد بدکار شود اگر بعد داخل شدن روح بیرحم را دور کنند جایز است
اما عمل بر روایت اول باید کرد یعنی داخل شدن روح دور نباید کرد اگر کنیزک
دیگری را نکاح کرده است قطع حمل هرگز جایز نیست اگرچه بی جان است
مسئله [illegible] اما علی که در وزن برابر باشند در بیع [illegible] است دست بدست
اما وعده کردن که بعد دو ماه عوض این هر سنه علی خواهم داد منع است در نقود
الغرض در یک جنس زیادتی و وعده از یک طرفی هر دو منع است اینجا اگرچه
در وزن برابر اند اما یکی الحال گرفته دوم عوض را وعده کرده و این در یک
جنس منع است و در غیر جنس زیادتی از یک طرف جایز است الا نسیه جایز
نسیه وقتی که هر دو وزنی یا کیلی باشند و اگر هر دو غیر جنس یکی کیلی است
دوم

دوم دربی زیادتی ولنسیه بردو جائز است مسئله اگر حضرت قرآن
مجید بطرف پای خفته باشند اگر بلند است مقدار قد خفته جایز است
واگر کم ازان نی مسئله اگر مومی خفته است و وقت نماز درآمد پس او را جائز است
بیدار کردن او اگر مرضی [illegible] ران داند والا جائز نیست اگر مرضی زنا رضی
برد و عیه معلوم نبود تا آخر وقت تاخیر کند در بیدار کردن بعد از ان بیدار
مسئله اگر غسل خانه با سقف باشد برهنه شدن در آن غسل کردن جائز است
واگر بی سقف باشد با اختلاف روایت مکروه است مسح هردو جهت نوع
است مسئله اگر در وقت سجده انگشتان پای را متوجه قبله ترک نه
نکرد اند نماز فاسد نمیکرد در بروایتی مسئله اگر منحی بسبب عروف داتی خفاء
دیگویند چه فلان جولاهه دموجی است کافر گرد دقال النبی صلی الله تعالی علیه
وعلی آله وسلم ان من مات الا وقد یتمنی ان یموت قبل ما مات فان کان
برا لیکون الی بره اعجل وان کان فاجرا لیقل فجوره مکتوب بقصا بجم بنویز صبر ودربافت
در جوار این بیت سه چشم چشمانه تواند دیده بستها بود خیال آدم
خندیده نشت باهمن چه باشیم لائق این وصف یاکیسها عاصیم حیران و الملجا
سوا کسها خاکرا بودراتی از زیر پای ها خود نهادی بر سرکشک علا العبد سلام

[illegible] صحیفهٔ گرامی [illegible] رسید و [illegible] داد [illegible]

[illegible] حضرت حبیب معنی عالم و [illegible] بفضله تعالی [illegible]

مولوی خوب نوشته‌اند اما حرف [illegible] مصراع ثانی قبول میکند والا معنی لسان‌الغیب

[illegible] بذهن ناقص این می‌آید که مصرع اول استفهام بمعنی انکار است چون

عاشق [illegible] جسم [illegible] خود را محروم [illegible] تسلی خود بخیال کرد [illegible]

[illegible] شوق که یعنی [illegible] است میکند [illegible] این است

گر اگرچه جسم [illegible] ثمرهٔ آن [illegible] در حال

بخیال [illegible] محروم [illegible] چنانچه عزیزی گفته [illegible] در خیال

[illegible] خوشتر است [illegible] وصال و وصالی [illegible] خوشتر است والله اعلم

مکتوب [illegible] بصاحبزاده میان عبدالحمید [illegible] که بیکار [illegible]

یک تن بیکار [illegible] این [illegible]

[illegible] احیان [illegible] که [illegible] فقیر بالشان منزل

[illegible]

[illegible] هیچ [illegible]

[illegible] صاحبزاده [illegible] فقیرخانه را [illegible] قدم [illegible]

شرف سازند چنین این طریقت یکی شود سازند که این کمال او بود دانم شرایط تا

واردات بحال آن بود چه احوال آن که بود رحمت در الیسان بود تا بر کسی

پیدا در راه این شده است الله تعالی لعبد انه در ایام مردم بعد ... اسم رسید

دنیا اگر مقصد با سیاه بود اینده بود بند بنیاد سیر در ماده زعامت بعد از آن شیخ

عبد الغنی چون دست یار چه در جمیع حصار سلام عوام ملبوس بعضا قسیم بعیان محمد فاروق

در آن خواهر کرد شود عالم آن را چون بالمال که بپرسید اهل حق عوام حلال است ... بعد ها

ظهور تکلمات جلال است مردم که در با بیداری اوامر احسن از نواهی ... کار

... برای بند اسماء از حلال آن دهد ... که تا دم بود دارند ... ح

اگر شود دید است بعیت بود این ظهور در احسان بود ... حلال

بود ... معاد اند اگر ... را از دست ... بیان

... آنکه بود در حق انسان این بود از بهار عذاب الله چنانچه فرعون ساها

قرآنی که از معجزات ... موسی علی نبینا و علیه السلام این بود که آبهای النیل

خون می شود بود ... را اسم این بود ... را بواسطه ... از غیبت حق رحمت می

... بود ... که خصال ارشی بکار ... بار ... ظلم ... ایشان چی گستر است

... رضع داری را ... که عمل بسازد ... شود دید است یا جمیع ابلهانه بجان

دردل پردازد و آب وضو وغسل مذکور را در آوند کرده در انجا که قطرات خون نافته
بود آب مذکور را بنهفته اند و درود حضرت پیر دستگیر قدس سره الاقدس را
بعد نماز مغرب در اوان خانه بخوانند با خشوع و وضو سه روز این کار میکرده باشند ان شاء الله تعالی
برکت صدق توبه همه نجاسات از ذات اسپ و صدقه از مال حلال لی تشبیه
اگر میسر آید هرچه توفیق باشد زر نقد اشرفی باشد اگر کسی اراده برا عکس حقی
داشته باشد در رضامندی بسازد مطابق نسبت کاتب رقیمه میان محمد فاروق
اتفاقات خود را از جمیع توجه ذکر الله سبحانه فرمات شیطان از دست نمیدهد و طول
املی پیش بکیرد هر چند ذکر او تعالی در ان حال میسر آید بعید حال جمعیت و سلیم
جمعیت حال و استقبال فهمیده بسیار کسان را [illegible] بسیار از ارادت بسیار [illegible]
مردم مانده اند [illegible] اینها شو بود [illegible]
[illegible] معطی [illegible] احصول کرده [illegible]
[illegible] حال [illegible] روز [illegible] بعد مطالعه رقیمه اطلاع
[illegible] وجوه [illegible] مسائل [illegible] التحقیق ایجاد حق [illegible]
[illegible] آن [illegible] آمد [illegible] ایجاد [illegible]
[illegible] موقوف [illegible] فرمود

علیه السلام اللهم ارنا حقایق الاشیاء کما هی بسیار مذاهب بسبب عدم
اطلاع از حقایق اشیاء در تحقیق ارادت و قضا از راه رفته اند و از ایمان
گسسته بکفر پیوسته اند این عقل ناقص منما که به ترجیح رم ایجاد کافر دست
در ینولا از ایمان گسسته بکفر پیوسته از ین توبه کنند و تجدید ایمان آورند و اعتقاد
دارند که تحقیق این بر دو نوع مجمل و مفصل مجمل انکه بدانند که او تعالی حکیم مطلق
است و کار حکیم مطلق بحکمت بالغه ست و از هر جهت منزه است
ترجیح وافی از دو اف تابع اختیار و حکمة اوست نه اختیار او تابع
طرف رجح یعنی طرفی از دو طرف ترجیح باختیار او و ارادت او
یافته نه انکه قبل از اختیار او تعالی طرفی مرجح بود و اختیار تابع او میشود
ها کفر محض و جهل ظاهر و این که بعضی دقایق عقل ناقص نمی یابد از
ناقصی عقل است نه نقصان در ایجاد و حکمت او تعالی و آن عدم
اطلاع عقل نا علی الحکمت لا لموجب العلت عجب عقل است که خود
قایل بنقصان عقل خود باشد و از عدم دریافت او بسبب نقصان
که دارد تجویز نقصان در ایجاد منزه از نقصان نماید پس هر مومن برا
لازم است که برین مجمل باشد که هر چه او تعالی کرده همچنین می بایست

دخواه نفر ورا از سهام شیاطین بفهمد در دفع آن کوشد تا از راه تردد و مفصل آنکه خدا تعالی با ذات و صفات و شیونات خود ازلی و قدیم است و نیز اراده او تعالی برای ظهور حسن کمالات صفات جمالیه و جلالیه شهادت در مرتبه ثانی با وجود ظهور او غیبا در مرتبه اول یعنی در مرتبه صفات و با وجود استغناء او تعالی از ظهور ثانی ازلی بود چنانچه فرمود کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف پس اراده حق تعالی از المخصص و مرجح وجود ظهور حسن کمالات صفات لطیفه قهریه آمد و طرف عدم را از مرجوح و معدوم گردید و چون حسن صفات جلال مقتضی سلب حسن از مظهر است و حسن صفات جمال مقتضی حسن مظهر لاچار بحسب اقتضاء صفتین کاملین که مخالف آن نمکن نیست کافر مظهر صفت جلال است و چون وجود او برای ظهور حسن اقتضا صفت مذکور مراد ازلی او است حسن ایمان مساوی و بحال کفر مغلوب و معیوب اند و اگر چنین نباشد حسن غیب الال ظهور نپذیرد و این غیر معقول است گاه وجود کافر برای ظهور حسن جلال بحسب اقتضای ازلی مراد ازلی باشد لازم آمد آنکه عدم ظهور او را تجویز نمایند بلکه مختصر است که اگر اقتضا

[illegible] عقل سلامت الا مر وجود

[illegible] صفات [illegible] فافهم رموز ما با اخوانی کاغذ

[illegible] التفصیل [illegible] فهم این مشکل [illegible]

[illegible] باقی [illegible] مکتوب [illegible] بفضلیات محمد اکرم

[illegible]

[illegible] حیلہ [illegible]

[illegible] حیلہ [illegible] درم الکا

[illegible] حیلہ [illegible] کہ خداوا [illegible]

[illegible] مردم [illegible] نیز در قصد اند و اگر مردم نامور

[illegible] توقع کہ خلاف دشمن و دوست از خدا

[illegible] عبادت [illegible] تمام [illegible] الکار [illegible]

[illegible] والا [illegible] داد قدم [illegible] مکتوب [illegible] بفضلیات محمد اکرم

حجت
[illegible] الکلم عند الله [illegible] متضمن معانی [illegible] خود [illegible]

بخشید و از آثار سعادت ازلی کہ [illegible] اهل التقوی حقیقت [illegible]

کمالات نبوت مصطفوی سبب [illegible] اللهم [illegible] للمتقین

واحد الہم الہی در جمیع حق النفس عزیز من الحجر قوم بود از علو نسبت
اینہمہ مرده نسبت سابقہ ہست ہر چند نسبت سابقہ در روشنی و کاملی درجہ
آیند در لطیفتر و عالیتر اما چون بعضی مستعدان سر نسبت بذات
بحر اکاہی بمرتبہ خاہ انقطاع کلی در رجہ تفصیل در بطہارت منحو الہی عہد
وانمرتبہ تخلیص متضمن و محیط و مرکز مقام تفصیل است و مطہرت حقیقی
لی با مل در الحاصل سر بر وجود را جنید خلوہ کہ طلوع یافتہ و دری سعادت
بخشید و بالکل [illegible] یاد دار بر دو باز مانند کہ این نسبت عالیہ متضمن معانی
عدالتہ نسبت ہے متراد و ہموار [illegible] جمیع جامع قابلیات الہیہ خویش
بالی تعدد و تجربی چنانچہ بہ سابقہ مشعر از وصول صفات کہ نسبت معدوم
الکیفی بحقیقت ذات بی زیادتی و غیرہ دارد اما چون اطلاع بر بعضی
حقائق مرتبہ جلو موقوف بر ملاقات نسبت الف العارفة حصول صحبت
از رفاقت آن بہرہ مند خواہند گشت باید کہ خود را بہمین حیثیت احبابی
کہ مرتبہ جلو است سپرده چنان استیعاب اوقات نمایند کہ وقتی
از اوقات اینکس بی این دعا خالی نرود و ترقی در ترقی رو نماید
و در آراستگی اعمال و تہذیب اخلاق احتیاط تمام و کمال بجا آرند و امر

نوہد

توکل محکم بسته قدم در راه اصحاب اهل طریق داشته ظاهری و باطنی

من کل الوجوه از اهل دنیا پاک خالی کنند حیف است صد حیف بران

اهل دو اصل اصل که چون رو بمظهریت و وصول صفاتی در درجه تفصیلی

آورد اجاب یا رسم و بغداد و تلی بذریب و از جمله جنایات است عزیزین

کمال نیست اهل بنا اقتضا اراستگی اعمال ظاهره و تهذیب اخلاق

دارد و اراستگی ظاهر شعر از ان اگرچه بسیار اراستگی ظاهر که بی کمال

باطن باشند شایه آن می نماید تا آن ازجای دیگر است و آن او جای

دیگر و بخدمت والا بزرگوار خود سلام این عاجز رسانند و بخدمت جمیع

اعزه ها اگر اتفاق افتد نیز سلام رسانند میان پیر محمد را از یاد داشت

اسمی واقف کرده ام اگر بسبب قلبیت صحبت سنبهه یا نده باشد بجاری تمام

واقف گردانند و به صحبت ... دارد و در یع ندارند اوقات را زیاده

بسکوت و خلوت و مراقبه دهند و قلیل بل اقل قلیل بعض تکلم ضرور

از مسایل وغیره و اگر با طهارت باشند یعنی طهارت ظاهری با طهارت

باطنی متفق مشهود بود علی نور هی اراید و السلام و الاکرام مکتوب بیست و دوم محمد

فاروق صدرنشینی حوی محمد فاروق فارق حق از باطل باشند مضمون کلمات

چند از نفوس متبرکه حضرت ایشان ما که لبس دین و عامعنی اند بابت
رقوم فرموده بودند برای تحقیق معانی آن باین احقر مستفید شده اند
سعادت حاصل گشت اگرچه این کمینه را چه یارا که در ابحاث کلمات ادق
واغمض خود را دخل دهد اما چون سائل را از حیثیت امکن ادراک جاید
نبود بالضرور بحسب فهم قاصر آنچه از اصطلاح ایشان بهره درم بیان معنا
کلمه علیحده علیحده میدارم بگوش هوش مستمع فرمایند نوشته بودند که
حضرت ایشان قدس سره فرموده که حق سبحانه تعالی از غلی که بکار من دارد
نمیخواهد که در تربیت من غیری واسطه باشد ازین عبارت نفی واسطه حضرت
سرور انبیا علیه و علیهم من الصلوات افضلها و من التحیات اکملها مفهوم
میشود و این ممنوع است متفقا و واسطه دو قسم است سبب انجذاب و مرتفع
الحجاب سبب الحجاب و واسطه تعلیمات باطنیه و حی ممنوع است و مرتفع
حجاب با واسطه ممنوع نیست ممنوع است چون تابعی از تابعان حضرت سرور
کاینات علیه و علی آله الصلوة والسلام بواسطه کمال تبعیت استعداد تام
پیدا میکند قابل آن میگردد که بلا واسطه تعلیم سبحانی فرود حضرت سرور
صلی الله علیه وسلم از الله سبحانه بتعلیم علم لدنی اصلی او تربیت یابد

المحجبانه

الله سبحانه اینچنین تابع مستعد را خود تربیت میفرمایند و ابواب تربیت

درباره این تابع بواسطه متبوعیت متبوع او است و اظهار معجزه نبی او است

که بمظهریت این تابع ظهور پذیرفته و اگرچه در صورت واسطه نیست اما فی الحقیقه

واسطه حقیقی است که واسطه متبوعیت متبوع او است پس چون ذات

شریف حضرت ایشان مالامال بکمال متابعت که بفضل الله سبحانه این

میسر آمده این استعداد که در صدر مذکور است پیدا کرده و حضرت سرور کاینات

علیه و علی آله الصلوة والسلام او را الحکمت بالغه برای تعلیم بحضرت رب العزت

تفویض نموده غیرت خداوندی ظهور پذیرفته و بتعلیم علم لدنی اصالی تعلیم

فرموده تا این تابع کامل محجوب محبوب او معطل نماند و فضل متبوع اظهار نموده

کرد سبحان الله چه متبوع عظیم الشان و محبوب عظیم البرهان است

که تعلیم خود تابع را قابل حریم کبریا نموده و تعلیم او را بحضرت غیرت تفویض

نموده و غیرت خداوندی برای تفویض محبوب او تابع او را الغیری نگذاشته

این فضل در حقیقت در حق متبوع است تابع عدیم البضاعه را چه یارا

که قابل این بارگاه باشد در حقیقت فیض متبوع است که او را این

دارا ساخته سبحان الله این خادم تابع به فیض بخششی متبوع و تفویض

امثال [illegible] حسابکه بودی

قدّس سرّه فرموده [illegible] عالم [illegible]

ونیز درین دولت تقسیم [illegible] شرکت [illegible]

خیرو که آنچه خادم است آمده [illegible] ترک [illegible]

مخصوص حضرت [illegible] علی اله الصلوات [illegible] التحيات

الملهاته شرکت در تعلیم علم [illegible] که [illegible] ایجاد عوام

با خاص تر کار ازا [illegible] محض [illegible] تر شرکت

[illegible] در شرکت اول ابرابری [illegible] بر خلاف شرکت ثانی سبحان الله

شیخ عبدالحق دهلوی عفر الله خطاه بر حقیقت قول حضرت ایشان

که از شرکت ناطق است عدم مناسبت [illegible] اطلاع نیافته

از اینجاست که درین کلمه متبرکات ایشان اعتراض کرده وگفته آنچه گفته چون [illegible]

حلت تبعی و قول اول را مرکز تعلق میکنند که آن نصیب حضرت خاتم الانبیا

است علیه علیهم الصلوات التسلیمات [illegible] تالی را به دایره تبعیت ابنا

که آن بالاصالت بر حضرت خلیل الرحمن است علیه السلام [illegible] حضرت

الشان را با وجود [illegible] حضرت خاتم الانبیاء [illegible] حضرت خلیل

الرحمن

الزمین داشتند علیہما الصلوات والتسلیمات بمناسبت زیر قدمی ایشان
شما درین دایره وصول پیدا کردند وحضرت بزرگوار که ثابت علیه وعلی آله
الصلوة والسلام بعلو مرتبه که واصل مرکز اند بهم تفاصیل اند ماجاء در مرکز
درند لهذا در تحصیل تفاصیل دایره متوجه نیستند پس حصول حضرت
ایشان به حیثیت تفصیلی که عبارت از دایره است بحکم من سن سنة
حسنة فله اجرها واجر من عمل بها با وجود کمال اجمالی مرکز که حضرت خاتم
الانبیاء را ثابت است بجناب حضرت عاید گشت وامانت ضمنی به صاحب
امانت رسید ونیز تحقیق قول حضرت ایشان قدس الله سره العزیز که حضرت را
صلی الله تعالی علیه وعلی آله وسلم مرتبه محبوبیت تفصیلی بواسطه من که بکرین
امانت [illegible] حاصل شده از تحقیق مرتبه خلت بوضوح انجامید فلا اشکال
وجود [illegible] ظلی [illegible] که [illegible]
وصل [illegible]
حقیقی بوصل یاس میسر نه لهذا ارباب شهود را وصل ظاهر حقیقی [illegible]
داشته اند وچون حضرت ایشان را از مرتبه شهود گذشته بمرتبه غیب
بجناب ذات امر حقیقی به تعلیم علم لدنی اصلی که بالا ذکر شد تشرف وصول یافتند

لا را نه در حق صحابت بود امید در آخرت است که ایشان در دید حاصل

بی از غیبت بود آمدن محنت [illegible] از ظاهر حقیقی است لاجرم از دوست

این معنی در حق واصلان غیبت شرک محض است تا فهم در که نوشته اند که (حقیقت)

کعبه افضل است از حقیقت محمدی علیه السلام باید فهمید که حضرت کعبه را

در حقیقت است حقیقتی است در مرتبه مخلوقه که آن قابلیتی است از قابلیات

نور اول که نور محمدی است علیه السلام و حقیقتی است در مرتبه وجوب که صفت معبودیت

مسجود له است که بهمان حقیقت مقتضی مسجود الیه بودن شده است و حضرت را

صلی الله تعالی علیه و سلم و علی آله و سلم نیز در حقیقت است حقیقتی در مرتبه خود

که ذات نور اول است جامع جمیع قابلیات که حقیقت اول کعبه قابلیتی است

از این قابلیات و حقیقتی است در مرتبه وجوب که آن قابلیت ذات تعالی است

مر اعتبار علمی را تا متعلق شود با جمیع شیونات و صفات بطریق اجمال اگرچه

قابلیت قابلیتی است از قابلیات مسجود له پس در قول حضرت ایشان

فضیلت کعبه باعتبار حقیقت ثانی است اول تا فهم را که نوشته اند که

خلقت نیز از بقیه طینت حضرت [illegible] علیه السلام باید دانست که [illegible] را

علی نبینا و علیه السلام در اصل مرتبه خلافت از [illegible] است حقیقت [illegible] ۱۵ است

که مقتضی

که [illegible] ابع حمال [illegible] حقیقت انسانی [illegible]

[illegible] را از [illegible] داخل الجزء [illegible]

[illegible] آن [illegible] انسان [illegible] با معنی

علوم [illegible] در [illegible] الا انها من بقیة طینة آدم

در مقامات انسانیه است و آنچه مرقوم بود که نوشته اند که بعض اولیاء

الله [illegible] بعضی انبیاء [illegible] است

بر کل اولیاء [illegible] این تحقیق در فصل [illegible] است [illegible]

و حضرت [illegible] علیه السلام ظاهر [illegible] است [illegible] نوشته اند که [illegible]

[illegible] رضی الله تعالی علیهم رسیدیم و از آن در گذشتیم [illegible]

[illegible] نام

تحقیق [illegible] بعض [illegible]

[illegible] فراغ از [illegible] کرام [illegible]

[illegible] نماید [illegible]

[illegible] را [illegible]

[illegible] دو [illegible] از [illegible]

از انسان ... از نور ... [illegible] ... خالی نخواهد که ... [illegible]

اشارت ... معاد ... نسبت ... [illegible] ... که با وجود

حصول ... صحبت ... [illegible] ... سید

خواجه ... [illegible] ... سبحان الله

چه کلمه ... بشارت معنوی بیان کرده که اگر اشارت ... [illegible]

اشارت ... الحمد لله ... [illegible]

مکتوب بیست و دوم ... الحمد لله ... [illegible]

... [illegible] ... سبحانه ... [illegible]

مرتبة لبعض مخصوص وللتعسار ... [illegible]

... [illegible]

مرتبه ... وسایط ... [illegible]

... [illegible] ... الذین ... [illegible]

... [illegible] ... الی ... [illegible]

... [illegible] ... الدرجات ... بعضهم

... [illegible] ... الوسیلة ...

باید است

باید دانست که اهالی وسایط کثیره را ابتدا از سلوک و نهایت

او با جذبه است و فیما بینهم ایضاً تفاوت بعضهم فی ابتدائها

و بعضهم فی اوسطها و بعضهم فی نهایتها فاما الذین فی ابتداء

الجذبة فهم فی ظل ولایة الخاصة المسمى بولایة

الاولیاء و عند البعض بولایة الصغری عند البعض

محققین و اهالی ابتدائها لا مثال له یکونون مقترین

فی العبادة المسنونة و یرتکبون البدعات فی عین

منها و هم لا یبالون و هذه المرتبة اشد شدة امن ذات

المقصود و نادری ازین مرتبه اخلاص یافته بظهور ربه سوی مرطانه یکمالا

نفس ولایت خاصه بهره ور میگردد و درینجا اگرچه از ارتکاب بدعات

و ترک الصلوة محفوظ خواهد بود اما توحید وجودی مغلوب و اهلکت

و بغلبه سکر گاهی از فرایض پنجگانه مقصر خواهد ماند زیراکه محفوظ صوریه

و چون بفضل خاص الهی بهانه ازین حالت بست او در جذبه منتهیانه ظهور

فرمود صاحب توحید شهودی خواهد بود و با اینهمه اقتراب از حد بشر

خواهد یافت و وصول سالک درین برد و مرتبه ظاهر کمالات مطلق یعنی

بظهور معلومات ازلیه بتفاوت درجات ظهور خواهد بود در مراتب عرفانیه
بسبب تعلق وصول او بمعلوم مجهول الکیفیه در وسط او مجهول الکیفیت در نهایت
ذاتیت این ولایت خواهد بود درینولا علم او بعلم لدنی ظلی که معتبر بعرفان
است منسوب خواهد بود و علم حضوری و علم لدنی اصلی در مراتب عرفانی او ظهور
نفرموده و چون فضل الهی ظهور خواهد فرمود بنفس معلومات غیبیه مسالله
بظهور علم حضوری اصلی وصول پیدا خواهد کرد اگرچه در مرتبه از مراتب حصولی
و مجهول الکیفی ترقی نموده و بمعلوم معدوم الکیف که نفس معلوم است رسیده است
وصول نصیب یافته و بمرتبه از مراتب اصالت رسیده اما هنوز معلوم بالنسبت
پس درینولا با ابتدای علم حضوری نرسیده و این ابتدای ولایت انبیا است
در همین مرتبه بهره وصول بکمالات علم وهبی میسر آمده اما هنوز حقیقت این حضور
میسر نیست و چون فضل الهی سبحانه دستگیری خواهد کرد وصول بحقیقت
علم پیدا خواهد کرد و این حضور را حضور ذات بعلم او تعالی خواهد یافت درینولا
علم محض است و معلوم هیچ نیست این مرتبه را که بنور علم حق باشد از این مرتبه
بوسط ولایت انبیا تعلق دارد و چون ملاحظه کرده شد ذات بذاته علیم است
و علم و قابلیت ذاتیه است نه امر زاید بر ذات و در نیه لا ... ازلجة الالات
بیرون

[illegible]

[illegible] راسود [illegible] انبیا

[illegible] ذاک بفضل الله [illegible] مکتوب شصت و سیوم بشیخ محمد اکرم

در [illegible] کہ [illegible] اللهم اجعلنی [illegible] الا الان [illegible]

الا [illegible] سعادت ابدیه [illegible] الی المقصود

[illegible] وهو الکعبة العظمی [illegible]

[illegible] بکون واله وآدمی ذلک [illegible] الاولیاء

[illegible] الاستقامة [illegible] کمال [illegible] علی [illegible] الهدی

الشیخ الاعظم الاکرم اللهم ثبتنا علی الصراط المستقیم وجعلنا تابعیه فی هذا الامر

الی [illegible] المقصود [illegible] ثم [illegible] السلام [illegible]

[illegible] الملح [illegible] ثم [illegible] الله [illegible] المناسک

[illegible] فی المواقف الشریفة [illegible] الله سبحانه من ظلمات الشهوات

والمعاصی [illegible] عمر طویل لایمان [illegible] الله سبحانه

[illegible] الحلو

[illegible] السوال [illegible] اللهم [illegible]

93

[illegible]

[illegible] نجه [illegible]

دارد [illegible] بوده [illegible] کرامی [illegible] اعلا [illegible]

باشد [illegible] از فایده [illegible]

[illegible] معدوم [illegible] نسبت یعنی توجه [illegible]

که معدوم نسبت چون فضل رهبری کرد [illegible] یعنی [illegible] حقیقی اطلاع

یافت [illegible] توجه قسمت چون [illegible]

[illegible] ولایت انبیا [illegible] حقیقی را [illegible]

چون [illegible] تعلیم [illegible] بود [illegible] باقی بود و تعلم

حصول کار را تمام است و در ولایت انبیا علم [illegible] من کل الوجوه [illegible]

[illegible] علم [illegible] حقیقی [illegible] توجه [illegible]

[illegible] بیان توجه [illegible]

[illegible] الا این نسبت [illegible]

[illegible] فرموده اند که [illegible] توحید [illegible]

[illegible] مکتوب هشتاد و چهارم بحقایق آثار شیخ عبدالغنی

که یکی از مخلصان حاجی الحرمین الشریفین [illegible] در [illegible] لعلة [illegible]

والسلام

والسلام علی حبیبه الذی لا یعلم شئی قدره الا الله و علی آله واصحابه
الذین خیر الامم الذین وجدوا الحق بکشف الغطاء اخوی مشفقی شیخ محمد یحیی
بعد تحیه سلام مطالعه فرمایند در تحقیق حدیث سرور کاینات صلی الله
علیه وسلم مسالت نموده بودند که آن حضرت فرموده انا احمد بلا میم و در
شرح آن بعضی عزیزان فرموده اند که چون از لفظ احمد میم را حذف نموده
شود واحد میماند و حلقه میم مشعر بر حلقه عبدیت است و منتفا انیت و چون
ذات شریف حضرت در وصول بالله از اضافات و نیست فارغ شده انیت
از جناب آن سرور احدی کما قال ارباب الغیبت لیس حضرت الایشمی فضل بر اهالی
غیبت کرا و لیا ساخرین اند نمیتواند که بزرگوار طریقه علیه قدس سره الله
اسرارهم معنی این حدیث مقرر شده مرقوم فرمایند عزیز من با دلیل القصاعت را
جیا را که در اینچنین عبارت تضمن بر اشارات حل با بدانا آنچه از اکابر حدیث
استماع نموده که دیده بیان نمایند اول باید دانست که شان حضرات انبیا علیهم
الصلوة والسلام از رتبه مطلوب عینیت است در انجا محض صحو خالص
و عبدیت التجا است اینان را... که معنی این حدیث بر حسب شان نبوت خالص
آنست که انا اهر رشلکم ... الی ... یوحی من ... بان ... تسلیم ... امره ... تلفا ... حمیت

که بفضل خود تیسیر حق سبحانه علم لدنی عیسی این بی بیکند بس بتعلیم محض علم

لدنی احد را بلا میم و میم زیرا منزل است یعنی حمد کبیند و نرم بلا اشکل و ما ترک

فی حمده بلکه هرکه حمد میگوید ظهور کمالی از کمالات حمد ماست انا مسدود لد

آدم فی الحمد مکتوب هشتاد و نهم بفضیلت مآب شیخ عبد الغنی در جواب بعضی اسئوله

الحمد لله اولا و آخرا والسلام علی من اتبع الهدی بورود رقیمتین متواترین

متضمن کیفیت بعضی امور و حصول جمعیت از آن عقیدت منشر سعادت

پیوند باعث ابتهاج که با افتقار بست گردید الله سبحانه روز بروز در ترقی افزاید

نقصان اول در عروج ثانی زدوده گردد و آنچه از جمله ظل با اصالت منظور بود

حقیقت آن کشاده گردانند و از آن ترقی دهند در واقعه اول که ظهور نموده

اند و معاصی را از آن محو کرده دیده اند بهره از آیه کریمه لیغفر لک الله ما تقدم

من ذنبک داده اند از تتمه آیه که و ما تاخر است امیدوار باشند و واقعه حسنی

و آنچه دیده اند که بحضور شما شکم پاره کرده اند مناسبت شما بحضرت آسرور علی

نبینا و علیه الصلوة والسلام مینماید شد اید و بحق که بر وجود شما امر شده بود

گویا بقدر یدیح الکتفا نموده اند نیز خوش بشارتی است اما با وجود آن انعام

از صفت و محنت را لازم بندگی دانسته جمعیت با اکن عبادت و ردی تشد آن عقیده

خاص معتقدانه

تنبیه

زاد احمد بلا میم یعنی احد است بتعلیم ... خود فارغ شده ... نحو شدن سر ... موجب ... چنانچه ... نمی تعالی ... معنی دارد

لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر

باعث آنکه برین عاجز ... نمود برای سلسله مراتبه
کرده آنرا رابطه فقیر در عقیده ... تماما به همه واردات منسوب بکتاب
اکابر دارند این عاجز را در میان نه آمده فللّه الحمد انسان همین طور از
احوال غریبه و واردات عجیبه بر دم منور موده باشند باعث انزدیاد رابطه
کرد مکتوب بنشته و نشتم بمیان الدین جنوبی ... برای فرستاده ... تنبیه قیم الحدمت
ازین
حمد ... میان الهدین بیوارد ... عبدلله ... الا الحمد انند قبل
رسیدن ... واقع شده لهذا ... ارادات را ...
شد بعد از چند روز انشاء الله تعالی بصحبت ... رسیده خواهد ...
بزرگان ... ملاقات نموده باشند فائده کرفته باشند ... از طرف
تشویر فقیر بهما ملاقات خواهد کرد مکتوب نوشته از هم نفهیم در تحقیق کل شیٔ قلب
وقلب القرآن یٰس الحمد لله والاخر اخوی میان الدین بردین یقین ... باشند
در ... که صحبت ادکار ... از ... بکر
که از اینچنین مقصد ازدواج عزیزان طریق راضی هستند دور بینی می ...
... ... نفحات اقسام متضمن ... اسرار ...
... بر ... که رجوع تام ... درحی

برای ترقی خود ما باید احوال علماء [illegible] است ایمان

آوریم و بی تعلیم و تعلم به معاد و به بیان آن [illegible] انسان دیگر

حیوانات [illegible] حیوانات [illegible]

تعلیم یافتیم معاد را [illegible] زیادات [illegible]

که خلاصه دارد که بر آن [illegible] اجزای [illegible]

چون خلاصه را تعلیم [illegible] ایمان آوردیم [illegible]

که خلاصه تمام حضرت قرآن سوره یس است و خلاصه قرآن بودن این سوره

وجهه در حدیث [illegible] ایمان آوردیم که سوره یس قلب قرآن است [illegible]

و چون آن بخیال عبور نکنیم [illegible] کلام [illegible] تمام [illegible] آیات

کمالات آن کلام مطلق یس است کمالات را [illegible]

دانیم با وجود آن کمالات را تابع کلام مطلق [illegible] ایمان آوریم [illegible]

کمالات [illegible] از حیثیت الحقیقة [illegible] دانیم [illegible] الظهور

ظهور بعض کمالات [illegible] بعض را بر بعض دیگر افضلیت

و خیریت دانیم کما قال سبحانه ما ننسخ من آیة او ننسها نأت بخیر منها او مثلها

این تفاوت در ظهور آیات است [illegible] عقیده [illegible]

بهتر شدن نیستی بصورت ظهور کمالات اول ثانی بهتر از ظهور کمالات ثانی
بهتر از ظهور کمال اول است کمالات اول در بهتر بودن کمال بر ظهور خود یا کمال
ثانی متفق و تابع نیستی تفضیلت آیات میان محمد فاضل حیوکی و زیادتی در تفضیلت
و تفضیل نیستی از ظهور آیات میسر موده باشند نه در حقیقت آیات زیرا که در تفضیل
حقیقت آیات نسبت لاسود لا غیره هست فافهم از جماعه فقیرزاده فقیر
سلام خوانند مکتوب فرستاده بهتیم که للاج آثار صوفی بلند که یکی از مخلصان حاجی صاحب
محمد فیروز را سعادت شعار صوفی بلند همت ارجمند باشند چون فقیر بکمال فقر
میرسد از خود خواهش غیر حق را مرات میری او استقاش و مظهریت کمال غنا غنی
حقیقی پیدا میکند درین وقت استعداد او قابل مظهریت قول کن فیکون
میگرداند اما این صفت وردی مفید بظهور امر کن حقیقی سبحانه که مطلق
است نباشد هرکه هر وقت مهران حاکم این امر باشد لا تل این خاصه
حضرت حقیقی سبحانه است یا ببعنی فرموده الفقیر الذی اذا قال للشیء کن فیکون
و اینوقتی دست میدهد که از خود خالی شود و خالی شدن از خود بردر رتبه یکی
در مرتبه ولایت خاصه که به نسیان ماسوا بغلبه سکر محبت میشود درین وقت
این مظهریت امر کن و صفت غنا او را در تصرفات امور کوتیه می باشد اما در تصرفات

تحقیق علمی مراتب واجبی سبحانه مناسبت ندارد با مجرد توجه مراتب علوم

تحقق واجبی واضح گردد وازلباس الدین قطع باید چراکه سطر این کن

با همعنی موقوف بر تخیله حقیقی در [illegible] اند در مرتبه ذات با همه

خلو تخیله صوریست و عرفان هست علم غیب و مراتب بشری ازاله ما

خیال خالی نیست لیکن درست آمد قول حضرت پیر دستگیر قدس سره که خلو تخیله

ضروری است یعنی تحقیق حصول تصورات بعلم [illegible] برخلو تخیله

حقیقی نیست و آن در مرتبه ثابت حضرات انبیاء علیهم السلام است در مرتبه ولا

خاصه در توجه سالک یا تحقق و عرفان موجود [illegible]

منافیت با [illegible] در مرتبه خاص الخواص است نفس توجه [illegible]

کرد در خلو تخیله که در ولایت خاص الخواص بجای توجه بعلم [illegible] ازلی حاضر

در نیوقت این [illegible] را غالبا و حصول حضانی است و لیکن صاحب

حظ علم است بهذا العلم حق باشد و غیر ظهور از کمالات و خلافت در مراتب

بشری اوست و این مرتبه بظهور کمالات خلافت مرتبه نفس اوست بهر نوع

از نفس مرتبه خلافت ابدا راسخ دار است و چون از این مرتبه ترقی خواهد نمود

نفس اخص الخواص [illegible] خلو تخیله او منافی اعلی دارد در نو وقت

بجای علم

بجای علم است اما ایمان بالله باید است دعوت خلافت و بعد از علم

تعلیم رسالة رسیده و مباحث وجود در حضور گردید اسکن عنقای مغرب است

با همت بکلیت بقیه بهره یاب گردیده و بعد از آن جامع صفات کمالات

نرده الهی مانده در بیچاره بیت آن حقیقت قول الفقراء هم الله

اگرچه در ولایت خاصه داخل خواص الخواص آن مرتبه تمام

قرار دارد اما اثبات ملکیت در مرتبه اخص از خواص داخل در تکا

الاسرار بوده سیح معلوم نیست شغل حق تعالی یعنی در ولوسید سراد

رحمت تصوری و تمثالی است محض حصول تصرف حیال است

وانجا علوم تصور [illegible] است اما [illegible] و بیند را در [illegible] ذات علوم است

احتمال غیر از نیست نا [illegible] ل و شهودی باشد در مرتبه شغل الافت

که مرتبه [illegible] نیست از [illegible] علوم هم [illegible] و ایمان محض است

کاغذ که آمد معنی در ان مصرعه کسر هم خود ذیر ان را این است مکتوب

هشتاد و هشتم اخلاص آثار حافظ عیسی بعد حمد و صلوة احوال فقیر با فقط حضور

الطاف الهی مسند مو [illegible] علم عطوف رقم [illegible] از خط [illegible]

[illegible] ط [illegible] برادر ایجاد و الحال [illegible] الصحاب ثبات الله

مکتوب هشتاد و هشتم در [illegible]

و شفقی عطاء الله [illegible] [illegible] [illegible] آکر

مرسولد رشته از همه ابواب اینجا جا جمع دارند [illegible] [illegible]

نوشته شد مطالعه نماید [illegible] [illegible]

توجه لطیفه قلبی اگرچه لطیفه روحی بر علم [illegible] [illegible]

مشاهده [illegible] [illegible] برکت [illegible] [illegible] ذکر [illegible]

است تصوف اگر نباشد [illegible] [illegible] [illegible]

باید دید اگرچه درست است ما است اگرچه [illegible] [illegible]

ما را بر [illegible] اگر اطلاع [illegible] توجه بما الله [illegible] متکلم

بکلام ازلی بواسطه الهام [illegible] الله [illegible] کلام [illegible] السیه

مبتدی را آنکه [illegible] [illegible] [illegible] متوسط را آنکه

بعلت محبت شیخ حال [illegible] [illegible] شیخ [illegible]

حتی که خود را بصورت شیخ [illegible] [illegible] علم [illegible]

سر محقق گردد [illegible] [illegible] کلام [illegible]

بدو لقا [illegible] [illegible] [illegible] نعت

[illegible] [illegible] [illegible]

بعد توجه

بعضی وجه فساد کرده ما آنست حلال جمع شده احتیاز از دوستی (؟)
زکوة ادای باید و جهت آ دیج واجبی بعد ادای خالی از ثواب نیست بعضی
ادقات که محنت کثر میشود مقتضای استعداد است اما از نیجه که استعداد
در محنت نخنگی پیدا کرده وقتی که نخنگی پیدا کند امید قوی است خوف نکند
محکم باید بود اگر منکوحه شخصی ارتکاب بعضی معاصی میکند بهتر آنست که در آراستگی
و تعلیم او کوشند همین بهتر است مگر آنکه مرتکب کلمات کفر باشند دباره باید ازان
ترک بهتر جواب سوال استیابی نوشته شد خوب وجه مطالعه نماید مکتوب
نود و دوم در مقدمه قبض و بسط سالک سبحان الذی جعل السالکین قبضاً بعد البسط
و بسطاً بعد القبض الاول اما ان یکون بسبب التقصیر او سیان الترقی و اذا لم
یعلم السالک اولا سببه فینبغی بعد کل منهما وجب الاستغفار لاحتمال
وقوع التقصیر فینبغی ینظر البسط الی ما شاء الله و الثانی اما ان یکون یمکن
بعده القبض اولا والذی یمکن بعده فهو فی قید الظلال والبسط الذی
لا یمکن بعده القبض فهو خرج من قیدها والذی فی قید الظلال یسمی فی
حقه وقت نسیان ما سوی الله العدم فیمکن عوده الی البشریت لان لم یبق البتة
والذی ترقی من قید الظلال یسمی فی حقه وقت استغفار آنست من تغیر

وانتسابها الی الاصل الفنا فلا یمکن عوده الی البشریت کما قالوا لفانی

لا یرد و ما رجع من رجع الا من الطریق والمراد ههنا من البشریت البشریت

الاصلیه مکتوب نود و یکم بحقایق آگاه میر محمد بعد الحمد والصلوه وتبلیغ التسلیمات

بعد عرض محبت صادق دانا و آگاه میر صاحب میر محمد برسانند مکتوب شریف

در جواب عریضه پرتوه ورود افکند و از مطالعه شریف آن بر مرقومات مفصله

اطلاع یافت خلاصه آن یافته شد که فقیر را سبب اینکه در مکتوب سابق منع

از غیبت کرده بودم که منهی عنه است مانع امر بالمعروف ظن برده اند و آیه

که در صفت مومنان یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر است دلیل

آورده اند و نفهمیده اند که منع از منکر نوشته ام که آن غیبت و سوء الظن بجماعه

مومنین و تجسس احوال ایشان است که خود نوشته اند وینهون عن المنکر و در خاطر

نه آورده اند که نهی از منکر در معنی امر بالمعروف است و آن عبارت آن مهربان که در

مکتوب شریف بود بعینه درج میکنم تا فرق در معروف و منکر پیدا کنند و ان امنت

الخلایق الذی یحبون عندکم اکثرهم طالب الدنیا و اکثرهم بعید الله مرادات الدنیا

ولا ازار و یکم الا لهذا المطلب حال اکثرهم بضعف الاسلام حال المنافقین

الذین قال الله تعالی فی خصمهم قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا الی آخر العبارت

الدالة

الدالة علی الغیبة بل الی التهمة او باید دانست که غیبت حسیت یعنی ذکر اخ

مومن با معاصی او در غیبت او که معاصی پیدا در ذکر او بمعاصی که در غیبت میگویند

از این عبارت مستفاد میشود که حال خالی نیست یا آنکه ایشان نزد فقیر اعصیان

دارند یا ندارند اگر دارند در غیبت ایشان یاد بمعاصی داخل غیبت نباشد بل آن

از غیبت بدتر است چرا که ایشان الخبر التهمه بهتان گردید و بذا النطق اشد من الغیبة

فاعتبروا یا اولی الابصار و اگر آنکه گناهکاران عصیان ندارند پس کذب صریح مالکت السبب

شنیعه بهتان خوف کفر انظر الی ما قلت ولا تنظر الی من قال آگاه باشید

که حضرت بی بی عایشه رضی الله عنها نزد حضرت صلی الله علیه وسلم در آن ایام

که آیه حجاب نازل نشده بود نشسته بود شخصی براه میرفت چون از نظر غایب شد

حضرت بیبی گفت یا رسول الله چه دراز قد بود حضرت فرمود یا عایشه غیبت

مسلمان کردی گویا گوشت مردار خوردی حضرت بیبی عرض کرد که یا رسول الله

صلی الله علیه وسلم من راست گفته ام که دراز را دراز گفتم حضرت فرمود که یا عایشه

غیبت همین است که عیب شنیده غایب را بیان کردن بطریق حقارت

و اگر دروغ نسبت کند ذکر او بغیبت کذب است دیگر آنکه حضرت ابو هریره را

وقتی در غیبت او بعضی صحابه بشوم قدم گفته بودند چون بعد آن نزد حضرت صلی الله علیه وسلم

آمدند حضرت فرمود که از دهن شما بوی گوشت مردار می‌آید انه بغیبت شده
گفتند که یا حضرت ما مردار نخورده‌ایم فرمود که غیبت مومن کردید تا آیت آنکه
آعوذ بالله من الشیطان الرجیم یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن
ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم
اخیه میتا فکرهتموه، پس من انکه غیبت [illegible] از نهی است این کراهت غیبت [illegible]
داخل نهی است فرموده داخل امر و نهی است فانهم وارجع من الظن الذی ظنت
فی حقی وحق الجماعة التی بحسب عمدی فان الاخلاص عن العناد والکذب وکون
الشاکرین ان الاعمال حبطت بعد ذلک علی العبد واجب ولا یمکن
من الحاضرین والحاضر که بهر [illegible] بعد ازان اند الکافی مکتوب بود دوم بمیر محمد
باشم سبحانه بعد الاستعانة منه سبحانه لسلام اخطار فی جواب ما سئلتم منی اول
ایاک نعبد وایاک نستعین [illegible] ثم اقول اعلم ان العبادة علی نوعین
الاول عبادة من جهة الروح والثانی من جهة الجسد فالعبادة التی من جهة
الروح وجب عالیا فی مرتبة الولایة ولایة کانت وعبادة الجسد والروح
جمعا وجب علی الانبیاء ای نبینا علیهم الصلوة والتسلیم کما قال المثنوی
[illegible] الله علیه بیت [illegible] گفت هیچکاه تنهاش یا جان [illegible] بیت

جفت

جفت. بیان اہل الولایة لانہم اکثر الاوقات فی غایة السکر متوقفون

منہا الاتری ان نبینا محمد صلی الله علیه وسلم اقام ستة اشہر فی الغار المسمی

بغار الحرا قبل ظہور النبوة وما وجب علیه عبادة الجسد بعدم ظہور الاحکام

علیه ویستغرق فی لجة الوحدت باطنا فاذا علمت ہذا واستحکم فی القلب

ثم اعلم وان کان الاستتار الانبیا متحققا فی القلب الحقیقی لکن توقفه بان

موجب العتاب وہذا التوقف من جملة الزلات لم یکن الکبیرة لانہم معصومون

منہا وسر التوقف اربعین یوما بنوعین الاول نبینا علی جبیه شفقته ذکر بالمثل یقہر

من الاداب بعده والثانی انه لم یکن فی التقدیر ان لزم ظہور الدعوة ایاما معدودة

کما علمت فی عدم ظہور النبی بعد النبی ستین فی ایام الجاہلیة لتقرره فی القدر

وہذا مقتضا ظہور شمس الجلال حاما علی المدعوین بقدر ہذا ولیس العجب فی حزنه

وعلیه السلام لان الحزن والالم لعدم اطلاعه علیه السلام علی سبب تعطیل فی الوحی

والحزن علی التعطیل یحتمل الوجہین الاول مضی الاوقات خالیا عن دعوة الخلق

وہو مقتضی الحزن لانه ثبت ان الحزن علی مافات فی الماضی والثانی

لاستغنا حضرت الذات ان لا ینعکس معاملة النبوة کما قال الله تعالی

ان الله لغنی عن العالمین وانکان الانبیا قطعا مخصوصین علی النبوة وایضا

تردد علیه السلام

قال سبحانه في السورة الاسراء ويسئلونك عن الروح قل الروح من امر
ربي وما اوتيتم من العلم الا قليلا ولئن شئنا لنذهبن بالذي اوحينا
اليك ثم لا تجد لك به علينا وكيلا الا رحمة من ربك ان فضله كان عليك
كبيرا واذا جرت في السؤال الذين كتبتم في تحقيق سر الاستثناء بحسب ما ظهر
على استعداده الضعيف فكتبت في بيان ما لا تبينهم حال الخلائق وقصورهم
فيه ونستعين بالله سبحانه من الخطاء في بيانه اعلم يا اهل الفهم ان الخلائق كلها
جملة واحدة مظاهر لصفتين ذي الحسنيين اعني صفت الجمال صفت الجلال
وخصوصيت ظهور كل صفت خاصة بها فظهور صفت الجلال بحكم سبقت رحمتي
غضبي ابتداي وسبب الوجود وثبوت كل مظهر يظهر في المظاهر الخاصة اطلاقا
وتقيد اطلاقا ابتدائه كما كان قبل وجود المظاهر وتقيدا من حيث المقتضيات المحققيات
في حسنة فظهور صفت الجمال اطلاق وتقيد اخير محض فيضيد الناظر اي ناظر
كان اهل ولاية العامة والخاصة او الاخص والخاص لان في مظاهر الجمال في
عين احاطة المظهر للمظهر اطلاقا يحصل بعد ظهور التقييد الغاما واكراما بحجب
قدره وعزه وارده لا يخلو عنه العوام ايضا كما لا يخفى وظهور صفت الجلال خير محض
منحيث الظهور لا اطلاقي في المظهر كما قبل ما ضح الله فهو خير من حيث الظهور الا

طلاقی المنسوب الی فعاله الحسنی غیر محض فی خلقه کماله من حیث الظهور التقییدی کما
الذی هو نفس المقید المخلوق له سبحانه نعم نقص الا انهم معذبون و محرومون
من اکرام و انعام بل یزید علیهم فی کل ان صعوبات الشقاء کما قال سبحانه بدلناهم
جلودا غیرها لیذوقوا العذاب فکما مقتضی حسن الجلال فی حقه الخلود من النار
و ترتب العذاب علیه ابدا فکذلک تسمیة وجود آثار الشر لاقتضا کمالات
حسنه فاذا افترقت فی الظهورین المذکورین المتصلین و تعاکست فیه وجدت
ان لا انانی التقرب واجب ان ینظروا الی الظهور الاطلاقی فی کل وقت
و لا ینظروا الی جنبة التقییدی التی تسمی بالشر لانه ترک شهدهم متصادق
تحقق المقید فی مرتبة الا اذا وقع ضرورة الشرعی و امر وبه و الوقوع الحدود
و غیر ذلک فی حق الشریر فی هذا الوقت ایضا وجب علی العرفاء الدعا فی
حقه فی عین الحدود و الخوف علی نفسه خوف الابتلاء به فاذا علمت هذا
وجب علی السکوت قلبا و لسانا من ان یخطر معاصیه فی قلبی او یتکلم
عنها لسانه قبل الضرورة المذکورة فی القدر فاذا علمتم بادرت فرجت علیکم السکوت
قبل الضرورة و ما لا العیب فی سکلکم من ذکر الجاسین عند الفقراء ان اکثرهم
غافلون عن حدیثها الا ضرورة فانه زلة فی اصطلاح الاولیاء من تبه القرب و الاصل

الا انه وجب التنبيه على ما مضى والتركيب في الان [illegible] فقد الله [illegible] الا

على يا مولانا نحن انحصل المحاورة في كلام العربي ونقصد ان نكتب بالعبارة

سليسة فاذا اخذت القلم تترشح كلمات العربي متوالية من لوح المحفوظ كما تترشح

قطرات المطر على الارض اليابس وتزداد يا حسنا ونعمة جزاكم الله خير الجزا بما

سئلتم من هذا الامر والحمد لله كنت مشتاقا لظهور هذه العلوم لينتفع بها المسترشدون

ومرتبت الجزاء على السائل المجيب مكتوب نود وسوم در بيان عام وخاص تحريرات

سبحان الذي يفيض على العالمين بفيضه يعني فيض العام وفيض الخاص

فاما فيض العام الذي هو بظهور الجمال والجلال مستمر كما يظهور حصوصيتها في

وقت بعد وقت وانكار ان مظاهر انوار جمال المنسوبيتهم ووجودهم ولكن لما كانوا

طالبين ان يرفع عنهم حجاب البشرية ويعطى لهم الوجود الموهوب حتى يعرجوا به الى

مقام القرب بقطع حجب الظلماني والنوراني التي وقعت بينهم وبين الله تعالى

بحكمته بالغة فيتقدر ما صدرت الارادة الالهية فيحلون لسطوات الجلال وسبحات

وجه الذات تتفقد عليهم كما قال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله سبعين الف حجاب

من نور وظلمة الى اخر الحديث وهذا الان الى فيض العام متعلق لوجود التقريب

صدمات الجلال يا نعيهم عن التروح لانهم الا يحتسبون حتى يتلبسوا بوجود الموهوب

ويتخلقوا باخلاق الله تعالى بظهور الفيض الخاص الذي هو ظهور الجمال الخاص
فاذا علمت هذا فانظر الى الانبياء والاولياء واهالي الجنة لانهم متولدون
مرة ثانية كما قيل لن يلج ملكوت السموت حتى يولد مرتين ويكونوا خالياً
من كل الوجود عن وجود البشرية وكمالاته حتى لا يبقى فيهم منها عين ولا اثر
ويتخلقون باخلاق الله سبحانه فانهم الآن ليسوا محل ارجاع الضمير الذي في كلمة
اليه وقعت في الحديث الى كلمة ما الذي يشعر الاثنينية لانهم يتخلقوا الآن باخلاق
الله وليس في النبي واخلاق النبي الاثنينية كي يتحرق بسطوات التجلي فاذا تحقق هذا
تحقق ان العالم كله موجود بفيض انوار الجمال ومحفوظ عن الاحراق لان الاحراق
من خصوصية انوار الجلال وظهورها بعد رفع الحجب ولا يرتفع الحجب الذين هم في
مرتبة العام مظاهر لانوار الجمال والجلال مشتركاً لتفويض تربيتهم في هذه المرتبة
بصفة الجمال فلا ينقطع تربية الجمال عنهم حتى لا يكونون قابلين لتحمل انوار
الجلال ولا يكونون متولدين بالوجود الموهوب ولا يتخلقون باخلاقه سبحانه لسلامة
بدخلقه الاجنبي في حضرة القرب والتلاشي بسطوات جلاله بشفقته عليه وتأدبه
بالجناب الالهي جل شانه كما قال سبحانه ان الله لغني عن العالمين اي عن الذين
لا يخرجون من وجود البشرية ولا يتصفون بصفاته فاذا اتصفوا قال سبحانه

في حقهم كنت سمعه وبصره ديده در جلوه فبي يسمع وبي يبصر وبي ينطق وبي

يمشي محمد لهذا الرجل الكامل مرتبتان مرتبة المظهرية من جهة الوجود البشرية

ومرتبة المظهرية من جهة تخلقه باخلاقه فمن حيث مرتبة البشرية قال عليه السلام انا

بشر مثلكم انسى كما تنسون فاذا نسيت فذكروني ومن حيث مرتبة الاتصاف

بصفاته تعالى قال عليه السلام انا احمد بلا ميم ولي مع الله وقت لا يسعني فيه ملك مقرب

ولا نبي مرسل فسبحان من لا شريك له ولا يصل احد من الانبياء والاولياء الى حجاب

قدسه الا بوجود الموهوب والاتصاف بصفاته تعالى فليس للغير دخل حتى تحرق

سبحات وجهه العزيز فافهم [illegible] بس كنم خود زيركان را اين بس است الحمد والسلام

مطالعه فرمايند فقير در باب [illegible] راجع باراكه در تحقيق حقيقة الاحاديث جزء تمام اما سوال

را از جواب چاره نبود لهذا ابيات چند معاني گشود اگر شبهه باند مکرر تحرير تقويم فرمايند

تا [illegible] فيابت سوم مکتوب نود چهارم در تحقيق قول حضرت خواجه بزرگ قدس سره روح الله سبحانه

يگانگي دانست اما يگانگي نشناخت زيراكه شناخت از شهود خبر دهد در وجود [illegible] في

شهود است مراد حضرت خواجه قدس سره از وجود نسبت اصلي است اما نسبت عارضي

لازم نسبت [illegible] از حضرات انبيا عليهم الصلوة والسلام هم برنخورد الغرض علم يعني

دانستن نسبت بر طريق اجمال در روح در ابتداء خلقت قبل از تعلق جسد روح را

سبحانه بیان است که تعالی ما است با حقیقت ذات و صفات خود را بطریق

مظهریت اسما و صفات واجبی جل سلطانها بر طریق تفصیل ممهد است

و قبل از اطلاع بر حقیقت مظهریت و مظهریت بشریت اجمالی که وجود داناست

متحقق است این را دانستن شی میگویند بر طریق اجمال و چون اطلاع بر حقیقت

مظهریت خود و مظهریت اسما و صفات واجبی بخشیدند و در هر مرتبه خود چه اسم

و چه صفت مشاهده اسما و صفات واجبی نموده و آثار او که از راه بشریت

منسوب باو بود مظهر آثار مطلق جل شانه یافت وجود بشریت منتفی گشت این را

شناختن میگویند پس روح را نسبت شهود بعد تعلق جسدی عطا میفرمایند

اگر نباشد قبل از تعلق دانستن است و شناختن نیست زیرا که این موقوف

بر شهود است مکتوب نود و پنجم بخواجه فیض الله تحریر یافت سعادت شعارا شکر بجا آرند

که در این زمان جمعیت دست داده و ترک دنیا منظور نظر گردیده فضل حق دانند صحبت

اهل دنیا و دنیا مبتدی و متوسط را زهر قاتل است و صاحب کمال منتهی در عین

صحبت از اهل دنیا و در عین جمع مال از اهل دنیا و مال جدا است منتهی نایاب

خواسته برای تربیت علی فلان و تربیت بی صحبت میسر نمی آید حق تعالی

خبر داده که بندگان بعض چنان هستند که خرید و فروخت با مردم از ذکر الله ایشان را

بازدارد نظر در دفع تعلق دل خود از دنیا باید بست در صورت با اهل دنیا
اگر باشند و دل قطع از محبت ایشان گویا جدا هستند بدیگری نظر نباید
کرد مگر بحسن ظن و در خود هر چند کوشند سعادت هست واقعه دوم دیدم که خود را
بصورت بابا فتید برهان بکمال عقیده هست و در شیخ گم شدن را فنا فی الشیخ
تعبیر میکنند ثمره ذکر است که مرید در پیر فانی شود و خود را گم باید دیدن آفتاب
برهان نورانیت قلب است چون کار هنوز در ترقی لهذا قدری کم می یابند
مبارک است و هر چه بیشتر تو شته آید همه علامت ترقی است سعی باید با خود را
گم کنید بجز نیستی حق در رضای حق تام شد منظور نماند والسلام مکتوب نود و ششم
در جواب عریضه یکی که ذکر نوشت صدور سوم آنکه دل چون بذکر پر میشود در جوش می آید و سعی
پیدا میکند بعد از ان گویا پختگی پیدا میکند جوش فرو می نشیند دیگی که تا زمانیکه
که خام است در جوش است چون پخته شد جوش فرو می نشیند الغرض خود را محض
بحضور سپارند به نهجی که رو بطرف این مقامات نشد هر چند مقام عالی باشند نزد
مرتبه حضور مقامات مقیده را اثقل وقطره بحضور دریا والسلام تعبیر واقعه اول
آنکه لطائف ستة این شخص چنانچه قلب و روح تجلیات در واقعه می بینند
گاهی بصورت ستاره و گاهی بصورت ماه و گاهی بصورت آفتاب و این همه علامت تصفیه قلب

است خوش نموده است و واقعه دوم بشارة از ثمره آن تصفیه و بمردم دادن

کلمات است از تصفیه از آنچه از حق ثمره حاصل شده و تعبیر واقعه سیوم آنکه هر دو لطایف

روح و قلب الصورت در شمع می باشد و دیدن صورت با بشارت است از حضور یا

از برای محافظت حال شما است تا شیطان و خلل نکنند همه بشارات را سعادت

دانسته بکار مراقبه بکمر محکم ببندید تا انوار سفلیه به انوار لطیفه چون نما ظاهر اند

حتی که کیفیت بر خر مکتوب بود هفتم در تغیر واقعات بخواجه فیض الله تحریر یافت است

است که خدا بجا آرند و آنکه بر دار میکشند مراد از این مجاهده در ریاضت طریق

و شما که نمی ترسید بلندی استعداد است که مجاهده را به محبت اختیار میکنید

و آنکه در انوار عالم میشوید و با خدا جل شانه سخن میگویند تجلیات کلام حق است

که الصورت نور ظاهر میشود و آنکه مراد خود را گم میکنند فنا اتم سالک از آن است

که همه را گم میکند این قدر بسیار گوشنی است و آمدن نا نها موجب حق است

که بر شما می آید بمردم قسمت کردن این بشارات آنست که ایما بشعره ترکیب فحلات الخ آید

بدیگری از آن ارشاد باید کرد و اینهمه بشارات اند که بر سالکان می آیند حمد

بجا آورده متوجه حضور دلی باشند مکتوب بود هشتم در جواب سائل سطور

مستفسار سلام خواهند یک اند است نورانی که نیت کنند و همه معامله مرقومه

باد تعلق دارد و از و اطلاع نیافتند و آنندی که ظلمانی و هم نورانی است از و

بیان طلبیدند شنیدند و از شکست و بست او رسیدند بیان طرف ثانی ظاهر است

باید که از طرف اول نورانی محض مطلع شوید اگر میداشتند به تفصیل بنویسند تا از طرف

ثانی ازین طرف در بیان آورده مرسول داشته شود مکتوب نود و نهم سائل در رسانید علو

جواب شبهات شفقا چون جواب موافق سوال بنویسید و از آن

آنند که هرگز بنشکنند بیان نکردید همون بیان سابق کردید معذور داشته باشد

ضرور جواب مضمون اسم عزیز من دلا از شهود اول و ثانی و ثالث و غیر ذلک مطلع شوید

باید دانست که شهود مقابل غیبت است مرتبه غیبت مرتبه ذات و صفات قدیمی ازلی بی

کیف حقیقی الله سبحانه است و شهود اول آن مرتبه نور اول که نور محمدی است صلی الله علیه وسلم

و این مرتبه اگرچه حادث است اما مخفی البدایت است و مخفی الکیف لهذا این مرتبه

شهود اول اغیب نسبی و قدیم نسبی و ازلی نسبی و مجهول الکیف گویند و شهود

ثانی از آن شهود اول روح اعظم حضرت است علیه السلام شهود ثالث جسد

مبارک حضرت علیه السلام که فوق عرش است که عنصر اصل جمیع اصول مفصل

و عنصر مجمل است و از آن جسد مبارک که نور محض است تمام مراتب کرهای مجمل

و عناصر مفصل شهود دیده برینند سالک که در نقشی آرد احاطه عناصر که مهر در

از مراتب اجسام مخلوقات احاطه دارد به لطافت محض سالک طالب حق را

بحد مسجود میسازد و سالک تمام مراتب داخلی و خارجی خود را از دمی یابد و از

جمیع جهات نسبت [illegible] او میشود اگر چه این تعلق بظرف شهودی برای [illegible]

نسبت استعداد سالک ازین شهود ترقی می یابد آنچه از دمی یافت از ذات

سابق در هم شکست می یابد و ظرف شهود فوق را جامع و مرجع حقیقی آنجا

می یافت ازین می یابد که الی مراتب الترقیات جابجا یافته از اول

بی اعتبارست [illegible] انجذاب [illegible] ترقی می نماید الی آخر جمیع مراتب

الشهود و هو الشهود الاول [illegible] مرتبه الشهود الاول اذ لیس فوقه شهود یبقی

علی اصحاب الشهود و نادری هست که ازین شهود ترقی نماید و بغیب حقیقی

انسلاخ و چون [illegible] در آن اکتفا نمود قدر می ماند باید [illegible]

[illegible] تجویز داخل اهل [illegible] بسیار هست که آن ولایت را

بعضی [illegible] و بعضی ولایت صغری همه فرموده اند این شهود لوی از اهل [illegible]

دارد [illegible] ولایت [illegible] ازین برابر [illegible] حقیقت آنچه

نوشته آید سلوک [illegible] الکل وحدت [illegible] نوشته آید و مطلع [illegible]

که از ظرف از کثرت [illegible] یاد آوردن [illegible]

غیر اطراف است و درد پوستاکان وستمگان باعتبار استحقاق همه کس را
می پوشانند و انطرف می شکنند از اغور فرموده و در جواب سائل بردم
نمایند مکتوب صدم در جواب سائل مشفقا هیچ مرتبه چه جذب و چه سلوک آنچه نوشته بودم
از دو خارج نیست چنانچه در تحقیق خود نوشته همه کس را می پوشانند و انطرف
می شکنند کشیدن جذب نیست عجب آنکه تحقیق مرا لیس انداخته سخن بر لباس
اشکال نزد خود فهمیده می نویسید و این خلاف حدیث است اکافیل کان
رسول الله صلی الله علیه و سلم لیس الا اشعر او نیز معلوم شد که سخن اندکی را
که در لباس متعلق میگوید این امتحان است و بزرگان گفته اند الممتحن محروم قصه آن
همه کس نزد نیست کسی که نزد بزرگی رفته بودند دکسی نیست امتحان داشت
بی نصیب آمدند دیک عزیز نیست تا از آن مشغول شدم گاه کلیه جامعه جمیع
مراتب سلوک و جذب و انابت و اجتباء و اصطفا نوشتم و نه در یافتند حکیم
اولا نفهمند که سلوک چیست و جذبه چه و در کدام مقام می آید و انابت چه
و اجابت چه اهالی آن کدام اند و اصطفاء و جذبه کدام مقام اگر بنویسید بهتر والا
بنویسید که می دانم از زمان تفصیل این هیچ انداز نشسته بدارم اگر آنچه می رسد
یکطرف چنین است در راه سلوک و مراتب قرب اهمین سماء بلست سلامات مراتب الله

که از جهته قلة فهم سالک مرتبه لطیف را بصورت ثقیل چنانچه ظرف وغیره می‌بیند

مکتوب صد و یکم بمیان محمد کاظم در جواب استفسار صدای هنوز هم سبحانه ما کان لبشر ان یکلمه الله

الا وحیا او من وراء حجاب الی آخره ازین آیه کریمه متحقق شد که هر چه بلباس

صوت ظاهر است صوت نورانی باشد یا جسمانی و جسمانیهم بلباس حادث اند بلکه

دارد مرتبه صوت و حرف که نفس مدعا است و اول لباس کلام مطلق نیز داخل مرتبه

تقیید و حدوث اما متکلم قدیم است یا حادث اگر قدیم است ذاتا وصفاتا بجامعیت

ذاتیه و صفاتیه بلا تعدد و تکثر و بلا زمان و بلا مکان بلکه بلباسها خود را ظاهر کرده

واین ظهور نیز دو مرتبه دارد ظهور اطلاقی است یا تقییدی اگر اطلاقی است

ظهور حقیقت ذات جامع حقیقی است اطلاقا بمظهریه ظهور کمالات مخفیه صفات

خود کما قال کنت کنزا مخفیا الی آخره الحدیث و اگر ظهور تقییدی است ظهور

کمالات مخفیه است لمظهریته المظهور الاول الاطلاقی هذا بیان المتکلم الذی

علی مرتبتین واگر متکلم حادث است لا حاجة الی قسمته لانه حادث من کل الوجوه

وداخل فی ظهور کمالات المخفیه ویسمی المرتبة الاول المتکلم بقسمین بظهور

المنقسم

نفس الکلام الواجبی ولا غلط فی هذا المسامع لانه من تعلیم العلم اللدنی

الاصلی بوراء الطلاق والحجاب وهذا مرتبه الوحی علی جبرئیل و مرتبه الالف د

على الانبياء عليهم السلام وفي تبعيتهم بنصيب ممتازين من الاولياء وهم

الذين يترقون من الولايات الثلاثة الثمانية ويصلون الي مرتبة ولاية

الانبياء المسمى بمرتبة الثانية الحادثة بكلام النفسي الذي المدرج في شئونات الاول

الذي يسمى بنور المحمدي عليه الصلوة والسلام عزيز من دريں بيان من فقرا

ابسل دیوانه هم هستم که سابق نوشته ام بعد چه لسم کنم خود زبر کاسه الراس شکست

مکتوب صد دوم بعزیزی صیدوا قبت اتام تتمه سبحانه الحمد لله الذي رزق العلماء بتربيت الذاتية

والمعاني بالتجليات والذين يترقون ترتيب الصفات اكثر معاملتهم

بالتجليات الصفاتية ولو يترقون نادرا بالتجلي الذاتي لسبب التجلي التجلي

البرقي في حقهم ولو يسأل بالفرق بين التجلي الذاتي والصفاتي اول

اوائلي زر التجلي بمليسة صفة من الصفات يظهر صورت المعي

الذي هو الصعود مثل التفكر صورة المعي مخبر وفي وقت

ان بالمعنى اشمالي يكون اللبناء العدد هذا السير بالسير في الدعا

فاذا علم الحسب باستعداده فهو على نوعين الاول ان يقيم السائر

في هذا المقام ويكون ابدا المعاني الماخضة فعد والى الموت والثاني

واحصل الى الحسب استعداده غلبت عليه الذوق الى ذات المتجلي دقيقه باطنه

من الكره

من الكثرة الى الوحدة هذا على نوعين بعضهم من يتمكن في هذا المقام
الدنيا بين من الى ما شاء الله وبعضهم يترقى في الآن بلا توقف
من مرتبة التفصيل وهي مراتب تجليات الصفات الى مرتبة الاجمال وهي
مرتبة تجلي الذات وفي هذا المقام الاجمال يتجلى الحقيقة الجامعة الواحدة
بلا كثرة المعاني كما هو شأن تجليات الصفات فاذا فهمت هذا فافهم
ان واصل الاول المقيد هو في مرتبة كمالات ولاية خاصة التي تسمى بولاية
الاولياء عند البعض وبولاية الصغرى عند البعض الآخر والثاني اصل النقص
ولاية المذكورة باسماء الثلثة فهذا اصل هذه الولاية على شرط الصراط المستقيم
وكل من هو في هذا المقام فهو اهل تجليات الصفاتية وسبب تقيده في هذا المقام
عدم خلوه عن الاغراض ولو مخفية وهو اهل الفناء المقيد ولا دخل له في فناء
الفنا فكل ما ذكرت في المرتبتين هم اهالي مراتب الظلال بفرق كثرة
الظلال وقلتها لان كلهم مغلوب بالتجليات ومبتلا فيها الا تعلم
ان التجلي ظهور الشيء صفة او ذاتا في الحجاب قلته او كثرة لا اهالي التجليات
فاذا فهمت هذا فافهم مكتوب صد ودوم بعزيزي باسمه سبحانه الحمد لمن هو الحامد والمحمود
في المرتبتين مرتبة الاطلاق القديمي الازلي والحدوثي التقيدي الشهودي

في الاول بلا توسط الغير وفي الثاني بواسطة المظاهر الحدوثي سبحان من احتجب
عن الخلق بنوره وخفي عليهم لشدة ظهوره فهو الظاهر الذي لا اظهر منه وهو الباطن
الذي لا ابطن منه فهو الواحد الذي ظهر في بطونه وبطن في ظهوره الحمد لله
که لطيفه متعاقبه را ملو بمعاني آيات وسينه را منشرح کردانيد جزاک الله خيرا

مکتوب صد و چهارم در بيان تعبير واقعات عزيزي فرموده نظم خاک شو خاک تا برويد گل که بجز خاک
نيست مظهر گلها خاک شدن خاک سبب زيادتي بعد انتشار کلها است
خوب است مراد از طفل نفس است چون بوقت پيدا ميکند دادر کشتي
باز مي آيد اميدواري کثرت علوم و معاني ميکردد مراد از شير کثرت علوم است
هر که در خواب بي بيند که شيري نوشتيم در حديث نوشته که بشارت است اگر ترا
علم است سبحانه ابو بشارت را که مقدمه فنا است بر منصه ظهور آورده حضرت
آيت اللهم اجعل في قلبي نورا و تحتي نورا و امامي نورا و خلفي نورا و اجعلني نورا
همه بشارت نور علي نور دانند در حق سالکان طريقت مراد از دريا اينجا دريا
وحدت و معاني است ظاهر است که دريا معاني اسرار حق لانهايت است
لهذا رسول عليه السلام در قرآن شريف فرموده قل رب زدني علما و کشتي
وسيله حضرت پير بوده است که سلسله اين وسيله بوسيله نسبي خود ميرسانند

دانجات

و آنجا [illegible] دائمی آب دریا [illegible] ای است و آنکه کنار ظلمت [illegible] اند

الظلمت عبارت از انوار لطیفه اخفی است که در آنجا سالک با آن نور رسید

و تمام او را استعداد ظهور آن تمثلا در عالم مثال بشارت از استعداد قوی است

امر واقعات و جواب اینها که نوشته شد در کاغذ علیحده [illegible] کرده داشته

باشند [illegible] برات [illegible] از مراتب علاحظه [illegible] داده اند به کم یا بیا برآنست

که بعضی امور [illegible] کرده [illegible] از [illegible] استفادات قلبی است

در [illegible] قوت ایمانی است [illegible] دریای نور وحدت است که قریب تر می آید

ما را [illegible] که از نفع نمی نماید جذب غیبی است

که در اختیار نیست و خوف که پیدا می آید مقتضای جسد عنصری است

که حکم روح مکرر [illegible] خود را نمی [illegible] در عالم [illegible] نور

می [illegible] دریای [illegible] ولهذا [illegible] مراتب ظلال است

[illegible] بلباس ظلال پیدا [illegible] معامله [illegible] بیشتر است

بیت [illegible] اصلا کمالات [illegible] کم شد [illegible] وصال است

[illegible] الی [illegible] حاصله

و کرسی جواب واقعه این [illegible] انوار لطایف [illegible] اند که بلباس [illegible] تجلیات [illegible]

و علامت تصفیه رذائل [illegible] در رنگ عناصر [illegible] [illegible]

تربیت از مراتب قرب و علم علامت ایشان بر تربیت که پیشتر رود رهبر

مرید است تا بغلطی سوی دیگر نرود و مرد غرق شونده دو نوع معنی دارد یکی که

اگر شخصی تابعه شرع نبود تابع سنت را اینچنین [illegible] ترقی فنا کلی اوست و اینکه

گاه گاه شود ارسیده معامله وسط اوست دوم اینکه اگر شخص مبتدع و خلاف

شرع را اینچنین غرق شونده دیده شود علامت بر گمراهی و محرومی کل اوست از نور

متابعت خلاصه اینکه اگر قبل و بعد این واقعات تضرع و جمعیت و نفی خواطر

غیر خود هست این ظهورات رحمانی هستند و هر که اصل ما بعد این بی باکی و تفرقه

اکثرت خواطر است از این انوار خود را باید که [illegible] آماده باید خواند که حرز از ظهور

غیر رحمانی [illegible] رسند و ابلیس لهم ان کیدی [illegible] من حق تعالی در حق این طایفه تا بنه فرموده

راز این تحقیق معلوم شد که هر چه نور ظلمت رسید آید آنرا بعد از دین تمام بعث

شرع باید سنجید فلا تکن من الغافلین ایهم واقعات نورانی و غیر آن

خوابید اما قبل از ظهور واقعه [illegible] صورت [illegible] نظر واقعه

[illegible] بود [illegible] باشد [illegible] مکتوب مینه انجم جواب واقعات خواب واقعه

اول کا این آب رحمت الهی است که بر دل و جسد آدمی ذاکر حق بر نزول علامت

آب رحمت این که از طرف راست می آید این آب بر زمین نمی افتد
تمام در بدن میرود جواب واقعه دوم انکه این خلعت نور منیت که تو بسیار
می بینی عطا میشود در بر سرمی بندند وان نور سفید نور لطیفه روحی است
که بظهور آن در حضور شهود محو میشوند و دانه دانه ریختن بر بدن مثل جواهر باثر آن
در تمام بدن [illegible] دارند جواب واقعه سیوم انکه کبوتر نفس است که بصورت
کبوتر متجلی [illegible] ده [illegible] باو نفیه کند چون [illegible] آنجا تا مالحال نسبت
حقیقت بصورت [illegible] شده تعلیم [illegible] جهاد با نفس [illegible] باید تا [illegible]
[illegible] نفیه شود جواب واقعه چهارم انکه بالا شدن بر کوه [illegible] عروج
[illegible] آن [illegible] از [illegible] دیگر [illegible]
ظهور [illegible] و دیگر [illegible] که [illegible] دفع بعض [illegible] دیگر است
و برادر [illegible] سنگ بر [illegible] دفع موانع [illegible] والله يعلم وانتم لا تعلمون
جواب واقعه پنجم [illegible] بار [illegible] جهة رعایت نماز تا زمانه که احضار
والا کار باختیار مختار حقیقی [illegible] اگر از رکوع و سجود در بیخودی [illegible]
آن [illegible] باد نمود جواب [illegible] انکه در [illegible]
که عاشق را [illegible] ظهور دارد وقبول آن [illegible] تصدیق بر مرتبه عشق [illegible]

جلیه او خفیه جواب واقعه سیوم بسیار خوب مخبر از متابعت شرع و حجابات نفسانیات

شما در راه ازعرفت رسول سعی مشکور و حفظ از ظلم نفس و شیطان در رجوع

بجناب حضرت رسالت پناه و یاد داشت عقیده بر دیر در درون سنگ

نمونه از تصرف اولیاء است جواب واقعه دیگر حقیقت تضرع و نیاز بصورت آب

مستدل بحول شده از چشم می ریزد و چون آب بر زمین می افتد ضایع نمی شود

و همین میگردد لهذا این آب چشم عشاق در جسم غرق شده بهر عضوی می رود

نورانی می فرماید و کسل و غفلت باقیه را بدر می اندازد ذلک فضل الله یؤتیه

من یشاء جواب واقعه دیگر ذکر علی نور از لطیفه قلبی ظهور می فرماید و کشتی

مدد غیبی است که طی مسافت دریا از تو اسد کرد از هر طرف را بحضور نبوی

جل شانه دارند از هر چه غیر حق باشد تا بسبب راه ابدان [illegible] ما زاغ البصر و ما طغی

شما ملحوظ دارند جواب از کثرت انوار واردات غیبی این واقعه خبر میدهد

امیدوار ترقی باشند تو مباش اصلا کمال اینست و بس کم شدن گم کن

وصال اینست و بس همچنین می باید خلاف شرع نظر اندر سیت حق

همین است که انچه نفس و کیفیت با خدای او و رای آن باید دانست و نفی

آن باید کوشید انچه سابق نوشته از دو الحال هم بر طریقه اخلاص و یقین

و حق آنست

وعشق است جواب چون معامله سالک بر طبق متابعت این هم بسیار
عروج و ترقی است الحال امید باید فهمید که هر واقعه که تاویل آن نتوانند فهمید
بشکل نگاشته خواهند نوشت حضوری در زیاده اوقات در مراقبه صرف نماید
واقع که در فهم نیاید حاجت نوشتن نیست جواب واقعه بشارت آنکه نسبت
طلب عیار کرد [illegible] نیلاتی که در ظلمت نشسته بود آن بر جمعیت ظاهر گردانید
[illegible] را یداخنده قلب را یاد کند از ینجاست که تفرقه خاطر راه نیابد
[illegible] بشارت است بسیار کرد جواب واقعه خوب است حاصل جمع و داشته
بکار خود مشغول باشد جواب واقعه دلالت [illegible] الحال امید تو به مرتبه بشارات داده
ذو الفضل العظیم صحبت این نعمتهای حقیقی استعداد شما لست حضور
[illegible] الا الله بدیگران [illegible] در بسیار اول [illegible] الحال آن خود را
من کل الوجوه بحضور سپارند که عالم تمام در حضور بر تو چنان مخفی گردد چنانچه
ستارها در حضور آفتاب در حضور خود را محو سازند که حضور هستی خود از میان
برخیزد جواب دوم آنکه دل عاشقان در عین خواب بیدار است جواب ارادا
از مسجد خانه قریب بود [illegible] در بهانه [illegible] سالک با مال خودی برود
و مراد از لامات پدر با خود مستوی است و مهربانی بدر مراد از ثمره آن وصل

است و چون بر اهل [illegible] گشتی بوده است آنوقت بیحجاب میشود غایت

محبت اینکس در آنجا حضور محض است بلی عبارت و مجوستدان [illegible] از مصنع بر نک

آستان است کلمه دو دقیقه که در راه دیده در بیابان اند که سد راه

همه سالکان میشود چون کاروان را عبور کردن کالای برای دو کس پیدا گشتند

از بالطور کالای دانند چرا که نگهبانان بهر بار [illegible] آن دو کس را [illegible] وصیت خود

بیان کردند که گفتند [illegible] و گفتند که بهر یکی دو دانه ها یم داده اند

گردند تا بدلیری قطع آن راه نمایند ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء [illegible]

جواب واقع باید دانست که شمشیر را بر قطع قطاع الطریق و کفار پیدا کرده

اند و چون قطاع الطریق در راه سلوک طریقت شیطان و هوای نفس است

که شمشیری برای قطع اینهاست [illegible] است که به هیچ قریب نفس

و شیطان از ترقی بند نمیشود نه شمشیر است همه قریب به نفس و شیطان قطاع

میباشد چنانچه عزیزی گفته در مدح مجاهدان طریق قاطع القطاع فی همم دائم

بشارت برین است که صاحب این داعیه را همت در استعداد و نهاده اند

ای [illegible] هوا او [illegible] بود [illegible] همت اضطراری است و چون در مرتبه

ترقی نمود همت اختیاری عطا و [illegible] غلاف اختیار

سالک در دو مرتبه

سالک درین مرتبه تا با تمرات را جاری کند و بجا خرج بکند والسلام بیت

رونق عهد شباب است دگر بستان را ها ها میرسد مژده گل بلبل خوش الحان را ها ها

مثنوی بلبل این بود از باد خزان ها ها که بیاید فرح از رونق کام دل ما ها ها

کما قال سبحانه لنبیه صلی الله علیه وسلم لا تفرح ان الله لا یحب الفرحین مکتوب

بیست و ششم از طرف فیض الهی بیک الله هوی و تعبیرات بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله بعنایات واجب الوجود و بیمن برکات حضرت از هر طرف و جمعی

جمع اند امید واری از فضل و کرم حضرت چنین است که توجه ظاهری

و باطنی در ترقیات استجابت فرمایند بعده مخفی نماند که اکثر در مراقبه واقعات

دیده میشود دیگر در مراقبه بودم که پاسک آورده اند فقیر را گریه در خند جواب این نور رسید

دیگر آنکه اکثر در مراقبه قبله خود گم کرده ام تعبیر این چه باشد دیگر روز دیگر در مراقبه چند

الماس در پیش فقیر آمده استاده است بسیار خوب صورت چند بچه ها دارد یک

جانور یکی از بچه های او برد طاوس پریده بر هوا رفت و بچه خود از پای جانور گرفته

آمد در آنوقت بر دل فقیر آمد طاوس باین جلدی پریده از پای جانور بچه خود را

گرفته آمد در واقعه بان طاوس تعجب کردم اکنون که می بینم نشستن هفت باشد

و چند بچه با دارد جواب این نویسید دیگر آنکه بجناب رسالت پناهی متوجه بودم آمده ادا دی

بگوش دل رسید که می آیند حضور زیاد شد و از طرف پیام شد ها لبسا آمدید
درانوقت یک قطعه غنچه های نورانی در نظر آمد در میان اینجانب رسالت پناه
صلی الله علیه و سلم می آید با من ملاقات نمود واقعه روز دیگر در ... بودم در دست اقدس
ایشان بلند ساختند ... تا آسمان رسیده فقیر بر کسی ... که ...
مراتب ایشان بلند داده ... آن شخص گفت ... ایشان ... می گوید
مراتب ایشان ... داده ... ایشان ... احدی باید که ...
... ایشان قوم فرمایند مکتوب در تعبیر واقعات بفیض الهیه یک ... در ...
محبت الفقراء مرزا فیض الله ... سلام خوانند رقعه مضمون ... و بعضی
اوقات رسید ... الهیه واقعات ... تر قبا ...
... که ... اوقات تضرع و افتقار بر دل جاری گردد و فرح رو نماید
... واقعه اول ... اعطای ...
... که ...
... واقعه ... که ... التجلیات
... خاصه
... همراه ... خصوصیت ...

در تجلیات زیرا که تجلیات بعضی بر صفات جماد که نمو در آن متصور نیست

و منحصر به همین رتبه و بعضی بر صفت نبات که مقتضی نمو و ترقی بر آن است

و بعضی بر سبیل فصل و بردن بلکه که شعر بر صدد ترقی است کار ابلیس است اما چون

در استعداد اهل این تجلی اقتضاء ترقی است فعلی که سبب سد است از این حیثیت

واد [illegible] ظهور می آید لهذا قصد الملک الکمال التی نیافت تعبیر و از نه چهارم که مقدمات

ظهور حضرت سرور کاینات شعر بر کمال صدق بر آنحضرت است صلی الله علیه و سلم

لعل رحمة ربک یاتیک علی حسب التصدیق و یکون موصلا الی اللقا

شد شعر الدین بالصفا شعر بر ترقی از رتبه ظلمت که تجلی است و مبنی وصول

بمرتبة [illegible] الله [illegible] از طرف سیام باوجود ناقابلی این فقیر از سلسله

[illegible] اسرار [illegible] دائم شعر بر برتری علم ولایت محمدی است

صلی الله علیه و سلم [illegible] اسلام [illegible] علم

نورانی [illegible] حضرت این جوهر نفیس آن [illegible] الغرض

در تبع [illegible] در احوالی [illegible] تحلو منخله [illegible] حق سبحانه

به تبلیغ [illegible] نباشند [illegible] آورد حمد بجا آورده [illegible] ایشان مشغول نباید

منافات و فرحت و لذت را که از عدم [illegible] روی نماند باید [illegible]

اندخت و تضرع را باید پیش داشت ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء مکتوب

بنام فیض آگاه بیگ در تعلیم مراتبه مبتدی و منتهی و دور کردن دوی از خود که همین حجاب است

رقیمه شمعانه متضمن چند واقعات عجیبه طلب تأویل از فقیر خواجه شیخ سعد

شرف ورود بخشید قابلیت استعداد شما در بنا واقعات که متضمن کمالات اند

معلوم گردید حق سبحانه از واقعه معاینه آرد برهمان کاغذ حسب هم رنگ هر واقعه

تأویلی و تحقیقی نوشته ارسال داشته شد بمطالعه خواهد آمد بر محض واقعات اکتفا

نباید کرد چه بسیار شخص باید آورد تا از وی محجوب شد لا بسو بسط مراقبت تمام

در مرتبه عیان وصول بخشد عزیزان دیگر را خصوص برادر خورد را که داخل طریقت است

سلام رسانند و از یاران صحبت نیز سلام خوانند مراقبه آنست که بند چشم

بند و گشاده باشد مراقبه باشد مراقبه دو مرتبه دارد مراقبه سالک و مراقبه منتهی

مراقبه سالک برای دفع مزاحمت دخل اغیار است و مراقبه منتهی که از ساحت سینه

و دل او ظلمت دخل اغیار زدوده شده و بیم مزاحمت اغیار برای حضور مطلوب

حقیقی است تا جمیع حواس ظاهری و باطنی در حضور مستغرق شوند مصرعه

نماند مراد بر ده الا جلال الحب نیز بزرگی فرموده بیت چندان برو این ره که دوئی برخیزد

ور هست دوئی بره روی برخیزد تو او نشوی ولی اگر جهد کنی جائی برسی کز تو توئی برخیزد

تم الکلام

خیر الکلام با قلب و دل که تو به در بیان خطرات نفسانی و شیطانی و غیره موجب تحقیق حضرت
از تحریر پیر دستگیر قدس سره معلوم شد که خطره کار ابلیس است یا کار نفس یا زمانی
که قلب غالب نیست نور قلب بعد ورود خطره بر دلی تمیز نمیکند که این خطره از خارج
آمده یا از نفس ناشی شده از اکره می پندارد و بیرون می اندازد تا زمانیکه
غالب نشده نفس و ابلیس در کار خود مجاهده در میان است اگرچه نسبت کثرت
خطرات جمعیت کم است اما چون نور دلی تمیز نیست که از ابلیس یا نفس است
و مکروه پنداشته است همه دنبال آن بسوی آن هر دو است و باین شخص منسوب نیست
و نیز معلوم شد که بسبب عدم تعدیل اربعه عناصر آن هر دو عدو دخل میکنند و چون
تعدیل هر چهار عناصر موقوف بر کمال است اما نور قلب بعد ورود مطلع بر حقیقت
آن میشود مکروه باید دانست و نور قلب خود را بآن تعلق نمیدهد کاره و بیزار
باید بود از تحریر حضرت معلوم شد که قبل کمال و بعد آن نیز خطره می آید اما بعد
کمال و چون تعدیل اربعه عناصر است قدم پیش بردن نمیتواند و ناقص مقبول چون
نور دل تمیز در خطره عدو دارد و مکروه پندارند و اگرچه بند کردن نمی توانند
اما تابع او نخواهند شد چون دانسته شد لیس از غم این که مثل کاملان نشوم
که خطره دخل هرگز نباید خود را پریشان نباید کرد مجاهده ورد او بارالی

ما شاء الله الامور مربوطة باوقاتها باین تسلی باید کرد اگر مردم بخطرات

مغلوب اند که خود خطره شده اند و محجوب می باشند زیرا که نور دل که تمیز کرده

مکروه داند ظهور نکرده شکر باید کرد که بنور دل تمیزی پیدا است خطره را خطره

میدانند مقصود مکتوب الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات بکمال

قدرته الی النور فارجوا من کمال قدرته ان یعطی العروج من النور الی النور و حصول

هذا العمل یتوقف علی التوجه الکامل اعنی شیخ المشایخ عبد القادر النقشبندیة

وجزاه الله سبحانه علی هذا المدد والتقویة والسلام علی من لدیه متضمن پیدا الا

استدعا مکتوب بعزیزی تحریر یافته باسمه سبحانه تحیه سلام ازین قلیل

البضاعت بعرض جامع علوم مولائی و مقتدائی اماده بحکمت الدینیه

ثبته الله علی قواعد الحکمة معروض باد استدعا آنکه بضاعت قلیل این

قلیل از مرتبه تقلید و دلیل بمرتبه تحقیق و وصول متوجه آن منظر عجیب راه باید و از انجا

ازقلت بی علمت خروج فرماید و ما ذلک علی الله بعزیز والسلام علی من

لدیهم متضمن باستدعا رندکورا رجو من الصالحین الذین عندکم دعا الخیر فایده

هو الله الذی لا اله الا هو بر ضمایر اولی الابصار پوشیده نیست که در اصطلاح

اهالی ظواهر که بولایت عامه ترقی یافته اند در آیة نفی اله باطل اتفاقی است

که کفار

که بمقتضای ظاهر شریعت مثل اصنام و شمس و قمر و نجوم را مستحق عبادت دانسته

با دات بویت اختیار نموده اند و قطع تعلق از غیر با دلی با طل در عدم استعانت

ایشان بنصر تفضلات م دست میدهد چنان که مجاهدات و ریاضت ها درین ولایت

ولایت خاصه توجه بوجود کثرت بلکه بنبوت کثرت داخل اله باطل است پس

درین ولایت آن کریمه بمعنی تعلق از کثرت میسر باشد یعنی که نسیان ذات و صفات

صاحب این ولایت مع نسیان علم نه النسیان صرف است بلکه در مراتب کثرت

عین وحدت را می یابند بلکه کثرت را عین وحدت می بینند تعلقیه طهور تعیین

خاص و در هیر تبه چون کثرت در نظر این کس تعلقیه حسب بر تنگ وحدت نمودار شده

و از دایره رفته را آمده در حکم اله باطله شده و چون کثرت در نظر سالک

حکم وحدت تعلقیه حسب اینکس پیدا کرده و نور وحدت بهر فرد کثرت احاطه نموده

قطع تعلق ازین باستگی بمجاهدات اصلیه بلکه بفضل اخص تعلق دارد

تا حسب این عارف را افراط در رتبه اعتدال آرد و داغ رنگینه که بسبب قلت بصارت

محجوب بود ظهوری پیدا کند و غبار غلبه حبی که بر بصر دل نشسته بود بفضل اخص زدوده

کردد الآن هذا العبد کان عبدا خالصا لله سبحانه وکان ممیز ابین العبد

والمعبود ویکون ابتلا بولایته الاخص کما کان الثانی ابتلا بولایته

الخاص و یکون مومنا بالغیب و یترقی عن مرتبة الشهادة و الشهود و الکون
لا یکون حجابا بالهند المتحقق اما چون هنوز وصول او البته توجه است اگرچه توجه
مجهول الکیف باشد تعلق اینکس با توجه در حکم تعلق بر آلا باطلات است و چون
توجه اینکس با نور رنگ بیرنگی بنماید قطع این توجه که تعلق و بفضل خاص
الخواص دارد مجاهده اصل الاصول برای قطع این توجه در کار است و وقتی
که توجه معدوم باشد و اثری از و نماند کان هذا العبد واصلا بولایت خاص الخواص
و هی ولایة الانبیاء علی نبینا علیهم الصلوة و السلام و در نبوت اینکس
از جمیع مراتب ترک الحقیقی و النبی خلاص یافت و کان مومنا بالایمان
الغیبی الحقیقی کما کان الثالث مومنا بالایمان الغیبی النسبی و کان من الحملة
الذین یقال فی حقهم العلماء ورثة الانبیاء فتامل فی الفرق الذی من توات
الاربعة و چون اهل مرتبه اخیره اکبر از جمیع مراتب ظلیه بر آمده و واصل
صفات حقیقیه که مرتبه اصل است گشته اما هنوز بواسطه صفات وصول ذات
جامع بالاصالت موقوف است پس درینجا تعلق او بالاصالت با صفات
است و چون صفات که قائم بذات اند دو جهت دارند جهت وجوب من حیث الذات
و جهت امکان من حیث الافتقار تعلق این عارف غالبانه با نفس انبیا

واقع وسبب غلبہ تعلق بصفات شمہ بقیہ ہوا است وہوا اگرچہ قلیل است
آنرا در الہہ باطلہ شمردند کما قال سبحانہ افرایت من اتخذ الہہ ہواہ پس قطع
تعلق ازین ہوا وترقی الی جناب الذات الجامع البتہ افضل اخص
الخواص است مجاہدہ دارین دخل ندارد واذا حصل انہ بمحض فضلہ کان واملا
بکمالات النبوت بنور رسا بعتہم واہل ہذہ المرتبۃ الخاصۃ اگرچہ بہرہ از کمالات
نبوت یافتہ اما اینکس را نبی نمیتوان گفت اذ التحقیق بیان ہذہ المرتبۃ الاخیرۃ
المقتبسۃ من انوار النبوت العامۃ النبیین بفضل اللہ سبحانہ ایں التفرق بین نبوت
نبینا ونبوت الانبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات فاعلم ان
جمیع الانبیاء وان کانوا واصلین للذات الجامع بالنسبۃ الی جمیع غیرہم
وہم الاولیاء ولکن بالنسبۃ الی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مع وصول
الذات شمۃ المیلان الی الصفات متحقق فیہم فشمۃ المیلان الیہا نشئ
عن شمۃ الہوا وان کان ہذا الہوا فیہم فی مرتبۃ الاباحۃ والعزیمۃ تقتضی قطعہ
وشان ہذہ العزیمۃ مختصۃ بنبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ہو محقق
بحدیث اسلم شیطانی اللہم یسرنا برکت متابعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
شمہ من خصوصیتہ علیہ السلام مکتوب م بجواب سوال میاں الہدیہ

ظهور فیض صفات حق سبحانه عام است و خاص در ظهور عام اضافت آن بسوی
مظهر است چنانچه صفات بشر مثل سمع و بصر و کلام و غیر ذلک را فیض صفات
حق گوییم اما صفات حق نگوییم صفات بشر گوییم و در ظهور خاص اضافت آن
بسوی حق نماییم صفت بشر نمی توان گفت چنانچه صفت کلام حق که در
مظاهر کثیر متعدده ظهور فرموده و بلباس حرف و صوت ظاهر شده این همه را
کلام حق گوییم حقیقت اینچنین است که از فیض صفات دیگر آنچه به بشر رسیده
این ظهور فیض صفت بشر گردیده مثل کلام بشر و بصر و علم بشر و غیر ذلک و ظهور در
این صفات دیگر را همین یک حیثیت است بخلاف صفت کلام که این صفت را
بدو مرتبه ظهور است یکی عام و دیگر خاص از ظهور عام صفت کلام در بشر موجود
میگردد و به آن تکلم می نماید درین ظهور این صفت و این تکلم بسوی بشر منسوب است
کلام بشر را که ظهور کلام حق است کلام حق نگوییم زیرا که تکلم بصفت بشری بکسب بشری
تعلق دارد زیرا که حرف و صوت بی را اینجا که بکسب و سعی بشر پیدا می آید و از ظهور
خاص که کتب سماویه بر انبیا علیهم السلام نازل شده حق متکلم است بکلام نفسی
بلباس حرف و صوت و درین لباس کلام هرچه بلباس هم عطایا حرف و صوت
نورانی است که مخلوق را دخل نیست بلکه حق سبحانه کلام مطلق را بواسطه

عربی بلباس

غیری بلباس حروف و صوت ظاهر ساخته و بخود منسوب نموده چنانچه میفرماید
نحن نقص علیک احسن القصص در سوره یوسف و شهود اول هم گرچه
بتوسط مخلوق است اما این مرتبه جامعه شهودیه را هرگز ذات و صفات
خود نفرموده بلکه مخلوق فرموده که مخلوق است و هرچه درین مخلوق اول
از ذات و صفات موجود است از ذات و صفات حق نگویم بلکه از
فیض ذات و صفات گویم کما قال النبی علیه السلام العالم من نوری و انا
من نور الله گفته که خود را ذات الله یا نور الله گفته و همچنین عالم را از نور خود
گفته لیکن هر فردی را از افراد عالم ذات حضرت یا نور حضرت نگویم بلکه از
فیض نور میگویم سوای کلام مطلق که آن را صفت بطور خاص که بالا ذکر یافت
با وجود لباس حروف و صوت مخلوقه کلام ذات حق گویم و این نسبت محض
خاصه صفت کلام است که هم بفیض عام مثل فیض صفات دیگر یافته و هم
بفیض خاص ممتاز از فیض صفات دیگر که محض کلام نفسی ظاهر و هیچ صفتی را درین
خصوصیت شریک نشد واضح تر بگویم که از فیض عام هر صفتی ایجاد صفتی است و صفات
نیز در آن صفت خود نسبت بنیاد عالم و متکلم است این صفت نیز نسبت متکلم گشته
در سوی کلام الهی متکلم متصف است و در فیض خاص حق سبحانه خود بخود متکلم بلباس

نفس موعظت بمظهریت تر خاص حضرت علیهم الصلوة والسلام و بکلمات

حرف و صوت نورانی بمظهریت جبرئیل درین تکلم صفت کلام غیر است

نه عین متکلم است خود متکلم بکلام نفسی است فظهر الفرق در شهود اول وحدت

جامعه صفات کامله خداوندی حقیقی خلاصه آن حقایق انسانیه هست از انسان

کامل جامع در مرتبه حقایق حقیقت انسانیه آنحضرت صلی الله علیه وسلم از جمیع

حقایق انسانیان در شهود اول مندرج در حقیقت انسانیه حضرت صلی الله

علیه وسلم است در شهود ثانی جمیع حقایق انسانیان که هر یک جامع حقیقت

روحی و جسدی هر فرد انسان است در خارج بفصل ظهور نموده بخصوصیه

خاصه هر یک از ولا همان مرتبه روحی و جسدی در اوقات موقوته در مرتبه

با یخاست روح جسد همان حقیقت هر یک انسان موجود مشهود و اسرار

مندرجه مرتبه جامع اول روحی جسدی در همه مرتبه بخصوصیت خاص در اوقات

موقوته بظهور می آید ابدا الابا دابما له ظهور اسرار بتوسط این جامعیت

تامه واقع لاهالی الجنة فی الجنة ولاهالی الجهیم فی الجهیم بعد شهود ثانی هر نفس

مندرجه شهود خاصه بود تا در ظهور بود و خواهند شد ابد نبه ظهورات انسان

باعتبار وجوب ظهور متغیر باشد با وجود امتیاز هر حقیقت مختفی دیگر

ابا و

اما بواسطهٔ فیضی که خاصه جامعیت حضرت است علیه الصلوٰة والسلام
بحکمت بالغه فیضیات اند هیچ یکی را ازان واسطه چاره نیست مکتوب نوبری
صدور قیت یافته بود در رقیمه مشفقانه متضمن مبانی واسرار و سوره دیگر متضمن
اسوله چند مفتخر گردید بمطالعهٔ آن شرح صدر حاصل شد اما چون بعضی
عبارت در مکتوب باصطلاح حضرت پیر دستگیر صاحب طریقه احمدیه
مطابقت نداشت در تحقیق آن معروض میرود که در تحقیق حقیق این ان
قدس سراهم عالم را وجود موهوم گفتن منع است زیراکه موجودیت عالم
برای اظهار صنعت نفس الامری است نه صنعت نفس موهومی واگر عدم
استقلال عالم را اشاره بوجود موهوم میگویند و در هر آنی موجود و بعدم
رفتن انفصالیه دیده این اطلاق مینمایند نمی بینند که درین هر دو جهت
موجود شدن و بعدم رفتن هیچ جهتی ازین هر دو موهوم نیست بلکه جهت
وجود در وقت خود وجود نفس الامری است همچنین جهت عدم در وقت
خود عدم نفس الامری است و مراد از وجود عالم جهت وجود است نه جهت
عدم شستان ما بینهما بل جهت وجود را که عالم است نفس الامری دانیم
اما غیر مستقل و در هر آنی متبدل و متغیر و دانیم این تغیر و تبدیل نفس الامری

است نه وهمی پس هرگاه تغیر و تبدل وهمی نباشند فالذی هما وقعا
علیه کیف یکون و هیما عجب ازین تحقیق که میدانستند که این شهود غیب مطلق است
در مرتبه ثانی تا ظهور صفت حقیقی نفس الامری درین شهود مشهود گردد پس
شهود که مظهر حقیقت نفس الامری است چون وهمی باشد برای اینکه استقلال
لازم نیاید اگر وهمی گویند ضرور نیست چرا که تغیر و تبدیل او صریح مشعر بر عدم
استقلال اوست پس عالم را نفس الامری گوییم در عین تغیر و تبدیل تا امر ثابت
بر وی نیز وهمی نباشند در کتب نکات و خلاصه غور نمایند تا بر اصطلاح ایشان
مطلع شوند دیگر آنچه در آیه کریمه و اتبع ملة ابراهیم حنیفا شبهه دارید عزیز من
اگر چه حضرت افضل مخلوقات و متبوع جمیع انبیا اند و در اصل خلقت شهود
اول ایشان علوم و معانی نصیب ایشان مندرج ساخته اند اما اطلاع بر آن
موقوف بر اوقات داشته اند چون حضرت ابراهیم علی نبینا علیهم الصلوة
والسلام بر طریق خلافت به طلبیت جامعه ذاته المعانی و علوم شده چه که نصیب
سر در کاینات علیه الصلوة والسلام اند و در شهود اول ایشان در مرتبه
خصوصه خود ظهور نموده اند و بعد مرتبه جامعیت مذکوره را به بعثت ابراهیمی سپرده اند فرموده اند
وانبیا دیگر را احاده طلبیت این حضرت بعض کمالات و معانی داشتند

بجای ملحوظ

بملتی منفرده را که پیدا آمده‌اند و اطلاع بر این معنی جامعیت و انفراد موقوف بر تعلیم

علیم حقیقی بوده کما قال سبحانه و علمک ما لم تکن تعلم و نیز فرموده‌اند که وحدت

عبارت از [illegible] چون وقت ظهور حضرت رسید و پیدا آمدند بمقتضای نسبت

اقتضا کسب آن بود که ملت حضرت عیسی را اختیار کنند و چون مقدمه

جامعیت از ملت ابراهیمی بود ما مورند به تبعیت آن تا بران مقدمه تمام آن را

جامعیت را وضع کنند و در مرتبه تفصیل جلوه دهند و لفظ واتبع برای صورت

تقدیم مقدمه نسبت بر مرتبه تفصیل جامعیت و الا فی الحقیقة مقدمه تابع تفصیل

جامعیت است والمقصود من المقدمة هو التفصیل اذ انه [illegible] را فافهم ان

الصلوة علی ابراهیم علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات بحسب الاثر

و علی نبینا بحسب الشان التفصیل الجامعیة التی هی اصل المقدمة المقدرة للظهور

الاجمالی ثم هادا اذا کان نبوت ابراهیمی در انتهاء و نبوت نبینا الی یوم

القیامة ثابت و کذا الکل الصلوة علیه الی یوم القیامة [illegible] تقدم علی

الامة است دعائیها فی حق نبیه علیه الصلوة الی یوم القیامة لعظم شانه

و بها حضرت بر آن علیه الصلوة والسلام مکتوب عزیزی صدور یافت

کان الله ولم یکن معه شیء الله ذات مستجمع الصفات الکمال الظاهرة

وكل [illegible] يقتضي [illegible] وجود [illegible] الازلي [illegible]

من [illegible] ظاهر [illegible] بحاشية تصحيح [illegible] في القدرة [illegible]

وجود المظاهر في غيب الغيب لا من شيء [illegible] وحات [illegible]

كما شاء فتعالى العالم بها كما كان متعلقا بافتقار كل [illegible] قبل [illegible] المرتبة

غيب الغيب وكنز المخفي وحقيقة العالم بهذه الحقيقة [illegible] ورد [illegible] معلوم

في رتبة التقدير بوجود العلمي التقديري ولا موجود في الخارج [illegible] الا بعد

ان كون وجودا واحدا تعلق بمرتبة الغيب [illegible]

العالم الذي كان [illegible] الحقيقة المحمدية التي هي باب الظهور

[illegible] العلوم

الان موجود الا [illegible] شيء [illegible] المرتبة [illegible]

[illegible] العلم بها مخلوق وجود

[illegible] التحقيق [illegible] العالم [illegible]

[illegible] ابدا

[illegible] الظهور الخارج الكوني [illegible] في [illegible]

النور المحمدي مذكور في النكات وهذا مقتبس من مشكوة تحقيق سيدي مولانا

صاحب الربوبية الاحسائية قدسنا الله بسره لان عند سيد ما صفات

الله ظاهرة كالذات الواجبي فظاهرية الظاهر بكرا التحصيل حاصل بل مقتضيا

المخفية في غيب الغيب تقتضي ظهورها في الخارج الكوني لتتعلق بها الثواب

والعقاب لا اشتباه وتاويل وعند الصوفية العلية التي اهالي نفس ولاتيه

الخاصة الصفات عين الذات والذات مجرد عن الاضافات لا تميز

للصفات من الذات الا في مرتبة العلم الواجبي والتجلي عندهم على نوعين اجمالي

وتفصيلي ويسمى الاول الوحدة ويسمى الثاني الواحدية ويقولون الاول انعكاس

اجمالي والثاني انعكاس تفصيلي ويسمون الثاني بالاعيان الثابتة وبعضهم

بصور العلمية ويسمي بهذه المرتبة الثانية حقيقة العالم والعالم انعكاس

هذه المرتبة الثانية في مراتب ظاهر الوجود وبهذه التحقيق الثواب والعذاب

تشكل الاشياء وتاويلات بعيدة كما هو شان اهالي السكر ويقولون في الخارج

[illegible] العالم في العلم وما دفع عليهم من الشبهات مذكور في تقابل الصفات

في [illegible] الا [illegible] اره وعند مجدد الالف الثاني قدس سره العزيز حقيقة عالم

[illegible] ست [illegible] كه در ذات عدم والعالم اعطا فيض وجودي [illegible]

ظلال واعدام وجود اوصنا در مرتبه هم در نيز مرتبه وهمه سيرعي الضيف

اتفاق یافته که برفع وهم مرتفع نشود درینجا هم ترتب عذاب وثواب

بتاویلات گفته میشود فالفرق بین هذه النکات والتحقیقات لکل

مکتوب الصوفی بلند

واحد عند اهل البصیره ظاهر بسم الله الرحمن الرحیم بعد الحمد والصلوه وتبلیغ

التحیات بعرض محب صادق طالب حق بلند همت وفقه الله سبحانه میرساند

رقیمه شریفه متضمن استفسار عبارات حضرت نکات مفتخر کرداند دبا قلیل

البضاعت راچه یارا که در کلامی که از مرتبه لاف نشستم در بیان آن دم زنم

وازحقیقت حلو متخیله بنویسم چنانچه فرموده اند که رسیدن بولایت وبصورت

انبیا علیهم الصلوه والسلام آسان نداشند اما انچه از بزرگان شنیده ام

وازان در فهم ضعیف آمده بیان باید نمود بدانند که در ولایت خاصه وصول

بعلم حصولی وحاصل ازان معلوم الکیف است ودر ولایت اخص وصول

بعلم حضوری است اما تتمه ازعلم حصولی باقیست وحاصل دران مجهول الکیف

است لهذا در اول توجه معلوم ودر ثانی توجه مقصود ودر کمالات ولایت انبیا

علیهم الصلوه والتحیات وصول بعلم حضوری بوئی از حصول باقی نیست

لهذا درینمرتبه یافت مطلوب بی یافت مجمله ادراکست بخلاف مرتبه

اخص که بسبب توجه خفی نیز معلوم درانمرتبه یافت مجمله ادراک مطلوب است

کما هو شأن التوجه الخفی پس این راه اهل العلم رها است که در
الی الله سبحانه در همه مرتبه چنانچه نور معدوم است عرفا هم غیر زیرا که عرفان
تعلق بعلم حصولی دارد و نیز در همه مرتبه صفت غیر محتمله ادراک متحقق چون علم
ازلی حاضر است علم را از معلوم ضروری است پس حق معلوم است بعلم اما
مثل غیره یعنی نه مثل اهل ولایه عامه که در اینجا معدوم بود بلکه مثل اهل ولایه
مثل اهل ولایه اخص که در اینجا معلوم بهو الکیف بود در انبیا علی
نبینا وعلیهم الصلوة والتسلیمات اگرچه معلوم است اما مجهول الکیفیه
است بلکه معلوم معدوم الکیف پس آنچه حضرت فرموده اند که معلوم هیچ نیست
نه محصول و مجهول نیز ... معنی است و ثبت معلوم معدوم الکیف است
دانسته نه اما نیست ... حصول علم حاصل است الکیف و اصل اصل است اما
صفات است ظهور وصول ذات ضمن صفات حاصل دارد و آنچه فرمودند معلوم
هیچ نیست نه محصول نه مجهول مثل غیره تعالی ای تعالی الله عما یصفون ازان
مجهول الکیف اما معلوم است الکیف ثابت ... بهر ...
از کمالات نبوت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات
حاضر است که ذات بذاته حاضر و علیم است در علم ... ذات او است پس ...

ولایت انبیا علیهم الصلوات والتسلیمات بعلم حاضر است

و بعلم حاضر بودن بصفت علم ربی مکاشفه می آید و سر آن اینست که علم تعلق

معلوم است در ذات بذاته حاضر بودن علم قابلیه ذاتیه متحقق و لوی زائد

نه چون بذات حاضر و تعلق معلوم به حاضر بودن بعلم است پس معلوم

هیچ نیست چنانچه بحضور علمی باید در مرتبه ولایت که بعلم حاضر است تعلق

بیکیفی موجود و در مرتبه نبوت که ذات بذاته حاضر است معلومیت غیر

متحقق هر معلومیتی که از اقسام ثلثه باشد در مرتبه حرافت این نزول

متحقق و کمال حلول موجود چه از حق و چه از غیر حق حلول از غیر حق ظاهر است و از حق

یعنی در مرتبه خاصه داخل آنچه وصول بحق فهمیده بودند حال آنکه حق نبود

باید گذشت و بحق حقیقی باید پیوست و گذشتن از مرتبه عرفان و از یافت

محتمل ادراک مطلوب در ولایت انبیاست می دهد بفضل الله سبحانه در

خلافت بطریق اولی میسر آنچه حضرت میان محمد شریف قدس الله سره

فرموده اند که بدانند که این نفی معلومیته در وصول حضرت ذات از راه

ظهور علم است نه از راه وجود علم یعنی آنچه در حضور و ظهور علمی معلوم بود

در حضور ذات بذاته اطلاق نتوان کرد اما صفت وجود علم را قایل باید

ازین

عزیزین ہمہ اسودہ را جواب درین عبارت درج شدہ بدقت فہم زبایند
وبہمین طور یاد سیفر مودہ باشند بہ اندک اکتفا نمودہ مکتوب در جواب فضائل پناہ
شیخ ... غیرہ تحریر یافت. الحمد للہ اولاً و آخراً ذات باربرکات اکابر ہموارہ
برصراط مستقیم باشند از مطالعہ استفتا در روایات ونیز از مطالعہ
نسخہ تصنیف در بیان کمال قدرت واجب تعالی ومع ذلک استثناء بعض
از تحت قدرت حقیقت بوضوح انجامید ونیز زبانی یارانی کہ استفتا
آوردہ بودند طلب شدہ معلوم شد تا خود را رساند حقیقت اینست کہ در فہم
فقیر این مناسب مینماید کہ درانچہ کہ تحت قدرت دادن آن نقصان در کمال
قادر مطلق شود از تحت قدرت دادن خطابات چنانچہ ذات وصفات
باری تعالی وعدم ممتنع الوجود کہ شریک باری است تعالی شانہ ودر غیر آن
انچہ بذات وصفات ازان نقصان نہ آید در بعضی قبول محض چنانچہ ممکنات
ودر بعضی سکوت چنانچہ محال عقلی وعلم آن بعلام الغیوب باید سپرد زیادہ
نمیتوانم گفت اگر باین دانش قایل مجلس باشم کہ اسمہ الاسما خود دانا شد
حاجت دیگری نیست الغا مکتوب در تفضلی مذکورہ صدور یافت
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی نور درد نوازش نامہ کشف

ظلی نیز بیرون و اعلی است بر یک نسبتی و توسط از کمال آن در باب

اینقدر روا مینماید که نهایت ولایت عالیه بعلم کسبی تا باب اجتهاد است

جمعیت باطن برای کمال این ولایت شرط نمیدانند اگر جمعیت هم هست مناسب

همین مرتبه است و نهایت ظل ولایت خاص تا از انوار و حالات

و ظهور کمالات وحال و ارام او در تجلیات صوری و نوری و نورسیت وصول

او درین منحصر اگر از ظهور تجلیات توقف واقع شود همان وقت بی ارام است

وخود را بعید می فهمد و نهایت وصول اصل ولایت خاصه تا کشف نفس

انوار است و وصول مراتب ارواح چنانچه حضرت شیخ شیوخ فرموده

که سالی روح را بخدای پرستیدم اگر فضل حق سبحانه دستگیری نمیکرد

خلاص ازین مهلکه محال بود و کار بار ایشان تشهود مطلوب است

واکثر بلکه جمیع معارف ایشان تنزلات حضرت معروف فی شهود

بی آرام اند و بی حصول و در بعید اگر قول ایشان این است بیت

دمی بیهوده زدن محض این گناه است ها بخود مشغول بودن کفر راه است ها

ثبوت غیریت در مرتبه شهود نزد ایشان کفر و زندقه است و نهایت

ایشان در همین مرتبه یافت مطلوب و وصل ایشان بوصل متلبس موصوف

یعنی کی

که اینها نیست خود وصول ندارند نهایت وصول آنهم لا
ملاء اعلی وراء مراتب انوار روحانی است معرفت او از اطلاق
تنزلات خبر بالا رفته و هرگز اطلاق که زاید از لسان شرع شریف
استماع نیافته روا نمیدارند است که اگرچه در مرتبه عرفان مقصود است
اما در مرتبه عبور و اهل این مرتبه مسمی باهل جهل است و از اینجا است اهل
عن حقیقة المطلوب و اکثر باین ترانه مترنم است بیت عنقا شکار کس
نشود دام بازچین کانجا همیشه باد بدست است دام را الا و وصل این
عزیز بسلم عرفان معروف زیرا که باطن اینکس از همه حیثیات ظلالی
و کشفی و نوری و شهودی منعزل گشته و دایما نایافت مطلوب
دارد اگر نوری در باطن ز اینکس از کشف شهودی ظاهر شود انکار و استغفار
ازدارد حدیث انه لیغان علی قلبی الی آخره را در مبحث خود می‌نماید
و نهایت وصول اهل کمالات ولایت انبیا و ورای از با نهایت
ظلال و مبرا از جهل بلکه عرفان ظلی مفقود و علم اصلی موجود بلکه خود با خود
است فی الحقیقت اختیار مدح اینکس از حیطه عقل و کشف ظلی دور و وصول
بحقایق اشیاء حاصل این نادر العصر است و وصل این عزیز بوصل

بیاس موجود و حقیقت نائبت در وصل این سعید میسر بیت وصف

تراچنانچه تو یی چون کنم بیان ها ها کز هر چه در خیال من آید زیاده ها ها

واز اهلبیت اهل کمالات نبوت چه بیان نمائید وانچه بیان نمائید کم

گیسی است که بفهمد والله ولی الرشاد بلهمه بسم الله الرحمن الرحیم

لا یلیق بالمتقین ان یستنجزوا و یستغفروا للذین یکسبون کبائر الاثم

مثل المیسر والمسکرات حسّادیاکلون اموال الناس عمداً و ظلماً حتی

یتولوا و یصلحوا فان الله من بعد سهل الشدائد الامور ایضاً کیف

یظلمون وانت فیهم

دیگر باید دانست که هزار اسم اسرار اسرار اسم الرحیم نیز از ظهور کمالات

در جه الف واو لام اوا اند زیرا که را سم ... ظاهر
حقایق لام والف اند ومراتب اسم الرحیم ظهور حقایق لام وها
ورجوع تمام اسماء بحقیقت الف است الباکه مظهر اسم اعظم
است این مجمل را بما بجا ... ماند گرد واکو ...
تعلیم حضور نیست اما بهر قدر ... اند در ... وات ...
مختتم است دیگر آنکه در ابیات ... از الف
لام میم هر سه مرتبه ذات وصفات وکمالات اند از الف لام
مرتبه ذات دارد لام مرتبه صفات ومیم مرتبه کمالات مع ذاکر
که در بیت اول بسم الله الرحمن الرحیم نقطه تدویر الف لام میم
از ذات است و عط ودایره ومحیط دایره ... است
مثال است بر نوعیت ذات را که ... دایره تدویر
الف لام میم فرموده در دکر تدویر مع محیط است رمزا یعنی
مرتبه ذات جمیع مراتب صفات وکمالات را مستوع ...
و ... مرتبه ... همه یکی محض اند ... مستوع ...
ومقدم است ... حقیقت بر وجود دایره ...

[illegible] کمال ذات [illegible] او کمال [illegible] اسمای [illegible] مظهریت

کمال ذات [illegible] ظهور [illegible] دیگر [illegible] ۳ [illegible] برای [illegible] مطالعه

انتهاکه [illegible] نسبت در این [illegible] بسم الله الرحمن الرحیم

نقطه محیط الف و لام میم چون اگرچه [illegible] ذات صفات را مرتبه

نقطه [illegible] بکمالات [illegible] نقطه [illegible] چون کمالات [illegible] خفا

محض [illegible] ذات و صفات [illegible] نقطه [illegible] دایره

یاد فرموده و محیط اشاره [illegible] کمالات [illegible] ثالث

بسم الله الرحمن الرحیم دایره نقطه الف لام میم اشارت بکمالات [illegible]

چون کمالات در صفات مندرج اند و دایره نیز [illegible] نقطه و محیط

مندرج [illegible] کمالات را دایره [illegible] نموده [illegible] چون در میان ذات

و صفات و کمالات [illegible] الف لام

میم [illegible] با وجود [illegible] الحمد لله [illegible]

[illegible] محمد

[illegible] جمع نموده جامع

[illegible] الله [illegible]

ابداع

اندراج اسمای سه هزار نوشته اند و بهر یک حرف وا سم خطوط مخصوصه کشیده

ام بملاحظه آنکه شاید در فهم نیاید مفصلاً در عبارت می آرم یعنی در تسمیه اسم الله

جامع هزار اسم تسبیحی چهار انبیا است علی نبینا علیهم الصلوة والسلام حضرت

سرور کائنات و حضرت موسی و حضرت داود و حضرت عیسی علی نبینا

و علیهم الصلوة والسلام نود و نه نام که جامع تمام اسمای قرآنی است در الف و لام

مندرج اند اما غالباً در لام اول و سیصد اسمای تسبیحی که بحضرت موسی تعلیم شده

و در توریت مذکور اند کمالات حقیقت لام ثانی اند و سیصد اسمای که حضرت

داود به تسبیح آن مامور اند و در زبور بیان فرموده اند کمالات حقیقة چشمه

اول های اسم الهیه که بطرف لام است هشتند و سیصد نام که حضرت عیسی

بان مسبح اند و در انجیل مذکور اند در چشمه ثانی حرف ها که بطرف الرحمن است

مندرج اند و کمالات حقیقت چشمه ثانی حرف ها هستند و اسم اعظم در الف

و لام اول مندرج است اما غالباً در الف اسم الهیه اندراج هزار اسم که در

اسم الهیه مندرج اند در بیان آمد هزار اسم که بدیگر انبیا سوای چهار

مذکوره برای تسبیح امر شده اسرار اسم الرحمن اند و در کتب ایشان

مکتوب اند و هزار اسم که ملائکه بان مسبح اند کمالات اسم الرحیم اند

و مراتب بسم الرحمن مظاهر حقایق لام و الف اند و مراتب بسم الرحیم ظهور حقایق
لام و ها و در جمیع تمام اسماء که لا تعد و لا تحصی اند بالف الله که غالبا مظهر اسم
اعظم است پس ازین تحقیق معلوم شد که هر که تسمیه را میخوانند ظاهرا تمام اسماء را
میخوانند اما این هر دو نوع است اضطرارا و اختیارا فمنا من علیم و منا من جهول
بفرق المراتب کل واحد منهما اما اضطرارا الا بالعلم للتقادیر جهلا و اما اختیارا
علما بر دو مرتبه است به تعلیم المرشد بملاحظة الحدة الی علما لعلم العادی الا کالی
و هذا ایضا تقلیدا و الکان الفرق بین هذا و [illegible] کالفرق بین [illegible] الادنی
او بحضور السری و علم الحضوری بالاذواق حرص و هذا العارف تکلم التسمیة
بحضور المعلم و بحضور فی التسمیة [illegible] الی [illegible] العدد و بحر
فقیر عبارات همه بربانه اشارات [illegible] داد [illegible] النخبة بعلم [illegible] اقتباس
از کلام حضرت پیر قدس سره نموده معروض داشته از دور و نزدیک یاران نعمت
تحقیق یاد آورند ابدک الله بتبصره مکتوب بالعزیزی صدور یافت سالک چون
سیر لطائف همه اگر جمعا کرده باشد و به بیکیفی رسیده [illegible] بالا [illegible] چون
خواهد که بر طور این طریق باز نزول نموده تقیه اکنند تا حضور خیره صحبت اهل این طریقه
داخل شود و بیشتر کار بیخود در رابطه کنند اما شرطی که مبتلا بلفظ نشود و در علم

تکرار اسم ذات بزبان دل متوجه بنسبت بیکیفی گرچه [illegible] انموده بمحض فضل

بوده است بعد ازان چون بیاد داشت اسمی رسید چنانچه مذکور شده عروج کند

که نظر بر آن نماند منظور او حسن [illegible] شب و روز تکرار نظر بر اسم ذات داشته مسمی را

منظور دارد [illegible] بیاد داشت اسمی نظر از اسم مسمی برود و در شب یاد داشت

[illegible] که روح چون نظر بر کیفی بحکم [illegible] و نظر از لطائف بر داشته [illegible] لطف

[illegible] نماند [illegible] نظر بران [illegible] این نظر [illegible] قلبی بود که بذات

واجب است و چون بیاد داشت واجب متوجه شد این نظر روحی است و این مرتبه

اگرچه [illegible] ابتدا حل وصل تلبس است و این مرتبه را منسوب باهل نفس

ولایت خاصه میکنند و این فضل خاص است [illegible] باین میگذارند

اگر مرشد [illegible] اصل است. ازین مرتبه تا نهایت [illegible] را توجه و اکثری را

بتعلیم [illegible] سالک آگاه میشود [illegible] وصل [illegible] در مرتبه

تلبس است و هرچه مشهود و معلوم است اگرچه [illegible] ظل است و بعد

مطلوب مبتلا هستم از فیض حق بواسطه حقیقی مرشد یا بتعلیم علمی مرشد در نفی

مشهود و معلوم که ظل است کوشند [illegible] نفس است بحقیقت لله

در تحت نفی می آرد اگرچه نفی مشهود میشود اما آخر منتهی بلباس بیکیفی

رسد معلوم از کشف پوشیده گردد که نسبت این سلسله نمائی دامن او گیرد تا

زمانیکه این سالک در مرتبهٔ ظلال مبتلا است و نفی آن متوجه است

طالب یافت است و چون از مرحمت اکثر ظلال فارغ شد از اظل الله

کر آن توجه نور است طلوب است آن را محبت نایافت مسکه مرتبه

صاحب ولایت اولی خاص است و فضل اخص در اول مرتبه شود و در

ثانی منتهی اخص انتم تا برزخ است بین الولایة الخاصة و ولایت خاص

الخواص در این مرتبه نایافت است اما حقیقت ایافت غیر حاصل محض

واصل صفات سلسله است که نقشبندی کار او است اگرچه از اثبات

مقصود حقیقی دم میزند اما هنوز در مرتبه فضل خاص الخواص است که از نفی

برا او ده اثبات حقیقی رسانیده در ولایت خاصه حضور جلی بود اینجا حصول

خفی که لباس حضور پوشیده این سالک منتهی مستعد است که این حضور

لباس را نیز در نفی نفی در آرد و حقیقت مطلع بر سر قلم اینجا از

مرتبه گذشت چون دیگر در تجرد اشتغال که تمثیل جهات برای ثواب و

غرار نوشته اند چهار نسبت آباد جدا این توجهات نفی راجع است

مجدد بعد مرتبه نفی در دارند که بما سوا الله المتجدد بالعدم غیر المتجدد الاول

و بزالیه

وهذا البیان موقوف علی البیان اللسانی و چون مسئله تجدد امثال مشکل است
و نازک در دست صاحب حصول بآن نمی‌رسد اگرچه مشاهده تجدد نماید پس
با وجود مشاهده تجدد در علم کیفیت ان الحق و به اثبات علم حضوری حقیقی
باید سپرد الغرض اعتقاد تجدد نماید و بعد عذاب و ثواب اخروی قایل
باید شد و علم کیفیت ان را که متمم عذاب و ثواب اخروی باشد
بحق سبحانه باید سپرد تا قول صوفیه قدس الله اسرارهم و قول علماء ظواهر هر دو
درست افتد والسلام مکتوب بعزیزی صدور یافت حامداً لله

و مصلیاً علی رسوله العبد الاثم معروض آنکه رقیمه مشفقانه شرف ورود
بخشید و از عنایات حق سبحانه در حق خود و یاران صحبت مژده داد عزیز
من با هیچ در هیچ کاری این فقیر ناقص که نام فقرا را از ننگ و عار است
اول باید دانست که همه انبیاء واصل ذات جامع صفات اند اما متبع
حضرت صلی الله علیه و سلم همچنین در اسم الله الف متبوع است
و سر سلسله حروف دیگر تابع الف متبوع را وصول از حرف الف آمد و
توابع را از حروف دیگر پس باید دانست که الله اسم ذاتی است
والرحمن والرحیم اسم صفاتی است پس با وجود وصول جمیع انبیاء

علی نبینا و علیهم الصلوة و تابع بودن همه وصول حضرت را از بعضی که
وصول ذاتی غالب نسبت انها را غالباً بهره از حروف اسم ذات است
اگرچه بهره از اسم صفاتی هم داشته اند و این نسبت در حضرت ابراهیم
و حضرت موسی و حضرت عیسی حضرت دارد و غالب است لهذا از اسرار
هر حروف اسم ذات بهره شده است و چون دیگران را به نسبت ایشان
وصول صفاتی غالب است لاجار بهره از اسم الرحمن و اسم الرحیم غالب
دادند و اسماء کتب ایشان اسرار اسمین متبرکین آمده همچنین چون
متبوع از اسم الله حقیقت است و حروف دیگر تابع و ذات متبوع
و صفات تابع لاجار بهره وصول از نفس ذات جامع صفات نصیب
حضرت آمد و به نسبت ایشان چون دیگران را بهره از صفات که تابع اند
مر ذات را غالب لاجار به نسبت حضرت صلی الله علیه وسلم به صفات
منسوب شدند اگرچه وصول ذاتی هم داشتند و تفصیل اسماء سه هزار
معلوم حق سبحانه است تا حضرت پیغمبر هم بوده باشد بتعلیم علام الغیوب مکتوب
بمیر محمد صدور یافت دلبود و دلنواز شتنامه سراپا لطف عاصی مستفید
گردید و مطالعه آن در عجب و تعجب آورد که اینچنین متقی بی موقع به عیوب مردم اغنیا

مطلق مسلمی گوید

برآنکه کلم چون کلمه خواهر [illegible] کنند که [illegible] واردات را احاطه کنند [illegible] الکونین

ام بیان غیبت امیر بسیار دشوار است اما چون شغل نسبت ما صاحب وعده

بود تا دیار ما خود ایمان نماید گوئت حضوری بر دایره مستقیم تا عدد و

دو قسم است وعده الهامی مخصوص و وعده لوحی که عام است به یک

وعده الهامی [illegible] ظاهر است اشارت مخصوص نسبت ما [illegible] و الهامی

اند و وعده لوحی که عام است بهر یک چنانچه فرموده اند [illegible] والله الغیب

بعض البحر [illegible] و بزرگ [illegible] بی محمل [illegible] است محکم باید بود بزرگان فرموده

اند بر زبان [illegible] اگر در اهم خطره اید غیبت سلمی بکار بود نخست شان خود

داخل غیبت است فکیف [illegible] و زبان لیس کیهم و در بزرگان [illegible] این

لیس نیست مکتوب میر محمد نعیم باید دانست که در مکتوبی از مکتوبات حضرت

ایشان کلان قدس سره که در تحقیق قلب نوشته اند مجمل آن بیان

کرده اند بعون الله سبحانه در تعبیر آن واضح میکنم اینچنین فرموده اند که قلب

انسانی [illegible] است که در [illegible] دایره واقع چهار قلب دیگر اند دایره بعد

دایره [illegible] اول [illegible] لطیفه [illegible] یعنی لطیفه نفس

و [illegible] قلب خود است و روح و سر و خفی و اخفی همچنان در قلب مذکور

متضمن لطائف مذکوره است اما در قلبی که بعد قلب اول است بسبب تنگی
و ای آن قلب دو لطیفهٔ نفس و اخفی ظاهر نیست و در سوم قلب لطیفه خفی
نیز ظاهر نه و در قلب چهارم لطیفه سری نیز ظاهر نه و در قلب پنجم لطیفه روح
نیز غیر پیدا و اما قلب آخر که پنجم در میان آمد بخبر قلب که کالظرف لجمیع
قلوب است آنچه یعنی تمامه واحد در جمیع قلوب از اسرار و آیات پیدا گردد در این
قلب پنجم بر عارف ظاهر میشود و این مرتبه را نهایت همه مراتب میفرمایند
و لایق مظهریت تمام و مناسبت کمال لطائف نفسیه بهیچ قلبی دیگر یافته نمیشود
و لغایت کمال بیان فرموده اند هرچه فرموده اند اما بموجب تحقیق حضرت
پیر دستگیر بنوری غایت این بیان که با لطیفه قلب پنجم فرموده اند تا ولایت
ملاء اعلی که تحت نبوت است حضرت پیر بنوری قدس الله سره
بولایت اخص مسمی است خبر سید نبود از بیان وارث کمالات انبیاء
نبوت الشأن علی نبینا و علیهم الصلوة و التسلیمات رسانیده اند والله
اعلم بنوی در عدم بیان آن خواهد بود بموجب اصطلاح حضرت بنوری
قدس سره هشت قلب است قلب اول حقیقت انسانی است که اصل
جمیع قلوب تحتانی و پنج قلوب دیگر ظلال قلب اول اند سن ولایت

که در اصطلاح

عالم تعلق اظلال

عامه تعلق بظاهر ظاهر قلب اول تحتانی دارد که ظرف آن قلب اول تحتانی
مضمر است و ظل ولایت خاصه بظاهر آن قلب اول متعلق است و اهل
اعالی کمالات نفس ولایت خاصه بقلب ثانی که قلب اول ظرف او ست
وصول دارند و اعالی نفس ولایت خاصه به قلب ثالث که قلب دوم ظرف است
میرسند و اعالی کمالات ظاهر ولایت اخص به قلب رابعه که ظرف او قلب
ثالث است میرسند و در آن سیر میکنند و اعالی نفس ولایة اخص که بولایت
ملا اعلی مشهور است اصحاب قلب پنجم اند که قلب چهارم ظرف او ست
و صاحب قلب پنجم جمیع مراتب ظلال تحتانیه را طی کرده صاحب مرتبه کالاصل
شده و در مراتب تحتانیه قلوب تحتانیه اربعه نیابت و اصل ظلی بود و این
کامل مکمل از ظلال تحتانیه خلاص یافته از وصل بوصل رسیده و از نیابت
بنا یافت و صاحب کمال عالیه شده گویا که صد مرتبه از مراتب تحتانیه خود بالاست
دار یافت حصول و وردی بوی نمانده اما با وجود نایافت بوی از توجه
باقی است زیرا که قطع مطلق توجه بعد ظهور علم حضوری واجبی است و این کس
عالی نسبت اصل نفس ولایت اخص و آن خاصه ولایت انبیاء است
علیهم الصلوة والسلام کالبرزخ است در مرتبه علم حصولی و علم حضوری بندار

حضرت پیر دستگیر بنوری قدس سره در حق این مرتبه فرموده که بسبب خفا توجه
متوجه در رنگ متوجه الیه انکس عزیز عالی همت را بچون نمیماید پس مرتبه اصل قلب
شتم اصلی که حقیقت انسانی است و اصل جمیع قلوب نیکانه تحتانیه است خاص
بکلی کمالات ولایت انبیاء و کمالات نبوت انبیاء است علی نبینا و علیهم الصلوة
والتسلیمات چون این سر در مرتبه در بیعه ولایت تحتانیه اصالت صرف دارند لاجرم
وصول اهل سر در مرتبه قلب اصلی باشد و به این اصالت تحقق یافت
رسیده از علم حصولی تا بگذشته بعلم حضوری و چه نور علم و چه نور در حضور
میرسند و مالک تمام قلوب تحتانیه شده جمیع قلوب را برنگ قلب اخیره اصل نقش
می سازند و در آن قلوب بوی از علم حصولی نگذارند الا مظهر بیت العلم الحضوری
فقط و مالک حقایق و معانی هر کس لطیفه کردند لیکن در آن قلوب نیکانه اطلاع
بر حقایق این مراتب بعلم حصولی بود و توقی اینجم قلنا از نسبت برزخیت داهل
این صاحب قلب اخیره را اطلاع بر جمیع حقایق تحتانیه و فوقانیه بعلم حضوری است
شتان ما بینهما ببین تفاوت ره از کجا است تا بکجا واکثر خفا لطایف
خمسه غیر قلب بود مقامات مختلف فرموده تحقیق آن امینست مکتوب بعزیزی
صدور یافت اللهم ات محمدن الوسیلة والفضیلة والدرجة

الرفیعة وابعثه مقاما

الرفیعة والبعثه مقاما محمودا الذی وعدته وارزقنا شفاعته یوم القیامت
انک لاتخلف المیعاد باید دانست که مقام محمود مقام خیر ابد و مرتبه ایست یکی آنکه
در دنیا بحضرت عطا شده و در حین حیات وان سه مرتبه است کمال مقام
نصیر او در کمال مرتبه بصیرت بسیری حضرت را دایما عطا فرموده اند که این بصیرت در
جمیع انبیا خاص بحضرت است دوم مرتبه رویت بصری که در معراج بسر آمد و بآن
سرفراز فرموده اند چنانچه در همین دو شان سری و بصری یعنی بصیرت و رویت
فرموده صلی الله علیه و سلم لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی
مرسل دانکه دایمی مقام محمود عود است در حق حضرت و این دعا صدور بعد وفات
حضرت است مرتبه شفاعت است در آخرت وقت حساب در روز قیامت که
در آن وقت هیچ یکی جرات شفاعت نتواند کرد و اولیا و انبیا نفسی نفسی گویند
و حضرت است صلی الله علیه و سلم امتی امتی بحضور ذات پاک سبحانه بر
زبان آرد سبحان الله چه شان است عالی و آنکه بعضی فقرا مشکر شده اند که مقامی
فوق عرش اند این قول ضعیف است هرگاه حضرت با امکان درکار
رسیده باشند تا در انحراف حقوق را [illegible] انسن [illegible] ما ابلی [illegible] مکتوب
وقت [illegible] صدور رفت سلمکم الله سبحانه در تحقیق مراقبه فقرا [illegible] رسیده بود

بلا اگر مراد در چهار قسم است مراقبه را ... دیگر است و معنی و حقیقت است
و حقیقة الحقائق صور مراقبه سر فرو کردن برای ... آن دیگر قلبی و معنی
مراقبه انتظار است و آن هر دو مرتبه است در ولایت خاصه انتظار یافت و ارادت
تجلیات است و در ولایت احمدی انتظار حقیقت یافت اسماء ...
مراد ... علم ... حضوری ... حضور ... که ... در ولایت انبیا است و حقیقة
الحقائق آن در مرتبه حضور درجه دیگر که در کمالات نبوت انبیا است علی نبینا
و علیهم الصلوات والتسلیمات باید دانست که معنی انتظار در توسط است و ...
و حقیقت حقیقة الحقائق ذہنی حقیقی نیست و در مرتبه اصل ... عزیز اول
که حقیقی مراقبه را منحصر به انتظار ... از افرو ... ابه ... وده اند
دار مراقبه ولایت انبیا و کمالات ... رسالت آن علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات
ہیچ نگفته زیرا که چون اکثر ... آن در ولایت ... کرده ... دیگر
ولایت ... دانسته ... اند که النادر کالمعدوم ... آن موقوف
داشته شد والله اعلم بالصواب. مکتوب عالی القدر حضرت بیگم جیو
صدور یافت لله الحمد والمنة که نوازشنامه عالی شقه کریمه عالی القدر
حضرت بیگم صاحب ... در ... اوقات ورود بخشید از خوبی حضرت ...

مبارک و برخوردار عالیقدر خواجه محمد یوسف جیو و بیگمهای خورد مطلع ساخت
سینه را منشرح گردانید خصوص بیان شوق بیاد حق زینت بخش ضربیت توابع
گردنید باید که اسم الله را جل جلاله بر دل خود نقش سازند و سرنگون زبان را
بکام چسپانده کلمه خود را بر دل یقین فرموده بذکر الله مشغول باشند وقت
فجر بعد ادای نماز تا بر آمدن آفتاب یک نیزه بدین متوجه باشند و برای تقویت
ذکر در دل کلمه طیبه لا اله الا الله اندرون بعد از نماز اشراق مسکفته باشند
باین طریق که چشم بسته نظر خیالی بر ناف انداخته لفظ لا را از ناف بالا
کشیده دم خود را بند کرده مد لا را براه سینه تا پیشانی برده اشاره الله
بطرف راست خیال کرده و معنی در لا اله نفی غیر حق تصور نموده لفظ الا الله
از بازو راست کشیده بر قلب که زیر پستان چپ است بخیال ضرب داده
معنی این که مقصود من الله است حاضر کرده دم را براه بینی گذاشته متوجه
به قلب باسم الله مشغول شده باشند و بعد ازان باز نظر بر ناف انداخته
بحبس دم لا را بالا کشیده بطریق سابق معنی حاضر کرده ضرب الا الله بر
دل میکرده باشند بهمین طریق بیست یک دم پی در پی بعد از نماز اشراق
کشیده دعا خوانید و وظیفه زبانی بعد ازان هر قدر که توانید بخوانید موافق

مشتاق اگر دست دهد بهمین طریق [illegible] کرده م . سینه و دل را از همه خالی

دارند زیاده دعا است مکتوب بصوفی [illegible] ساکن جلال اباد صدور یافت

[illegible] مهربان صوفی صاحب بعد سلام از فقیر مطالعه فرمایند حضرت پیر دستگیر میان

محمد شریف جیو قدس سره درین عبارت الحیه بیان فرموده صریح و واضح است

حاجت شرح [illegible] الحیه العزیز شرح ان نوشته اند این [illegible] بیان

بیان این نسبت عارف و لطف عارف [illegible] ذات [illegible]

سکوت محض است چنانچه حضرت پیر دستگیر میفرمایند حق هستی مطلق است

بالذات [illegible] ادراک [illegible] و حملکی مفهومات

عدد [illegible] و غیره مفهوم الکیف [illegible] از تحقیق این اطلاقات

[illegible] این رباعی حضرت میان محمد شریف جیو لوررد الست بصفات

للهیو والغیره فرموده اند درست آمد اما ظهور ذاتی نور [illegible] الوجود

کره [illegible] فرمودند خلاف ضابطه رباعی صنید لیتم [illegible] زیرا که

[illegible] اند

[illegible] صفات [illegible] ذات و صفات تحقیق [illegible]

از اطلاق مفهوم الکیف چه علمی و چه غیر منزه است جای سخن نیست

دیگر آنچه لازمه [illegible] نسبت نظر عارف [illegible] والله در شان حقیقت

ذات و صفات باطلاق محض علیم و عالم حقیقی است کما کان ... سبحانه

کان الله ولم یکن معه شیء ای کان علیما وعالما بالاطلاق محض والآن

کما کان ای کما کان علما علما بلا اراده و علمیة [illegible] الی نظر

[illegible] الی الاصلی [illegible] الاول الی الذات

والصفات بالحضوری الحضور بجلو المحض من تعلق العالم التالی

الی الصفات [illegible] الکمالات و صفة [illegible] بها [illegible] العلوم الکمالات

[illegible] حضوری العلم وعلم [illegible] بالعینیة لا علم الحضوری

[illegible] بالعرفان خیالیه [illegible]

[illegible] که ظهور [illegible] نظر عارف [illegible] است

[illegible] الی آخره والذی [illegible] حقیقت الذات وجود محض است

[illegible] حقیقی ظاهر و اظهر است [illegible] عارف [illegible] است [illegible] و ظهور

ظاهر [illegible] الظاهر صفاتی ترتیب المراتب [illegible] فی [illegible]

الحقیقی [illegible] العرف دیگر آنکه ذات نور محض است [illegible] صفات نور محض

نور اول و آنکه ذات [illegible] نور ثانی که [illegible] صفات است [illegible] نسبت الهی

لاغیر محجوب [illegible] اوان از ذات محجوب [illegible]

همیوان بقضب [illegible] از تو اکیف [illegible] چنانچه نفی [illegible] علیه غیر از

نسبت صفات با ذات لازم [illegible] علیه [illegible] ذات

از جهت کیفیت ممنوع آمده لازم برای فرق [illegible]

همون خطا نوشته [illegible] که تفهیم مکتوب میان محمد نافع صدور یافت

نافع [illegible] مطالعه [illegible] آن نافع محققی [illegible] حل [illegible] از مطالعه

[illegible] علما زیاده [illegible] انتفاع [illegible] در میان آورده اند [illegible]

[illegible] و حروف مقطعات الم مطلع [illegible]

[illegible] الم [illegible] حالت [illegible] اند و [illegible] نقطه

[illegible] حقائق [illegible] معنی که [illegible]

الکاه در معنی [illegible] نالث که [illegible] علیه الرحمة دایره نقطه

[illegible] لازم [illegible] سوره [illegible] بیان [illegible] جای

[illegible] در تضمن [illegible] لطف [illegible]

[illegible] الله [illegible]

[illegible] و مع ذالک [illegible]

مصنف علیه الرحمة

... ارد از ذکر ... این ج دوم شود از حروف
... ذات ... لی ... صفات وکمالات متحده علیحده
مفهوم وجود در ... انی حقیقة ... فی دیگر در صورت حروف مسدود
در تسمیه شریفه ... ست ... معانی زیادتی ... مرحقیقتی دیگر
نیست لا هو وغیره متضمن بسیان است قال الشیخ مجدد ... مرتبه ذات
نقطه محض است حقایق ذاتیه بمراد حقایق دایره ومحیط دایره اگر
از دایره ومحیط دایره مرتبه کمالات وصفات است همه بر اینکه محض بلا زیادتی
کما یقولون اهل الکلام و فی عینیت کما قال الصوفیة الوجودیة فی الکثرة وتسمیه
تسمیه منجر شده مرتبه صفاتیه نقطه است محیط الف لام میم را یعنی کمالات را که
دایره محتاج است از آن عبارت است و میم رمز بران است چون میم در حروف ثلثه
داخل است در ذکر حروف ثلثه منظور مصنف علیه الرحمة درینجا حرف میم است و میم
تسمیه نیست کمالات صفاتیه دایره است در ظهور تفاصیل صفات اگر پس تسمیه
شریف حقایق الف لام میم را معیت ... لی کیفی محض مشتمل است ظهور حقایق
مراتب را با طلاق ... لی عینیت وغیریت ... مع ذالک تفصیل هر سه مرتبه
عالیه است ذات و صفات و کمالات این ذکر مراد حضرت مصنف علیه الرحمة مجملا از

ابیات ثلثه وحروف الف لام میم نوشته شد در حاشیه علحده این ابیات ثلثه
نیز در مفصلا بتحقیق دقیق نوشته شده اند نسته شاید از بلاء عمر ان خطا یابند
لیکن باشد اینو ثبت [illegible] برای ان ترقیم یافته با سوال و جواب قریب بسطر
الی [illegible] م [illegible] ان الحمد نافع الحمد لله علی نعمائه والصلوة علی رسوله سید الکونین
وسیلة المتحیرین آثار رحم حسب استعداد عالی مظهر العامات متعالی انفعه الله سبحانه
بالنفع الکثیر از فقیر حوء السمی بعبد بخیه الامام الطالو فرمائیند رقیمه مشفقانه صحیح فرد
علحده که متضمن سوال قوبه بود مشرف ورود ابهمه سلوک هر لطیفه با اوراد دات
ان مرقوم بود خیر بر خوبی استعداد شمار شکر آمد که باستعمال هر لطیفه به پنج روز
عجائبات از [illegible] مدار رکرد است بیند بخیر متعلق دانسته اسمی ترقی
نمی بیند و لذت نمی آورد باید دانست اسمی آمدن نمی دید کرنبه کالمعف
مشفقانه بهمه سلوک که لطائف گرار اوراد ثبت برای اسمی است چه تکره
مسمی بحقیقت عطا [illegible] عنت [illegible] است
ولا محض [illegible] که آن [illegible] حقیقی و لد کانی
باید بود کما قال شیخ المشائخ عبد القادر جیلی قدس الله سره السامی من
اراد العبادت بعد الوصول فقد اشرک بالله العظیم سبحانه [illegible] لطیفه

بر معانی

زمان و حضور [illegible]

[illegible]

[illegible] او غایة [illegible] کشید انکه چون بوده [illegible] اکر [illegible] اکر

[illegible] بنده [illegible] وقات خفی [illegible] ان باید [illegible] بتفصیل

کوشید با انشاء بود مسمی ترقی نموده بغیب حقیقی که فی الحقیقة مسمی او

بنفی توجه به بی توجهی باید پیوست در عین بی توجهی ظرد قید باید

کرد تا توجه خفی رخت بربندد و از نایافت بحقیقت نایافت بنوازند

و ثمره بی توجهی علم حضوری را نماید این علم حضوری حقیقی را

از حضور علم واجبی شمائید اگرچه این مرتبه در علم از علم حضوری است الله

چنانچه فرمود فرد علم حضوری کجا و حضور علم کجا ببین تفاوت

ره از کجاست تا بکجا اما هنوز واسطه علم واجبی که داخل و صول صفات گشت

ماهیت دیوی از زاویت بیلایت اگرچه در اینجا این لوی زاویت از

زاویت علماء ظواهر فرق عظیم دارد و واصل انیزه نفس و لادیته

انبیا تبعا بهره مند است پس اگر منوازند بتفصیل اخص الخواص رهبری

نمائید بنظر بصیرت بی توجه بباید که ذات منزه از علیم است و علیم قابلیت

ذاته اوست و ذات بذاته بصیر است و بصر قابلیت ذاتیه اوست قس

علی هذا فی جمیع الصفات در نبوات انبیا که بهره منتهی بالاصالت از مرتبه

نبوت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة خواهد بود بعد از ان اکر محمدی

المشرب است در بهره مقتدی کمالات مرتبه نبوت از هر مقتدی مرتبه

نبوت نبی خویش علیه الصلوة والسلام بترجیح یا بالتجمیل یا خواهند نواخت

ذالک فضل الله باز بر مرتبه یاد داشت مسمی تاکید مینمائیم که چون لات

بیاد داشت مسمی بی کیفی پیدا اید المقصود رو بانحطت نباید آورد و اکر

احیانا قصد آید ببالا باید کشید و مسمی یاد سمت غیر پیوستن

دوسی انجواهد و این پیوستن از حدود رستن است دیکر اکر فرد علیحده

متضمن اجوبه سوالات خاص الخصان بجواب در هر مقام تحریر افتاد

ناقصانه مقلدانه تحقیق محققانه بعینه مرسول داشته با وقوف

عرضه نظر خواهد آمد اکر احیانا چیزی سوال باقی ماند مطلع سازند

مکتوب بمیان محمد الهدین صدور یافت اگاه باش که صورت متخیل محض

تراش خیال است باید دانست که صورت و رنگ و شکل هر چه در

دانش و بینش اید لازم نفی آنست اکر دید و دانش سالک الا العکس

از نبوت

از صورت تنها بتحقیق اقربیت و معیت و احاطه خود صاحب تنزل شده

صورت را از ریخ علانیه بی کیفی نسبتی معلوم خود میشود احاطه و معیت بحیثیتی

بتر از شده صورت صریح ظاهر است که تنزل شدن صورت بی اقربیت و احاطه

و غیر ذالک محالست چرا که تنزل شده صورت اگر از صورت دور باشد چگونه تصرف

کند و صورت پیدا آرد و با وجود معیت و احاطه بیکیفی بحیثیتی یعنی تنزل شده صورت

با وجود این که خود به اقربیت کمال صورت را تنزل شده اما خود در مراتب صورت

جمیع مثل خود می باید پس کمشکله است چون از تنزلاتش حقیقت معیت

و احاطه بی کیف تنزل شده را ثابت شد پس تحقیق یافت که چون

تمام ما سوی حق نزد حق با حق مماثلت و مجانست ندارد چنانچه تنزل شده

را با جمیع صور تنزل شده مماثلت نیست پس این تحقیق بد نیست

او را صورت قدر تنزل شده صورت را از دیدن دور کرده به بیکیفی محض

در ذات و صفات حق تعالی عارف آلوده بی توجهی محض شاغل

ذکر ذات و صفات الله سبحانه باید بود اگر در فهم این عبارت

اکثر بهتر والا بالمشافه ذکر خواهد شد مکتوب بنام میان گل محمد صدر قدیمت

الحمد المحمود حفظکم که درین تعلقات پراکنده و حرص اکثر ذکر و فکر خود

ان محب صادق را لذتی و شوقی بخشیده و از گلشن راز ردیا معطر
با نار عطا فرموده حمد بر حمد افزائید و هر دم از آنچه نباید باز آئید و واقعات
حسن اگر در بیداری ثمره ارزند ورای را از ما فانا از قید تعلقات مذمومه
برارند و از عیوب انفس را آگاه دارند نعمتی است عظمی اگر همین رویا را
رائی را مغرور سازند و از امور ما لا یلیق دور نه اندازند بلای است
بر بلا شکر این نعمت آنکه در بیداری در اطاعت مولی و متابعت
حبیب الله بر لمانه کمر محکم ببندید و ازین وان نه اندیشید اَللّٰهُمَّ
وَفِّقْ لِمُحِبِّیْ عَلٰی مَا اَمَرْتَهُ اِلْحُرْمَتِ مَنْ هُوَ
وَسِیْلَةٌ بِظُهُوْرِ الْاَوَامِرِ وَالنَّوَاهِیْ تصور نقط
در ذکر تا زمانی است که ذکر از قلب جاری نیست چون ذکر جاری باشد
بجای تصور پاسبانی ذکر ضرورتر و تعلق با ذکر تا زمانی است که مذکور ظهور نفرموده
چون ظهور فرموده تصور ذکر در حضور مذکور تحمل میکرد بلکه درینجا ذکر عین
شرک اگرچه شرک طریقت است اما طالب را هرچه از پیر رسیده دیده و دیدن پرورش
ارد کوشید پیش و لیس غم نبیند زیرا که همون دانه اول که در زمین دل مرید تخم
نهاده پیر است ره شده شجره شده و ثمرها می ارد اگر باغبان پرورش دانه

نماید شجره از کجا آید سعادت شعار احوالهای شما هم نور بخش امیدوار ذات بابرکت

بر ضمیر با استغراق کنند خود را با بسیار بدبیت از دردن شنوا استفسار داد و برون

بیگانه داشتن هاها اینچنین ربا ردشتن کم بود اندر جهان هاها برای دفع خطره خوف

آیه کریمه ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون و بعد وصول رقعه‌ای که آب

نیمه وصول مسوده نوشته باشند مکتوب بیان مثل محمد للنگا الحمد لله اولا و آخرا رقیمه سعادت

پیوند عقیدت منش گل محمد فرحت بخشند حقیقت واقعات نور بخش است و صحت واقعات

از لذت باطن دیگر اعمال صالح در بیداری است امیدوار است باید واقعات برای آنچه

بیداری ظهور بیابند و از خودی را بابت بر آورده به هستی دم بر آرای آید خود را

همه این ثمره ذکر نفی یا سوی است لیس لازم که سعی بلیغ در اندرفت نسبت برجا است

برآن دارند که پاس انفاس ذکر عالی متحقق شود همه تعلق ذکر شده باشد بالغه

صبر انشوه کرده باشند صرف اوقات بر ادای اوامر غنیمت دانند برای سلامتی

حواس الحمد لله دانسته شده اند و لا صحبت باشند بعد و هنوز نمید است خوشنودی نوشته باشند

ایشان زیر دماغ مانند خیریت برادر عزیز شیخ اسعد یاد مرزم باشد از فقیر

و جماعه فقیر احصوص محمد فاضل و محمد عیسی سلام خوانند الفاکمیان گل محمد

نور از رقیمه مخلص گل صفت فرحت افزود دست دعا بجناب الهی برداشته آمد

بکاری که حصول رضا باشد مشغول شوند احوال کمل محمدیه وی بحیثیت محمدی حق نفس و ما بعد
مکنون بعبیری صورت مستغنی باشند آنچه اصطلاح بعضی پیران که خود را طایفه احمدیه
میگویانند نوشته بودند که در دایره عالم مثال ما بر که چند مشاهده شد و نیز ادراک عالم
مثال میگویانند در سیر حق تعالی اینجا به عالم حجابات مفصل می انگارند این قول الشان
ارکان احمدیه طایفه نسبت خود را است میکنند حضرت ما فی طایفه احمدیه قدس سره العزیز
در تفسیر فاتحه در شرح کلمه رب العالمین عوالم را از قیاس بیرون فرموده اند و فرموده اند که
معراج حضرت فوق سموات چون تشریف بردند قطار شترها روان بودند از ازل
رسیدند که انتهای اول این قطارها ادراک شوند نه از آن گذشتند جبرئیل عرض کرد که از ازل
روز که من پیدا شده ام این قطارها را همین طور روان دیده ام باز حضرت سرور صلی الله علیه وسلم
[illegible] این عرض کردند که خداوندا میخواهم که آنچه [illegible] است از حقیقت
این مطلع شوم حکم شد که یک شتر را نشانه زده چون نشاندند [illegible] بعد
که بر گرد دو صندوق نور بار است چون باز [illegible] حالی شان یک صندوق را
[illegible] پرده دور کرده اندرون نظر کردند چه بینند که مثل این عالم در صندوق عالمی
در شد از این عالم ظهور شد در کاشانه [illegible] صلی الله علیه وسلم و غیر عالم را
ختم [illegible] فرموده اند پس از این قول معلوم شد که علم تفصیلی عوالم خاصه

بیچاره

حق سبحانه است از حد بیان بیرون است و نیز صاحب الطریقة الحسنیه در مکاشفات
الاسرار حق سبحانه را عالم کلیات و جزئیات فرموده و منکر را که عالم بجزئیات
نداند ملحد و مبتدع فرموده و بر خلقت سموات آیات ناطق اند چنانچه
خلق السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام فرموده در عالم خلق
داخل ساخته نه در عالم مثال پس باید فهمید که قایل این قول میتواند که از
طریقه حسنیه چیزی سند کرده اما کما هو مطلع بر تصنیف حسنیه خواهد بود اما این اصطلاح
که الطریقة الحسنیه منسوب میسازد بسبب تا رسید کی است و آنچه در حالت
وحدت وجودی و وحدت شهودی بعضی عزیزان سخن میگویند در رو
حالت را سعا قایل اند مشفقا اگر آن عزیزان منع جمع هر دو نسبت در آن
احد سفیر باشند درست است که بی عروج از اول ظهور نسبت ثانی در تحقیق
آن متحقق و اگر سفیر باشند که هر شخص که به نسبت وحدت وجودی متعلق شد
باز هرگز نسبت شهودی روی نمی نماید و همچنین بالعکس این قید
ممتنع است لیکن اینست که نسبت شهودی اید و وجودی نه اید و بالعکس
دلیل اینست که هر شخص واحد اول نسبت وجودی ظهور نماید بعد از آن
عروج میسر آید و نسبت شهودی جلوه کند اما هر که به نسبت شهودی اول

وصول پیدا کند به نسبت وجودی هرگز نزول نخواهد نمود مگر نادر والنادر کالمعدوم

ازانکه نسبت توحید وجودی از لطیفه قلبی خیزد که مقدم است بر جمیع لطائف و نسبت

توحید شهودی از لطیفه روحی ظهور می‌نماید که فوق از لطیفه قلبی است توحید وجودی

بسبب اتصال عنصری است که قلب را است در ملاحظه کثرت بوحدت راه می‌یابد

لهذا موجودات متکثره را وجود واحد می‌یابد اینجا تجلی حق بر سالک است و تجلی اسم

الرحیم است که بحکمت بالغه خود او را در کثرت معمور ساخته بضعف استعداد آن سالک

و چون سالک ترقی ازین مقام به لطیفه روحی رسید لطیفه روحی که از انضمام عناصر

مبرا است در عین تعلق بدن از عناصر منزه گشته و غلبه عناصر که بسوی کثرت

می‌کشند فرو نشسته بی امتزاج عناصر بوحدت او خواهد آورد و در کثرت از نظر خواهد

برداشت صاحب وحدت شهودی خواهد بود و شهود وحدت قطع نظر از کثرت

ظهور خواهد فرمود اینجا تجلی حق بر حق خواهد نمود و این تجلی اسم الرحمن است بعد

آن سالک چنانچه در لطیفه روحی از تعلق کثرت خلاص یافته بود همچنین در ترقیات

بسوی فوقانیه از شهود خلاص خواهد یافت زیرا که صاحب شهود اگرچه از کثرت گذشته

خلاص یافته اما او خبر از خبر یافته کثرت است که در شهود مشهود است خلاص یافته بضعف

استعداد و قلت بصیرت و چون بیان لطائف دیگر طولانی می‌خواهد قلم را اینجا کشیده

[illegible] فرد [illegible] تا آنچه مرقوم بود اگرچه امانت [illegible] خواص قسم [illegible]

[illegible] الله که [illegible] باشد امانت عام نخواهد [illegible] داری در امانت عام هم [illegible]

هرکه [illegible] را امانت حقیقی [illegible] امانت [illegible] مرشدان [illegible] از یکی از سه قسم

[illegible] داده بود [illegible] است [illegible] شد [illegible]

تکمله [illegible] امانت [illegible] مرشدان [illegible] گردن [illegible]

[illegible] از [illegible] اعتبار ساقط بود هرکه مرشد را [illegible]

به اجازت [illegible] از کمالات اصطلاحی [illegible]

استعداد سالک [illegible] اجمال امانت حقیقی دارد [illegible] ان

را [illegible] ان شاء الله تعالی لهذا السلوک فی تحقیقة امانت

[illegible] خواهد بود اگرچه فی الحال صورت سلوک نمودار شود فافهم و بگر آنچه

مرقوم بود آنچه علامات [illegible] مستعد [illegible] بجان [illegible] بعد [illegible]

این [illegible] الغیر [illegible] خلق الله [illegible] جلال [illegible] که اما از جمله عالم

[illegible] ذکر فی الله سبحانه فی [illegible] اگر

[illegible] الله سبحانه [illegible] لظهور کمالاته للعالمین [illegible]

الخداع [illegible] رفعه [illegible] علی الحسب

بعدات الخلائق وانچه مرقوم بود که در ولایة خاصه اولیا ... مثل حضرت جنید وغیره بودند چگونه توان گفت که ایشانرا علم حضوری وحضور علم اصلی نباشد محققانه را بیان باید ... نه اسامی حضرت جنید را الحاصل اینست هرکه در ولایة خاصه مصطلحه حضرت پیر دستگیر حضرت بنوری است قدس سره وحضرت للاینة اخص واخاص الخواص است البته در علم حضوری وحضور علم ظلی است حضرت جنید قدس سره از ولایة ظلی ترقی کرده باشند چرا ایشان را الولایة خاصه مصطلحه حضرت پیر قدس سره نامزد نهم کلیه باید فهمید ولا تکن من القاصرین وانچه بکر در تحقیق کمالات ... لوشته بود سابقا این تحقیق وفرق در تحقیق حضرت ... حضرت ... پیر قدس سره نوشته ام از انجا غور کرده بفهمند باز مختصر ... هرکاه صورعلمیه واعیان ثابته مصطلحه صوفیه قدس سرهم که اکلی ولایت خاصه اند در رتبه ثانیه که از محمدی است باشد وکمالات معلومات ازلیه مصطلحه حضرت پیر ... در رتبه اولی ... تفاوت صحیح ظاهر است مقابلا اعیان ثابته مصطلحه صوفیه قدس سرهم با کمالات ... مصطلحه حضرت پیر قدس ... دل از زیرکی دوران از مرتبه ظل دوس

دو رتبه اصل شتتان با بینهما کالفرق بین الارض [illegible] و در مرتبه اول غیب

محض کونیه وامکانیه معدوم و در مرتبه ثانیه متدمجه و در [illegible] نسبت لکون امکانیه

و به نسبت با تحت خود که موجودات متفصل اند کونیه محض پس در تحقیق حضرت

پیر قدس سره عبرت است کونیه اطلاق محض فی ثبوت امکانیه تقدیری

و در تحقیق صوفیه که در مرتبه ثانیه است امکانیه تقدیری اگرچه شهادت را غیب

فهمند و مقید را مطلق دانند لیتعرف البحر کما هو شان هذا المرتبة الخاصة پس

حضرت مجدد چون حقیقت عالم را عدم محض فرمودند با معنی لا ثبوت و

حضرت صوفیه چون حقیقت عالم را باعیان ثابته و صور علمیه نامیدند ثبوت

الامکانیه المقدرة تحت ثبوت الکونیه المطلقه محقق شد و نزد حضرت پیر قدس

سره چون حقیقة العالم کونیة المحض المطلق الثابتة المتحقق عند

عیناً بدله

فیهما و القدرت الازلیة التی لا دخل و لا شرکة للعدم فیهما الا کما قال المجدد

الف الثانی قدس سره شریک العدم مع الارادت فی حقیقة العالم التحقیق است مع ثبوت

لوی ثبوت [illegible] امکانیه [illegible] ازد فالمرتبة الامکانیة شهودها و ظهورها فی المرتبة

الثالثه التی یزعم الصوفیه قدس سرهم عیناً ابن تحقیق تحقق شد که کونیه

العالم فی الغیب امر ثبوتی ما العلم و القدرت بلا شرکت العدم و اعیان

الثابتة المذکورة فی تحقیق اهل صوفیه ظهور الاولی فی مرتبة الا محمدی فیظهر
الفرق بین ثلثة المذاهب فرقاً ظاهراً زیرا که تحقیق صوفیه در منسوخات نور
محمدیست و بیان حضرت مجدد قدس سره در برزخیت لعله بتبرقی منه قدس سره
و تحقیق حضرت پیر قدس سره از اصل مرتبه کمالات صفات جل شانه
عزیز من با وجود وضوح تمام چون مدعا بس عالی است بی جلوه تجلی نسبت
بصیرت ظلی باین رسیدن نمیتوانند ذالک فضل الله دیگر آنکه بابعض
عزیزان که در کلام حق سبحانه سخن درمیان آمد و فیما بین تنقیح شده از فقر
استفسار نموده بودند تفقاً بموجب پیر دستگیر بنوری نور الله مرقده
تحقیق سبعة احرف چنین است فی سبعة احرف ای فی سبعة درجة
در مرتبه وجوب سه درجه مقرر فرموده اند نفس کلام نفسی و نور کلام و ظهور
ان کلام بر متکلم این هر سه مرتبه کلام ازلی است و بلا تعدد و تکثر و بلا
حروف و اصوات بلا کیفیة و این کلام را ظهور ثانی در مرتبه شهود اول
بنفس مدعا محض انجا نیز حروف و اصوات نیست واما کیفیت مجهوله
متحقق انجا ظهور اطلاقی است و تقییدی ظهور نفس کلام که ظاهر
محض است اطلاقاً و ظهور کمالات مخفیه کلام که بذاته در خفا محض اند

واین مرتبه ظاهر تقییداً والقاءً تقیده کیفیته مجهوله وانمرتبه بجز شهود اول
معلوم دیگری نیست ولو کان ملکا مقربا لحق سبحانه بمحض فضل خود
این نفس مدعا را چون خواست بلباس حرف و صوت نورانی محض
برمرتبه جبرئیل ظاهر ساخت کما قال ان جبرئیل سمع صوتا والا علی کلام الله
علی ما اراد الله این هر دو مرتبه یعنی نفس مدعا و حرف و صوت نورانی
بیواسطه مخلوق مخلوق اند تصرف هیچ مخلوق درین مرتبه رسیده وانمرتبه
حرف و صوت نورانی را نیز بی سمع جبرئیل در مرتبه ملکی و روحی هیچ یکی
مسموع کردن نمی تواند لعلو درجته وچون برای ابلاغ این وحی بحضرت
جبرئیل حکم میشد بلباس حرف و صوت جرمانی خود بر حضرت سید انبیا
صلی الله علیه وسلم بر اوقات مخصوصه ومحال مصوره بر امت تعلیما لحرف
وصوت جسمانی خود بیان میفرمودند درین حرف صوت جرمانی و
جسمانی تصرف ملک در اول و تصرف حضرات انبیا اثر ثانی واقع
حضرت جیو قدس سره بیان تفصیل سبعه احرف چنین فرموده اند اگر
خواهد که بعینه عبارت حضرت پیر قدس سره به بیند در خلاصة المعارف
تصنیف الشان نظر خواهد کرد و مکتوب بمیان عبد القادر در علم وقوع رویت

از دنیا بخیر رفت باید دانست چون سالک بتحقیق علم در مرتبه علم
حضوری است داخل است بمرتبه ترتیب است اما جبلاً و چون بحضور علم رسید
دانست که این حضور بعلم او سبحانه است و مرا مظهر است علم او تعالی
نواخته اند درینوقت مظهریت علم بلکه جمیع صفات بیان علیه میکند
که بغلبه مظهریت بصری گمان می برد که حق را می بینم درین دید مغلوب
میشود و حال آنکه نمی بیند چنانچه در مرتبه علم حضوری علم حضور را علم
خود میدانست لهذا درینوقت در حضور علم مطلع شد که بعلم واجب
تعالی می دانم جهل سابق که بعلم خود میدانست برخاست اما اینکه بغلبه
مظهریت صید اند که می بینم هنوز جهل بر بصری بصره باقی است چنانچه
در علم حضوری جهل بر علم بود و چون بحضور در حضور مشرف شد
دانست که ذات بذاته علیم و ذات بذاته بصیر است مرا خبر یقین اینکه ذات
بذاته بصیر است بهره دیگر نیست و خصوصیت بصر ما که برویت او تعالی برخورد
گردد موقوف بر آخرت در بهشت داشته اند درین حکمتی بالغه است درینولا
به تعین صاف از مظهریت ترقی نموده در یقین رسیده و بخبر یقین صاف
که خود بخود بصیر است حق سبحانه مرا خبر یقین صاف هیچ نیست در ظهور مظهریت

بصری برابر آخرت داشته اند درینوقت زعم رویت از راه مظهریت
بصری که برخوردار است بر جماعت ظاهر دیگر دویمی مرتبه از اخص الخواص گشتت
از عارف محقق درینوقت اکر بدان بحرت جامع صفات علمیه دارد مظهریته
را اندراجا داند ماجا در وصول ذاتی دارد در نجلوت خاص شروع گشته مع
جلوت ایا بار که مظهریت است در وقت مظهریت وصول الیقینی
ظهورت خاص اندراجا دارد اما بارتفاع جهل که زعم رویت بود این تشخص
ادراک ان دو عید میسر است اصالت واندراجا هم در مرتبه یقین خاص
هم در مرتبه او بظاهر و لیس وانکه رسیدن بمرتبه اخص الخواص حقیقی را
برهان اکر انچه زعم رویت بصری پیدا شده بود واز حقیقت
رویت کمال نبرده بود پرده برخیزد و یقین پیدا شود که در حق مومنان
رویت بصری در بهشت منحصر است و ظهور خصوصیت مظهریت بصر در
بهشت است و اگر کسی داند که می بینم داند که تتمه شهود حقی در دید
او باقی است که نمی باید چنانچه توجه در ولایت اخص باقی بود انا نهی
فیت ابجان در مرتبه حضور علم تتمه شهود باقیست که برویت قایل
است و نمی فهمد لقلت البصرة مثل زن مستحاضه است که از ایام طهر

وحیض مطلع نیست استحاضه را که با حیض فی الجمله مناسبت است بسبب جهل

حیض می انکارد چون علم پیدا کنند و در ایام طهر و حیض تفاوتی صریح یابد استحاضه را

استحاضه داند حیض را در ایام مخصوصه خود بیقین بیند ذالک فضل الله یوتیه

من یشاء مکتوب بفضیلت باب شیخ محمد اکرم الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا

لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق مخاطب دانا باتمیز فضیلت

باب شیخ محمد اکرم خلاه عن قول الزاید اهل الشرع وعلی تحقیق اهالی التحقیق

در رساله در بیان اصطلاح حضرت سر و سکر هوری قدس الله سره بیان کرده

فواید علمی اکثر در بیان اورده چون اگر چه اکثر مراتب خلاف اصطلاح حضرت

سیر نموده اند و در خلافیات اصطلاح بیان منحرف گشتند اما چند مرتبه که صریح البطلان

بود اند در تحقیق آن الهام ذوق در حق با الفضل الله سبحانه و ببرکت حضرات

انبیاء علی نبینا علیهم الصلوة والتسلیمات و حضرت پیر و سید ما قدس الله سره بحسب فهم

رکیک خود چند کلمه بیاران اهالی استیاز نوشته شد اللهم ایاک نعبد و

وایاک نستعین لکاملان وبکمال کاملان را لازم که از راه تربیت پیش

ولیس نه رند وسط عبرت بر این چند کلمه اطلاع نموده از آنجا که نفس الامر

انکار نشوند اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بر هیچ مدرکه ظاهری و باطنی

تمنای فردا باقی نماند منشاء این تحقیق و ماخذ این بیان ظاهر است که
حضرت پیر ما قدسنا الله بسره الاقدس در خلاصة المعارف در فصل
سیوم از باب دویم از قسم ثانی در بیان حقیقت علم حضوری فرموده اند
که چون وجود از ذات و صفات از غیر حق از خود و از غیر خود بنجاست محض
بحضرت واجب تعالی بالتحقیق بیقین صادق بی تردد قرار گرفت اما
یقینی که محض کشفی باطنی نباشد بلکه در ان یقین حواس ظاهری و باطنی
بیانیست عقلی و قلبی و علمی همه یک حکم گرفته باشند انتهی و ظاهر است که
مراد از ظاهری درینجا خیالی عقلی و وجدانی قلبی است نه دید بصری چه
مراد انست که ایقان و اطمینان مرتبه علم حضوری از محض تخلیص سری
میسر نمی شود تا که خلو متخیله ها از دوی جمع نگردد و متخیله حکم سر پیدا نکند چنانچه
کلام الحق خلاصه برین مدعا روشن برهان است وان اینست که چنانچه در
یقین و ایمان سماعی تقلیدی همه ابر ابر بی شک بودند اکنون درین
یقین و ایمان وجدانی موهبی بی سببی هم برابر بی شک و بی شبهه و بی
تردد باشند الی قوله هر چند در نفس خود غور رسی میکند گر ایا هیچ معلوم
شود غیر از وصول یقینی هیچ بهره از ان نصیب خود در نمی یابد و اینست علم الیقین

اهل کمالات مرتبه ولایت انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات لا قوله لیس این علم حضوری

باشد و چون تحقیق کردند دریافت که مارا هیچ از ادراک ذات و صفات تعالی

ذاته بس علم حصولی نیست پس ذات کرفی الحقیقه این حضور مانند مرتبه منزه نفس

علم را که از صفات واجبی است سبحانه الی قوله ای عزیز پس این تا شد

عین الیقین اهل کمالات مرتبه الاست انبیا علیهم الصلوة والسلام که بحضور

نفس صفت العلم مطلق تعلق دارد انتهی پس معتبر باشند که دریافت حقایق

حضور در حضور چنان است که هرگاه تحقیق نمود علم [illegible] ذات [illegible] حضور [illegible]

ذات [illegible] شد [illegible] علم [illegible] بوصف زائده غیر ذات

الی قوله پس [illegible] کمالات خود بخود حاضر است [illegible] صفتی غیر ذات [illegible]

حاضر دانند [illegible] حضور در حضور [illegible] حق الیقین اهل کمالات مرتبه

ولایت [illegible] علیهم الصلوة والتسلیمات که تصور [illegible] است

انتهی و بیان کمالات ایشان که در این [illegible] هیچ [illegible] ثلثه

مذکوره [illegible] نبوت [illegible]

[illegible] از [illegible] این [illegible]

انوار قدس [illegible] هیچ [illegible]

در حق ان منع

[illegible] ان [illegible] مطلق فرموده باشند و ببینند ان [illegible] ان قوس [illegible]

سر در بار [illegible] [illegible] رسیده باشند انتساب المعارف بگر گرد کشود

دار انجا کلف بود دیگر ابکا ظهور حصول اتفاق که [illegible] مین که تمنای مجرد

باقی بماند خالی از وجه [illegible] الارم است [illegible] مطلق رتبه علم حضوری یا

حضور علم را [illegible] شامل است بر حجاب این [illegible] مرتبه را اجمالا انسیاق عبارت

بر ان دال است [illegible] پس [illegible] از ائمه علیهم الصلوة والسلام باین کشف بصری

وقوع تحجب خارجی در دنیا الیقین آمدند ولیکن این کشف غطا و عدم

[illegible] ای [illegible] ان نرسیدند و حال انکه [illegible] تمنا داشتند

انکه حضرت [illegible] موسی علی نبینا و علیه الصلوة والسلام اینهمه تمنا در

دنیا لحظات [illegible] برای معاینت کشته نرسیدند [illegible] علی نبینا و علیه

الصلوة والسلام [illegible] از روی دیدار دیده انکه [illegible] در دنیا

وامرانک فاتکیستم انکه مامور شدند و باکوتم انتم [illegible] ان محمدی

علیه الصلوة والسلام [illegible] [illegible] اصل

[illegible] [illegible] [illegible]

علیه الصلوة والسلام [illegible] در رتبه علم

وحصول علم که بی [illegible] فی ما است حال آنکه این عارف کامل از [illegible] ارد
همین دو ملک [illegible] در اول محض ثابت نمی‌آید زیرا که [illegible] گویند که وصول بر علم
حضوری بی مثالی کامل است چنانچه از روی فرد باقی نماند و ظاهر است
که بی حصول [illegible] بصری از [illegible] دانا فتح است پس برین تقدیر از دو
مرتبه باقیه بوده است [illegible] اند و [illegible] اختلاف نماید دانست که حضرت سید ما
قدس الله سره الاقدس چنانچه در عبارات [illegible] اند از ارتفاع حجب خارجی
[illegible] برای [illegible] اولیه السلام اشارات منع [illegible] ده اند بجهان
در عبارات [illegible] نجات منع نموده اند و حضرت نبی اکرم را صلی الله تعالی
علیه وسلم [illegible] واح مخصوص داشته اند در فصل اول از باب ثانی
از [illegible] خلاصه [illegible] آورده اند که قطع حجب خارجی میسر گشت
[illegible] پیغمبر رسول صلی الله علیه وسلم بحجب جسد و روح اما بحجب روح با
بی الصرح [illegible] دیگر انبیا را نیز علیهم الصلوة والسلام در دار دنیا و بعض
از [illegible] است [illegible] علیه الصلوة والسلام هم حاصل است علیهم الرضوان
الرحمه قلیله [illegible] از اینجا است که العلماء ورثة الانبیاء و علماء امتی که
[illegible] اول [illegible] از ثانی

از قسم دوم فرموده اند که بعد از بسیار سلوک چند از کار و افکار و تصورات
بعد از بدنی نمیرد در تجلیات صوری و نوری و معنوی واقع شود الی قوله خیالی الکوزی
از انجا می بر آمد الا بعضی از اینجا است که میگویند خدا را باسم در بین دار الحشیم
سر سیوان دید پس هر چه منظور و محسوس است بیکیف نیست هر چند بیکیف
دانند انتهی و در فصل ششم از باب ثانی آورده اند که چون بوصول قدمی
انحالت وصول بنهایت ظاهری و باطنی تحقق حق امراج خاص بود است پس
بوصول نبرد در حالت اداء نماز حیثیت کمال حضر حضرت اقدس الی آخره
مخفی نیست این عبارات که رویت در دنیا خاصه حضرت حبیب الله است صلی الله
علیه وسلم و غیر او را امکان رویت نیست در ثبوت مظهریت صفات را یعنی آنست
که هرگاه که صفت علم خود را بغیر خود ظاهر شد علم حق را سبحانه باوی ظاهر
باید این را ظهور وی و هرگاه بر بعض مخلوق نظر کارد لصر حق الحق شاید ظاهر
حاضر باید لصر خود را ظهور وی بواسطه مرتبه کمال است و علی هذا القیاس قوله
ذاتیت ذات تعینی است باید بر داشت گویم اگر تعین ادراکی مراد است آن
خود از مرتبه علم حضوری واپس مانده است در مرتبه گنجایش دارد که احتراز
ازوی لازم گردد و اگر هویت غیر عدمی مراد بود درست نیست که در مرتبه

نیز ذات بلا صفات و کمالات مخصوصیت بالا کیف داده لازم آمد
دیگر عجب از ادا این قایل رویت آنکه خود را مظهر اتم ذات و صفات و کمالات
عم برده دارد و مظهریت بعلم حق سبحانه خود را علیم و بصیر او تعالی را بصیر قرار
داده کفته که باین مظهریت چنانچه حق تعالی خود بصیر ذات بحت با جمیع صفات است
ما نیز بذات بحت با جمیع بهمین بصر بصیر ایم و اندک تفکر ده که هرگاه حق تعالی
با جمیع عالم خلق و عالم امر است و من در خود هیچ از این کمالات امور
مقیدیم نمی یابم پس ذات بحت که بکیف صرف است و غیب محض با این
چشم تقلید ظلمانی چگونه ببینم زنهار تا نیکه پیش و پس و تحت بالا اشکال الهایی
بهشت دارد بدان تا برابر تشد این فهمیدن من بیجا است و از حق دور
بلکه ترقی کند و تا بد و کوید که اگر لو فرضا عالم ملکوت را هم با جمیع توم مثل
هم غشیان بطانتی بدنی و بصری از راه مظهریت لهم حقیقی عطا فرمایند
چون در دنیا نزد علما بعض و بعض صحابه که اما از دید حق سبحانه یک مرتبه
یا دو مرتبه جناب حضرت سرور کائنات است پس بدانیم که این دید با در دنیا
وهم محض است و از ابجیاس و هم خلاف سنت وجماعت اعتبار موجب ضلالت است
دیگر عجب از نز... سید و فهمید که فهمید در جهل مرکب باند حق تعالی اینچنین

قایلان از جهل

قائلان را از جهل مرکب برارد و بر نفس الامر بینا کند در قصیده منظومه متفقه

علماء اهل سنت فرمایند در حق این چنین قائل فرموده من قال فی الدنیا نعو

اراه بعینه فذالک زندیق و طغی و تمردا و خالف کتب الله والرسل

کلها و زاغ عن الشرع الشریف و اعتدا وذالک ممن قال فیه النها

یری وجهه یوم القیامة اسودا اما چون قائل این قول سنی و از اهالی

جماعت است قول او را در حالت سکر و شهود باید گمان برد مثل قائلان

عینیت معذور باید داشت که شهود السبب نیز یسمی و مجهول الکیفی زد

شهود گمی کرد [illegible] [illegible] فهمیده خیال [illegible] فرموده که صاحب بحال معذور

[illegible] و [illegible] ماخوذ او [illegible] اما عجب نیز انکه خود را از اهل صحو میگویانند

و [illegible] که [illegible] نتوانند دار سنت و جماعت خبر ندارند علانیه

[illegible] بدر [illegible] برالهم ارنا الصراط المستقیم اری الله سبحانه

اهل شهود در ظاهر [illegible] اگر چه تحقیق بروجه [illegible] سیدنا

میر [illegible] اما داخل اهل سنت و جماعت بما قوله و سلم انب

[illegible] که وصول ذات [illegible] و رشود الی اخر العبارات

او قع فی بیان [illegible] تر قائل که از مراتب والا [illegible] از علم حضوری

وحضور علم ترقی بیان کرده بحضور در حضور خود را رسیده دانسته و بمظهریت اتم
قایل حتی که برویت اخروی برغم خود در دنیا رسیده تمام متابعت کمال آنحضرت
برخود نارسیده ازین معلوم شد که آنچه این را رسیده متابعت نارسیده پس ازین تحقیق
ظاهر شد که انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة و نیز آنحضرت صلی الله علیه وسلم در پی
نفی تبرک سته کانه با وجود رویت دایمی کار عوام القایل تا آخر خاتمه سالک اند
نعوذ بالله منه سبحان الله این عجب رویت است که در عین ... متحقق
چون اینجا رسیدم بسبب این عقیده فاسده قلم را تند کردم و از بیان دیگر عبارات
که اکثر خلاف اصطلاح حضرت پیر است سکوت ورزیدم حق سبحانه توفیقش دهد
و ازین عقاید سخیفه ساخته بر صراط مستقیم آرد ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او
اخطانا مکتوب بجامی خداداد سید الطایفه حضرت شیخ جنید قدس سره
فرموده اشرف کلمة فی التوحید قول ابی بکر رضی الله عنه سبحان من لم یجعل
لخلقه سبیلا الی العجز عن معرفته عزیزمن در قول حضرت صدیق رضی الله عنه
بیان معرفت من حیث الدرک والکیفیة است نه معرفت کما هو باسمائه وصفاته و آثار
بلا کیفیت و درک که آن بایمان بالغیب متحقق است بلا تفاوت لان الکیفیة
دران جناب والدرک معدوم و کلمه عجز که واقع شده هر گاه کیفیت دران جناب

معدوم بود

معدوم بود عجز از چه اری در نور محمدی صلی الله علیه وسلم که مجهول الکیفیت است عجز از

یافت کیفیة او اطلاق نتوان کرد که مجهول الکیفیة است و هرچند عقل عاقل دریافت

کیفیت آن غور میکند نمیتوان دریافت الا المجهول الکیفیة که علم کیفیت آن خاصه

علم علام الغیوب است پس درست افتاد که معرفت بالغیب حقیقی ممکن الوقوع است

و معرفت نور محمدی صلی الله علیه وسلم بالکیفیة غیر واقع الا المجهول الکیفیة و

در ذات وصفات الله سبحانه که بی کیف و غیب حقیقی است چون کلمه عجز

مشعر به طلب کیفیت است انجا که کیفیت معدوم اطلاق عجز از چه و در نور محمدی صلی

الله علیه وسلم اطلاق عجز بسبب عدم دریافت کیفیت آن معقول پس باین تحقیق

تاویلات شارح که در بیان عجز رفته حاجت نماند و در قول حضرت صدیق که کلمه

عجز واقع شده علم آن با انحضرت باید سپرد نیست ز دریای شهادت چون نهنگ

بر آرد دم ز سر تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش ها تمثیل است معنی آنکه

چون که دریای شهادت که مرتبه فنا است و از نهنگ مراد سالک است و مراد

از سوختگی فنا است یعنی چون سالک بمرتبه فنا برسد اموری که منع شرعیه اند

در وقت سبب عذر از ارتکاب آن امر مباح میشود چنانچه با وجود دریا که وضو فرض است

با وجود آن عذر ضروری تیمم فرض میشود بخوف مرض استعمال وضو منع است

مکتوب در جواب تعبیر خواب میان الهدین صدور یافت شیر موذیست

نفس بهیمه موذی‌تر نفس بصورت شیر کلان ظاهر شده خوب شد که برده شد

والا مطیع خود می‌ساخت الغرض چون مسلم را نفس از فریبهای مخفی صیغه نجات

که مغلوب بسیار است هر چند فریبهائی مخفی کرد غلبه نیافت لاچار بتمام قوت خود بر ظاهر

بصورت شیر متمثل شده قصد هلاکت مسلم کرد حق سبحانه تعالی مسلم را حمایه

از فریبهای مخفیه محفوظ داشته همچنین از فریبها جلیه محفوظ داشت بلکه امید است

که مطمئنه گردد و مردن نفس عبارت از مطمئنه شدن است بشارت بیک است

امیدوار اطمینان نفس آن خواب بیننده را باید بود مسئله در سلم هفت شرط

برای جواز سلم لازم است یکی آنکه جنس پارچه بیان کنند دوم آنکه تعداد

پارچه بیان کنند سیوم آنکه پارچه ردی باشد یا صحیح چهارم آنکه پهن باشد یا باریک

پنجم آنکه پارچه در چه ماه باشد ششم آنکه در شهره خود بکار خریدار رساند

یا خریدار خود بر داشته بیارد هفتم آنکه در عین همان مجلس مبلغ قیمت

همان وقت بایع سپارد زیرا که در مبلغ قرض سلم جایز نیست مکتوب

در جواب واقعات بحقایق و معارف آگاه حاجی محمد امین حامی

خداداد صدور یافت بعد سلام فقرا و ...

... دار در این ... در بار معنی این ذات از معنی انه لیغان علی قلبی

... استغفر الله کل یوم سبعین مرة او ما قریب بحسب اختلاف روایت

باید فهمید که در حین حیات خود حضرت صلی الله علیه وسلم فرموده از حال که

وقت وجود حضرت و صحابه کرام بود اهالی این ... ...

... که این ... ...

گشته بجایی که بسقف روضه مبارک رسید ان ... ...

... حضرت امتی امتی خواهند فرمود چون بعضی اعمال حاجی ...

... واقع شده اند مثل آب ... غم ... از آنحضرت ...

و حاجی چون را باید که هر دو سر متوجه بطرف حضرت حق برای منافع ظاهری و باطنی

نبوی و اخروی خلق بوده باشند تا حصول رضای حضرت سرور کائنات

شده باشد رفع غین قلبیه قلبیه میشده باشد زیرا که ... رفع غبار

در دلایل حضرت صلی الله علیه وسلم رحمت بر ... انداخته باعث و اسطه

در ظاهر ... اکبر ... بدار حضرت صلی الله علیه وسلم و الحجر ... حاجی خلاف

... می بینید چنین تقوی طرفین تفاوتی واقع شده کما قال

الایمان عریان و لباسه التقوی در ... اعلاج استغفار است ...

استغفار نقصان از تقوی مرتفع گردد و آنچه حاجی خداداد از خواب دیده اند
ایشان بر پیشانی حاجی محمد امین بوسه داده بحاجی حسب می پرسند که شما
حضرت صدیق اکبر را دوست میدارید این معنی است تمام نسبت بلکه واقعی است
که بوسه پیشانی ازان خبر میدهد و از حاجی خداداد هم می پرسند که شما را حضرت
صدیق دوست میدارد این نیز تحقیقی است نه استفهامی بدلالت بوسه
بر پیشانی اما این خواب مشعر است برین که دوست داشتن حضرت صدیق
شخصی را از دوست داشتن آن شخص حضرت صدیق را مرتبه بلند است
زیرا که از دوست داشتن آن شخص حضرت صدیق را رضی الله عنه دوست
داشتن حضرت صدیق او را لازم نیست از جهة احتمال عدم قبول دوستی او
دوست داشتن حضرت صدیق آن شخص را از دوستی طرفین مشعر است
نزد فقیر تعبیر این خواب همچنین معلوم میشود والله اعلم بالصواب

مکتوب بیان الهدین در جواب استدعا توجه عزیزی کرده شود مقصود و آنچه معنی نسبت است
باید فهمید که شود است که یقین پیدا شود که هرچه هست باختیار حق است وهرچه
هست بر وقت خود لهذا صبر باید چنانچه در حدیث فرموده اللهم
اعطنی ایمانا دائما یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انه لن یصیبنی

الا ... ولی ... ما را ... باد این ... باز است ... رضا

او ... حیات ... باید بود و ... ضابر ... او ... و ا

طالب ... ترقی ... استغنا ... الطریقت ... بهر ... باید ... طلب

لطف فافهم عزیز من شاید این قدر گفتم که خدا ... انکر داده ...

زیادتی استعداد است نقصان ... را حوصله و بسیار استعداد کمالات

حضرت پیر قدس سره گفتم ادب آموختم که خود السید ... باب ... ارکان مثل

و ... رجه بی قوت باید شمرد و استعداد ضعیف باید بینداشت چون وقت تعجب

نبود لهذا موقوف داشتم سوال ... تخلقوا باخلاق الله ... است اما

ای اتصفوا بالصفات و اگر کسی سوال کند که از اینجا شایبه بنده حق

لازم می اید از انکه چون بنده متخلق باخلاق الله شود شبیه حق گردد

و حال انکه بدلیل عقلی و نقلی ثابت شده که لیس کمثله شیء نه اصولا شبه

باشیا و لا شبیه به شیء مکتوب تفصیل باب شیخ عبد الهادی طالب علم

در جواب تخلقوا باخلاق الله عزیز من این عبارت ... تحیت هر مرتبه ولایت

مناسب اهل ان ... است ... بموجب ... حضرت جمیع

پنج قسم است ولایت عامه و ... ولایت ... ولایت اخص و ولایت خاص

خاص الخواص وولایت اخص الخواص است واهالی ولایت عامه که علماء ظواهر اند
و بسوخته در کمالات مرتبه شریعت رسیده اند که من کل الوجوه تابع
نقل اند عقل را بهوا اینها که مقتضای شریعت است من کل الوجوه با حکام
نقلی متحقق شده اند بوی از مخالفت نقل در اینها دخل نداده و نزد
اهالی ولایت خاصه که بتجربات صفات خداوندی مجذوب اند الزنت
که اند ... داعتقادات افعال که در ولایت عامه بخود بود در
تجلیات جذبات صفات خداوند سبحانه مضمحل میگردد و فاعل حقیقی بجز
واحد حقیقی موجود نمی یابند و بمظهریت ذات وصفات وافعال وجود
مظاهر بینند حقیقت شهودی باید بجدی که مظاهر مذکوره از نظر منتفی شود و بطور
نظر عین مظهرات می بینند بلکه ظهورات مذکوره در ذات واحد حقیقی عین احدیت
ذات جامع می یابند و نهایت این وندیات اضمحلال تعینات است تعینات
کونیه شهود با وجوبیه لان اساس هو الاسرار القیاس الان هذا التشخص المضمحل الصحیح
متحلق بالملاق الذی لا دخل للقیاس واطلاقیه یا بقی من بیان ثلث
المراتب الباقیة من الولایات لا دخل للعیان الذی مناسب لاهل العقل لهذا
موقوف فی بیانه ملتوت سعادت شعار نور الحسین صدور یافت

شفیق مهربان

تفنق مهربان الحسن از نقیر درمانده عبد النبی سلام خوانند یعنی آیه کریمه
والذین فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا بر سیده بود زیشتة قا مرض دو قسم است
مرض موت و مرض وفاتی مرض موت خاصه کسانی است که در میثاق اول
و اخر سجده نکردند نیز ایشان این مرض مقتضی و در اخر که است روز افزون
در کفر اند و در کفر می میرند و کسانیکه اول سجده کردند و اخر کردند مرض او
وفاتی خاصه آن کسان است که تا ایمان تا موت مبتلا بمعاصی اند نه باز معاصی
نصیب ایشان نیست مذنب اوفاتی اند بر کبیره ایمان تجویز [illegible]
قلیل با کثیر به بهشت خواهد رفت و مومنان [illegible] اوفاتی [illegible] اند
اگر ارکان معصیت دارند [illegible] لیکن از معاصی می پایند امیدوار اند که
بی عذاب در بهشت روند [illegible] طایفه سوای انبیا علیهم [illegible] علیهم الصلوة
والسلام امکان مرض دارند اما طایفه الثالث [illegible] الی بی عذاب
در بهشت خواهد رفت چون انا عند ظن عبدی بی فی حدیث قدسی است
انشاء الله تعالی هر مومن خود را از [illegible] اعتقاد که [illegible]
[illegible] اند و السلام این حدیث قدسی را در تمام نوشته [illegible] انا عند الظن
عبدی فان خیر الجزا [illegible] المکتوب بجا می خدا داد صد و زیاد و قیمت

الحمد لله الذی نور قلوب احبائه فان بنور معرفته ذاته والهم علیهم بالیق بمرتبتهم

باحبانه کما قال غوث الاعظم رضی الله عنه عن الهام نقلا عن الله

سبحانه قال لی سبحانه یا غوث الاعظم الحال نهی حال الدلیل عن اللسان

المقال فمن آمن به فقد قبل ومن رد الحال فقد کفر ومن اراد العبادة بعد

الوصول فقد اشرک بالله العظیم عزیز من در فهم فقر حال بر دو مرتبه است

حال من ظهور کمالات صفت اللطفیة فوجب قبوله و حال من ظهور

الکمالات صفت القهریة فوجب انکاره ورده فعلامت حال اللطفیة

متابعت الشرع احب صاحب الحال من کل وجه و حال القهریة نوعان الاول

الحال للمؤمن المتشرع و هذا صاحب الحال فی الرد والقبول فمن رده و

قبوله السکوت افضل والثانی الحال للکافر المتکبر و هذا قابل الرد و قبوله

کفر نعوذ بالله من غرور طاعت مولانا بل استانه بر دو مرتبه است اول مرتبه

مبتدعی و متوسط را است که هنوز حجاب در میان دارد و آن را عبادت

نخوانند متوسط اگرچه من وجه حضور دارد اما هنوز فی نفس الامر

غائب است فللغائب لزم العبادة باللسان او بالجنان لتکون الموصلة

الی مرتبة العبودیة فحاصل العبودیة حاضر الله سبحانه بلا حجاب نظر

الی ذاته تعالی

الی ذاته تعالی و صفاته یقع منه سبحانه ببصیرت البسری لسکوت الاکل
لان اذا ینظر الی ربه ان یصف ذاته بصفات الکمال بلا نقصان فو صف
العبد الربه الان شرک و کفر فلزم ترکه فی هذا المرتبة العبودیت کما قال خفتنا
وسوا ایافی النظم الفارسیة بیت تذکر غیر حواس غیر مطلق ها
بذکر حب حق شرک سیات الحق مکتوب بحقایق اگاه شیخ عبد القادر
جهانا ابادی صدور یافت حقایق اگاه مظهر الطاف الہی معمور محبت
فقیر اطالب دریافت معانی شیخ صاحب المعانی ز لوہ در باب ان که
تعلق بحکمه دارید و عدم اطلاعنا علی الحکمة یا وجب الحسنت بهره یاب
باشند ه لوه ز ظاهر بیت و باطن یافت معانی خاصه کمالان و اهلی تکمیل انست
با خورسته چنیان اهلی تکمیل را چه طاقت که در بیان ان زبان کشاید
مگر انکه بعقیده عدم اطلاعنا علی الحکمة الخ محکم باشیم و ظاهر ان بعلماء
ظاهر تعلق دارد اما چون سوال را از جواب چاره نیست قدری از ظاهر ان
بیان می نمائیم باید دانست چون انسان در شب بخواب مبتلا می شد
فضل الہی بدو رکعت نماز سنت و فرض با مور کرد انید تا در ادای ان
در مانده نشود و بعد نماز فجر تا استوا الفضل و کرم برای کار معاش و ہ

خالی نداشتند و چون از کار معاش ضرور به فارغ شدند برای تکرار شکرانه
ایزدی دو رکعت زیاد از فجر در ظهر و عصر افزودند اما برای وسعت وقت
ظهر در اول سنت چهار کافی و در اخر ان دو رکعت مقرر فرمودند و چون
وقت عصر عرصه تنگ دارد بخیر چهار رکعت فرض تکلیف سنت ندادند
و چون وقت مغرب از عصر تنگی دارد یک رکعت از عصر در مغرب تخفیف دادند
و برای تنگی وقت مغرب فرض را مقدم داشتند سنت را بسبب تنگی
وقت مغرب بر دو رکعت اوردند و چون وقت عشا وقت اکل و
شرب سستی لازم است اگرچه وقت عشا وسعت دارد فرض را
مقدم بر سنت مقرر فرمودند بسبب وسعت وقت چهار کافی فرض مقرر
فرمودند و چون وقت سستی بود دو رکعت سنت ماموز فرمودند و چون طاق
در رکعات نماز روز و شب در کار است و مستحب است سه کافی مغرب در
روز و شب مقرر کردند و باقی شب را نوافل گذاشتند و چون قیام مقرر برای
نیاز و مناجات است قرات را فرمودند و چون در رکوع و سجود سر نگونی است
مناسب تسبیح است و چون وقت قومه و جلسه سر بالا کردن است و این
مقتضی تکبیر است تکبیر را خاصه حق داشته به الله اکبر بیان باید کرد و چون با ین حمد

ثنا ابنده را اگر حق تعالی سامع این حمد و ثنا است پس ضروریه سمع الله
باید پرداخت و چون سمع الله را اعتقاد کرد متصل ان ربنا لک الحمد
مقرر شد و چون از همه مراتب و فرایض فارغ شد و الصلوة معراج المومنین
واقع است مناسب انکه ختم نماز به تشهد باشد تا مخبر از صلوة معراج المومن
شد و چون از همه مراتب نماز فارغ شد کلمه که بسلامتی از افات خبر
دهد و مبارک بادی بجماعه مومنین است و ان السلام علیکم است متکلم
باید شد و السلام علیکم و علی من تبعکم مکتوب در جواب واقعات
عزیزی از مخلصان نوشته فقا متمثل شدن ذکر آب وا برن از بالا فرود
برای ارآستگی حب است وانکه ذکر الروح راحة گفته اند بدو معنی است یکی انکه
اد از روح لطیفه باطنی روح است درینجا معنی است که در مرتبه ذکر قلبی
تکرار محض می باشد اما مرتبه شهود وحدت رو نمی نماید اگر ظاهر هم
مستور نیست وحدت وجودی نه خواهد بود و در رتبه وحدت وجود تعلق
بکثرت باقیست هذا راحت موقوف بر توحید شهودی است با انتفار
کثرت و نظر بمحض وحدت لهذا در شهود راحت است میسرا با بر حید
در شهود راحت است اما درین راحت شرکت نفس و خیال باقیست و توفیق

اللہ سبحانہ ازین نیز باید گذشت و بعدم راحت باید بوست قال اللہ سبحانہ

لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین دوم آنکہ مراد از روح حقیقت انسانی است

در لطایف تحتانیہ کہ ظہور کمالات حقیقت انسانیہ اندر راحت بے حرکت

خیال است و در حقیقت انسانی بعد قطع سیر لطائف ستہ راحت حقیقی است

بی حرکت خیال و چون در مرتبہ بندگی حقیقی خوف و خشیت لازم عبد است

لہذا بہ لا تفرح تعلیم فرمودند و ظہور حضرت سرور صلی اللہ علیہ و سلم بدو

مرتبہ است یکی برای تخلیص سالک بر محنت و ریاضت این درد سخت است

اما این اختیاری کسبی نیست محض فضلی است دوم محض برای نوازش

و این در مرتبہ کمال اکمل بہ اہالی خدمات قطبیت و غوثیت است و

این اہل مناسب را برای تحقیق خدمات ظہور حضرت صلی اللہ علیہ

و سلم شرط است تا زمانیکہ ظہور حضرت نشود فوت تصرفات در ادای

خدمات پیدا نشود الغرض مبادی راحت ظہور باید اما این الا محض بر حصول

رضای حضرت سیاد و وند کہ محض مشغول میشدہ باشد حضرت قدس

والسلام مکتوب بیان الہدین در جواب تحقیق اسولہ قلب کہ قلب

مستعمل نمودہ بسلطان چگونہ لایق معرفت مولی میشود و صدد زینت

قال اللہ سبحانہ

قال الله سبحانه در جواب ابلیس اعوذ بالله من الشیطان الرجیم ان عبادی
لیس لک علیهم سلطان الا من اتبعک من الغاوین لیس از این نص
قرانی ظاهر شد که انسان دو قسم است مظهر جلال و مظهر جمال و قلب خاصه
مظهر جمال است و مظهر جلال را در قلب شرکت بدنیت بکار اوقاتی و ان
دو قسم است ابتدائی محض و انتهائی شرکت ابتدائی غیر معتبر است
و شرکت انتهائی معتبر و ان در انتها خاتمه بخیر می بخشد و این دو قسم
شرک است بهره از جمال می بخشد اگرچه نسبت عصیان ابتدای مذنب
خواهد شد و در اخر ثمره جمال پیدا خواهد آمد المقصود انکه مظاهر جمال را
فی الحقیقت الله سبحانه تابع انبیاء کردانیده و مظاهر جلال را تابع ابلیس
لعین کرده مسلمین را باید که بحسن ظن خود خود را خاتمه بالخیر و مظهر جمال
پندارد و از مظهریت جلال استفاده از حق سبحانه بطلبد اگر بالخیر خاتمه یافت
این عمل استفاده نیز در پله حسنات خواهند انداخت و اگر نعوذ بالله
خاتمه بالخیر نیافت در ایام اسلام که عمل استفاده کرده این عمله باعث
تخفیف در عذاب خواهد شد ان شاء الله تعالی و اگر عمر تمام در کفر رفته باشد
واد الله تعالی ... اند هر دو سبب عذاب در عذاب خواهد شد کما قال

اعمالهم کسراب بقیعة الظمان یحسبه مکتوب اصلاح

آثار ولی محمد صدور یافت اخوی مشفقی میان ولی محمد از فقیر عبد النبی سلام

خوانند رقعه مشفقانه متضمن طلب بیان مسائل مفصله رسید فرحت

فزایت آنچه بیان نسبت باطنی خود نوشته بودند بمطالعه درآمد اخوی

سلامت هرگاه نسبت بیکیفی جناب قدس تعلیم یافتند معائنه الوان و تجلیات

وغیره را چه مناسبت به نسبت بیکیفی مگر سابقا ظهور کرده باشد نسبت

بیکیفی مانع از معائنه الوان و تجلیات نیست ازین تا زمانیکه نسبت بیکیفی

احاطه نکرده اگر تجلیات و معائنه الوان رو نماید میتواند شد باید که جناب

قدس را منزه از جهات سته بیقین باید دانست و علم حضوری و حضور

علم را شان علی است تا زمانیکه نسبت بیکیفی کما حقه جا نگیرد علم

حضوری کی است و حضور علم بعد علم حضوری کمال مرتبه دارد در

ولایت انبیاء تحقق است و آنچه تفصیل اسامی نوشته بودند

نموداری بحر محیط بیکیف در بلی کیف غوث همی خشند برای دفع

خلل دماغ با جماعه مسلمین فاتحه خوانده شد خدا سبحانه شفا بخشد

بعد تعلیم ذکر سلطان تعلیم علم کرده بودند مراد از علم علم حضوری است

بانمود و غیره

هنوز وقت علم بیقرار ست و علم حصولی علم مخلوق است و علم حضوری

و حضوری علم موقوف بر تعلیم جدید موسیت در مقام ادم الکیف ذات الله سبحانه

مع الصفات و مجهول الکیف نور محمدی است صلی الله علیه و سلم و معلوم الکیف

همه مخلوقات اند و بیان احدیت و واحدیت و وحدت نیز موقوف

بر صحبت جدید است و واجب الوجود ذات باری تعالی است و جائز الوجود

علوم است که موجود شدن او باختیار خدا سبحانه است و ممکن الوجود

مخلوقات موجوده اند اگر حق سبحانه خواهد عدم کند و اگر خواهد موجود دارد

و ممتنع الوجود شریک باری تعالی است که هرگز موجود شدنی نیست و اینجا

معدوم است والمتقین الذین یؤمنون بالغیب کسانی هستند که بی

کشفی بکمال یقین بر الله سبحانه تعالی دارند شما باید که از جهات

... الله سبحانه را نفرسید ... بیکیف یقین باید است ان الله

لا یضیع اجر المحسنین والسلام مکتوب بحقایق اگاه میان عبد القادر جیو

... صفات الله کان و ما لم یشا لم یکن نوازشنامه عالی ...

... ارادت ... ازینجا که از مرقوم شده بود شنفتا نزد فقیر حزن وقت

... و وقت عقبات کمال ... تحفها ... که ... ان ... و در گفت

ناله

نماز که اول ازان منظور نیست فرض کرده اند و وقت ظهر را دو تسبیح
کرده اند و وقت دو گشادگی طبیعت است چهار رکعت فرض فرموده اند
و چون در وقت عصر نیز فراخی وقت بسیار گشادگی طبیعت است
چهار رکعت امر فرموده اند و وقت مغرب چون بعد فراغ همه کار
دنیوی ماندگی ملال است احسانا و کرما یک رکعت تخفیف داده اند
و چون وقت عشا نیز به غفلت آلوده است اما چون در وقت عشا
کثرت کمال و تمام شب سبب رواداری آن اختیار دارد مشابهت ظهر
و عصر کرده چهار رکعت دران وقت فرض فرمودند مع کثرت وقت
احسانا و کرما و چون در آخر روز نماز وقت مغرب بر طاق بحکمت بالغه
اختیار افتاد بسبب کثرت وقت احسانا و کرما در شب نیز به تعلیم
سنت سنیه بنماز وتر به طاق امر فرمودند والله اعلم بالصواب
سوال فقیر صحبت الهدین قبله امان من سنا حضرت موسی صلوات
الله علی نبینا و علیه السلام در راه یک شبانی را دیدند که با مولی جل شانه
باین کلام متکلم میشد که خداوندا اگر پیش من بیائی ترا شیر دو شیده
بنوشانم جفت ترا اندوزم علی هذا القیاس بسیار کلمه بجناب حضرت

حق سبحانه ناشایان هستند که نبودند میگفت قبیله کجاها حضرت موسی

علیه السلام موافق امر که مامور بامر و بالغ از نهی بودند او را منع فرمودند که

این کلمات شایان جناب حق نیست سبحانه چون از انجا رفته متکلم

نبولی شدند جل شانه معاتب شدند که تو برای وصل کردن آمده

نه برای فصل کردن آمدی قبیله کجاها است حضرت موسی علیه السلام

موافق امر که مامور بدعوت خلق الله بودند سبحانه کار کردند عالم غیب

نبودند که معاتب شدند و اگر این گفته شود که او از محبت کمال این کلمات

میگفت و خاصه جناب پاک بود که کلمات او پسند بودند ازین کار

دعوت دا حتساب معطل می افتد چنانچه بزرگان فرموده اند که اگر

کسی بر هوا پرد و بر آب و آسمان رود اگر در وی یک سر مو خلاف شرع

یافته شود و او را کاذب و مفتری باید انگاشت لهذا حضرت موسی را هم

او را از کلمات کفر منع فرمودند نه از امر جواز که اینچنین معاتب شدند

یقین است که فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة عبث این چنین نباید

ارشاد شود زیاده حد ادب مکتوب در تحقیق عتاب حضرت موسی صلوة الله

علی نبینا در جواب بیان الهدین صدر ریاست بمقتضای عقل عادات را

وجه رد اجب است زیرا برای توحید حق سبحانه عقل بمنزله نبی است اما در
اوصاف او تعالی و معرفت تفصیلی چون شیئی قیاس عقل کفایت نمی کند
نبی صلی الله علیه وسلم برای امور تفصیلی صفات و دیگر احکام واجب است تا تعلیم
آن نماید پس چون آن شبان را دعوت تفصیلی صفات و احکام نرسیده
بود و در مرتبه توحید الوهیت بی تردد بود لهذا معذور بود بسبب علم توحید
و عدم لزوم حق احکام و تنزیه صفات سبحان بی ادبانه او موجب الزام او
نشد لهذا این عتاب بحضرت موسی بود و عتاب دو مرتبه دارد عتاب
لطیفه و عتاب قهریه این عتاب از روی لطف بود چنانچه طفل لا یعقل را
کسی از بازی منع کند پدر طفل مانع را گوید ملاطفت که این بازی طفل از
نادانی است معذور است نظر بر آخر کار باید کرد که چون حضرت موسی
باز آن شبان را خسته یافتند تایب و تحقیق یافتند بوعظ حضرت موسی
کار او بخته شد و تعلیم تفصیلی رسید فافهم سوال قبلا ایمان من ثبت
از سبب نقصان کمال خود باز بلیغی این عاصی است نصیحت و ارشاد اعلی
موجب تفصیل معرفت و رسیدن بحقیقت ادنی شد پس یا علی باعث
عتاب چیست اگرچه عتاب لطیف شد را دل قابل الانعام ترقی است

نه لایق عتاب زیاده حد از سبب دیگر عتاب خواهند نه انعام ایضا مکتوب بالهدین

عتاب ایضا

ده در جواب الهدین چون اظهار معجزه برای لزوم قبولیت احکام شرعی شرط است

الا آنکه اظهار معجزه که جهت قبول احکام است بر شعبان نشد احتمال بود که آن شعبان

از آن حالت که بروی بود مضطرب گردد و موجب بی اعتقادی از طرف موسی علی

نبینا علیه السلام شعبان را پیدا شود و بسبب عدم اظهار معجزه انکار پیدا کند لهذا

عتاب شد که اولا اظهار معجزه این شعبان را کنید بعده تعلیم تا در دل او ثبت تحقیق

معجزه فرموده حضرت جا گیرد دوم آنکه عتاب موجب تحقیق هدایت که شعبان شده ثبت

که موسی علی نبینا و علیه السلام در پی تجسس او بسبب عتاب شدند و بعد تجسس متعهد

یافتند و بر حقیقت شعبان و بر هدایت او مطلع گشت اولا که او را بسبب کلمات

او ملحد گفته انگاشته بودند الحال بر حال اسلام او مطلع شدند مکتوب بخان صاحب

میر نعمت خان صدور یافت الحمد لله که رقیمه بدستخط خاص عالیم نسبت

والاشان بدین عاجز بر نواخت و مطالعه آن فرحت بخشید مرقوم بود که

بیاد داشت مسمی اشتغال دارم شفقا حقیقت بیکیفی باید فهمید در اول کار

بیکیفی صورت سینه ملحوظ ذاکر می باشد ذکر را می باید که آنچه در دل صورت بندد

از ساحت سینه آن را دور باید کرد و سعی باید کرد که خیال از تخیلات خالی گردد

نماند مگر حق حقیقی که از تصور منزه است و نماند مگر ایمان به بیکیفی حقیقی بر جناب اقدس ماند و در علم بجز بیکیفی حقیقی هیچ نماند خلو متخیله از خیال میسر اید اگر بعد عمرها این ایمان نصیب کرد چون این از فضل محض است مظهر ان سعی بنده است زیاده انکه انچه حقیقت در خط ثانی نوشته بود بدا که فتح نصیب طایفه مومنین گشت حمد بجا اوردند که حق سبحانه طایفه کفار را مقهور کردانید حق سبحانه در هر کاری مدد معاون شان شد مکتوب بمیان رستم خان صدور یافت مشفق مهربان جامع المناقب میان رستم خان سلام فقرانه خوانند رقیمه مشفقانه متضمن واردی که بفضل حق سبحانه بر شما ظاهر شده بمطالعه در آمد از مطالعه ان فرحت کردید الحمد لله والمنة که بطفیل پیر دستگیر بعد مدت مدید و وفات ان حضرت بر شما ظاهر شده شکر خدا بجا اورید که در بابینای این نور که مقدمه نور بیکیف است بینای بخشیده اما اگاه باید بود و باید فهمید که هر نوری که در جانه و تحت اسمان ظاهر شود کیفیت دارد هر چند سالک ان را بیکیف دانند چراکه هر چه در مکان و زمان است متکیف است و بیکیف نیست اما مجهول الکیف است سالک از جهت مجهول الکیفی بسبب علم در یافت کیف ان را بیکیف می دانند سالک را باید که با عقیده شرعی ان را وزن کند و بداند که هر چه در مکان

وزبان کنجید نوری است مخلوق که برای تسلیه سالک مقدمه رویت دار در دنیا
بسالک نموده اند نه رویت واین مقدمه اکثر برقع محجب کثیره بر یک حجاب ثبت
نور محمدی است صلی الله علیه وسلم که مجهول الکیف است وسالک که غلطی
خورده ان را حق می فهمد از عدم حفظ عقاید شرعیه است که غلطی خورده برویت
رفته رویت در دنیا خاصه انحضرت وقت معراج یکبار واز دیگر انبیا بخصوصیت
مخصوص اندان هم یکبار پس این نور را نور حضرت صلی الله علیه وسلم
یا ظهور نور او صلی الله علیه وسلم در مرتبه ثانی یا ثالث این نور را مقدمه
نور حق باید فهمید واز رویت حق در اخرت امیدواری کمال باید کرد چنانچه
عزیزی فرموده در عبادت عربی شعر من قال فی الدنیا اراه بعینه لا
فذلک زندیق طغی وتمرد او خالف کتب الله والرسل کلها
وراغ عن الشرع الشریف والعدا وقول حاجی فریدر قدس سره خلاف
از کلیه دینی است اگر رویت ذات پنداشته واگر رویت بصری دنیایی
فهمیده نه رویت بصری درست است واین ظهور نور که بر شما ظاهر شده
از قول میان فریدر مرتبه دیگر دارد این را مقدمه رویت باید پنداشت
دور پرده این نور حق را سبحانه بیکیف حقیقی باید دید از مکان وزمان منزه

چون و … واز چگون میبرد بس کنم خود زیرکان را این بس است مکتوب محمد یار

ساکن خلزی الحمد لله وسلام علی عباده الذی اصطفی بود در رقیمه محب

صادق اقبالمند متضرع و ملتجی الی جناب مجیب الدعوات خالفحب فقیر

بر حال خود متنبه گردید نیافت حال خود مگر تضرع والتجا اللهم تقبل التجائی

والتجا اخی و بمطالعه آن اسوله چند از آن بوضوح پیوسته مرقوم بود که بعضی

عزیزان فرموده اند که اول گردش است و آخر ورزش چه معنی دارد جوابا

گردش بمعنی سلوک است و ورزش بمعنی وصول بجذبه ایمعنی موافق مذهب

کسی که سلوک او مقدم بر جذبه است دوم معنی آنکه گردش بمعنی ریاضت

و ورزش بمعنی اختیار ذکر قلبی از مرشد یا ثانی بعد ریاضت وایمعنی

موافق کسی که در طریقه ایشان ریاضت مقدم بر سلوک سیوم معنی آنکه

گردش بمعنی جذبه متضمنه در سلوک مبتدی و ورزش بمعنی غالب آمدن

جذبه بر سلوک و خالص شدن از امتزاج سلوک ایمعنی موافق طریقه

حضرت نقشبندیه است قدس سرهم که جذبه را مقدم بر سلوک گفته اند ضمناً

و این به برکت کامل این طریقه است و لهذا علامات اختصرت لطول بیانها

چهارم آنکه گردش بمعنی وصل و ورزش بمعنی فصل و الثمرة ایمعنی

حاصل حضرت خواجه نقشبند است قدسنا الله بسره بیانی طویل دارد این پرچه
کاغذ حامل آن نمی تواند شد نهم آنکه گردش بمعنی انابت در رشحه
بمعنی اجتبا و بمعنی موافق طریقه احسنیه افضلیه در طریقه نقشبندیه که مخصوص
بحضرت پیر دستگیر حضرت سید آدم است رضی الله عنهما زیراکه شروع
طریقه مخصوص بر ایشان از انابت است و نهایت آن باجابت میرساند
این انابت را مثل انابت طرف دیگر نباید پنداشت در طرف دیگر انابت
تطفل است و انابت ایشان بعد فراغ و خلاصی از ظلال شتان ما بینهما
بس کنم خود زیرکانرا این بس است   آنکه نوشته اید که در سواری نشسته
نسبت یاد کرد و یادداشت می یابم باز نوشته اید که اگر امر شود نفی و اثبات جهر
کنیم عجب است کسانیکه یادداشت به وقت از خود می یابند در طریقه ما
از جهر نفی و اثبات گذشته اند ترقی کرده اند معلوم شد که هنوز آن مرد
نسبت غلبه نکرده اند در حضور نفی و اثبات میکرده باشند و اگر دل رغبت
بر جهر کند در وقت خلوت بجهر متوسط الطریق مسنون گاهی میکرده باشند
تا زمانیکه نسبت قلبی غلبه کند و برای طاقی مرقوم بود فقیر خود را لائق این لیاقت نیافت
لهذا موقوف ماند و آنچه برای رساله مرقوم بود مختصر نصیحت آنکه در حدیث

فرموده کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل و عدنفسک
من اصحاب القبور این را انکار نمیتوان تمام رساله مختصر است و آنچه لطایف
الحاج بنسبت ادبار و سیه روی بخود می کشند و نه مؤمنم نه مسلمان الخ
می نویسید این الفاظ اهل ایمان را اگرچه ایمان تمام نشده باشد نباید بر زبان
آورد خود را مسلمان دانید و بسبب عصیان عاصی دانید نه کافر نعوذ بالله
من الکفر والشرک اگر عزیزی گفته است مغلوب الحال بوده باشد و قول اسکار
را لا اعتبار له الغرض اگر نسبت در سواری و غیر ذلک می یابید غنیمت
دانید عجز و انکسار قلبی با او متصل سکیر ده باشند که ذکر عجز و تفرع را
از سر غفلت شمرده اند اما تفرع نه این قدر که خود را مدبیر و دو سیاه دانید
زیرا که این القاب در حق کفره واقع اند چنانچه فرموده جل شانه وجوههم
مسودة زیاده دعا است مکتوب بیان الهدین در جواب تحقیق در آنکه بر
بعضی مقبره ها عیت میشود این کارها با اختیار کسی نیست با وجود اختیار شرعی بنده
بی اختیار است صاحب مقبره ها برین غمناک اند در دفع این هر چند دعای
میکنند قبول نمیشود لاچار رضا بقضا داده غمناک می باشند در قبول دعا
او را همچنین کار عاجز اند نمی بینی هر گاه حق سبحانه بهر ذره قریب است در هر جهان

بعد اطلاع از الهام خداوندی واقف میشوند هرگاه در ملک علّام الغیوب
این چنین کار بقضای حق سبحانه بوقوع آید مخدوم عالم بهاؤالدین را غالب
دانستن عین نادانی است این چنین معاملات را چون بر خلاف شرع دیده
شود بقضا باید سپرد و مصلحت نیست ملک بدرم زدن انکار از قضا است
و این کفر محض است لذت بر بقهرها گرفتن این مرتبه ثانی است مرتبه لطیفه است
و در اول مرتبه قهریه است مصرعه به بین تفاوت ره از کجا است تا بکجا مکتوب در
تحقیق اسماء تسمیه بعباد شعار هدایت الله باید دانست که اسم تسمیه که مرکب بسم الله
و رحمن و رحیم است متضمن سه هزار اسم حق سبحانه است که برای تسبیح خود
بجمیع انبیا و ملایکه تعلیم فرموده تا بان اسما هر صنف به تسبیح مخصوص خود
خدا سبحانه را یاد کنند هزار اسم که ملایکه بان تسبیح می کنند در اسم الرحیم
مودع است و هزار اسم که جمیع انبیا کرام بان مسبح اند سوای چهار نبی حضرت
عیسی و حضرت داود و حضرت موسی و حضرت محمد رسول الله در اسم
الرحمن مودع است و هزار اسم که این بر چهار نبی بان یاد حق می کنند
در اسم الله سبحانه مودع است اما بتفصیل سیصد اسم که بحضرت عیسی
در انجیل تعلیم یافته در تسمیه اول ها از اسم الله مودع است و سیصد اسم

که بحضرت داود در زبور بتعلیم گشته در حشیمه دویم ها که بطرف لام است مودع است
وسیمد اسم که بحضرت موسی در توریت بتعلیم گشته در لام اول که بطرف
ها است مودع است ولود وینه نام که حضرت ما محمد رسول الله در حضرت
قران بتعلیم یافته در لام ثانی که بطرف الف است مودع است وباقی مانده یک
اسم اعظم که ظهور ان در الف اسم الله است در جمیع اسماء دیگر محیطاست
پس هر که تسمیه را بحضور دل وبحضور هر کلام بخواند که سه هزار اسم مذکور را
خوانده باشد وامیدوار ثواب کل باشد مکتوب بمرجال الله مفتی
جالندهر در طلب روایات نور العین در تحقیق بعضی مسائل مسئله اول اگر
احسنت بگفت باین نیت که حتی المقدور الفاظ قران ادا کردی درست است
اگر گفت باین نیت که حضرت قران را نیک کردی خوف کفر است مسئله دوم
در غسل نیت شرط نیست کما فی الکتب حقیقته آب پاک می باید اما چون در علم
پاک و پلید سعی نمیکند گنهگار میشود اما سجده ایشان درست است ابا کراهته مسئله
بر قول صحیح مفتی به روح از جسد جدا میشود کما قال الله سبحانه در مدح فرشتگان
قابض روح وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا مسئله اگر ناکح ومنکوحه راضی نیستند از رسوم کم خاصه
کفار ند نکاح درست است واگر راضی اند باید دید که ان رسم خاص کفر است وناکح

و منکحه راضی اند خوف خلل در نکاح است و اگر خاصه کفر نیست بان مسلم عاصی میشود
باحتمال عجز از نکاح مسئله اگر زن یا مرد از زبان کلمه کفر برآورد در عهد امام علم ندارد اگر
داند هرگز نگوید در نصورت بعضی علماء سعید رسیده اند اما در ترک سعی در علم عاصی
میشود کما ذکره اولاد بعضی علماء در دار اسلام سعید نرسیده اند اما بعد اطلاع بر دانستن
توبه لازم اما نکاح نمی شکند مسئله نغنغ بخشی بی شبهه در داخل نکاح فاسد است
اگرچه از بعضی علماء جواز آن نقل کرده اما چندان این قول اعتبار نزد جمهور ندارد
مسئله اگر شخصی اداء وجوه قراءت از شخصی دیگر خوب میکنند اما آن اداء نمی کند اگر
وجوه قراءت ادا نمی کند اما الفاظ را صحیح میخواند که تغییر معنی که مفسد نماز نیست
نماز اعلی پس آنکس در اصل لا باس است و اگر در حروف غلطی میکنند اما تغییر
معنی که مفسد نماز باشد در قراءت نیست ترک اقتداء اعلی را و پس آنکس اولی است
والا ترک اقتداء لازم مکتوب بمیان محمد فضل در طلب جواب بعضی اسوله
از احادیث صدور رضیات ظاهر است و منحیث وقوع تصرفات و خوارق عادات
چنانچه احیاء موتی مثلا خاصه علماء باطنی است که جامع علوم ظاهر و باطن اند نه آنکه فقط
جاهل از علم ظاهری خرق عادت ظاهر کنند و محافظت سنت نکنند این خرق
عادت در مرتبه استدراج است با انبیاء بنی اسرائیل اینهارا تشبیه دادن غلط است

وحدیث نوم العالم عبادة در حق علماء ظاهر و باطن است اما علماء ظاهر را بسبب کثرت
مطالعه کتب شرعیه النوم او عبادت است و علماء باطن را بموجب متابعت حدیث تنام
عینی ولا تنام قلبی در ظاهر نوم و در باطن قلب بیداری است اگرچه هر دو مقبول اند
اما در ان و درین فرق بسیار است کما لا یخفی علی صاحب الفطن و منع امانت در
حدیث علم عالم است نه امانت فعل مستبد عانه عالم و ایمان شهودی مزید بر ایمان
غیبی است ایمان غیبی در حسب است و ایمان شهودی نور علی نور اما در حسب غیبت
الا که سعی و طلب بعد حصول ایمان غیبی برای حصول ان درجات دارد و اختیار
بین القدریه والجبریه بمعنی است که مقابله اختیار الله سبحانه بنده مجبور است و مقابله
ابنای جنس خود چنانچه وحوش و طیور مختار است اینجا اختیار بمعنی تمیز کامل در
میان ابنای جنس خود سوال این اختیار بمعنی تمیز کامل هرگاه بر تقدیر زیادتی و
کمی نمی تواند کرد و مامور و منهی ساختن چه معنی دارد جواب حق سبحانه بحکمته
بالغه مظهر امر و نهی این مختار ضعیف را از دو صنف که صاحب تمیز و بی تمیزی است
در تقدیر فرموده و لا یسئل عما یفعل و هم یسئلون را منظر خود باید داشت و زیاده
برین سوال کردن بی عقلی است در مسئله چاه و اوند باید فهمید که در اصل اوند
پاک دار پاک و نشین متحقق است پاکی ان بس تا زمانیکه بیقین پلیدی باو

نرسد پلید گفتن بدظنی است در حق شئ که در اصل بیقین پاک است حال آنکه

الله سبحانه فرموده یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن

پس بکمال غیر از یقین پلید گفتن منع آمد و گویا مسلمین را باین ظن غیر مقبول

در خلل انداختن است نعوذ بالله منها مکتوب بعبادت شعار بدر الدین

خادم در وسئله عا قرارت نماز اشراق وغیره ۵

در نماز اشراق با فاتحه آیة الکرسی در رکعت اول یکبار و در دوم قل یا باید خواند

در استخاره در اول الم ترکیف و در دوم لایلاف و در نماز ضحی در اول رکعت

والشمس و در دوم واللیل و در سیوم والضحی و در چهارم الم نشرح چهار رکعت

بیک نیت خواند در وقت مغرب بعد فرض و سنت نفل اوابین خواند اقل

ان دو رکعت و اکثر ان شش رکعت و در هر رکعت سوره اخلاص سه بار باید خواند

دو دو رکعت نیت کرده باشد و در تهجد بعد نیمه شب و قبل صبح صادق هر چه

توفیق باید خواند و دو دو رکعت و به هر نیت متقرر کند چهار رکعت اقل نماز تهجد و دوازده

رکعت اکثر ان اگر سوره یسین یاد دارد ختم سوره کند و اگر یاد ندارد در هر رکعت

سوره اخلاص یکبار یا سه بار بخواند باز اگر توفیق یابد تا صبح صادق مراقبه کند

و چون نماز فجر گذارد بعد دعا بذکر و تسبیح و مراقبه تا برآمدن آفتاب مشغول شود

حتی یلج الجمل

والدعا مکتوب در تحقیق معنی قول حتی یلج ملکوت السموات
الی اخره دسیت حضرت مولوی اعوذ بالله من الشیطان الرجیم وبالله نستعین
سوال عزیزی فرموده لن یلج ملکوت السموات والارض من لم یلد مرتین
وحضرت مولوی مثنوی روم قدس سره نیز فرموده   یکصد و هفتاد
قالب دیده ام   همچو سبزه بارها روئیده ام   درصورت این هردو قول
معنی تناسخ مفهوم میشود حال انکه اعتقاد تناسخ کفر است الحیه موافق شرع
باشد معنی این بیان فرمائید بینوا توجروا جواب معنی عبارات متشابهات
نظر بر قائل ان کرده باید فهمید چنانچه در عبارت حدیث و آیه اتفاقا
لفظ قدم و رجل بر حق سبحانه که منزه از جسم و جوهر است آمده و همین
الفاظ از مجسمه بر ذات او تعالی وارد میشود چون معنی قول مجسمه میکنیم
میگوییم که نزد مجسمه حقیقت این الفاظ بعینه بر حق تعالی اطلاق کردن
جائز است واین کفر محض و چون معنی آیه و حدیث که این الفاظ وارد شده
میکنیم تسلیم با تاویل و چون او تعالی از جسم و جوهر منزه معنی حقیقی
آنرا که ثبت جسمیت اند کفر میدانیم همچنین این اقوال صدر که از
بزرگان دین و صاحبان اسلام تباین واقع اند از ملحد و مبتدع نیز

واقع اند قول ملحد مثبت حقیقت تناسخ است خذلهم الله سبحانه وقول

اکابر برین مقتضی تسلیم یا تاویل موافق عقاید شرعیه نبحی که بوی جسمیت

ازان پیدا نشود سوال در تسلیم از خود سکوت محض و قبول ان بحسب مراد ان

بزرگ ست اما اگر تاویل کنیم چگونه در موقع بیان اریم بیان فرمائید جواب

چون معلوم شد که معنی حقیقی ان قول مثبت تناسخ است وان

ممنوع شرعی است صرف ظاهر معنی نموده باید فهمید که در طریق سلوک

تبدیل حالی بحالی و ترقی از مرتبه اول بمرتبه ثانیه رو میدهد مرتبه اول

بفنامی پیوندد و مرتبه ثانیه سالک ازان باقی میشود و درین مقام چندین سکونت

کرده باز ازان رو بترقی می ارد باز حالت مرتبه اول بفنامی پیوندد

و بمرتبه ائنده باقی میشود و معامله او بطوری دیگر متحقق میشود و دران

مقام نیز قدری سکونت داشته حصول فواید نموده باز رو بترقی

می ارد الی مقتضی استعداد السالک بهذا و بعضی که اهالی استعداد

کامل اند در یک مرتبه تمام مرتبه فنا حاصل نموده بوصل حقیقی الذی

لا فنا له میرسند و دایما بوصل حقیقی بهره ورند و بعضی بسبب عدم

قوت استعدادیه با ترتیب ازین مرتبه بمرتبه دیگر ترقی فرموده و دران

قوت پیدا کرده مرتبه بمرتبه فنا و بقا حاصل مینماید و صاحبان این استعداد
بعضی مبتدیان اند و بعضی متوسط و لب است که کار پیش هنوز باقی است
در میان کار به بقا قایل فنا مخلوط و مسرور مانند چون این تفصیل فهمیده شد
باید دانست که نزدیک اکابر تبدیل اوصاف سالک است از مرتبه بمرتبه دیگر
با وجود آنکه همین شخص واحد است که سیر مراتب فنا و بقا نموده و نزد اهل صحیح
در نزد ملحد و مبتدع تبدیل جسدی بجسدی واحد واقع و نزد ما باطل و کفر
مکتوب بعزیزی در منع از صحبت کفار که صاحب استدراج اند تحریر رقیمه
بورود رقیمه عقیدت اسلوب فرحت افزود و بمطالعه آن حقیقت مرقومه بوضوح
انجامید شفقا رحیما شما با مردم فقرا محض برای حصول تایید کرامت بیش چیزی
که شما از تبیح در ضرر آن خبر نداشته باشید با بابان لازم و واجب است که از آن
خبر دهیم و از ضرر آن مطلع سازیم و مخلص آنست که مخلص را از نیک و بد راه
مطلع سازد ضرر و اگر ببینیم که نابینا و چاه است اگر خاموش بنشینیم گناهکار است
قسم برب محمد صلی الله علیه وسلم از آن روز که شنیده بودم که شیخ صاحب
بنزد منکر دین محمد صلی الله علیه وسلم با اعتقاد و حسن کشف او سیر در
ظاهر میکنند که بمجرد نشستن آنچه مطلب باشد از صحبت آن منکر دین

حاصل میشود خوف بیدا است که مبادا ان معتقدین نظلمت صحبت منکرین

در اعتقاد دین خلل پیدا کنند و باعث ضرر اخرت گردد میخواهم که از معنی اگاه

سازم لهذا باین تقریب اظهار ضرر صحبت ان نموده مشفقا بر استدراج کافر

اعتبار نباید کرد ابلیس لعین که مردود قطعی است خیال استدراج دارد که اندر رگهای

ادمی مثل خون میرود و مثل باد میگردد و از تحت ثری تا اسمان بیک لمحه سیر میکند و دجال

کافر در وقت حضرت امام مهدی ظهور خواهد کرد و بعجایبات استدراج اکثر مسلمین

را بطرف خود خواهد کشید و بی دین خواهند شد تا انکه حضرت امام مهدی را

با و اقامت مقابله جنگ نخواهد بود و حضرت عیسی علیه السلام فرود خواهد

امد و ان کافر بیک نظر قهر ایشان گداخته خواهد شد و ظلمت کفر از جهان

تا چهل سال من کل الوجوه دور خواهد بود هر گاه با وجود انچنین تصرف این

ملعونان مقهور قهر الهی باشند کفار انیوقت که اثری از تصرف ابلیس ندارند

و حال انکه ظلمت انکار دین محمدی صلی الله علیه وسلم از ایشان هویدا چه اعتبار

بر ایشان باید کرد مگر ناقصی که در دین و کفر تفاوت نداشته باشد و کرامت

اولیا و استدراج کافر را برابر فهمید پس انکس کلمه گو کافر است ان مشفق

ما چون بعقاید دین اراسته میدانم لهذا بملاحظه انکه مخلص دین در غلطی نیفتد

اگاه نمودم تفهمد که مرا با شما درین نصیحت نوع دیگر شد نعوذ بالله منها بلک از عقاید دین واقف کردم در قران مجید خوانده اید که حق تعالی از دوستی کفار منع میفرماید یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء هرگاه خدا تعالی با طایفه کفار را دشمن خود گفته پس دوستی با دشمن خدا دشمنی با خداست و دشمنی با خدا محض کفرست پس دوستی کافر بکفر میرساند دیگر انکه با کافر ملاقات کنند برای اینکه او را نصیحت از کفر باز بدارد این ملاقات منع نیست اما کافر را دوست خدا داشتن کفر محض است فقیر را با شما از دل وجان اخلاص و محبت لهذا از عذر ای کلام سازم نوع دیگر در خاطر نیارند فقیر را خیرخواه خود دانند و بذکر و عباد اشتغال دارند مکتوب ۱۶۴ بمیان یار علی در تحقیق عارف کامل و واصل صدور یافت سبحان من ظهر فی بطونه وبطن فی ظهوره باید دانست که عالم حقیقت ذات جامع کمالات از مراتب تحتانی یعنی مراتب کونی گذاشته بمرتبه حقایق اشیاء که غیب الغیب محض در مراتب مخفیه اند رسیده ذات جامع را چه در مراتب غیب الغیب و چه در مراتب شهادت ظاهر بلا حجاب اطلاق می یابد و هر دو مرتبه را محض ظهور حقیقت ذات

جامع می داند پس این عالم کامل از ظلیت برآمده باصل حقیقت
ذات پیوسته از ظلیت بوی ندارد و همه ظلال را بحقیقت ذات وجود
ثابت می یابد در بنوقت این عالم کامل از حجاب بی حجابی و از ظلال
گذشته بحقیقت ذات عالم شده و اطلاق سیر را که آن انتقال از مکانی
بمکانی است بران جناب مناسب نمی بیند و بجز اطلاق ظهور که آن از
انتقال مبراست بر زبان و بتیر نمی راند فسبحان من ظهر فی بطونه و عارف
واصل مراتب ظلال مقید بقید ظلیت است و طالب ترقی است
چون بحقیقت ذات نرسیده معامله ترقی او متعلق باسماء و صفات است
از ظل اسمی باسمی و از صفتی بصفتی ترقی می نماید لاجرم در حق عارف
مذکور اطلاق سیر و انتقال از ظلی بظلی میتوان گفت و سبحان من بطن
فی ظهوره اینجا مقرر زیرا که حجاب بروی ظاهر و حقیقت بلباس
ظل بروی مخفی تا کجا کلام را کشیده بریم که مرتبه حقیقت ذات پایان
ندارد و بجواب سائل بپردازیم و قصه کوته کنیم سایل را باید که بفهمد که
بنسبت عالم کامل که اول حقیقت او بیان نموده شد نام سیر برو
نهادن از علو به پستی آوردن است و از مرتبه حقیقت ذات سیر آمی

وصفی منسوب نمودن امری بر عارف واصل بواسطهٔ ظلال است صبر
اسمی گنجایش دارد که او را العالم از مرتبهٔ ظل اسمی بمرتبهٔ ظلی دیگر ترقی
لازم لهذا محقق اول را العالم کامل نامیده‌اند زیرا که بحقیقت
رسیده مظهر حقیقت علم واجبی شده از عرفان هیچ نمانده و محقق
ثانی را العارف مسمی نموده‌اند زیرا که از ظلال گذشته بحقیقت
علم مطلع نشده اگرچه معرفت ظلی پیدا کرده اما امید دار است که
هدایت حق سبحانه رهبری کند و از ظلال کلی خالی ساخته بحقیقت
رساند ان شاء الله تعالی ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء والله
ذو الفضل العظیم اخوی مشفقی با علی تحیه سلام خوانند و عریضه
مطالعه فرمایند نوشته بود که خط پاینده مکتوب به نواب عبد الصمد خان
در تاکید تعلیم که در آخر ملل رخصت یافته صدور یافت فقیر عبد النبی
بغرض عالی نواب صاحب بعد تحیه سلام میرساند فقیر بعد از رخصت
در رفاقت خان صاحب جانی خان بمنزل رسیده آداب خدمت
کثیر جماعه بجا آورده خداوند سبحانه زیاده ازین توفیق عطا فرماید
توقع از آنجناب آنکه بسبب اخیره باطنی راحتی الامکان پرورش

نمایند تا لحد

نمائید تا سور شهود و حضور حق سبحانه ظهور فرماید و برای فنا و بقا که بمال
صورت متخلیه بیان و در آخر خصت نموده بودم صورت متخلیه را در نظر آورده
یقین بینند که هر آن هر بنده را فنا ذاتی و صفاتی است و بقا از مفیض
مولی جل شانه بهیچ که دید پیدا کند و ملکه گردد و آداب مولی جل سانه
بهیچ که دید پیدا کند ملکه گردد و آداب کما یلیق للعبد الفانی هویدا گردد توحید
عوام یکی گفتن است نه یکی دیدن عوام دید کثرتی دارند و گفتن وحدت
و خواص کثرت گویند و وحدت بینند زیاده دعاء برکت دارین بخشند چکمه
یا زاده ی منفر موده باشند بمکتوب بمیان صوفی بلند ساکن جلال آباد
ما بالله نستعین وحدت وجودی در اصطلاح صوفیه علیه حرمت در کثرت
و وحدت وجودی نزد اکابر این طریقه بکثرت وحدت وجودی
صوفیه قدس سره مانع نظر از کثرت بلکه نظر بکثرت مانع نظر بوحدت
وجودی است و وحدت وجودی اکابر این طریقه مع نظر بکثرت
متحقق نظر بکثرت مانع وحدت وجودی ایشان نیست صوفیه
در نظر بکثرت محجوب شوند و این اکابر بحقیقت الحقایق میرسند
شتان ما بینهما عزیز من صوفیه قایل بوحدت وجودی بسبب غلبه

شهود در کثرت و غلبه شهود مانع نظر بکثرت شهود حیثیت یعنی
شهود غیب در مرتبه ثانی چون نظر صاحب شهود در مرتبه ثانی نسبت از مرتبه
غیب محجوب گشتند مابینهما و در اصطلاح ایشان کمالات صفات
واجبی که بحقائق اشیاء معروف اند در مرتبه ثبوت تقدیری و ارادتی
در علمی محض دارند و در مرتبه غیب تکوینیه متحقق بحیز وجود غیبی بسیج اند
و وجود غیبی ثابت و متحقق مقتضی ظهور تقییدی امکانی از عدمیت
منزه و چون وصول صوفیه در مرتبه شهود متحقق و کمالاتی که نزد ایشان
بصور علمیه و اعیان ثابته مشهود اند شهود کمالات غیبی در مرتبه
شهود که اثر شهود اول نور محمدی می نامند تکوینیه تقییدی مقتضی
ظهور مرتبه امکانی منفصله تحتانیه اند لهذا ازین مرتبه مشهود صوفیه بصور
علمیه مسمی است که کونیه این مرتبه غیبیه نسبت کونیه شهودی و اکابر این طریقه
چون از غلبه شهود غیب مزاده ناظر غیب اند و مختار اند و در نظر
بغیب و بکثرت و از محجوب شهود صوفیه عالیه اشیاء را مظهر حق
دانند و مظهر عین مظهر نمی فهمند زیرا که صاحب شهود اند چون
مرتبه شهود اگرچه بنسبت ما تحت خود لطیف الطف است اما

فی الحقیقة مقید است بکیفیت مجهوله لا جاریة بتفاصیل مراتب خود
عینیت دارد پس صوفیه با طلاق عینیت در مرتبه متحقق است من وجه
صادق اما در وصول ناقص مقتضی ترقی و اکابر این طریقه غیر اشیا را
مظهر حق دانند بواسطه حقیقت محمدی اما اشیا را عین حق ندانند
پس عذاب نزد ایشان بر غیر فرزند صوفیه چون قایل عینیت اند
فهم کن که عذاب بر که آمد تعالی الله عن ذالک و در ولایت
خاصه علم حضوری ظلی است و بعلم حصولی متعبر است زیرا که در علم
حضوری زعمی که مظهر علم شهود اول است و علم شهود اول ظل
مرتبه غیب مطلق است اگرچه ظل را اصل دانند و حصول را حضور
فهمند از ثابت علم است و از ثابت خاص و از ثابت اخص
و از ثابت خاص الخواص از ثابت تام در ولایت عامه متحقق است
زیرا که روی بحق استدلالی دارند و از ثابت خاص در ولایت
خاص زیرا که از استدلال گذشته به تحقیق ش وجه رسیده اند بطور
کشفی وجدانی از ثابت شهود دریافت دارند بواسطه شهود بحق
و از ثابت اخص در ولایت اخص متحقق زیرا که اهل

اینمرتبه از یافت شهودی ترقی نموده بیافت رو آورده و از وصل

شهودی بفضل آمده انابت از محض تا یافت متحقق اما چون هنوز

اینکس را توجه حقی باقی است اگرچه مجهول الکیف است بواسطه توجه

حقی مجهول الکیف است از انابت بحق دارد و از انابت خاص الخواص در ولایت

انبیاء متحقق نیست زیراکه اهل اینمرتبه از استدلال و شهود و مرتبه توجه

مجهول الکیف گذشته و سایط تمام را قطع کرده بغیب حقیقی بغیب محض

رو بمادرای آورده پس صاحب انابت سابقه بیواسطه روی

بحق نداشته آن انابتها را در حساب نا شمرده و انابت اصیل را

با انابت یاد آورده و صاحب این انابت بوصول حقیقی پیوسته ذالک

فضل الله عزیز بن و جه تخصیص اینطریقه نه انشیت که بجمیع لطایف

متوجه شوند بلکه وجه تخصیص اینطریقه بعد گذشتن از لطایف

بذات شریف حضرت علیه الرحمة و از تبع لطاب استعداد یقین

ابتدای و لتوسط تعلق خفی و بیتوجهی محض و چون در مرتبه ولایت

عامه از شهود بهره یافته اند و در ولایت خاصه بهره یابند پس خصوصیت

پیدا کرده لا جاری بولایت خاصه مسمی اند اگرچه در اصل شهود اند

کثرت منتفی است

کثرت منتفی است اما چون شهود نیز از جمله کثرت است ابهذا فی الحقیقة
واحب فینا النبی اند و تحقیق اخص ممتاز شدند که انجا فینا حقیقی است
فافهم لا تکن من القاصرین مکتوب بعنایت الله خان وزیر مرزوقی رفت
فرد سبحانه سبحانه الله ها سبحان من تحیر فی ذاته سواه ها
فسبحان من احتجب عن الخلق بنوره وخفی علیهم لشدة ظهوره
فهو الظاهر الذی لا اظهر منه وهو الباطن الذی لا ابطن منه فسبحان
من ظهر فی بطونه وبطن فی ظهوره لیس کمثله شیئ بعد تحیه سلام معروض
از اب عالی جناب مسکر داند نوازش نامه متضمن معانی عجیبه واسرار عالی
غریبه بمعرفت خان صاحب اعز خان درجواب عریضه پرتو ادکند بعطالعه رسید
ان پیرانواع سی شهود بنود آرد و هر بامن درین ایام شیب که در مدح ان
دارد است الشیب نوری لا احرقه النار اکر یک ان وزبان بنوع علامت
وسند صداقت بصدق باطن و کمال کتائی درباندکان خواهند برداشت
نامید که بکفر اوزار سابقه کاهی کردد چه جای که سالها بصدق طویت برین
معروف کردند مسند امارت مسند حضرات انبیا است علی نبینا علیهم الصلوة
والتسلیمات که بعد عروج تمام بر دل باین مسند بمنصب نبوة فرموده اند اما حنف

که اهالی هوا با متزاج ظلمات عنصری از انوار فیض عدالت مهجور و مستتر

مانند و چنان مینماید که گویا این سند مسند اهل هوا و ضلال است لهذا

بسبب این غلطی غافل هم بکثرت الهجوم ظلمات طایفه اهل هوا الدین

سند تبرا میخواهد و فی الحقیقه لیس کذالک بلکه اگر دستگیری کنند

جلت انه نتیجه بکمال متابعت حضرات معصومین علیهم الصلوة والتسلیمات بعد

تعلق این سند و ابلاغ احکام رب تعالی بر بنیکام متحقق الفرض حیث

ما امکن بمحکم و متوجه ادای حقوق انیکام با داب تمام باشند مکتوب

بحافظ محمد عیسی در جهاما ابا د جهد و رنیت حافظوا علی الصلوة و الصلوة

الوسطی رمز از این ایة کریمه بتاکید سوی حفظ صلوة خمس لطایف خمسه کنند

چون در لطایف خمسه لطیفه سر مرجع و مبتوع جمیع لطایف است و دست جمیع

لطائف واقع برای حفظ صلوة او تاکید فرموده بکلمه و الصلوة الوسطی

ببلاغة کامله چون ظاهر است که بی حضور این لطایف صلوة ظاهر

بر ناقص لهذا فرموده نبیه رسول صلعم لا صلوة الا بحضور القلب

پس با بمعنی صاحب سلوک لطایف از اهل علم ظاهر افضل و اقوی اند

نعلیکم یا ایها الاخوان بحفظ السرایر فان الله مطلع علی الضمایر مکتوب

بمیان محمد اشرف

بمیان محمد اشرف در جواب واقعہ الٓمٓ ذالک الکتاب لاریب فیہ

ای کتاب الذی فرستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمک محمد صالح

لاریب فیہ مبارک ہے تبرک و تسمی بہذا الاسم مع ثبوت اسمک من قبل

ہذا ولا محل شبہۃ فی اسم الاشرف من جہۃ انہ کان فی زمان اسم

اب الکعب کان فی اب الکعب اسما بلا مسمی وفیکم بالمعنی المحمود بالمسمی

المشہود لانک اشرف الذی سماک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد صالح بارک اللہ فی ہذا الاسمین الشریفین برکۃ تامۃ اذا کان اشرف

المخلوقات سماہ اشرفیت خاصۃ بہ اشرف المخلوقات تادبا فخلاصۃ

الکلام انک اشرف اباحۃ والصالح عزیمۃ مع جواز عمل الرخصۃ

ادنی احتیاط العزیمۃ فالاولی ان اسمک الصالح لقیم اوّلہ محمد تبرکا صلی اللہ

علیہ وسلم فختم الکلام بالصلوٰۃ علی من سماک بہذا الاسم اللہم

صلی علی محمد وآلہ وسلم مکتوب بمیان شیخ عبد الغنی صدور یافت دانا

فقرا فقیلت مآب شیخ صاحب میان عبد الغنی جیو از فقیر سلام

خوانند چون استحکام رابطہ را یاد آوری قریب لازم است حقیقت

ماند دابو دمینویسیان نشوند و دریگانہ و بیگانہ بیگانگت نشوند زیرا کہ

به نسبتی که همه را با مولی عزوجل است چون منظور شد که آنکی متحقق آمد آن شمار را

بجز مراتب داری ظهور کمالات صفاتیه نباید فهمید بجدی که این دید

خالی کرد و فقیر را در باجماعه فقرا اسلام میرسانند مکتوب بعزیزی در تحقیق

معانی العلم نقطة کثرها الجاهلون بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله

والسلام علی عباده الذین اصطفی در تحقیق معانی العلم نقطة کثرها

الجاهلون استفسار رفته بود مستفاد تحقیق معنی این عبارت بر

متکلم این کلام ظاهر است اما آنچه در فهم رکیک این عاجز می درآید

آنست که در تحقیق اهالی حقیقت درجات علم که ممکن را بان توان رسید

اند اجمالا بر پنج مراتب منحصر ساخته اند اول و اقدم جمیع درجات

مذکوره درجه نبوت مطلق که مشرف بان مسمی به اخص الخواص است

و تحت آن ولایت اهالی نبوت که متصف بان مسمی خاص الخواص است

و تحت آن ولایت ملائکه مقربین که اهل آن موصوف اخص است

و تحت آن ولایت اولیاء است که داخل در آن موسوم بولی خاص است

و تحت آن ولایت مومنین عالم که مشهور بعامه و ولایت عامه است پس

برطور اجمالی بحسب هر درجه این قول شریف را معنی علی حده و تفصیلی جداگانه می آید

برطور اهالی ولایت عامه که ابتدای این ولایت بعد ایمان بالا یقینیه صحیح شرعی است و نهایت این تا مرتبه اجتهاد و قیاس معنی قبول مصدر است علی که بجناب مجتهدین عظام عطا نموده اند محیط و جامع است جمیع مراتب مفصله تحتانیه خود را بی احتیاج بسوی تفصیل بحو نقطه که محیط جمیع مراتب حروف است و آن عزیزان در عین این مرتبه اجمال و بر نقطه ازان تعبیر کرده شد تمام مراتب تفاصیل مندرجه در اجمال راه یافته اند چون استعداد توابع خود را بی حیثیت علم تفصیلی از رسیدن بان علم مجمل واحد دیده اند ازان تفاصیل آن علوم مندرجه کشوده اند و بر اصطلاع اهالی ولایت خاصه که ابتدای این ولایت بعد حصول لذت است بذکر قلبی و نهایت این تا مرتبه توحید شهودی است این معنی است که علم و معرفت عارف حق بجناب قدس او سبحانه محض بنقطه شهود اوست بی لباس حروف و الفاظ چون وصول این مرتبه خاصه منتهیان این ولایت است و متوسط و مبتدی را از عدم قابلیت استعداد به رسیدن باین دشوار لیس الا جار حقیقت مشهود را نظر در مراتب مندرجه او که بصورت تجلیات تلونات دار کار

متقصر ظهور اند کرماً ولطفاً برای دور ماندگان بلباس حیثیات
تجلیات وغیره ظاهر ساخته اند وتعلق بآن اهل آن را جائز داشته
وبر تحقیق اهالی ولایت اخص اینمعنی است که علم وعرفان حقیقی عارف
مرتبه جهل است بعد از علم چنانچه حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلی
قدس سره السامی از درگاه رب العزت سوال کرد که یا رب ما علم العلم
قال الجهل من العلم وچون هر یکی را باین استعداد علمی سرفراز ساخته
اند لاچار برای دور ماندگان مرتبه غیبت وشهود را که متضمن حقیقة
علم مصدر است واضح ساخته اند واولیاء تحت اوراد آن نوخته اند
وبر طریق اهالی ولایت خاص الخواص تحقیق این قول اینست که علم
وصلی که عارف را از آن نصیب است آری جهل از علم است امّا
وصول باین جهل بعد انعدام توجه عارف است من کلی الوجوه
از حق دون حق وانعدام توجه محض طلب نا یافت را توجه مقصود است
نه معدوم یعنی بحب مجهول الکیفیة ومراتب سری او موجود است اینجا
که در آنجا توجه ومتوجه در رنگ متوجه الیه بیچون بنماید از جهت عدم
امتیاز بین الغیب النفسی والنسبی بلکه انّه رام توجه موقوف است

ظهور حقیقت

بر ظهور حقیقت نا یافت و ان بهره یافتن است از مظهریت صفات
واجبی بی توجهی عارف و چون این نسبت پس مرتبه است اهالی بحث
این درجه را نیافت نواخته اند و سکون وران بابها جایز داشته
پس مرتبه بی توجهی بمحو نقطه است در مرتبه توجه بکثرت ظاهر در تحقیق
مرتبه نبوت انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات کرا طاقت که در بند اما
بموجب تعلم اهالی ان مرتبت تحقیق این قول چنین مینماید که کمال عرفان
در حق بنده وقتی تحقق شود به بی توجهی محض حاضر با یمان بالله باشد
بی مطالعه مظهریت و مظهریت پس نزد این عالم الحق هر مرتبه تحتانی
مرتبه کثرت است که بسبب ان رسید کی اهالی مراتب تحتانیه با نیمرتبه فوقانی
وحدت ایمانی را بکثرت علمی نموده اند لطفا علی العباد و اهل
هر مرتبه را در ضمن کثرت از وحدت حقیقی ایمانی بهره ور ساخته
ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم باین
تحقیق معلوم شد جهلی که بسبب کثرت و تفصیل شده جهل نسبی است
و ممدوح است نه مذموم و در کتب اهل الله هلون اسناد فعل کثیر
بسوی فاعل حقیقی بنیت سالک مجاز نیست یعنی اسناد سبب بسوی

سبب امی کانو سببا للیتکثر بعدم استعداد فافهم مکتوب
بحافظ محمد عیسی در جواب تحقیق الست بربکم قالوا بلی صدور یافت
مکتوب مشتمل بر چند سوال بود مطالعه ان فرحت حاصل گشت مرقوم
بود که خطاب الست بربکم بعالم ارواح واقع شده جواب بلی
بجا آورند درینولا که روح در لباس عنصر محجوب گشته بحدی که غیر
لغت معروفه خود مثل عربی وغیره بسبب محدود مفهوم نمیکنند مرکب
روح وجسد بقدر مورچها برآورده عقل وتمیز داده خطاب الست
بربکم وارد کردند بقول انسانیان که بلی است عهد بستند بعد عهد
باز عود در پشت حضرت آدم علیه السلام نمودند کان لم یکن شدند
بعده که هر فرد از انسان بترتیب مراد خداوندی از پشت حضرت
آدم علیه السلام پیدا شدند بوسایط پیدا میشوند اذ لم یکن شیئاً
ظهور مینمایند وچون بعد لغت معروفه خود طاقت ادراک ندارند
لهذا از لغات دیگر محجوب شدند ودرین سر لست دقیق لا یعلم
الا الله سبحانه وبعد انتفاع بروح از جسد چون قوت ادراک
لغات ومعانی عطا خواهند فرمود جواب منکر نکیر واکثر علوم دیگر

بر ایشان آسان خواهد بود بفضل الله سبحانه دیگر واضح باد که مرتبه
ذات الله سبحانه چون بقابلیات ذاتیه خویش متحقق از ثبت
نزد محققین صوفیه فی الحقیقة اطلاق تجرد که بمعنی قطع نظر از
صفات جائز نیست آری در مرتبه تفهیم و تصور چون از خصوصیت
ظهور هر مرتبه ذات و صفات از میان چاره نیست لاچار من حیث
حیثیت مفهومه هر مرتبه را بتجرد بیان نموده دیگر آنکه چه ذات ما یان
و چه صفات فی الحقیقة فیض یاب از ذات جامع کمالات ذاتیه
خداوند سبحانه است هر گاه صفات کمالات ذاتیه باشند پس هر
فیضی که در ظاهر از صفات مینماید فی الحقیقت آنهم معیت بذات
تا فهم مکتوب بعزیزی در امور منهیات صدور یافت بسم الله الرحمن الرحیم
بسم الله والحمد لله وبالصلوة علی رسوله علیه وآله والصلوة ای ... ده
لوحان زمانه از فقراء یگانه زمانه این ادعا دارید که بعوض هدایا خود را
در اینچنین امور ممنوعه غیر مرضیه او تعالی باشما شریک سازند و ایشان
در حصول این بلا بی انجلا راضی باشند عجب است نمیدانند که برکت
درین طایفه در ترک این امور منهیه است اگر یک سر موی باطن خود را

در اینچنین مهمات مشغول نمایند جمعیت اصلی و قربت حقیقی از عرصه باطن ایشان رخت بر بندد ... کرامت ... رواج پیدا ای عزیز این طایفه برای خیر خواهی شما است و اگر خیر خواه نباشند بد خواهی در حق شما از ایشان هرگز منظور نیست اگرچه شما را در چشم شما دران زینت داده باشند پس از این جماعت دفع این تعلق خواهید و خیریت خاتمه با شما است این امور غیر مرضیات ظلمت بنور ایمان لاحق نشود و چون اخذ اعداد در مسوله مشروط بشرائط معروفه بود و از آفات الشرط فات المشروط مقرر است با در سوگند قبول نیفتاد عذر دارند مکتوب میان الهدین صدور یافت در نسبت نایافت سالک مثل دیوار می باید که محض مجهول مینماید و پریشانی و سرگردانیست چرا که حضرت ایشان فرموده اند بیت فردوعجبی که سرگشته شود طالب دوست ۴۴ عجب نیست که من در اصل سرگردانم شاید که حقیقت نایافت نفهمیده اید والله در نایافت وصل حق حقیقی است پیر که سر زدن از جمله وسوسه شیطانی نیست دریافت حق از همه یافت بیکیفی نایافت پیدا کنید و بس مکتوب بعزیزان

صدور یافت

صُدُورِ فیضِ آیات انت العلیم الحمد لک والسلام علی عبادک الصالحین

چون بفضل خاص بی بهانه خود اولیائی خود را با نوار تلوینات و تجلیات

در ابتدای و وسط نواخته استعداد ایشان را برای تحمل بار امانت

پرورش میفرمائی و بعد از ان بفضل اخص از قید توجه بتجلیات

خلاص نموده بمراتب شهودی که داخل وصل تتلبس ست بر اوراده

نیا یافت عطا فرمائی در انجا با طائف بی بهانه اخص الخواص

بحقیقت نایافت مشرف میفرمائی زهی اقتدار الله کمال تو که بعضی را

بحسب مناسبت بمرتبه ولایت غالبا بخلوت رغبت دادی و کار

و بارات ایشان را دران خانه خلوت جاری میسازی و بعضی را از انجا

بخجته کرده بجلوت حی ازی و از منصب ارشاد عام که خاص جناب

انبیا است بمناسبت کمال تبعیت عطا میفرمائی در حق طائفه

اول جلوت سم قاتل نمودی و در حق آن کمل که طائفه ثانیه است

خلوت را عین نقصان مقرر فرمودی الا نسبت آن خلوت در دل

ایشان را در مرتبه جلوت ترقی دادی استدعا مینمایم که این عاجز

را از اوش خودی این خم غفیر عطا میفرمائی بایه بپایه مراتب دو تو

. ودن علبار [illegible] معرفه [illegible]

ا ا [illegible] او لطائف [illegible] اسم ص ماد

ما [illegible] عا ما [illegible] ملاوا

کا [illegible] احکام نحو [illegible] در

کلام الله [illegible] فرست [illegible] سبب [illegible]

وجوب [illegible] اثبات [illegible] اثر اند [illegible] ودکلام لو کلام

[illegible] ور [illegible] کلام [illegible] کانی [illegible] ثبوت

[illegible] حد [illegible] رانی [illegible] السلام بستده حساب [illegible]

ال [illegible] وما [illegible] دو تیدا [illegible] آثار و

بیسح مخلوقی را [illegible] ران [illegible] م [illegible] حرف صوت حرمانی

چنانچه بیان حضرت [illegible] السلام و کلام ملکی عیر نبی صلی الله

علیه وسلم [illegible] اطلاع [illegible] چهارم حرف [illegible] چنانچه ان حضرت

علیه السلام [illegible] عالم ملکوت جواب حاجی صوفی عبدالکریم

صد [illegible] لطائف عالم [illegible] چون [illegible] لود حوا

سمی حقیقی که الله تحقیق [illegible] حف و ترف علم کرد که لطائف معلوم

[illegible]

[illegible] تی [illegible] حقیقی مشرف گردد چون در اصطلاح [illegible]

این مرتبه دیگر [illegible] می [illegible] [illegible] این را علم

[illegible] می خوانند این [illegible] در کمالات [illegible]

حقیقی ذات [illegible] ظهور [illegible] این [illegible] حضور [illegible] می خوانند

هر چند حضور [illegible] کیفی است آما در مرتبه ذات حقیقی حضور

در [illegible] است بعلم حضوری و حضور علم و درین مرتبه چنانچه در مرتبه

علم حضوری اگر فرق داشته [illegible] و در مرتبه حضور در حضور علم حضوری

حضور در علم فرق [illegible] و در حضور در حضور اتصال حقیقی بذات

حقیقی است و یقین صادق می باید بلیقی حقیقی [illegible]

حقیقی متحقق میشود این مرتبه حضور در حضور [illegible] خفی و اخفی

حقیقت تعلق دارد اگر چه مراتب تحتانی نیز بهر سه لطائف تعلق دارند

اینمرتبه متبوع و آن مراتب تابع تابع کجا و متبوع کجا مقصود متبوع است

و آن مراتب در میانه ترقی در ترقی است شکر خدا بگوید که این نعمت

دولت داده مردم دیگر [illegible] را بعد مدت [illegible] میشود شکرانه این دولت

نماز خوانده فاتحه خیر خوانید که حق تعالی پایدار بدارد الفقیر مکتوب

در جواب شیخ عبدالکریم جنید در تحقیق ادای ادعیه اندکی از ایشان

اگر دل ایشان بر اجابت باز [illegible] زیرا که احکام [illegible] سابقا مقرر و مقدر است

پس دعا خواستن بی اولی میدانند دوم طایفه بر آنند که همه

اشیا ازلی اند لیکن [illegible] است اما مقدر بر دو مرتبه است مقدر بتقدیر

مبرم مبرم آنست که اگر دستش [illegible] بهیچ وجه جایز نیست پس دعا خواستن

در مبرم تضییع اوقات است دوم معلق و آن آنست که اگر دستش را

بر دعا معلق داشته اند چون بر دعا معلق شد بدعا بر میگردد و دیگر

معلوم نیست که مبرم چیست و معلق کدام است پس شیوه بزرگان است که

حق سبحانه تعالی مبرم را بر دعا معلق نداشته و معلق را بر دعا موقوف

ساخته پس بنده را باید که برای معلق دعا خواند چرا هرگاه حق تعالی

چیزی را بر دعا معلق داشته باشد و دعا نخواستن مخالفت امر مولی

جل شانه کردن است و آن منع است بزرگان ما از دوم طایفه اند

که مخالفت امر باری جل شانه روا ندارند بنیت امر [illegible] بر دعا میکنند

و اول طایفه که دعا نمیکنند شاید که همه را الحتیت مبرم داشته باشند یا

نیست [illegible] بود [illegible] والله اعلم بالصواب و در دعا عیان حضور دلی [illegible]

کبیکج

برای ام

[illegible]

تاریخ وفات حضرت شیخ عبد النبی [illegible] قدس الله سره العزیز

ای دریغ از چشم ظاهر بین [illegible] نهان [illegible]

ماه فیض [illegible] سالکان — پرتو خورشید شیخ [illegible]

شمع جمعی [illegible] فی [illegible] — [illegible]

[illegible] اسلام حریم [illegible] — [illegible] قلوب [illegible]

شاه [illegible] — [illegible] الاصفیا

قبله [illegible] اعتبار — [illegible] عزت [illegible]

نور عرفان نور صدق [illegible] — [illegible]

صدر [illegible] طهران — شیخ [illegible] هدایت [illegible]

صحرا [illegible] — [illegible] عبد النبی [illegible]

آسمان [illegible] — [illegible] التجا

یارب از نور ضیاء [illegible] ذوات ها | [illegible] اکـ [illegible] اما

وضعت الاحاطه از مرقد [illegible] ها | از پی فیض نضارت گل نماء

از کسوف مهر [illegible] ها | صبح روشن شد [illegible] دراز جا چون

شد جهان [illegible] در جسم و جان ها | کلبه بی شمع [illegible] ضیا

سوختند [illegible] ها | [illegible] ده کاک [illegible] تا قضاء

تالش این تعزیت [illegible] | عالمی [illegible] تا دریا

گشته طغیانی چو سیل [illegible] | [illegible] خون [illegible] درد [illegible] ها

زین جگر [illegible] ها | درد [illegible] آسیا

از پی تاریخ این [illegible] ها | دل [illegible] فلک رسا

یافته از عائت حسن طلب ها | [illegible] داد مهر ابتدا

۱۱۴۶

خلیفه علی برحق

۱۱۴۶

عالم علم لدنی [illegible] ها | بحر عرفان مظهر نور [illegible] را

از دنیا از وجود [illegible] فیض [illegible] | آخرت بخواهد از وی [illegible] جلا

لفظ مع

نفظ ضی ... [illegible] | ... [illegible]

... [illegible] ... ان | ... [illegible]

بارہ ... [illegible] | ... [illegible]

طی ... [illegible] | ... وست اعظم رہنما

... [illegible] | ... دار نبوت ...

ازالہ ... [illegible] | ... [illegible] اولیا

لو کرد صدق ... [illegible] | ... [illegible] ربی

وحدہ ... [illegible] | ... الشرع ان ...

... طریقت ... خاصیت | ... [illegible]

... [illegible] ... از ... | فی ... [illegible]

چون کہ رفت ... [illegible] | ... مسوی ... [illegible]

ظلمتی افتاد اندر عالمی | تیرہ گشتہ ... ارض و سما

سال تاریخ ... [illegible] | چون ... صدق و وفا

کفت ... [illegible] | ... کرم حلم و حیا

... قربان گشت ... [illegible] | ... ای نور الہدی

ترجمۂ اردو

مجموعۃ الاسرار

شجرۂ عالیہ نقشبندیہ احسنیہ

نام ہائے شجرۂ پیراں شنو اے مہتدی
درد خود کُن تا تو از امداد ایشاں برخوری

شیخ ما عبدالرسولِ نقشبندی مرشدی
شیخ او حضرت محمّد شہریار معنوی

خواجۂ عبدالنّبی ہم شیخ طاہر باشرف
حاجی عبداللہ از و حاجی شریف متّقی

شیخ آدم شیخ احمد خواجہ باقی خواجگی
خواجہ درویش محمّد زاہد احرار ولی

خواجہ یعقوب و بہاؤالدین دیگر میرِ کلال
خواجہ باباواں دگر خواجہ علی رامیتنی

خواجہ محمُود است و عارف خواجہ عبدالخالق است
خواجہ یوسف باز شیخ فارمدی بُوعلی

بُوالحسن پس بایزید و جعفرِ صادق بود
قاسم و سلماں اَبابکر و رسولِ ہاشمی

بر نبی و آل و اصحاب ہمہ پیران ما
صد ہزاراں رحمت حق باد نازل دائمی

احقر سعید احمد مہاجر اُرمڑ

مکتوب : ۱

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ احسنیہ کے بارے میں تحریر ہوا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ فقیر عبدالنبیؒ ساکن قصبۂ سیام نے حضراتِ نقش بندیہ کا طریقہ، سلوک حضرت حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ سے بے انتہا خدمت کے بعد حاصل کیا۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت حاجی شیخ محمد طاہر عالم پوریؒ سے باقی ماندہ حاصل کیا، وہ حضرت حاجی عبداللہؒ کے خلیفۂ کامل تھے نیز میاں محمد جانؒ ساکن قصبہ میانی کی صحبت سے بھی استفادہ کیا۔ وہ بھی حضرت حاجی عبداللہؒ کے کامل خلفا میں سے ہیں، اور ان دونوں بزرگوں یعنی شیخ حاجی محمد طاہرؒ اور حضرت محمد جانؒ نے قطبِ دوراں حضرت عبداللہ جی سلطانپوریؒ سے براہِ راست طریقت و حقیقت میں کمال حاصل کیا ہے اور حضرت عبداللہ جیؒ نے علم طریقت، غوثِ زماں حضرت محمد شریف جیؒ سے حاصل کیا ہے اور انھوں نے قطب الاقطاب حضرت شیخ آدم بنوریؒ سے، اور انھوں نے سلسلۂ قادریہ، چشتیہ اور دوسرے سلسلوں میں سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی غوث صمدانی المعروف

بہ حضرت احمد فاروقی سرہندیؒ سے براہِ راست فیضِ طریقت حاصل کیا ہے حضرت سرہندیؒ نے شیخِ کامل حضرت خواجہ محمد باقیؒ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا درویش محمدؒ سے، انہوں نے حضرت محمد زاہدؒ سے، انہوں نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے، اور انہوں نے حضرت یعقوب چرخیؒ سے اور انہوں نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بندؒ سے، انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت میر سید کلالؒ سے، انہوں نے حضرت خواجہ بابا سماسیؒ سے، اور انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت خواجہ شاہ علی رامیتنیؒ المشہور بہ عزیزاں سے اور انہوں نے حضرت محمود انجیر فغنویؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ یعقوب یوسف ہمدانیؒ سے اور انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت شیخ ابو علی فارمدی طوسیؒ سے، اور انہوں نے حضرت خواجہ ابو القاسم گرگانیؒ سے، اور انہوں نے بڑی خدمت سے حضرت ابو الحسن خرقانیؒ سے اور انہوں نے بایزید بسطامیؒ سے، اور انہوں نے حضرت جعفر صادقؓ سے، اور انہوں نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ سے اور انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے اور انہوں نے حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیقؓ نیز حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ طریقت بلا واسطہ حاصل کیا۔

مکتوب : ۲

راہِ سلوک، نقش بندی طریقے سے طے کرنے کے متعلق لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جان لو کہ طریقت میں سلوک کی ابتدا لطیفۂ قلبی کے ذکرِ خفی سے ہوتی ہے اور یہ لطیفہ قلبی بائیں پستان سے دو انگل نیچے ہے۔ اس لطیفہ میں اسم ذات کی تکرار کی جاتی ہے، اور لفظی صورت میں بھی پسندیدہ نام کو دل کے لوتھڑے میں داخل کیا جاتا ہے، لیکن اس طریقے سے کہ اس پسندیدہ نام کی تکرار میں صرف جامع کمالات کی ذات

کا یقین ہو۔ اس مقام پر اپنی استعداد کے مطابق سالک فنا اور بقا حاصل کر لے گا اور جو شے ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ذکر میں لذّت اور جمعیتِ خاطر پیدا ہو اور محبت غلبہ پائے، اور اس کے بعد نفی و اثبات سے حبسِ دم فرماتے ہیں اور اس کا حاصل دنیا سے تعلق کی نفی ہے۔ اس سے ذکرِ قلبی کی طاقت بھی بہتر ہوتی ہے۔ اس ذکر کے بعد لطیفۂ روحی جسے ایک طرح سے دل ہی کہتے ہیں، کا مقام دائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے۔ اس مقام پر تجلیات اور فنا کی کیفیت کچھ اور ہی ہوتی ہے کہ اگر ہاتھ آجائے تو پھر جمعیت خاطر اور لذّتِ مطلوبہ حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ سرّی کا ذکر سینہ میں، لطیفۂ خفی کا ذکر پیشانی میں، اور لطیفہ اخفی کا ذکر دماغ میں کرتے ہیں۔ سالک کو اس کی استعداد کے مطابق یہ تجلیات، فنا اور یہ مرتبے حاصل ہوتے ہیں اور ضروری ہے کہ یہ ذکر قلب اور روح میں کیے جائیں۔ جب یہ لطائف اللہ کے نام سے نور حاصل کرتے ہیں ان کو سیرِ لطائف کہتے ہیں۔ اس کے بعد جامعیت کے خیال سے اخفی سے قدم تک وجود کے ہر ذرہ میں ذکر کرتے ہیں اور سبب وجود کا ہر ذرہ ذکر کرنے لگ جائے، تو اس کو ذکرِ سلطان کہتے ہیں۔ کبھی کبھی ذکرِ سلطان اس طرح غلبہ کرتا ہے کہ جس پر نظر پڑے اور جو کچھ سنائی دے، اور جو کچھ چھونے اور چکھنے کے حواس سے متعلق ہو جائے، اس میں اللہ کا نام پایا جائے گا۔ اس کے بعد اگر سالک مستعد ہے اور اسے ہر لطیفہ کی تکرار یاد رہے، تو نام اس طرح تبدیل ہو جاتا ہے کہ ہر لطیفہ میں بلکہ اپنی پوری ذات میں وہ اللہ کا نام آواز کے مدّ و جزر کے ساتھ نورانی اور پُر صفا پاتا ہے۔ اس مقام پر یاد رہے، کلمۂ طیبہ کی نفی و اثبات کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ لیکن ضرب اور حبسِ دم ہر بار ہو اللہ کے نام کی مدّ کے ساتھ نفی و اثبات کی تکرار یادداشت کی طرح کرتے ہیں۔ چونکہ یہ مقام حرف اور آواز کے بغیر نام کے نورِ صفائی و حضوری کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، اس پر بدن کا ذکر ختم ہو جاتا ہے، لیکن روح کے ذکر کے سلسلے میں اس طریقہ کی خصوصیت

یہ ہے کہ سالک ان مقامات پر جذبات کی شدت سے بے ہودہ اور فضول باتوں کا مرتکب نہ ہو صرف شرعی عقیدہ کی پیروی سے عبادت میں مصروف رہے اور اگر اس مقام پر دہ عجائبات کے ظہور کی وجہ سے بے خوفی سے مغلوب ہو جائے، تو اس تمام کو ولایتِ خاصہ کا سایہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس ذکر کا آغاز ہوتا ہے، جو بدنی مراتب کے ضمن میں روح کے جوہر سے تعلق رکھتا ہے یہ وہ حضوری ہے جو کسی لفظ، حرف، سمت، مقام، فوق اور تحت سے بے نیاز ہے جیسا کہ اس کی ذات کے شایاں ہے۔ اس کو حضوریِ مسمّیٰ یاد داشتِ مسمّیٰ، اور شہودِ مسمّیٰ کا نام دیتے ہیں۔ اس مقام پر اس طریقہ کی خصوصیت خالص پاکیزگی، بے کیف حضوری اور محض شہود ہے اگرچہ دوسرے طریقوں میں یہ وحدت الوجود اور عینیت بن جاتا ہے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور دوسرے متاخرین کے کلام سے پتہ چلتا ہے۔ اس مقام پر سالک کی استعداد کے مطابق تصرفات ظاہر ہوتے ہیں۔ اللہ کے سوا باقی سب سے قطعِ تعلق مقصود و مطلوب ہوتا ہے، یہ مکمل استغراق و تنزیہ ہے، اور اللہ کی ذات و صفات میں فنا ہو جانے کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کے مالک کا مقصد جب تک تنزیہ اور شہود اور بقا کا حصول ہے، اسے ولایتِ خاصہ کہتے ہیں۔ اس ولایت کو بزرگوں کی اصطلاح میں ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔ جس وقت اللہ پاک کے فضل سے توجہ، جو خیال کے تصرفات میں سے ہے، گم ہو جانے اور نایافتگی کے درجہ پر پہنچ جائے، تو اسے ولایت اخص (انتہائی خصوصی) کہتے ہیں اور چونکہ ولایتِ اخص میں توجہ معدوم نہیں ہوتی، بلکہ بے کیف ہونے کی وجہ سے خود گم ہوتی ہے اس لئے اس کا کیف نامعلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس ولایت کو ولایتِ مجہولہ کہتے ہیں اور سالک نے اپنی طاقت کے حساب سے جو فضل عام کی وجہ سے موجود ہوتی ہے، محنت و کوشش سے کام کو اس منزل پر پہنچایا ہوتا ہے۔ اس سے آگے فضلِ خاص کی ضرورت ہے تاکہ اس کے علم کے مرتبوں کے مطابق اس پر ضروری علم کا اظہار اور حقیقت انسانی کا انکشاف ہو تاکہ مخفی توجہ

سے اطلاع پاکر اس بلند مرتبہ پر فائز ہو اور حقیقی بے توجہی سے جس کا انحصار اللہ تعالے کے علمِ حضوری اور حضوریِ علم پر ہے، مشرف ہو، اس وقت توجہ معدوم ہو جائے گی۔ اور توجہ کے بغیر اپنے آپ کو یقیناً کیفِ حقیقی کے بغیر حاضرِ جناب رسبحانہ وتعالےٰ پائے گا۔ اس سے اُسے معلوم ہو گا کہ میری یہ حضوری مروّجہ علوم کی وجہ سے نہیں، بلکہ ضروری علم کی بدولت ہے کہ تمام اشیا کا عالم، بے توجہی اور انسانی حقیقت کے مرتبے سے ہے۔ اگر اللہ سبحانہ وتعالےٰ مرشدِ کامل کی پوشیدہ برکت سے خود بخود عطا کر دے، تو یہ محض اس کا فضل ہے ورنہ مُرشد کی باطنی نظر کی تعلیم کی بدولت وہ ادنےٰ مقامات سے اعلےٰ مقامات تک عرُوج کرے گا اور اپنی انسانی حقیقت کو معلوم کر لے گا کہ اس شخص کا یہ پہلا مرتبہ نورِ اوّل کے ضمن میں بے حجابی سے، پہلے نُور یعنی نُورِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے سے ہے اور اس حضوری کے مرتبہ کے مالک اور حضوریِ علمی کو ولایت انبیاء کے کمالات سے بہرہ وری کہتے ہیں۔ اس مقام پر جس طرح سالک کو صفتِ علم کا اظہار حاصل ہو گا۔ اسی طرح وہ تمام ضروری صفات کے اظہار سے مُجمل یا مفصّل طور پر بہرہ یاب ہو جائے گا اور صرف بے توجہی کی بدولت خود کو اور غیر کو ذات وصفات کے اعتبار سے ذاتِ واجب کے کمالات کے منظہر سے، جو مطلق اور بے کیف ہے، بغیر کسی تشبیہ کے شائبہ کے حاصل کرے گا اور اس کی نظر اس ذاتِ بے کیف کے حضوریِ اظہار کے ذریعے سے غالب وکامیاب ہو گی اور چونکہ اس اعلےٰ مقام میں صفات کا حصول ہوتا ہے، اس لیے اگر خدا کے فضل سے معلوم ہو جائے کہ ذات اپنے ذاتی اوصاف کی محرم ہے اور اسی طرح دوسری صفات کے بارے میں بصیر وسمیع ہے اور یہ ذاتی اوصاف اس کے یقین سے زیادہ ہیں، تو صرف بے توجہی کی بدولت تحقیق اظہار کی طرف پیش رفت کرے گا اور اپنی تمام ذاتی قابلیتوں کو اُس کے حضور میں صرف کر کے نایافتگی کی حقیقت سے بہرہ ور ہو جائے

گا اور پھر اللہ کے علم کی بجائے اللہ پر ایمان لے کر حاضر ہو گا۔ اس وقت وہ نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص کمالات سے بہرہ یاب ہو گا اور ذاتِ جامع صفات کو پالے گا۔

میرے عزیز! ولایتِ انبیاء اور نبوتِ انبیاء کے کمالات تک پہنچنے کو آسان نہ سمجھا جائے۔ ان مقامات کی باریکی اور بلندی "نکات الاسرار" سے واضح ہوتی ہے اگر چاہو تو ان کی تفصیل وہاں دیکھ لو، یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب : ۳

جو صاحبِ طریقۂ احسنیہ کی اصطلاح کے بموجب چھ لطائف کی تحقیق کے بارے میں مخدوم زادہ محمد عمر کے نام لکھا گیا وہ حضرت حاجی عبداللہ کرنا ٹی کے فرزندوں میں سے ہیں۔

الحمدُ للہِ وسلامٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ نبیہٖ محمدٍ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

(تعریف اللہ کی، سلام اسی کے منتخب بندوں پر، بالخصوص اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی آل اور اُن کے تمام صحابہ پر)

اللہ تعالیٰ تمہیں نیک راہ پر چلائے۔ جان لیجیے کہ نقش بندی مسلک میں طریقہ احسنیہ کے مقصد قریب ترین ہے اور سالکوں کو اس کی تفصیل جاننا ضروری ہے مختصر طور پر اس کا کچھ حصہ چند سطروں میں لکھا جاتا ہے۔ جان لینا چاہیے کہ جب کوئی سچا طالب اللہ پاک کی توفیق سے اس طریقہ کے بزرگوں میں سے کسی ایک عزیز سے متوسل ہوتا ہے، تو وہ سب سے پہلے استخارہ سکھاتے ہیں اور استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا وقت ہو جائے اور دنیا داری کی باتوں کی ضرورت نہ رہے، تو تازہ وضو کرے اور ایک سو ایک بار "اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ" (میں ہر گناہ سے

اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں، اور توبہ کرتا ہوں) پوری صدق دلی سے پڑھے۔ اس نیت سے کہ تمام جسمانی اور روحانی گناہوں سے جو مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں نے توبہ کی، اور نئے سرے سے مسلمان ہوا ہوں۔ اس کے بعد اٹھ کر دو رکعت نماز استخارہ کی نیت کرے، یعنی کہ میں دو رکعت نماز استخارہ ادا کرتا ہوں، تاکہ حق تعالےٰ مجھے اپنے رسولؐ کی متابعت میں اپنی رضا کے حصول کے لیے محکم رکھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ آیت الکرسی ایک بار، اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورہ "الکافرون"، ایک بار پڑھے۔ اپنے آپ پر پوری طرح خوفِ خدا طاری کرے اور گریہ وزاری کرے۔ اور نماز ختم کرنے کے بعد ایک سو ایک بار درود شریف پڑھے، اس کے بعد ایک سو ایک بار کلمۂ تمجید پڑھے اور اس کے بعد نہایت عجز و انکساری سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ جب نیند کا غلبہ ہو، تو زمین پر سو جائے اور اگر معذور ہے، تو پھر جس طرح چاہے سوئے۔ اس کے بعد جو کچھ خواب میں بشارت ہو، مُرشد سے بیان کرے اور اگر پہلے روز بشارت نہ ہو، تو پھر تین روز تک اسی طرح استخارہ کرے یا استخارہ کے بعد اپنے دل پر نگاہ دوڑائے کہ کیا استخارہ کے بعد اپنے دل کو اُسی طرح اعتقاد میں مضبوط پاتا ہے، جس طرح پہلے تھا۔ یہی بشارت ہے۔

پس مُرشد کو چاہیے کہ تنہائی میں اسمِ اللہ کے ذکر کی تعلیم دے۔ یہ اللہ کا اسم ذات ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان کو تالُو سے لگائے، اور خیال کی نگاہ قلبِ صنوبری پر ڈالے، اور آنکھیں بند کر لے اور قلبِ صنوبری کا مقام بائیں پستان سے دو اُنگل نیچے ہے اور یقین رکھے کہ گوشت کے اس لوتھڑے میں لطیفۂ نورانی ودیعت کیا گیا ہے۔ اسے دل کہتے ہیں۔ پس پوری طرح اس کی طرف توجہ کرے اور اس گوشت کے لوتھڑے کے اندر سے اللہ جلّ شانہ، کا نام کہلوائے۔ اس طریقے سے کہ اس نام کو غیرِ ذات نہ جانے، اور حتی المقدور اس حالت کو اُٹھتے بیٹھتے ہاتھ سے جانے

نہ دے۔اس کے بعد مُرشد کو چاہیے کہ خود اس کے قلب کی طرف توجّہ کرے۔ اور اس توجّہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ہمّت اپنے مرید کے قلب کی طرف لگائے اور اپنے قلب کے منہ کو مرید کے قلب کے منہ پر تصوّر کرے، اس طرح کو درمیان میں کوئی اور خیال نہ آنے پائے۔ اور پورے خشوُع وخضوُع سے اللہ پاک کی جناب میں التجا کرے کہ ذکر کا نُور سالک کے دل میں قوّت پیدا کرے، اور قلبی جذب کے ذریعے مرید کے قلب کے باطن کو اپنی طرف کھینچے۔ اور اسی طرح کم وبیش ایک ساعت (گھنٹہ) تک مرید کے حال کی طرف متوجہ رہے، اس طریقے کے اکابر کی ارواح پاک کو اپنے شاملِ حال جان کر اس تصرّف کو ان کی طرف سے اس وقت یا اس کے بعد امداد جانے۔ اس کے بعد مُرید سے پُوچھے۔ اگر وہ اچھی طرح سمجھ گیا ہے اور اس نے آرام پالیا ہے، تو سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت لے، اور اسے خدا کے حوالے کرے اور اسے بتا دے کہ طریقۂ نقش بندیہ میں یہ طریقہ احسینہ خلیفۂ زماں حضرت سیّدی شیخ آدم بنوریؒ کی طرف سے ہے۔ جب مرید اسم ذات کے ذکر میں لذّت پانے لگے، تو اسے نفی واثبات کے کلمہ کی تعلیم دے۔ جب نفی واثبات کو مشہور طریقے سے اکیس[21] بار تک پہنچا دے اور اپنے دل میں بے تعلّقی کا اثر پانے لگے، تو حق تعالےٰ کا شکر ادا کرے۔ اس کے بعد لطیفۂ رُوحی کے ذکر کی تعلیم دے اور اس کا مقام دائیں پستاں سے دو اُنگل نیچے ہے، اور لطیفۂ رُوحی کو سفید، سفید کپاس کی طرح، تصوّر کر کے اسم ذات کا ذکر جس طرح کہ لطیفۂ قلبی میں لکھا گیا ہے پورے خشوُع سے کرے اور ہر وقت اس سبق کو دہراتا ہے، حتیٰ کہ ذکرِ قلبی کی طرح اس میں بھی خاطر جمعی اور لذّت حاصل کرے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک کو ان دو لطیفوں میں تجلیات سے سابقہ پڑتا ہے۔ لیکن سالک کو چاہیے کہ حتی الامکان اپنے آپ کو ان تجلّیوں سے مغلوب نہ ہونے دے، اور قلبی نظر میں اللہ تعالیٰ کے تنزیہ کو محکم کرے۔ اس کے بعد لطیفۂ سرّی (خفیہ) کی تعلیم دے۔

یہ نہ سمجھے کہ یہ سفید یا سُرخ رنگ اس لطیفہ کا ذاتی رنگ ہے، بلکہ یہ اس کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، جو عالمِ مثال میں سالک کی تسلّی کے لیے ظاہر ہوتا ہے اور جب سالک پچھلے مرتبہ پر تعلیم حاصل کر لیتا ہے تو اس لطیفہ کی شکل سالک کی پسندیدہ صورت میں بطور نیک فال کے ظاہر ہوتی ہے، تاکہ متفرّق اُمور سے اس طرح سے جو اُس لطیفہ سے قربت رکھتا ہو، تعلق پیدا کرے اور مختلف اندیشوں کی نفی ہو جائے اور اس مخصوص لطیفہ کا مقام سینے کے درمیان ہے، دونوں پستانوں کے درمیان۔ اور اسم ذات کا ذکر اس طریقے سے، جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے، بار بار کرے اور اپنے آپ کو تمام اوقات میں اس ذکر میں لگائے رکھے، حتّٰی کہ خاطر جمعی اور لذّت حاصل ہونے لگے۔ اس کے بعد اسی طرح لطیفۂ خفی کی تعلیم دے اور اس مخصوص لطیفہ کا مقام پیشانی میں ہے اور اس مقام پر مذکورہ طریقے سے اسم ذات کی تکرار کرے، اس لطیفہ کے حصول کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کی تعلیم کرے اور اس لطیفہ کا مقام سالک کے سر کے اُوپر، تالُو ——— میں ہے۔ مذکورہ بالا طریقے سے اسم ذات کی تکرار سے یہاں بھی لذّت حاصل کرے۔ یہی بیان ہے، اس حدیثِ قُدسی کا جس میں فرمایا گیا ہے "اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ آدَمَ مُضْغَۃً وَّ فِی الْمُضْغَۃِ قَلْبٌ وَّ فِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَّ فِی الْفُؤَادِ سِرٌّ وَّ فِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَّ فِی الْخَفِیِّ اَخْفٰی وَ فِی اَخْفٰی اَنَا"۔ (بنی آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے، اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے، اس قلب میں ایک فواد ہے، اس فواد میں سِرّ (راز) ہے، اس سِرّ (راز) میں ایک خفی ہے، اس خفی میں ایک اخفیٰ ہے اور اس اخفیٰ میں "مَیں ہوں"۔)

میرے عزیز! بزرگوں کی اصطلاح میں اس سَیر کو سیرِ لطائف کہتے ہیں اور جب بار بار کرنے سے یہ سَیر ختم ہو جائے اور سالک اپنی استعداد کے مطابق مختصر یا مفصّل طور پر اس سیر کو حاصل کرے، تو چاہیے کہ اُسے پھر لطیفۂ قلبی کی طرف لایا جائے۔ اور اسم کی یادداشت کی تعلیم دی جائے، کیونکہ اس سے پہلے تکرار اسمی ہی تھی اور اسم کی

یاد داشت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کو قلب کے اندر سے، جو نُورِ محض ہے اس طریقے سے کہے کہ تکرار کا ارادہ نہ کرے، بلکہ اللہ کے اسم کی مد کو لمبا کرے، اور ایک آواز کی طرح نکالے، اور اس ایک آواز کی اس طرح حفاظت کرے، کہ ٹوٹنے نہ پائے اور اگر ٹوٹ جائے، تو پھر نئے سرے سے شروع کر دے اور یاد داشت کی قوّت کے لیے نفی و اثبات کے نام کو لمبی مد کے ساتھ، چاہے حبسِ دم کے ساتھ اور چاہے حبسِ دم کے بغیر، اختیار کیا جائے اور جب یہ نسبت اس طریقے سے قوت پکڑ لے کہ اپنے دل میں بلکہ تمام لطائف میں، بلکہ تمام بدن میں، اس کے نُورِ تمام کی بدولت اس آوازِ محض کو ایک جیسا پیدا کر لیں، تو ان لطائف کی بات، جو بدن اور الفاظ سے پیدا ہوتے ہیں ختم ہو گئی۔ اب اُن لطائف کے بارے میں کوشش کرنی چاہیے، جو الفاظ کے بغیر ہیں۔ اب اسم کی یاد داشت کے بعد مُسمّٰی کی یاد داشت کی تعلیم دینی چاہیے۔ یعنی قلب کے مقامِ خاص کو نظر میں رکھ کر اس لطیفہ پر نظر ڈالنی چاہیئے، جو ایک امرِ نُورانی ہے اور جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ محض ایمان سے حق سبحانہٗ تعالےٰ کو بے پردہ حاضر یقین کرے، لیکن بے کیفی اور بے جہتی سے، اور تمام جہات کو نظر سے ہٹا دے اور جان لے کہ اللہ تعالےٰ بے کیف و بے جہت حاضر ہے۔ چنانچہ اس علم کو کسی وقت بھی آنکھ اور سمجھ سے اوجھل نہ ہونے دے۔ اگر غفلت سرزد ہو جائے، تو پھر اسی طریقے سے حاضر کرے، حتیٰ کہ مشاہدۂ نور کو سر سے پاؤں تک گرفت میں لے لے اور اس میں پوری طرح محوّیت پیدا کر لے، یہاں تک کہ نُورِ حق کے سوا اپنے یا اپنے علاوہ کسی اور کو نہ پائے۔ اس مقام پر اگر اشیاءِ شہود کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی معیّت میں عینِ حق نظر آنے لگیں۔ تو اس طائفہ کی اصطلاح میں اسے توحیدِ وجُودی کہتے ہیں اور اگر اشیا کو گم کر دے، تو ان اشیا کے پرے حق تعالےٰ کے جمال کا نظارہ کرے گا اور اشیا کو نظر سے ہٹا دینے کو توحیدِ شہُودی کہتے ہیں اور جاننا

چاہیے کہ یہ دونوں مقامات اس ولایتِ خاصّہ میں پیش آتے ہیں، جو اولیائے امّت کی ولایت کا حصّہ ہے۔ اس سے پہلے سیرِ لطائف کی تجلّیات وغیرہ سے اسم کی یادداشت تک جو پیش آتا ہے، وہ ولایت اولیا کے سایہ میں ہوتا ہے، اگرچہ ولایتِ اولیا والے اُس ولایت کے اہلِ ظلّ کی نسبت زیادہ کمال رکھتے ہیں۔ لیکن ابھی اُس مطلوب حقیقی کا حصُول جو اشیا کے پردے کے بغیر ہو، اس سے آگے ہے۔ اسے اس کی اُمید کرنی چاہیئے۔ سالک کو چاہیے کہ ان تجلیّات و مشاہدات کی لذّت میں پھنس کر نہ رہ جائے، بلکہ مزید ترقی کا طلب گار بنے۔ اس کے بعد اگر وہ پیرِ کامل بن جائے، تو ان غلبات کے گرداب سے محض توجّہ ہی سے اپنے مرید کو باہر نکال لے گا اور اس کے ذہن کو ان تجلیّات و مشاہدات اور توجہات سے خالی کر دے گا اور نایافتگی کی تعلیم دے گا اور نایافتگی کے سلُوک کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ مرید کے ذہن میں حق کے ساتھ یا حق کے بغیر، خواہ وہ لطیف و الطف ہی کیوں نہ ہو، قرار پائے اور تصوّر میں آئے، اُسے بالکل نکال کر خالی الذہن کر دے اور ہر وقت اس کی سابقہ توجّہ کو زائل کرنے کی کوشش کرلے۔ تاکہ اس کے باطن میں مطلُوب و غیرِ مطلُوب کی طرف کوئی توجہ پیدا نہ ہو، بلکہ اس کا مطلُوب بے توجّہی اور یقین صاف ہو جائے۔ یہاں تک کہ کچھ بھی معلوم نہ رہے، سوائے نورِ یقین کے۔ سالک جب تک اس معاملہ میں توجہات کے دُور کرنے میں لگا رہتا ہے، وہ ولایتِ اخص کے مرتبہ کا سالک ہوتا ہے اور جب نفی کی حاجت نہیں رہتی اور توجہات و تصوّرات کی آمد و رفت سے آئینۂ دل صاف ہو جائے، اور بے توجّہی اور بے تکلّفی حاصل ہو جائے، تو وہ ولایتِ اخص کے کمالات پا لیتا ہے۔ لیکن ابھی اس واصل کی توجہ اور تصور معدوم نہیں ہوا ہوتا، بلکہ مفقُود ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے مکتوب میں ذکر کیا گیا ہے اور یہ پاکیزہ ولایت چار مقرّب فرشتوں کے سپُرد ہے اور ان کی متابعت میں اولیائے اُمّت کے نصیب میں بھی ہے بشرطیکہ

استعداد کی مناسبت پیدا ہو جائے۔ اور جاننا چاہیے، کہ اس ولایتِ خاصہؐ کے مقام میں توحیدِ وجودی، اور توحیدِ شہودی کے مقامات ہیں۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے توحیدِ وجودی لطیفۂ قلبی سے پیدا ہوتی ہے اور توحیدِ شہودی، لطیفۂ روحی سے ظاہر ہوتی ہے اور نایافتگی کی نسبت لطیفۂ سرّی کا خاصہ ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ ہزاروں میں سے کس کس کو اس نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ وہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہے، دے۔ وہ بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔ جاننا چاہیے کہ نایافتگی کے مقام کے بعد یافت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سالک لطیفۂ سرّی کو تجلیات سے خالی کر لیتا ہے، تو اس وقت اگرچہ مشاہدہ کا تخیل ہی ہوتا ہے، تاہم وہ وصلِ حقیقی کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا، اس لیے وہ اربابِ جہل میں سے ہوتا ہے۔ اب اگر پہلے فضل کے بعد اللہ تعالےٰ مزید فضل کرے، تو وہ یک لخت ہی اپنے آپ کو عناصر و نُور کے مرتبہ سے بلند تر پاتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نسبت کو پالینا حقیقتِ انسانی ہے اور یہ نُورِ اوّل کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے، اور نُورِ اوّل، نُورِ محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلّم۔ اس کو شہودِ اوّل بھی کہتے ہیں، یہ علم مُرشد کی تعلیم سے یا شاذ و نادر تعلیمِ غیبی سے علم ہو جاتا ہے کہ میرا مطلوب تک پہنچ جانا، جو ولایتِ خاص تھی، اپنے علم کی بدولت اور اپنے علم کی خصوصیات کی بدولت تھا۔ اس مدت میں کہ مجھے اس نعمت سے نوازا گیا ہے اور اس نعمت کا حصول اللہ تعالےٰ کے علم اور اس کے علم کی خصوصیات کی بدولت ہے اور اپنی خصوصیات کی وجہ سے میرا علم محض توقف و معطل ہے۔ میرا علم جو کچھ جانتا ہے، وہ اللہ تعالےٰ کے علم کی خصوصیات کی وجہ سے جانتا ہے۔ چنانچہ جب یہ بات سمجھ جائے، تو وہ ہر وقت اپنے ذاتی، صفاتی اور کمالاتی مرتبوں کو اللہ تعالےٰ کی ذات، صفات اور کمالات کا مظہر جانے، اور اس کے اظہار کے سوا اور

کچھ نہ پائے۔ کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ جس نے چکھا نہیں اس نے جانا نہیں۔
چونکہ ولایت کے ہر درجے کی ابتدا، وسط اور انتہا ہوتی ہے اس لیے اس مرتبہ کی ابتدا ہیں آخری غلبہ جسے ولایتِ انبیاء (ان سب پر درود وسلام) کہتے ہیں، باطن کی تنہائی کی کوششِ محض ہے، جو حقیقت کی حیثیت سے حق کے پانے یا نہ پانے کی وجہ سے ہے اور اس مرتبہ کے وسط میں تنہائی میسّر ہوتی ہے اور تنہائی کی حقیقت کو پالینا اس امر کی اطلاع ہے کہ اپنی صفات، اور اللہ تعالے کی صفات کو سمجھ لیا گیا ہے۔ اس مرتبہ پر اگرچہ وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالے کی بدولت ہی جانتا ہے اسی کی بینائی سے بینا اور اسی کی قدرت سے قادر ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ابھی تک اللہ تعالے کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت کی حقیقت اس عارف پر کما حقہٗ پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی ہوتی چنانچہ جب وہ یہ جان لے گا کہ اللہ تعالے کی صفات اس کی ذات سے زائد نہیں اور یہ کہ عالم کو علم کی وجہ سے عالم اور بینا کو بینائی کی وجہ سے بینا وغیرہ، کہا جاسکتا ہے، بلکہ ذات خود جاننے والی (علیم) ہے اور علم ذات کی ذاتی قابلیت ہے، اور ذات اپنی ذات سے بینا ہے، اور بینائی اس کی ذاتی قابلیت ہے اور اسی طرح وہ تمام صفات ہی غیبت اور عزیت کے اطلاق کے بغیر ہے۔ چنانچہ دنیا حق ہے اور اللہ پاک کے حکم سے خود بخود ہے اور عارف کے لیے یہ سوائے اللہ کی ذات، صفات اور کمالات کے مکمل اظہار کے اور کچھ نہیں اور اس وقت وہ بجز یقین اس مرتبہ کی نہایت پر فائز ہوگا۔ لیکن کسی شخص کو اس مرتبہ پر مُجمل یا مُفصّل طریقے سے نوازا جائے گا، یہ اللہ تعالے کا فضل ہے، وہ جسے چاہے، دے۔

اے بھائی! جتنی تنہائی کی نسبت زیادہ ہوگی۔ اس دائرہ ولایت میں دخل اتنا ہی زیادہ ہوگا اور انبیا کی نبوّت کے کمالات کے بارے میں کیا کہا جائے کہ اس مرتبہ کی حقیقت، کہنے اور لکھنے سے ماوراء ہے۔ لیکن اتنا کہے دیتا ہوں کہ اگرچہ انبیا کی ولایت

اور ان کی نبوّت دونوں اصلیّت کے دائرہ کے اندر، اور ظلیّت (سایہ) سے پاک ہیں، لیکن اتنا ضرور ہے کہ ولایت میں اللہ تعالےٰ کی صفات کی حقیقت سے وصل ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کی استعداد کے درجات کے مطابق ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا (یہ رسُول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی، اور ہم یہ ہدایت نہ پاتے، اگر ہمیں اللہ ہدایت نہ دیتا، اور ہمارے رَبّ کے رسُول نہ آتے)

مکتوب : ۴

برادرانِ دین کے نام اللہ تعالےٰ کی حدیثِ قُدسی کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد برادرانِ دیں مطالعہ فرمائیں کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے۔ "اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ آدَمَ مُضْغَةً وَفِی الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِی الْفُؤَادِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَفِی الْخَفِیِّ اَخْفٰی وَالْاَخْفٰی اَنَا : (بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے اور اس قلب میں ایک فواد ہے اور اس فواد میں ایک سِرّ (راز) ہے اور اس سِرّ میں ایک خفی ہے اور اس خفی میں ایک اخفیٰ ہے اور وہ اخفیٰ میں ہوں) چنانچہ سمجھنا اور جاننا چاہیے کہ بزرگ صوفیہ کی اصطلاح میں ان لطائف خمسہ کے علاوہ لطیفۂ نفس کو بھی شاملِ سلوک کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ ضروری مطلب اس لطیفہ کو سنوارنا ہے۔ اس کی اہمیّت کے باوجود اس حدیثِ قُدسی میں اس کا ذکر یا تو اس کی ابتدائی کمینگی اور بخیلی کی وجہ سے نہیں آیا، یا پھر تمام لطائف کو احاطہ اور شامل کرنے کی بنا پر آخر میں ہوگا۔ یا پھر کسی اور وجہ سے ہوگا۔ الغرض ہر

لطیفہ کے ظہور کے لیے جسم کے اندر مخصوص جگہ ہے، جو اپنی مخفی قابلیتوں کی نسبت سے ظہور میں آتا ہے اور اس ظہور کو ظہورِ ظلّی کہتے ہیں۔ اور ایک ظہور مکان کے تعین کے بغیر بدن کے اندر نفس اور ذات کے ظہور سے واقع ہوتا ہے۔ اس ظہور کو ظہورِ اصلی جانتے ہیں اور سمجھ لینا چاہیے کہ لطیفۂ قلبی کے ظہور کا مقام صنوبری لوتھڑا ہے جو بائیں پستان کے قریباً دو انگل نیچے ہے اور یہ مرتبہ ولایت خاصّہ کی ابتدا کا ہے۔ اس مقام پر ولایت خاصّہ سالک کی شروع کی مشغولیت لفظ "اللہ" کے ذکر سے ہوتی ہے اور ذکر کی صفائی اس وقت ہوتی ہے، جب یہ صنوبری لوتھڑا سوائے اللہ کے نام کے نقش کے، تمام دوسرے نقوش سے پاک ہو جائے اور اس صفائی کی علامت آئینۂ خیال میں سُرخ رنگ کے لطیفہ کی نمود ہے اور لطیفۂ روحی کے ظہور کا مقام، جس کو حدیث میں "فواد" کے نام سے پکارا گیا ہے، دائیں پستان کے نیچے قبل ازیں ذکر کردہ فاصلے پر ہے۔ اور لطیفۂ سِرّی کے ظہور کا مقام سینے کے درمیان ہے اور لطیفہ خفی کے ظہور کا مقام پیشانی میں اور لطیفہ اخفیٰ کے ظہور کا مقام دماغ میں ہے۔ یہ تحقیق حضرت شیخ المشائخ حضرت پیر دستگیر آدم بنوریؒ کی ہے۔ اگرچہ بعض عزیز اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن یہ اختلاف کشفی ہے اور اس لطیفہ کے سالک کی ابتدا بھی اسم اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے اور لطیفۂ روح کی نمود سفید رنگ سے شروع ہوتی ہے۔ لطیفۂ سِرّی کی نمود سبز رنگ میں، لطیفۂ نفس کی نمود زرد رنگ میں، لطیفہ خفی کی نمود زیادہ سیاہ رنگ میں ہوتی ہے اور یہ بلند ذکر ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اپنی الہٰی تجلیات سے نوازتا ہے جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اس مقام پر سالک کی رسائی ظلّی مظاہر کے اُن لطائف کی مخفی صلاحیتوں کے ساتھ ہوتی ہے، جن کا کوئی ظہور نہیں ہوتا، سوائے نوع بنوع تجلیات کے۔ اس وصل کو وصلِ ظلّی کہتے ہیں جب سالک کی استعداد اُسے اس مرتبہ سے آگے ترقی کے لائق بنا دے، تو کسی قسم

کے لفظ وحرف کے تکلّف کے بغیر وہ باطنی نظر سے ذات پاک کو دیکھنے والا اور اس کی طرف متوجّہ ہو جاتا ہے اِس احسنیہ نقشبندیہ طریقہ کی خوبی دیکھئے کہ اکثر دوسرے طریقوں میں سالک کو اس توجّہ کی تعلیم تشبیہات کے انداز میں دی جاتی ہے، حتیٰ کہ بعض ساری ساری عمر انہی تشبیہات میں گزار دیتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ اپنی خاص رحمت نازل کرے، بلکہ وہ وصلِ تشبیہی کو کئی مراتب تک رسائی سمجھتے ہیں. اور کہتے ہیں کہ تجلّی ذات سے نہیں، بلکہ متجلّی لہٗ کی صورت کے سوا قائم نہیں ہوتی اور جس پر تجلّی کی جائے اس کی مثال بھی آئینہ کی طرح ہے کہ وہ اس میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے اور ذاتِ حق کو نہیں دیکھتا اور ذاتِ حق کو دیکھنا ناممکن ہے. پس وہ یہ توقع نہ کرے کہ اس تجلّیِ ذاتی سے آگے کے مدارج کی طرف ترقی ہو سکتی ہے. گویا اُسے جوہرِ نفیس کی طلب سے منع کر کے خزف ریزوں پر قناعت کرنے کے لیے کہا گیا ہے. ہمارے بزرگوں نے اس سلسلے میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم بھٹکے ہوئے اگر ترقّی کی طلب نہ کریں اور انہی خزف ریزوں پر قناعت کریں، تو پھر کام کیا کیا؟ ہر کوئی اپنا اپنا طریقہ اختیار کرتا ہے چنانچہ طریقۂ نقشبندیہ کے بزرگ مذکورہ سلوک کے شروع میں تنزیہ محض بے کیفی اور بے جہتی کی طرف توجہ کا حکم فرماتے ہیں. اس جگہ پر حضرت خواجہ بزرگ نقشبند کی بات کو مطلب سمجھ لینا چاہیے کہ ہم فضل حاصل کرنے والوں نے نہایت کو ابتدا میں درج کیا ہے. ہمارے راستے میں "فتوح" بہت اور "مشکلات" کم ہیں. دوسرے لوگ "مشقت کم" کے معنی اور "فتوح بسیار" کا مطلب کسی اور طرح سمجھتے ہیں. لیکن اس فقیرِ حقیر کے نزدیک اگرچہ اس طریقہ میں مشکلات زیادہ سے زیادہ ہیں، لیکن ان فتوحِ عالی کے مقابلے میں جو تنزیہ کی ابتدا میں اُسے حاصل ہوتی ہیں، کم ہیں اور اپنے دامن کو تشبیہ کی گرد سے آلودہ نہیں کرنا چاہیے اگر مجھے ہزار برس کی عمر بھی مل جائے اور ایک لمحہ بھی آرام نہ کروں اور شدید ریاضت

کردں، تو بھی یہ ساری مشقت ایک جَو کے برابر قیمت نہیں رکھتی اور تشبیہ کے سالک، مقصودِ حقیقی سے بہت ہی دُور ہیں، کیونکہ وہاں تک تشبیہ کی پہنچ ہی نہیں، اور مراتبِ تشبیہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے وہ مقصودِ اصلی سے واقف ہی نہیں۔ اگر مشقّت کم کریں گے اور اس کے عوض میں مقصودِ اصلی کو نہیں پائیں گے تو ان کے لیے مشقّت زیادہ سے زیادہ ہے۔ میں مختصر طور پر کہتا ہوں کہ جب لفظ آواز اور جہت کے لباس کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف توجّہ کی جائے، تو اس طریقہ پر چلنے والے کو بے اختیار توحیدِ وجُودی مل جاتی ہے۔ یعنی جلال کے انوار اور جمال کے نُور کے غلبہ سے ہر وجود مضمحل ہو جاتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اشیا' انوارِ ظلّی کے لباس سے مشہُود ہوتی ہیں اور یہ شہُود جلال و جمال کا ہوتا ہے اور چونکہ اشیاء سے وجود کی نسبت ظلّ (سایہ) کی سی ہوتی ہے، اس لیے یہ درمیاں سے اٹھ جاتا ہے، اور اس کو ظلّ کے لباس سے ظاہر کرتے ہیں اور یہ قلبی نظر کے ذریعے لطیفۂ قلبی کے نفس کی نمُود ہوگی اور چونکہ رُوح کو ہر وجود کے ذرّہ ذرّہ سے، اور ہر روح سے، جو ہے ایک تعلقِ اتصال ہے، جو الگ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس وقت انہی انوارِ روحی کی بدولت یہ محبوب ظاہر و بے حجاب ہوگا۔ اگرچہ یہ بے حجابی بے شمار ذرائع سے جمال و جلال کے انوار سے حاصل ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ دائرۂ ولایت میں داخل ہے، لیکن دوئی کا پردہ پڑا ہوتا ہے اور سالک بے حجابی کی نعمت سے مفلس و محرُوم ہوتا ہے اگر بے حجابی ہوتی ہے تو انوارِ روحی سے، کیونکہ وہ انوارِ جسم کے اجزا سے متصل ہونے کی بدولت "گویا کہ وہی" ہو گئے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک جزو کی خاطر ظاہر کرتے ہیں۔ اگرچہ پہلا وصل الفاظ کے وسیلے سے اور دوسرا وصل الفاظ کے وسیلے کے بغیر ہے، دونوں وصل پوشیدہ ہیں۔ لیکن اس دوران میں سالک تاریکی کے سایہ کے ایک درجے کو چھوڑ کر نُورانی لباس میں پہنچ گیا اور ترقّی کا رُخ

کر لیا۔ کیونکہ شروع میں وہ ناظرِ مضغہ تھا جس کے پاس خیال کی نظر تھی اور اس کا مقصود انوارِ قلبی تھا اور اب وہ ناظرِ قلب ہے اور اس کا مقصود انوارِ رُوحی ہے اور جب انوارِ قلبی، جسم کی ظُلمات سے رنگے جاتے ہیں اور اس رنگے جانے سے انوارِ رُوحی دُور ہوتے ہیں، اس لیے دونوں وصلوں کے درمیان ایک واضح فرق نمایاں ہوتا ہے۔ اس جگہ "لونھڑے میں قلب اور قلب میں فواد" کا مطلب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ سالک کی ترقی کی خبر دینے والا ہے اور ان کمالات کا حصول ولایتِ خاصّہ میں ہے۔ اگر کسی شک اور عیب کے بغیر اللہ تعالےٰ کا فضل سالک کے شاملِ حال ہو اور اسے توحیدِ وجُودی سے توحیدِ شہودی کی طرف لے جائے، یعنی اشیا کو دیکھے بغیر دیکھنے والا اور مشاہدہ کرنے والا بنا دیں اور انوارِ ذاتیہ کی طرف متوجہ کر دیں، تو وہ اس مقام پر لطیفۂ روحی کی طرف متوجہ ہوگا اور لطیفۂ سِرّی کے انوار اس کی طرف متوجّہ ہوں گے "اور فی الفواد سِرّ" (فواد یعنی دل میں راز) کے معنی یہی ہو سکتے ہیں اور روحی اور سِرّی نُورانیت کا باہمی فرق یہ ہے کہ اگرچہ روح قالب کی ظُلمات میں رنگی ہوئی ہے لیکن انوارِ قلبی کی برزخی کیفیت کی بدولت جنہوں نے رنگ کے بوجھ کی امانت کو اپنے لیے نُور بخور بز گیا ہے، یہ رنگ روح پر نہیں چڑھایا گیا۔ اس لیے وہ بالکل پاک اور صاف ہے۔ لیکن برزخ کی مناسبت کی وجہ سے اپنے بلند مرتبہ سے فرق اور دُوری رکھتی ہے، خواہ وہ مجہول الکیف ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ یہ وصل بھی پوشیدہ وصل کے دائرے میں داخل ہے، لیکن اس سے پہلے جن دو مرتبوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا لباس ظُلمت اور جسم کا تھا۔ اس مرتبہ نے وہ کچھ دیکھا۔ جو اس نے دیکھا میرے عزیز! گزشتہ دونوں مرتبے اس ولایت کے سائے ہیں اور اس مرتبہ کو حضرت بنوری کی اصطلاح میں ولایتِ خاصّہ کہتے ہیں۔ دوسرے مُحقّق اسے ولایت صُغریٰ کہتے ہیں اور اکثر بزرگ صوفیہ نے اس مرتبہ پر قیام کیا ہے۔ کیا خبر کس کو یہ اعزاز دیا گیا ہو؟ اس کے

بعد اگر لباس کی دلیل سے بے حجابی کی طرف لے جایا جائے، تو وہ صاف صاف صاحبِ وصل اور منتخب ہوگا۔ یہ دونوں مرتبے ایسے ہیں کہ اگر عین حالتِ شہود میں اس سے پرے کی طرف مائل ہو، تو مطلوب ہے۔ منتخب شخص میں ایک جذبہ ہوتا ہے۔ یعنی اس شخص کا پالنے والا اسم الہادی ہوتا ہے، جو دلیل کے اسم کی تربیت کا امتزاج رکھتا ہے۔ اس مقام پر لطیفۂ سرّی ناظر ہے اور لطیفہ خفی منظور اور سرِ خفی کو اسی تحقیق سے سمجھنا چاہیے۔ منتخب شخص امتزاج سے پاک اور خالص ہوگیا ہوتا ہے، اگرچہ ابھی اس کا انتخاب ظِلّی ہوتا ہے۔ اس وقت رائے قابلیت خفی ہوتی ہے اور جو ظاہر و نورانی ہوتی ہے، وہ اخفیٰ ہوتی ہے اور یہیں سے خفی میں اخفیٰ (فی الخفی اخفیٰ) ظاہر ہوتا ہے اور اس ولایت کو ہمارے حضرت جی کے ہاں ولایتِ اخص (خاص الخاص) کہتے ہیں اور دوسرے اکابر اسے ولایتِ عُلیا کہتے ہیں نیز اس مقام پر توجہ اور توجہ کرنے والا، جس کی طرف توجہ کی جائے، اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے چنانچہ اگرچہ اس مقام کا پانے والا حُجّت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ "اخفیٰ" اور "انا" کے درمیان کوئی واسطہ نہیں رہتا، جو حجاب بن سکے، لیکن ذاتِ پاک کے ساتھ لطیفہ اخفیٰ کا تعلق ہونے کی وجہ سے اس سے مراد "انا" ہے اور چونکہ سالک کا مقصود نُورِ اخفیٰ ہوتا ہے اور اگرچہ وہ ذات پاک سے بے حجابی کا تعلق رکھتا ہے، اس نئے سالک کی توجہ ابھی باقی رہتی ہے، خواہ وہ توجہ بے کیف اور معدوم ہی کیوں نہ ہو۔ اس مقام پر نفسِ معلوم کی بدولت معلوم شدہ کیفیت، غیر معلوم بن جاتی ہے، اور اس حیثیت کو حیثیت مجہولہ کہتے ہیں، کیونکہ اس کا حامل حقیقتِ مطلوبہ سے بے خبر ہوتا ہے اور یہ بے خبری سابقہ علم کی نسبت ہزاروں درجے ترقی پر ہوتی ہے۔ اگر اس کے بعد نفضل ہو جائے، تو پھر ناظر، اخفیٰ ہوتا ہے اور منظور، ذات الٰہی ہوتی ہے چنانچہ فی الاخفیٰ اسی معنی کی خبر دیتا ہے۔ اس مقام پر توجہ کی بُو نہیں رہتی۔ اور یہ دونوں مقامات

ایسے ہیں کہ اگر توجہ کی بجائے علم اللہ مل جائے، تو وہ انبیاء کی ولایت کے کمالات کا مالک بن جائے اور اگر "علم اللہ" کی بجائے "ایمان باللہ" مل جائے تو وہ انبیا کی نبوت کے اصل کمالات کا مالک بن جائے اور یہ قسمت کی بات ہے کہ کس کو مل جائے آخری دو مرتبوں کا ذکر ہم نے اشارتاً کیا ہے، ان تک پہنچنے والا سمجھ جائے گا۔ منقلد کے لیے بھی چند حرف کافی ہیں۔ السلام علیکم وعلی من لدیکم (تم پر سلام اور تمہارے ہم نشینوں پر بھی سلام)

مکتوب : ۵

سید عبدالرشید جہاں آبادیؒ کے خط کے جواب میں۔

شروع خدا کے نام پر جس کا کوئی شریک نہیں، جس کی صفات میں کوئی تنازع یا اختلاف نہیں اور جس کی کوئی صفت اس کی کسی دوسری صفت کے مخالف نہیں سب تعریف اسی کو سزاوار ہے جس نے اپنے فضل سے عبدالرشید کو الوابِ مکتوبات کے حالات سے معانی اور اشارات کی خبر دینے والا بنایا۔ ہم بھی ان کی متابعت میں اس امر کی تفصیل بیان کرتے ہیں، جو بہت ہی اہم ہے اور اپنی بات کرنے سے پہلے طوالت سے بچ کر اللہ پاک کی مختصر طور پر حمد کرتے ہیں، جس کی صفات کی کوئی ضد نہیں اور جس کی کوئی صفت ایک دوسری کی ضد نہیں۔ اگرچہ اس کی صفات میں جلال بھی ہے اور جمال بھی، لیکن ان صفات میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ یہ دونوں صفات نقصان کا تقاضا کرتی ہیں، لیکن وہاں کوئی نقصان نہیں حمد وصلوٰۃ اور دعوات و تسلیمات کے بعد مکرمی و مشفقی کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے نوازش نامے کے وصول ہونے سے فقیر پُر تقصیر عبدالنبیؒ سرفراز ہو گیا اور جو کچھ آپ کے مہربان قلم نے معانی و اشارات کی صورت میں لکھا تھا، اس کے مطالعہ سے شرحِ صدر حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے نصائح اور ہدایا سے اس عاجز کی رہنمائی کی۔ اس کا شکریہ کس طرح بیان کروں کہ قلم ایسا کرنے سے

قاصر ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کو حور و قصور سے معمور جنت الفردوس کی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مرتبہ کی تربیت عطا کرے اور تنومند کرکے ایسی الفت پیدا کرے کہ حور و قصور سے صرف نظر کرکے ہماری توجہ اس جنت کی طرف مبذول کرائے، جس میں حور و قصور نہیں اور جس میں اللہ تعالیٰ اپنی تجلّی سے ہنستے نظر آتے ہیں جیساکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللہ کے پاس ایک جنت ہے جس میں کوئی حور نہیں، کوئی قصر و محل نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی تجلّی کے ساتھ ہنستے ہیں۔ اس ہنسنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں ہنسنا خطا ہے۔ جب پہلے مقام پر حور و قصور کا ذکر ہوا تو اس میں وصل پوشیدہ ہے اور استعدادِ عالی کو اس سے تسلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ حجاب ہے در حجاب محبوب سے الگ ہوتا ہے اور خدا سے پوری اُمید ہے کہ وہ اس مرحلہ سے گزار کر بے پردہ توجہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ پرے سے پرے بلکہ اور پرے سے پرے ہے اور اس وصل کو وصلِ عُریاں کہتے ہیں اور اس مقام پر اگرچہ بیرونی غلبہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن وہ توجہ جو آخری حجاب ہوتی ہے، باقی رہتی ہے اور یہ تربیت دونوں مقامات پر اسمِ دلیل کے ظہور کے وصل سے ہوتی ہے اور اس کا پھل علمِ لُدنّی، خدادادِ علم، کا سایہ ہے اور یہاں مدد کرنے والا جذبہ ہے۔ اس لیے ہر اہلِ صفا پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے اُمید رکھے کہ وہ اپنے اسم 'ہادی' کے ظہور کے طفیل ہمارے باطن میں علم لُدنی کے سایہ کی بجائے علم لدّنی اصلی ظاہر کردے تاکہ اس کی بدولت توجہ منقطع ہو جائے۔ پس جان لیجیے کہ وصل جسے وصلِ تلبیس (پردہ دار) کہا جاتا ہے وہ ولایت کی ابتدا میں ہوتا ہے، اور اس ولایت کے وسط کو بعض کے نزدیک ولایتِ صُغریٰ اور بعض کے نزدیک ولایتِ اولیا کہتے ہیں اور وہ وصل جس کو ہم نے وصلِ عُریاں لکھا ہے وہ اس ولایت کے آخر میں ہوتا ہے اور شروع میں توحید وجُودی حاصل ہوتی ہے اور بعد میں توحید شہودی اور وہ وصلِ ظلّی اور تصرّفِ خیال کی انتہا ہے۔ اور اس کے بعد وصلِ ظلّی کا کوئی دخل نہیں رہتا۔ بلکہ ان

دونوں مرتبوں کے بعد وصل منقطع ہو جاتا ہے اور فصل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس ولایت کو ولایتِ اخص اور ولایتِ ملاء الاعلیٰ اور بعض مشائخ کے نزدیک ولایت العلیا کہا جاتا ہے اور اس سے توجہ کٹ جاتی ہے لیکن معدوم نہیں ہوتی، بلکہ وجود اور عدم کے درمیان مشتبہ رہتی ہے ترقی کرنے والے بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس اشتباہ کے دور کرنے کی دعا کرے۔ یہ حالت توجہ کے معدوم ہونے پر موقوف ہے یہ کیفیت اصلی علم لدنی کے ظہور سے پائی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالے کے فیضِ عام سے ہے، جو ازلی اور قدیمی صفات سے متصف ہے، جس کی ذات وصفات سے کوئی مطلع نہیں ہوتا سوائے اس کے، جسے اللہ تعالے اصلی علمِ لدنی سے سرفراز فرمائے اور اس وصل میں حجاب کا کوئی تتمہ اور کوئی فاصلہ نہیں ہوتا اور اس میں ان روشن اور حقیقی اشیاء کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اور کوئی شے خفیہ نہیں ہوتی۔ اور یہ جان لینا چاہیے کہ یہ آخری بلند مرتبہ خلوالمتخیلہ اور تخلیص السرّی کہلاتا ہے۔ اس میں کوئی حجاب، فاصلہ، نسبت اور اشارہ بطرفِ مطلوب نہیں رہتا۔ اس کے تین مرتبے ہیں۔ اس کی ابتدا کو علمِ حضوری کا مرتبہ، اس کے وسط کو حضور علم کا مرتبہ، اور اس کی انتہا کو حضور در حضور کا مرتبہ کہتے ہیں اور اس مرتبہ سے اہل قبور بھی واقف نہیں۔ حالانکہ وہ حور و قصور کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہے ہوتے ہیں اور ان تینوں مرتبوں کی تحقیق نہایت مشکل اور پیچ در پیچ ہے۔ اس کی تشریح کاغذ کے صفحہ پر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اسی مختصر پر اکتفا کیجیے، اس ولایت کو انبیائے بزرگ کی ولایت کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ولایت کبریٰ ہے۔

اس مرتبہ کے بعد انبیائے کرام کی نبوت ہے اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان کوئی فرق نہیں، سوائے تفصیل اور اجمال کے۔ کیونکہ پہلے وصلِ اصلی وعلمی میں حقیقتِ قدیم کی صفات کا تفصیل سے ذکر ہوتا ہے اور دوسرے وصل میں ایقانِ اصلی اور ایمانِ قلبی کی طرف علم کا عروج ہوتا ہے اور یہ تمام کمالات سے مزیّن ذات سے وصل ہے اور یہ

اجمال ہے. جو ایک بحرِ عظیم ہے، جس کی بے شمار تفصیلات ہیں اس اجمال و تفصیل کو اُس اجمال و تفصیل پر قیاس نہیں کرنا چاہیے، جو نچلے مرتبوں میں پائے جاتے ہیں، کیونکہ ان میں تشبیہات، حجابات، تلبیس اور غلطیاں بھی ہیں۔ یہ دونوں مرتبے، یعنی ولایتِ انبیا اور ان کی نبوّت، انہی تک مخصوص ہے، اللہ تعالٰے نے یہ مقرّر کر دیا ہے کہ ان کے بعض کمالات ان کے بعض اولیا پر، پیروی اور متابعت کی بدولت مکمّل اور حقیقی طور پر، محض تشبیہ اور سایے کے طور پر نہیں، ظاہر کیے جائیں اور یہ اللہ کا فضل عظیم ہے۔ جسے چاہے اسے دیتا ہے یہ خوش بختی کی بات ہے۔ دیکھیں کس تک پہنچتی ہے۔ ان دونوں بلند مرتبوں میں خیال و جذبہ کی بُو تک نہیں ہوتی. بلکہ ان میں توجّہ، اللہ تعالٰے کی طرف سے پسندیدگی اور برگزیدگی ہے۔

مکتُوب : ۶

یہ مکتُوب اُس حدیثِ قدسی کی تحقیق میں ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں۔ چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں۔"

اللہ تعالٰے اپنی تمام صفات شانوں اور اُن کے تقاضوں کے مطابق واحد حقیقی ہے اور عین وحدت و توحید میں اس کی تمام صفات، شانیں، اور ان کے تقاضے مجمل و مفصّل اسی کو معلوم اور محقّق ہیں اور اُن کے ظہور کے مختلف مراتب میں پابند ہونے کے بارے میں وہ مکمل طور پر بے نیاز ہے جیسا کہ میرے ایک عزیز نے کہا ہے ؎

ہر شان و صفت کہ ہستی حق دارد   در خود ہم معلوم و محقق دارد

(اللہ تعالٰے کی ذات جو شان و صفت رکھتی ہے، اسے اپنے طور پر پُوری طرح معلوم ہے)۔

وہ پابندیوں کے بارے میں آپ اپنا محتاج ہے اور ان کے دیکھنے سے بالکل بے نیاز ہے۔ چنانچہ کتابوں میں یہ جو خزانۂ پوشیدہ کا ذکر ہے، تو یہ پوشیدگی دراصل پوشیدگیِ عرفی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی کمال ذاتی اور صفاتی بے نیازی کے باوجود اُسے اپنی صفات اور ان کے تقاضوں کا ظہور پسند آیا، جیسا کہ اس نے فرمایا "میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں" اور چونکہ وحدتِ حقیقی کا مرتبہ صفات و ملزومات کے تمام مراتب کا جامع ہے، اس لیے وہ غیبِ حقیقی کے مرتبے میں اپنی جامعیت کے ساتھ ظاہر ہے، اور اس کی محبت کے تقاضے سے اس کی تمام صفات و ملزومات کے ظہور کا مرتبہ ایسا ہے کہ اسے "غیب الغیب" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ پہلے اجمالی طور پر شہود کے مرتبے پر اور دوسرے تفصیلی طور پر، کہ کہا "پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ جانا جاؤں" چنانچہ اپنی حکمتِ کاملہ سے اس "غیب الغیب" کے جامع مرتبے کو شہود کی جامعیت سے ظاہر کیا۔ چونکہ وحدتِ حقیقی اپنی تمام ذاتی صفات کے ساتھ اَزل سے ظاہر اور شہود کی قید سے پاک ہے، اسلئے عینِ شہود کے عالم میں بھی ظاہر و حادث ہونے کی قید سے آزاد ہے۔ یہ صرف کہنے کے لیے ہے، جیسا کہ فرمایا "صرف اللہ تھا اس کے ساتھ اور کوئی شے نہیں تھی اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے، جیسا کہ پہلے تھا" جس طرح وہ پہلے کسی قید کے بغیر ظاہر تھا، اسی طرح وہ اب بھی اپنے ظہور سے ظاہر ہے۔ کوئی حلول، کوئی اتصال، کوئی قید اور کوئی فصل نہیں۔ اور صاحبِ بصیرت اپنی آنکھوں سے مطلق غیب کو اُسی طرح دیکھ سکتا ہے، جس طرح دنیا کے ظہور کے بعد۔ اور اس کے سامنے کوئی پردہ نہیں۔ اس پہلے دیکھنے کے مرتبہ کو شہودِ اوّل کا نام دیا جاتا ہے اور شہودِ اوّل کا یہ مرتبہ ذات کے ظہور کے ضمن میں اسمائے جامعہ اور صفاتِ حقیقی کی بدولت ہر اسم، صفت اور اس کے ملزومات کو اپنے اندر شامل رکھتا ہے، خواہ انسان اور فرشتے کے حقائق ہوں اور خواہ جو کچھ زمین و آسماں میں اور ان کے اندر ہے، اور چونکہ شہودِ اوّل کے مرتبہ میں انسانی صفات

کے انوار دوسری تمام مخلوقات کے انوار سے افضل ہیں، اور انبیا حضرات کے انوار تمام انسانوں کے انوار پر محیط اور عالی ہیں، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس حدیثِ قدسی کے مطابق "اگر تو نہ ہوتا، تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا" تمام کائنات کے سرتاج اور حاصلِ موجودات ہیں، کا نور تمام انبیا (سب پر سلام و درود) کے نور سے زیادہ افضل، کامل، قابل اطاعت اور ظاہر ہے، وہ شہودِ اول کے مرتبہ میں واجب الاطاعت ہیں، کیونکہ آنحضرت کا نور مرتبہ اول کے غیبِ مطلق اور وحدتِ حقیقی اپنی تمام صفاتِ ذاتی کے ساتھ ظاہر و موجود ہے اور صفات کے ملزومات جو غیب الغیب ہیں اور ذاتی پوشیدگی کا درجہ رکھتے ہیں، اس لیے نورِ محمدی جو اللہ تعالےٰ کی شان کا مظہر جامع ہے شہودِ اول کے مرتبہ میں خارجی طور پر ظاہر و موجود ہوا اور دوسرے تمام مراتب شہودہ اس شہودِ اول کے مرتبہ میں مخفی اور پوشیدہ ہیں چنانچہ ثابت ہو گیا کہ اگر شہودِ اول کے مرتبہ کو مجموعی طور پر نورِ محمدی کا مرتبہ کہیں تو مناسب ہے اور جب شہودِ اول کے مرتبہ کی جامعیت کی حقیقت "جو نورِ محمدی ہے" بیان ہو گئی، تو اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس کے مفصل مراتب کو بیان کیا جانا چاہیے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ کے نور میں سے ہوں اور تمام عالم میرے نور سے ہے"، اگرچہ حکمتِ بالغہ سے نورِ محمدی کے ضمن میں کہ اسے شہودِ اول کہتے ہیں، اسماء صفاتِ حسنہ کے تقاضوں کے انوار کو مخلوق فرمایا گیا اور ہر فرد کے نور کو روحانی اور جسمانی ظہور کا مقتضیٰ قرار دیا۔ لیکن چونکہ تخلیق سے مقصود اللہ تعالےٰ کی معرفت کا ظہور تھا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "تاکہ میں جانا جاؤں"، اس لیے معرفت کا ظہور معرفت کے نور کے ظہور کے بغیر اور ہر فرد کے نور کے ظہور کے بغیر ایک دوسرے سے روحانی اور جسمانی طور پر اجمال کے مرتبے سے حاصل نہیں ہوتا اور تمام توابع کا ظہور تمیزی، اولیں واجب الاطاعت کے ظہور پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے، موقوف ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے نور میں دو قابلیتیں ہیں یعنی ایک روحانی ظہور کے مقتضی کی قابلیت اور دوسری جسمانی ظہور کے مقتضی کی قابلیت۔ پہلی قابلیت کے تقاضے کے مطابق کہ ظہور روحانی کی مقتضی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اعظم کی بدولت تمام ارواح، مرتبہ خارج میں پیدا ہوئیں اور تمام انسانوں کی ارواح کو مراتب کی تفصیل سے درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لیے نام دے کر روح اعظم سے جو اُمّ الارواح ہے، ظاہر کیا' اور پردۂ پوشیدگی سے رہائی دی۔ دوسری قابلیّت کے تقاضے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نور سے جو جسمانی ظہور کی مقتضی ہے، آنحضرت کے اصلی بدنِ مبارک کو کہ تمام عناصر کے مراتب کا اجمال ہے عرش کے اُوپر پیدا کیا گیا، اور وہاں سے عناصر کے مراتب کے اجمال کو عرش کے نیچے رکھا گیا، اور وہاں سے مناسب ترتیب کے ساتھ عناصرِ مفصّل کو آسمانِ دنیا پر بھیجا گیا اور ان تمام عناصر کو اجسامِ مُفصّلہ کا سرچشمہ قرار دیا گیا اور "عالم میرے نور سے ہے" کا مطلب یہی ہے لیکن ارواح و عناصر کی تمیز شدہ کثرت کے باوجود اصل مقصد یعنی معرفت ابھی میسّر نہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ (اللہ ان کی روح کو پاک کرے) کا قول ہے کہ رُوح اپنی پیدائش کے وقت خدا سے بیگانہ تھی لیکن اس بیگانگی کو پہچانتی نہیں تھی کیونکہ شناخت اور پہچان شہود سے پیدا ہوتی ہے اور شہود وُجود کے منافی ہے۔[1] یہی وجہ ہے کہ رُوح نے جو اپنی لطافت کے باوجود اپنے وُجود کا احساس رکھتی ہے، اور ماسوا کو فراموش کرنا جسمانی تعلق پر موقوف ہے، اپنی تخلیق کے اصل مقصود کے حصول کے لیے اور رضائے خداوندی کی خاطر جسم کی ظلماتِ میں داخل ہونا گوارا کیا۔ لیکن چونکہ اس ظُلماتِ

---

[1] اہل تصوّف کے ہاں مجاہدہ و مشاہدہ سے یہ بات طے شدہ ہے کہ روح عالمِ ارواح میں فرشتوں کی طرح تھی، اور فنا کی نسبت سے منسوب نہ تھی، کہ وہ تلاش کرتی۔ پس اسے سمجھئے۔

جسمانی سے نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہورِ واجب الاطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے اللہ تعالےٰ نے سرورِ کائنات کے ظہور کے تمام مقدمات کو اول و آخر کے مراتب کی ترتیب سے ہر امت میں ظاہر کیا اور ان کی محبت کی برکت سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق بعض انبیا نے درجۂ کمال کو پہنچ کر معرفت حاصل کی، لیکن چونکہ معرفت کا حصول واجب الاطاعت کے نُور کی پیروی کرنے سے ہے، ہر امت کے لوگوں نے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق اپنے اپنے واجب الاطاعت کی پیروی سے معرفت کا کچھ حصّہ حاصل کیا۔ اور مکمّل معرفت جو حضرت سرورِ کائنات کے ظہورِ جامع پر دار و مدار رکھتی ہے، آنحضرت کے ظہور کے بعد اس امت کے ہر فرد کو اس کی استعداد کے مطابق مرحمت فرمائی اور قیامت تک اُمید ہے کہ معرفت کے کمال کی انتہا جو خدائے لم یزل کو محبوب ہے، اس اُمّت کے خاتمے پر ختم کی جائے گی یہی وجہ ہے کہ قرآن کی موجودگی سے تمام گزشتہ الہامی کتابیں منسوخ ہو گئیں، اور قرآن خود ہر قسم کے نسخ سے محفوظ رہا ہے۔ اے اللہ میرے لیے معرفت اُسی طرح آسان کر دے جس طرح تو نے ہمارے نبیؐ پر کی تھی، اور ہمارا خاتمہ ایمان اور اسلام پر فرما۔ اے لوگو! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجو، جیسا کہ ان کی شان کے شایاں ہے۔

مکتوب: ۷ (الف) سوال

شیخ سعید ساکن تہارہ کے بعض سوالات کی تحقیق ہیں۔

سُوال۔ نحمدہٗ ونصلّی علی النّبی الکریم۔ حقائق و معارف کی پناہ اور بزرگی و کمالات کی بارگاہ حضرت شاہ عبدالنبی جیو کی خدمت میں خداوند تعالےٰ انہیں سلامت رکھے، وہ فقر کی مسند پر متمکن رہیں اور اہلِ دنیا کو فیض پہنچاتے رہیں۔ از طرف فقیر محمد سعید۔ سلام مسنونہ کے بعد عرض ہے کہ آپ کی بزرگی کے اوصاف، اور حقائق و معارف

کے کمالات بعض لوگوں کی زبانی سُنے، اس وجہ سے آپ سے ملاقات کا شوق بے حد وانتہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے کوئی ایسا ذریعہ پیدا کر دے، کہ یہ دُوری کا حجاب اور مہاجرت کا پردہ اٹھ جائے اور آپ کی زیارتِ پُرمسرّت حاصل ہو۔ بعد ازاں آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ چند سوالات کے جوابات ضمیرِ پُرتاثیر سے مل جائیں تو اس فقیر کی تسلی ہو جائے۔ **پہلا سوال**: تمام درویش اس دنیا (عالم ناسُوت) کی بات تو کرتے ہیں، لیکن کسی نے اس کی حقیقت کو اتنا مفصّل بیان نہیں کیا یعنی کہ اس کی ابتدا کیا ہے؟ اس کی انتہا کیا ہے؟ جس سے بات پُوری طرح سمجھ میں آجائے۔ **دُوسرا سوال**: رُوح کے ذکر کی کیفیت کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ زبان کا ذکر اس کی سخت آواز ہے، دِل کا ذکر اس کا اندیشہ ہے اور رُوح کا ذکر اس کی راحت ہے۔ اس کا مقام کہاں ہے؟ اور اس کا ذکر کیا ہے؟ **تیسرا سوال**: درویش کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہے جہاں نہ کوئی عاشق رہتا ہے، نہ معشوق۔ وہ مرتبہ کونسا ہے؟ اور دونوں کس طرح محو اور ختم ہو جائیں گے؟ **چوتھا سوال**: حضرت رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ربّ کو معراج کی رات ایک بے ریش لڑکے کی صورت میں دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو معراج کی رات عورت کی شکل میں دیکھا۔ بے ریش لڑکے اور عورت کا کیا مطلب ہے؟ امید ہے کہ آپ براہِ کرم دُرست جواب سے ممنون فرمائیں گے۔

مکتُوب: ۷ (ب) جواب

سیّد محمّد سعید کے مذکورہ بالا سوالات کے جواب ہیں۔

باسمہٖ۔ تمام عظمت اور بزرگی خدا کے لیے ہے اور جتنی عظمت کا خیال دل میں آئے، اللہ تعالےٰ اس سے بہت آگے ہے۔ چنانچہ جب تُم نے یہ بات جان لی، تو سمجھ لو کہ

جو کچھ تمہارے دل میں آئے گا۔ وہ عالم ناسُوت سے ہے، اور جب اس سے تجھے چھٹکارا حاصل ہو جائے، اور جب تیری قوّتِ متخیلہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے سوا ہر شے سے خالی ہو جائے، تو پھر وہاں رب کی شان ہوتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص ناسُوت میں پھنسا ہوا ہے، اس پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے۔ عاشق و معشوق میں نقطۂ وحدت سے تعلق رکھنے کے بعد کثرت ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ علم، جو ان دونوں میں تمیز کر سکتا ہے، وہ حقیقت مطلوبہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ اس لیے اس سالک پر واجب ہو گیا کہ وہ اس مقام سے اللہ تعالےٰ کی طرف ترقّی کی دعا کرے، تاکہ وہ حقیقی مومن بن جائے۔ پس جان لیا جائے کہ یہ ناسُوت کا مقام ہے، جس کی تحقیق کلام کے شروُع میں ہو چکی ہے اور یہ سب قلب کا کمال ہے، جس کا ذکر مقامِ روح کے نیچے ہے اور جب قلب کے مقام میں وسوسہ اور اندیشہ پیدا ہو، تو یہ مقام سالک کے ٹھہرنے کے لیے نہیں، بلکہ اُسے اس سے آگے بڑھ جانا اور کمالِ روح سے مل جانے چاہیے اور وہاں ربّ کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ مقامِ راحت ہے، جو ایک طویل ذہنی سفر طے کرنے کے بعد ملتا ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ مقامِ ناسُوت میں متوسّط سالک کے لیے مختلف صورتوں میں تجلیّات ہوتی ہیں، جو بعض اوقات انسان کی صورت میں خواہ مرد یا عورت، کبھی گھوڑے کی شکل میں بھی اور کبھی اس دنیا کی دوسری مختلف صورتوں میں پھرتی ہیں اور ناسُوت کا لفظ الناس (انسان) سے نکلا ہوا ہے، اور انسان کی بزرگی کی وجہ سے اس ساری دنیا کو عالم ناسُوت کہتے ہیں اور چونکہ انبیا کی شان، قوّتِ متخیلہ اور متصورہ سے بلند ہوتی ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالےٰ کو ایسی صورت کے لباس میں دیکھیں۔ اس لیے ہم پر واجب ہے کہ رب کے نام کو جبرئیلؑ سے منسوب کریں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف کی حکایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا

کہ میرے رب نے میرے لیے کیا عمدہ ٹھکانا بنایا۔ اور بعض مفسرین نے ایسے مقامات کی تحقیق میں کہا ہے کہ ایسے الفاظ متشابہات میں سے ہیں۔ ان پر ایمان لانا چاہیے، لیکن ان کا کھوج نہیں لگانا چاہیے۔

مکتوب : ۸ (الف) سوال

حضرت میر علیم اللہ کی طرف سے، جو ظاہری و باطنی کمالات رکھتے ہیں تخلیقِ عالم کے بارے میں استفسار۔ کہو، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، اور سلام اُس کے منتخب بندوں پر۔ فقیر علیم اللہ کی طرف سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ تخلیقِ عالم کے بارے میں بزرگ مجتہدین اور صوفیائے کرام کے بیانات میں بظاہر تضاد پایا جاتا ہے، اس لیے کہ بزرگ مجتہد اس دنیا کی پیدائش عدم سے جانتے ہیں۔ اور صُوفیائے کرام نُور سے سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ اپنی اپنی تائید میں کتاب و سنّت سے دلیل پیش کرتے ہیں اور یہ دونوں گروہ دین کے سرخیل ہیں۔ لیکن ان کے اقوال میں تضاد ہونے کی وجہ سے کسی ایک قول کو قبول کرنا مشکل ہے، کیونکہ ایک کی بات کا اقرار کرنے کا مطلب، دوسرے کی بات کا انکار کرنا ہے۔ لیکن محقّق دونوں اقوال میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے تخلیقِ عالم کو منفی صفات کے نُورِ خاص سے جانتا ہے جو عدم اور وجود سے مخلُوط ہے۔ ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک، دونوں مذکورہ ارکان، یعنی عدم اور وجود سے ثابت ہے۔

نکتہ :

واجب الوجود کا وجُود اسی طرح ہے جس طرح حق تعالےٰ کی ذات کا وجُود صفات کے ساتھ، اور عدم مانعِ وجود ہے، اور اللہ تعالےٰ سے شریک کی مانند ہے۔ اور اِن دونوں کے درمیان برزخ ہے، جسے ممکن الوجود عدم اور ممکن العدم وجُود قرار دیتے ہیں۔ اور تخلیقِ عالم کو ممکن الوجود عدم سے محال نہیں سمجھتے۔ اسی طرح ممکن العدم

وجود سے اس کی عدمیت کو ناممکن نہیں سمجھتے اور منفی صفات مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیٔ (اس کی طرح کوئی اور شے نہیں) اور لم یَلِدْ ولم یُوْلَدْ (نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس کو جنا) اور لا شریك لهٗ (اس کا کوئی شریک نہیں) وغیرہ وغیرہ، اور مذکورہ صفات کے وجود کو جو عدم و وجود سے ملا جلا ہے، نور کے علاوہ نہیں مانتے۔ جیسا کہ حضرت جیو قدس سرہٗ نے ایک رباعی میں فرمایا ہے :- رباعی

نُوراست وجُود، عینِ نُوراست وجُود!

ظاہرِ علمی مقتضیاتِ وجُود!

وجہی مخفی کر بود حیث العرفاں

اظہر شدہ با ظہورِ عرفان بشہود!

ترجمہ :- وجُود نُور ہے۔ اور نُور وجُود کا عین ہے۔ وجُود کے تقاضوں سے علم کا ظہور ہوتا ہے۔ عرفان کے حساب سے ایک رُخ پوشیدہ رہتا ہے۔ اور وہ عرفاں کے ظہور سے شہود میں ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ محققّین کے نزدیک ذات و صفات میں سے کوئی شے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول دلیل ہے " ادراک، اور اک کو سمجھنے سے قاصر ہے"۔ اس مرتبہ کو علم الیقین اور علمِ حضوری مانا جاتا ہے۔ اور جب سالک اس مرتبہ سے بلند ہو جاتا ہے، تو اس علم کو حق تعالےٰ کا علم جان کر اپنے آپ کو اس علم سے حاضر محسوس کرتا ہے اس مرتبہ کو عین الیقین اور حضوریِ علم سمجھتا ہے اور جب اس مرتبہ سے بھی بلند ہوتا ہے، تو اس علم کو حق تعالےٰ کی ذات کے سوا نہیں سمجھتا۔ اس مقام پر اللہ کی صفات لَاغیرہٗ ولاعینہٗ (اس کے سوا اور اس کی مثل کوئی نہیں) کے معانی واضح ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ کو حق الیقین اور

حضور ہی حضور گنا جاتا ہے۔ مزید برآں چونکہ بزرگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفاتِ "لا غَیْرُہٗ ولا عَیْنُہٗ" کو ذات کے ساتھ صفات مقرّر کر کے واجب الوجود کے واحد مرتبہ سے الگ نہیں گنا جاتا، اور چونکہ حق تعالیٰ خود بخود قائم ہے اور اس کی ذات کے ساتھ اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں۔ اس لیے اس کا کوئی مثیل نہیں اور لا غَیْرُہٗ ولا عَیْنُہٗ"، کی یہی نسبت اس کی تمام صفات کے ساتھ لازم ہے۔ اس لیے اس کی منفی صفات (کہ اس سا کوئی نہیں)، اور مُثبت صفات کے درمیان یہی نسبت جان کر اس کی مثبت صفات کر اس کی منفی صفات سمجھتے ہیں اور اس کی ہر مثبت اور منفی صفت اس مقام پر غیریت کی وجہ سے ظاہر ہے اور ممکن الوجود جو منفی نُور کی بدولت کہ عدم اور وجود سے مخلوط ہے، غیریت کی ان دو وُجوہ سے مخلوق ہے یعنی نہ وہ واجب الوجود کے مرتبہ پر ہے اور نہ قیام کے مرتبہ پر، کیونکہ وہ خود بخود قائم ہے اور شریک، اللہ تعالیٰ کی صفات کے برخلاف اگرچہ خود بخود قائم نہیں، لیکن واجب الوجود کے مرتبہ میں شریک ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ممکن الوجود ہر حالت میں ذات وصفات سے الگ ہوتا ہے، اور جو لوگ تمام وجوہ سے یا کسی وجہ سے عَینّیت کے قائل ہیں، واضح غلطی سے منسوب کیے جاتے ہیں اور اللہ ہی جانتا ہے کہ اُس کی شان کے امور کیا کیا ہیں اور وہی ہدایت دینے والا ہے۔ چونکہ منفی صفات کا نُور عدم و وجود سے مخلوط ہے، اس لیے بزرگ مجتہد اور صوفیائے کرام تخلیقِ عالم کے سلسلے میں عدم و وجود دونوں کے قائل ہیں۔ اور چونکہ ذات اور اس کی مُثبت صفات دونوں مثبت ہیں، اس لیے مثبت صفات اس کی ذات کے زیادہ قریب ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کو مثبت صفات سے پکارا جاتا ہے۔ اور مفعُول و مخلُوق کے مرتبہ میں فاعل و خالق کی ممکنات، منفی صفات کے برخلاف پُوری طرح ظاہر ہیں۔ کیونکہ منفی صفات کی ذاتِ ممکن سے قربت ہے۔ وہ عدم و وجود سے مخلوط ہیں۔ لہٰذا مفعول و مخلوق کی ذاتِ ممکن منفی صفات

کے خاص نُور کی بدولت ثابت ہے۔

عطیہ:

غیریت کے تمام پہلوؤں کے حساب سے ممکن کا مرتبہ، منفی صفات کے نُور کے مرتبے سے کہ اُسکے نور سے وہ مخلُوق ہے، وہی تعلق رکھتا ہے، جو متکلّم کی باتوں کی آوازیں کہ وہ آناً فاناً عدم و وجود میں ہوتی ہیں۔ متکلّم اور کلام سے ان آوازوں کو مَوت کی سی نسبت ہے۔

عطیہ:

واضح ہو کہ خالق، جس طرح مخلوقات کی تخلیق سے پہلے، تخلیق کے وقت اور تخلیق کے بعد باقی ہے اور مخلوقات اپنے خالق کی عینیّت کے بغیر یا غیریت کے باوجود آناً فاناً فنا پذیر اور ہلاکت پذیر ہیں، اسی طرح متکلّم بھی کلام سے پہلے۔ کلام کے وقت اور کلام کے بعد، ثابت و قائم ہے اور اس کا کلام عینیّت کے بغیر اور غیریت کے باوجُود فنا پذیر اور ہلاکت پذیر ہے۔ نیز اس پر اللہ تعالیٰ کا کلام شاہد ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (اس کی ذات کے سوا ہر شئے ہلاک ہو جانے والی ہے) اور كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (ہر شئے فانی ہے) اس لیے کہ ہلاک اور فانی دونوں دوام کا مفہوم رکھتے ہیں۔ یعنی بلا قیدِ زمانہ اس کے لیے ہلاکت اور فنا ہے۔

مکتوب ۸۰ (ب) جواب

متقی دستیدی سید علیم اللہؒ کے نام، جو حضرت پیر دستگیرؒ کے خلیفہ ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق میں کہ تخلیقِ عالم عدم سے ہے، یا نُور سے اور اس بیان میں کہ تخلیقِ عالم مثبت صفات سے انتساب رکھتی ہے، یا منفی صفات سے۔

اوّل و آخر، ظاہر و باطن تمام تعریف صرف اللہ کے لیے ہے۔ حضرت میران جیوؒ کے آستانِ سیادت پناہ کے کمترین خادم کی طرف سے نیازمندانہ سلام کے بعد عرض

ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی آپ کی مُلاقات کا شوق تھا، لیکن ان چند صفحات کے مطالعہ نے، جو آپ نے تخلیقِ عالم کی تحقیق کے بارے میں لکھے ہیں، آپ کی کشش کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی ملاقات سے استفادہ کروں۔ لیکن یہ امر وقت پر موقوف ہے۔

آپ کی تحریر کے مطالعہ سے چند شبہات جو اس خاکسار کے دل میں پیدا ہوئے ہیں، وہ پیشِ خدمت ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ ان کی تفصیل فرمائیں گے۔ آپ کے علمِ مبارک میں ہے کہ محققین کے نزدیک اشیاء کی حقیقت سات[1] صفات کے متعلقات سے وابستہ ہے۔ مثلاً معلُوماتِ علم کے متعلق، مقدوراتِ قدرت کے متعلق اور مرادوں کے ارادے کے متعلق، اور علےٰ ہذا القیاس۔ ان صفات اور ان کے متعلقات کا ظہور خود "لا" سے واقع ہوا ہے اور اشیاء کے وجود، صفات کے متعلقات سے عبارت ہَیں۔ جیسا کہ خلّاقی، رزّاقی وغیرہ اور آپ نے معرفت کی جو باتیں لکھی ہیں، ان سے معلُوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ عالم منفی صفات کی وجہ سے ہے، جو عدم و وجود سے مخلُوط ہیں۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مثبت صفات ذات کے قریب ہیں اور منفی صفات ممکن کے قریب اس مقام پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا: یہ کہ چونکہ آں جناب کی کوئی بات خلاف سنّتِ رسول نہیں، پھر یہ کہنا کہ منفی صفات عدم و وجُود مخلوط ہیں، کس بُنیاد پر ہَیں اور کس لیے ہیں، اور اگر بالغرض یہ مان بھی لیا جائے، تو بھی یہ عجیب بات ہے، کیونکہ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات وجُوب کا مرتبہ رکھتی ہیں اور عدم محض "لا شئے" ہے، تو پھر صفاتِ واجب، عدم کے ساتھ کس طرح اختلاط کر سکتی ہَیں؟ اور کیوں کر سکتی ہَیں؟ کیونکہ یہ سب امکان و اعتبار سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسرا: یہ کہ جس

---

[1] سات صفات، حیات، علم، قدرت، کلام، سمع، بصر اور ارادہ

طرح ذات کے ساتھ صفات کی معیت برابر ہے اسی طرح صفات تمام ممکنات کے ساتھ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کے ساتھ قریب یا اقرب کی نسبت کس طرح دی جا سکتی ہے؟ کیونکہ یہ مطلق ہیں، نیز اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں منفی صفات کے سوا کوئی مُثبت صفات موجود نہ ہوں۔ جیسا کہ سُننے، دیکھنے، جاننے اور رکھنے وغیرہ کی صفات ہیں اور اگر بالغرض یہ مان بھی لیا جائے کہ مخلوق کی صفات منفی صفات کی اُمّ الصفات (ماں) ہیں اور باقی تمام صفات ان کے ماتحت ہیں۔ کیونکہ اگر منفی صفات کا ظہور دوسری تمام صفات کے ظہور پر سبقت رکھتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس سبقت کی وجہ سے اپنے سوا، ہر قسم کے ظہور پر اس کو بالا دستی حاصل ہو گی۔ اور صورت یہ ہے کہ تمام اولیا اللہ کے نزدیک سات صفات اُمّ الصفات (تمام صفتوں کی ماں) ہیں، خواہ یہ وجوب کا مرتبہ ہو اور خواہ امکان کا مرتبہ۔ کیونکہ قابل اطاعت ہونے اور اطاعت کرنے کا اطلاق، صفاتِ واجب پر ان کے متعلقات کو دیکھنے سے ہوتا ہے نہ کہ خود ان پر۔ کیونکہ وہ سب تو اللہ تعالےٰ کی ذاتِ واحد کی قابلیتیں ہیں، کیونکہ یہ سب سمجھ میں آنے والی ہیں اور اُس مرتبہ میں ہمارے اِدراک کا کوئی مقام ہی نہیں۔ تیسرا یہ کہ منفی صفات مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ، لم یلد ولم یولد وغیرہ ذات کا نقصان پورا کرنے والی اور کسی دوسرے شریک کے وجود اور مثبت صفات کو مانع ہیں، جیسا کہ علم غیب و حاضر اس کے خالق، باری، اور مصوّر ہونے کا ظاہری مقتضیٰ مخلوق ہے۔ اگرچہ یہ بھی مخفی طور پر نقصان کو پورا کرنے اور شریک کے وجود کو منع کرنے والی ہیں۔ اس لیے اس لحاظ سے زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق عالم کا سبب مثبت صفات کے نور کو کہا جائے۔ اور یہ حقیقت کے لحاظ سے بھی درست ہے۔ کیونکہ پہلے پہل تمام وجوہ سے کہ اس سے پہلے موجود ہوں علم کے معلوم ہونے، قدرت کے اندازہ کرنے اور ارادے پا لینے کا استعمال اطلاقاً ہوا ہے، اور یہ سب ازل سے مقرر

شدہ وقت پر اعتبار کے مرتبہ پر مشہودات کی موجودگی کی متقاضی ہیں۔ اور یہ وقت کا مقرر ہونا بھی معلوم و مقدور کی شان رکھتا ہے۔ اور کُنتُ کنزاً مخفیاً (میں ایک مخفی خزانہ تھا) اسی مرتبہ کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ اور اس صورت کے لحاظ سے بھی کہ تخلیقِ عالم اپنی ہر حیثیت سے پابند ہے، خواہ ظاہر کرنے، خواہ ظاہر ہونے کی حیثیت سے۔ اور ایک دوسرے کی نسبت سے مظہریّت، تقدیرِ ازل کے حساب سے مقرّرہ اوقات پر پیدا کرنے اور موت دینے میں موجود تھی، موجود ہے، اور موجود رہے گی۔ یہ حالت ابد تک رہے گی۔ فخلقتُ الخلقَ لِاُعرف (میں نے مخلوق کو اس لیے پیدا کیا کہ پہچانا جاؤں) کا مقام اسی حیثیت سے ہے، اور اس کا ایک حاصل یہ بھی ہے کہ اس سے بزرگ مجتہدین اور صوفیائے کرام کے اقوال کا تضاد بھی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ موجودیت کے لیے اور ممکن الوجود عدم کے ظاہر ہونے کے لیے ایک ایسے نُور کی ضرورت ہے، جو ازلی اور ابدی ہو، اور وہ صفاتِ ذات کا نُور ہے کہ ازل ہی سے اس کے انوار کے کمالات دنیا کی ظاہر و مخفی موجودات پر حکم چلا رہے ہیں اور یہ دنیا تقیّد و حدوث کے مرتبے سے ایک قدم اِدھر اُدھر نہیں جا سکتی۔ سوائے عدم کے مرتبہ کے، اور جب تک ازل سے مقرّرہ وقت وجود میں نہ آ جائے، زندگی، موت اور دوسری صفات دنیا کے کسی ذرّے سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں، اور کوئی شے عدم سے وجود میں نہیں آتی۔ پس دنیا تقیّد، حدوث اور وجود کی مختلف حیثیتوں سے کہ انہی خصوصیات سے اس نے نام پایا ہے، عدم سے الگ ہے، اور معلومیت، مقدوریت اور مرادیت کی حیثیت سے نُورِ ازل و مطلق سے اس کا کوئی تضاد نہیں رہتا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کا مطلب پوری طرح واضح نہیں ہوا کہ کس قسم کا تضاد پیدا ہوتا ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو جس حقیقت سے آگاہی بخشی ہے، تحریر فرمائیں گے۔ تاکہ

ہم درماندہ لوگ سچّی سعادت حاصل کرسکیں۔ کیونکہ یہ بندۂ حقیر لکھنے کے معاملے میں اُمّی ہے، اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو درگزر کریں اور اصل بات کی طرف نگاہ رکھیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اجر دے گا۔ صَلَّی اللّٰہُ تعالےٰ عَلیٰ خَیرِ خَلقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ۔

مکتوب ۹: (الف) سوال

فضیلت مآب شیخ علی احمد سہارن پوری کی طرف سے بعض حقایق کے بارے میں چند سوالات۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے کے حبیب پر درود بھیجتے ہیں، عبدالصمد علی احمد کی طرف سے سلام۔ عرض ہے کہ ہردوار کے اس علاقے میں کُفّار کا ایک عبادت خانہ ہے۔ ہر سال ہر طرف سے ہندو یہاں جمع ہوتے ہیں۔ خاص طور پر بارہ سال کے بعد کفّار کا زبردست اجتماع ہوتا ہے اور عقل ان کی تعداد شمار کرنے سے عاجز ہے۔ جب اس معاملہ پر غور کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ اس عبادت خانے کے اندر بھی ایک حقیقت ہے، جس طرح کعبہ معظمہ جو اللہ تعالےٰ کے نام کا مظہر ہے، کے اندر ایک حقیقت ہے اور انسانوں کے دلوں کو جو مناسبتِ ازلی کے مطابق اس حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں، بے اختیار اپنی طرف کشش کرتی ہے، بلکہ ظاہر بیں نظروں میں وہ حقیقت اُسی ہیئتِ اجتماعی سے عبارت ہے، جس طرح کسی سلطنت کی حقیقت اس کے بادشاہ اور فوج سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہندو پُرخطر رستوں کے باوجود ہزاروں منزلیں مارتے، گرتے پڑتے یہاں آتے ہیں اور ایک مقرّرہ وقت پر دریائے گنگا کے کنارے اشنان کرتے ہیں۔ اس لیئے اِن دونوں عبادت گاہوں میں وہ فرق معلوم نہیں، جس کی وجہ سے

ایک کا برحق ہونا اور دوسرے کا باطل ہونا ثابت ہو. حافظ شیرازی نے کہا ہے ؎

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست

ہر جا کہ ہست، پرتو رُوئے حبیب ہست

ترجمہ، (خانقاہ اور شراب خانے کے عشق میں کوئی فرق نہیں۔ جو بھی جگہ ہے، وہاں دوست کے چہرے کا جلوہ ہے)

اگر ایک کو ہدایت دینے والے کا مظہر کہیں، اور دوسرے کو گمراہ کرنے والے کا مظہر کہیں، تو پھر کافی نہیں، کیونکہ ہدایت و گمراہی اضافی باتیں ہیں۔ اسی طرح جمال وجلال، اور سعادت و بدبختی بھی اس قسم کی چیزیں ہیں مثلاً لاہور جانے والے کی نسبت ہادی کی ہے اور دہلی جانے والے کی نسبت گمراہ کُن کی ہے، اور اس کے برعکس۔ اور یہ کہ اپنے ربّ کی نسبت سے جو بندہ شاہراہ پر ہے، وہ دوسرے کے رب کی نسبت گمراہ ہے اور کعبۂ معظمہ کی حقیقت کا روشن ہونا سب پر مشترک ہے. چنانچہ یہ حقیقت کسی پر کم، کسی پر زیادہ تجلّی ڈالتی ہے۔ چنانچہ اُس کی حقیقت بھی بعض پر کم اور بعض پر زیادہ پرتو ڈالتی ہے۔ بلکہ ہندوؤں کے کئی فقیر جو وحدت کے شہود سے واقف ہیں، راقم الحروف کے ساتھ بھی راہ و رسم رکھتے ہیں۔ قبلہ گاہی! آپ پر سلام ہو۔ دنیا کا کاروبار عجیب ہے، اللہ تعالےٰ کی ذات جہاں تک سمجھ میں آتی ہے، ورا الورا (پرے سے پرے) ہے۔ اور اُسے مخلوق سے کسی طرح کی کوئی نسبت نہیں۔ سوائے اس کے کہ خلق اللہ تعالےٰ کی مظہر ہے لیکن ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک (مٹی کو عالم پاک سے کیا نسبت)

اور خدا کی قسم کسی نے خوب کہا ہے ؎

کس ندانست کہ منزل گہِ معشوق کجاست

ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

ترجمہ (کسی کو معلوم نہیں کہ معشوق کی منزل کہاں ہے، بس اتنا ہے کہ گھنٹی کی آواز آ

رہی ہے)

حق تعالے کی صفات کے ناموں کی مختلف نشانوں اور حالتوں نے جو اعتبارات سے عبارت ہیں ہستی کے آئینوں میں روشنی ڈال کر اپنا ظہور کیا ہے اور اس ظہور کا نام عالم ہے۔ اور افرادِ عالم اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے متحد ہیں، لیکن مظہر کے تعین کے اعتبار سے ایک دوسرے کے برخلاف ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مخلوق اپنے رب کے حوالے سے ہدایت یافتہ ہے اور اپنے علم اور ارادے کے مطابق عمل کرتی ہے، جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے۔ مزید برآں یہ مشہور حدیث کہ "ہر شخص فطرتِ اسلامی پر ہے" کے مطابق ہے اور حدیثِ قدسی کے مطابق بھی کہ اللہ کی رحمت کو اس کے غضب پر سبقت حاصل ہے۔ چنانچہ ہر شئے کو اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے، اور گمراہی اور غضب جو عذاب کا سبب ہیں، اللہ تعالے کی نسبت سے سب سے آخر میں طاری ہوں گے۔ کیونکہ "عرض" کو جوہر پر ہمیشہ کے لیے غالب تصور نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ شیخ محی الدین عربی، شیخِ اکبر نے یہ جو فصوص الحکم میں فرمایا ہے کہ "اہلِ شقاوت بھی طویل و شدید عذاب سہنے کے بعد سعادت و نیک بختی سے ہم کنار ہوں گے" درست ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ اس فقیر کا اس معاملے میں کہ کتاب و سنت کے قطعاً خلاف ہے، حضرت شیخِ اکبر کے ایک ماننے والے سے بہت بحث و مباحثہ ہوا، جس کو تحریر کی صورت میں ملاقات کے وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اس وقت ہندوؤں کا یہ مسئلہ پیشِ خدمت ہے، کیونکہ اس نے میرے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے چنانچہ ایک درویش کے ہاتھ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اس پریشاں دل کے حال پر توجہ اس طرح فرمائیں گے، کہ اس اُلجھن کا حل ہاتھ آ جائے۔ اگر اس کے اندر کوئی حقیقت ہے تو بھی، اور اگر نہیں تو بھی، آپ

کی توجّہ سے میرے دل سے یہ اُلجھن نکل جائے۔ اے اللہ ہمیں اشیا کو اس طرح دکھا جس طرح کہ ان کی حقیقت ہے۔

مکتوب: ۹ (ب) جواب

فضیلت مآب علی احمد سہارن پوریؒ کا مکتوب ملا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے "وہ اللہ ہی ہے جو ایمان لانے کو ظلمات سے نکال کر نُور کی طرف لے جاتا ہے اور جو کُفر کرنے والے ہیں، وہ شیطان کے ساتھی ہیں، جو اُنہیں نُور سے نکال کر ظلمات کی طرف لے جاتا ہے" اے سچے دوست اور علم کے چاہنے والے، سلام مسنُون۔ ان دونوں باتوں کے درمیان کا فرق مندرجہ بالا آیات کریمہ کے اچھّی طرح مطالعہ سے سمجھ میں آ جائے گا۔ انشاء اللہ اس کی تفصیل تحریر کی جائے گی۔ آپ کا مکتوب ملا۔ اور اس کے مضمون سے آگاہی ہوئی یہ جو پوچھا گیا ہے کہ دریائے گنگا کے کنارے اجتماعِ کُفّار سے (اللہ ان پر لعنت کرے) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقل اس کا شمار کرنے سے عاجز ہے، بالکل اسی طرح جسطرح کعبہ معظمہ میں ہوتا ہے۔ پس ان دونوں عبادت گاہوں میں کیا فرق ہے، کہ اس میں ایک کے حقیقت اور دوسرے کے باطل ہونے کا سبب معلوم نہیں، اس کے جواب میں ہادیِ مُطلق کی مدد سے یہ عرض کرتا ہوں (اور میں اُسی سے مدد مانگتا ہوں) کہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ ہی حقیقتِ واحد ہے، اور تمام ذاتی و صفاتی کمالات، اس میں جمع ہیں۔ اور اس کے کمالات میں سے کوئی کمال، اور اس کی صفات میں سے کوئی صفت، ایک دُوسری سے اور اس کی ذات سے کسی لحاظ سے بھی متضاد اور مخالف نہیں۔ اگر حقیقت، جمال اور اس کے تمام کمالات کی صفت ہے، تو جلال اور اُسکے کمالات کی صفت سے محبّت رکھنے والا اُسکا عین (مثل) ہے اور اسی

طرح جلال کی صفت کی حالت ہے۔ جس طرح جمال کی صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنی پوشیدہ قابلیتوں کو مخصوص شکلوں میں ظاہر کرے، اسی طرح صفتِ جلال کی پسند اور اس کا تقاضا ہے اور اس کے برعکس بھی۔ اور صفات کا ایک دُوسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے کا محبُوب ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ انہیں ایسے مراتب کی تفصیل کی موجُودگی میں ذاتِ واحد سے محبت ہے اور اس کے تقاضے سے وہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ چونکہ صفتِ جمال کا تقاضا اور مقصد اللہ تعالےٰ کی ذات کی نزدیکی اور ہمراہی ہے، جو مخصوص مظاہر سے حاصل ہو سکتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِینَ۔ (اللہ احسان کرنے والوں کے قریب ہے) اس لیے اُس کی عبادت کی جاتی ہے، جو قُربت اور ہمراہی کے مراتب کا تقاضا کرتی ہے اور مقدس عبادت گاہیں، جو معبُودِ حقیقی کے قربت کے نُور سے معمُور ہیں، اس کے جمال کے مظاہر کا حصہ ہیں۔ اور چونکہ صفتِ جلال کا تقاضا ذاتی غضب کی وجہ سے دوزخ کے مختلف طبقات میں دُوری اور محرُومی ہے، اس لیے ان کے اعمال سراب کی طرح ہوتے ہیں، جن کا تقاضا دُوری اور گمراہی کے دوزخ کے درجات ہوتا ہے اور اُن کی تاریک اور پوشیدہ عبادت گاہیں قُرب و نزدیکی کے مراتب سے دُور ہیں، صاحب نظر لوگوں کے نزدیک یہ جلال کے مظاہر ہیں۔

ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِینَ۔ (پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا)[1]

---

[1] پھر ہم نے اُسے سب سے نچلے مقام یعنی عالم طبیعت میں لوٹا دیا، تاکہ اس کے ذریعے ظہُور، اظہار، اطوار، اور شعُور کے آثار کو زندہ کیا جائے۔ چونکہ اس آیت کے باریک حقائق تفسیر میں ایک نہایت دل پذیر طریقے سے بیان کیے گئے ہیں، ان احوال کی خبر زیر مطالعہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انسان کو اس طرح زمین میں پیدا کیا، کہ اُسے ایک صورت دی، اور عمر کی ابتدا ایسی ہوتی ہے کہ اس حالت میں وہ کوئی کام نہیں کر سکتا، اور اس عُمر میں کسی میں کوئی طاقت نہیں ہوتی سُورہ والتین کی یہ تفسیر، تفسیر حسینی کے مطابق ہے

کا ارشاد اسی مطلب کو واضح کرتا ہے۔ پس عبادت اور عبادت گاہوں کی حقیقت صفتِ جمال کے تقاضے سے جمال کا مظہر ہیں اور اپنے اپنے مظہر کے اعتبار سے مرتبۂ وصال کے قریب۔ پس یہی حقیقتِ حق سے ملانے والی ہے، اس کے مقابلے میں پرستش اور پرستش گاہوں کی حقیقت صفتِ جلال کے تقاضے سے غضب کے مظاہر ہیں اور وہ بھی اپنے اپنے مظہر کے اعتبار سے محرومی و دُوری کے مراتب پر ہیں اور ان دونوں کامل صفات کا تقاضا ازل ہی سے پہلی حالت میں اللہ تعالیٰ کی قربت اور دُوسری حالت میں اللہ تعالیٰ سے دُوری ہے۔" اس سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے، بلکہ لوگوں سے پوچھا جائے گا۔"

چنانچہ انبیاء کی عبادت گاہوں اور مردُود شیاطین کی پناہ گاہوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اللہ انبیاء اور ان کی اطاعت کرنے والوں پر رحمت کرے اور شیاطین اور اُن کی اطاعت کرنے والوں پر لعنت کرے۔ اور مومنوں کی عبادت گاہوں کا نتیجہ اس ذاتِ کامل سے قربت و وصل ہے اور عبادت گزار مومنوں کو یہ چیز ہمیشہ حاصل رہے گی۔ اور شیاطین کی عبادت گاہیں دوزخ کے طبقات میں ڈالنے والی ہیں، اور ہمیشہ کی دُوری اور محرُومی ہے، جس میں کبھی کمی نہیں آئے گی اور" اللہ تعالےٰ کی سُنّت میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے"۔ اور یہ تبدیلی کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ اِن دونوں کامل صفات کا ظہور اپنے اپنے مخصوص مقام پر ہوتا ہے، اور اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کا یہی تقاضا ہے۔ بے شک اللہ پاک ہے اور یہ جو حدیثِ قُدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے جائے گی، تو اپنے تقاضے کی وجہ سے ایک قُربت معبُود کی مظہر ہے اور دوسری محرُومی کے دوزخ کے طبقات میں ڈالے جانے کی کیفیت ہے یقیناً یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہو گی۔" اللہ نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا" اور" حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ" اور" حق کو مت چھپاؤ جب کہ

تم اسے جانتے ہو" اور یہ جو لکھا گیا کہ "ہر شئے کو اپنی اصل کے اعتبار سے حق تعالےٰ کا قُرب حاصل ہے" اس کی حقیقت یوُں ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی ذات وصفات سے مخلوقات کے ہر ذرّے کے ساتھ کسی قسم کی روک ٹوک، حجاب، سمت کے بغیر صاف صاف آیات کے مطابق قُربت ومعیّت کا حاصل ہونا ثابت اور طے شُدہ ہے۔ لیکن یہ قُرب ومعیّت اشیاء کے ساتھ عام ہے، اور اس عام قُربت کا خاص نتیجہ اُن کا موجوُد ہونا اور نیست ونابُود نہ ہونا ہے اور "اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے"۔ پس عام قُرب کے اعتبار سے مومن اور کافر برابر ہیں اور قُربِ خاص کا پھل پانا دو وجہ سے بندہ کو توفیق کیا گیا ہے۔ ایک انبیاء کی موافقت اور اطاعت کے حصُول کے لیے، دُوسرے ان کی اطاعت کی بدولت، علمِ لُدنی سے بہرہ ور ہونے کے لیے۔ اور یہ قُرب جو ہمیں ملا ہے۔ انبیاء پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے نصیب ہوا ہے اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ اور اطاعت واعتقاد کے نُور سے محرُوم لوگ ازل ہی سے اس قُرب سے بے بہرہ ہیں۔ بمطابق آیت کریمہ "جو لوگ ایمان لائے، پھر انہوں نے کُفر کیا، وہ پھر ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، اور پھر اس کُفر میں دُور نکل گئے۔ اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور ہدایت نہیں دکھائے گا۔"

میرے عزیز! جب ذات وصفات کی وجہ سے دُوری ومحرُومی، قہر کے مظاہر ہوں، تو کس میں یہ طاقت ہے کہ قہر کے مخصوص مظاہر الگ کر کے اُسے وقت کے سپُرد کر دے۔ اور جو اللہ تعالےٰ کے قہر کا مظہر ہے اُسے قبولِ رحمت کا مظہر بنانا، ذاتِ حقیقی کے تقاضے کے برخلاف ہے۔ پس ان دونوں کامل صفتوں میں کس طرح حقیقی موافقت پیدا کرنا ثابت ہو سکتا ہے" اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے"، اور "جو شخص اللہ، اس کے ملائکہ اس کی کتابوں اس کے رسُولوں، جبرئیل، میکائیل کا دُشمن ہے" اور "تحقیق، اللہ کافروں کا دُشمن ہے" کے مصداق کون ایسا ہو سکتا ہے۔ جو اس دُشمنِ غالب

کو کسی شرط کے پورا کیے بغیر صلح پر آمادہ کر سکے۔ اور اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہوتیں"۔ البتہ رحمت و غضب کے مشترکہ مظاہر جو گناہگار مومن ہیں۔ کئی زمانے گزرنے کے بعد ظاہر ہوں گے اور غضب، رحمت کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اور چونکہ گنہگار کفر کے طریقے پر ہوتے ہیں، اور ایسا کفر کرنے والا در اصل اللہ کے ساتھ ایمان کی بدولت قربت رکھتا ہے، اسلئے اگر اس پر اس گناہ کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا ہے، تو ہم عرض کو جوہر پر ہمیشہ کے لیے غالب تصور نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ اہلِ سنّت والجماعت کا مسلک ہے، اور چونکہ شیخِ اکبر (محی الدین عربی) طریقت کی بلندیوں پر فائز تھے، اور شریعت کا کافر اس مرتبے سے نیچے گرا ہوا ہے، اور اس کا منظور نظر اس مرتبے کا منکر ہے، اسلئے اگر مخالفین کے خدشے کو دور کریں اور اہلِ حق کی بات کے پیش نظر یہ کہیں کہ اہل شقاوت کا انجام، یعنی ایسے شقی لوگ جو کفر کے طریقے پر چل رہے ہیں، ہزاروں زمانے گزرنے، اور ہزاروں عذاب سہنے کے بعد سعادت کو حاصل کریں گے، تو مناسب ہے، اور دین کے مقررہ امور کے قطعاً مخالف نہیں۔ وہ شخص عجیب دانا ہے کہ اس نے شیخِ اکبرؒ کی بات کو وہ معنی پہنا دیئے، جو ان کے مقام سے بہت دور اور ہزاروں انبیاء، اور تمام آسمانی کتابوں کے مخالف ہے۔ اور اس مطلب سے جو حضرت شیخِ اکبرؒ کی شان کے شایاں اور آیات و احادیث کے مطابق ہے، غافل و بے خبر ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو حضرت شیخ اکبرؒ کا اطاعت گزار کہلواتا ہے، اور ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے ؎

حرفِ درویشاں بدزدد مردِ دون تا بخواند بر سلیمی زاں فسون

(ترجمہ:۔ کمینہ آدمی درویشوں کی باتیں چرا لے جاتا ہے تاکہ ان کی بدولت سلیم الطبع آدمی پر اپنا جادو چلائے)

اور جہاں تک حافظ شیرازیؒ کے شعر ؎

در عشقِ خانقاہ وخرابات فرق نیست   ہر جا کہ ہست پرتو رُوئے حبیب ہست!

کا تعلق ہے، اس کے معنی کتنے عُمدہ ہیں، یعنی چونکہ خانقاہ وخرابات دونوں اللہ تعالےٰ کے جمال وجلال کی صفات کا ازلی کی حکمتِ کامل کے تقاضے کے مطابق مظاہر ہیں، اس لیے عاشق کو خانقاہ وخرابات کے عشق میں کس طرح فرق محسُوس ہو سکتا ہے، کہ وہ ایک کا اقرار اور دُوسرے کا انکار کرے، حالانکہ دونوں اس کی ذاتِ محبُوب کے جمال وجلال کے مظہر ہیں۔ لیکن خرابات کا مالک اور ایسے مقامات کا بانی جو انبیا کی اطاعت کے برخلاف ہے عشق سے دُور کا واسطہ بھی نہیں رکھتا اور اس کی ذاتی استعداد کفر اور محرُومی کی تاریکی میں پوشیدہ ہے اور جیسا کہ محبِ حقیقی نے اپنے سچے کلام میں کہا ہے "اگر تم اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبّت کرے گا"۔ اس لیے محرُوم لوگ اطاعت و پیروی کو کس طرح ایسے عشق سے منسُوب کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا میلان حرص وہوا کی طرف ہوتا ہے۔ بدترین شخص وہ ہے، جو دُوسرے انسان کو گمراہ کرتا ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے حکمت بالغہ سے اس کا نام ازل سے گمراہ لکھا ہے، ایسے شخص کو عاشق کہنا اللہ تعالےٰ کی مخالفت کرتا ہے۔

ایک اور لطیف بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ خانقاہ وخرابات کے عشق میں کسی فرق کا نہ ہونا حقیقت و مرتبۂ فنا کی حیثیت سے ہے۔ لیکن ان میں بقا کی فضیلت و مرتبہ کے اعتبار سے واضح فرق ہے۔ اور کیوں فرق نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مظاہر جمال کو محبُوب فرمایا ہے اور مظاہر جلال کو ناپسند کہا ہے اور کون ایسا محبّت کرنے والا اور بقاء غیر کے مرتبہ سے واقفیت رکھنے والا ہو گا، جو حقیقی بقا کے مالک سے دُشمنی کرے گا اور اس کے ناپسند کو پسند کرے گا۔ ایسا وہی کر سکتا ہے، جو دائرہ محبّت سے دُور ہو اور ناپسندیدہ لوگوں کی صف میں شامل ہو اور "ہم اپنے نفوس کی بُرائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں"۔ صاحبِ کمال لوگوں نے یہ

اقرار کیا ہے کہ اوسط درجے کے لوگ وصلِ غیر حقیقی سے ملبوس ہوتے ہیں، اور مظاہر کے مرتبوں میں ظاہر ہونے والے کے مرتبہ کو نظر انداز کر کے سوائے نظر آنے والے کے کسی اور کو نہیں دیکھتے۔ چنانچہ اپنی نارسائی کی وجہ سے ان کی یہ دید حقیقت تک نہیں پہنچتی اور دونوں مظہروں کے درمیانی فرق کو معلوم نہیں کرتی، لیکن جب اُسے مرتبۂ بقا مل جاتا ہے اور حقیقی دید میسّر ہو جاتی ہے، تو پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کا محبوب کونسا ہے اور محبوب کا مبغوض کون ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے"۔ اور جو یہ لکھا گیا کہ حق تعالیٰ کے ناموں کی مختلف شانوں اور حالتوں نے جو اعتبارات سے عبارت ہیں نیستی کے آئینوں میں روشنی ڈال کر اپنا ظہور کیا ہے ...... "تو اے مہربان! اللہ تعالیٰ کی صفات اور شانیں بھی ذات کے رنگ میں منزّہ اور پرے سے پرے ہیں۔ ظالم کے ساتھ اس کی ذات کی عدم مناسبت اس معنی میں ہے کہ وہ ہمارے ادراک کی قید میں نہیں آتی، اور چونکہ اس کی صفات اور شانیں بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، اس لیے نیستی میں مناسب طور پر شریک ہیں۔ لیکن چونکہ اُس کی قُربت و معیت استغنا اور بے کیفی کی انتہا کی وجہ سے، حقیقی اور ہر ذرے سے منزّہ و پاک ہے، اور اس کا فیض بخشنا اور فیض پانا ظاہر ہے اور مناسبت کا نُور پیدا ہے، اس لیے اس نُور کی مناسبت نے انہیں مرتبۂ اعلیٰ پر پہنچایا اور واقفِ اسرار کر کے بے کیفی کی حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر نُور متناسب نہ ہوتا تو پھر مطلوب کی حقیقت کون پا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو عدم مناسبت کے خیال سے دُور نہیں کرنا چاہیے۔ جو اُسے دور تر رکھتا ہے، وہ اس سے دُور تر رہتا ہے کیونکہ وہ پُکارنے والے کے قریب ہے، اور جو یہ لکھا گیا کہ "بعض ہندو شہودِ وحدت کے نشّہ سے سرشار ہیں"، میرے عزیز! وحدت کے شہود کے تین مرتبے ہیں۔ اوّل: اللہ تعالیٰ کی ذاتِ وحدت کا شہود۔ یہ رتبہ انبیاء کی پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا

جیسا کہ..."اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو...." سے آگاہ کیا گیا ہے، چونکہ ہر ذرّے کے وجود کا تعلق اس وجودِ شریف (اللہ تعالےٰ) سے ہوتا ہے اس لئے اس منبعِ حقیقی سے بے واسطہ کسی وجود کا شہودؔ محال اور ناممکن ہے اللہ تعالےٰ اپنا طریقہ تبدیل نہیں کیا کرتا۔ دوئم: روحِ جامع کی وحدت کا شہود ارواحِ مفصّل کے مراتب میں ہے ان ارواح کا تعلق اجسام سے ہوتا ہے اور یہ شہود بھی ان مومنوں کا حصّہ ہوتا ہے جو طریقت کے درمیانی راستہ پر گامزن ہیں اور وہ یہاں سے اللہ پاک کے فضل سے اور ایمان کے نُور کے ذریعے اپنی اصل منزل کی طرف ترقی کرتے ہیں اور کبھی کبھی اہلِ ہوا میں بھی اس شہُود کا ظہُور ہوتا ہے یہ اس میں مقیّد ہوتا ہے اور ایمان کے بغیر باطن میں دکھائی نہیں دیتا۔ سوئم: عُنصرِ مجمل کی وحدت کا شہوُدؔ جو عرش کے نیچے ہے، آسمانِ دنیا کے تحت مختلف عناصر کے مراتب میں ہے۔ اور انبیاؑ کے اکثر منکرین کو اس شہُود کے ذریعے مصیبت میں ڈالا جاتا ہے، اور خواہش کی شدّت سے یہ مرتبہ ان کج اندیش لوگوں کی نظروں میں تحقیق شدہ دکھائی دیتا ہے اور عناصرِ اربعہ کی تاریکی کے دشت وصحرا سے ان کی نظر اُوپر نہیں جاتی۔ اور اگر ریاضت اور مجاہدہ کی کثرت وشدّت سے تزکیۂ نفس کر بھی لیں، تو پھر بھی اسی شہود میں محصُور رہتے ہیں۔ اہلِ ہوا دل کی صفائی سے محرُوم رہتے ہیں۔ اگر یہ دونوں شہود، اہلِ ہوا کے مشاہدہ کو حضرات انبیاءؑ کے اعتقاد کے سرچشمے کے ذریعے، مظہریت میں صفتِ جمال کے مشترک ہونے کی بدولت رہنمائی کر دیں، اور حرص وہوا سے باہر نکال لائیں، تو پھر درجات میں ترقی ہو گی، ورنہ تاریکی کے دوزخ میں جا گرائیں گے۔ اور ان پر ابدی عذاب نازل ہوگا۔ ایسا مشاہدہ کرنے والا اطاعت و پیروی سے محرُوم رہ کر عذاب میں مبتلا رہے گا۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ شہودِ وحدت کے سر دیکھنے والے کو حقیقی واحد کی ذات سے ملا ہوا نہیں سمجھنا چاہیے۔ جب تک اس میں انبیاءؑ کی پیروی کی دلیل نظر نہ آجائے۔

اور "تم خواہشات کی پیروی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی"۔ بلکہ پختہ ایمان نہ رکھنے والے مومنوں کو اس قسم کے مشاہدہ کرنے والے سے دُور رہنا چاہیے" تاکہ اس کی تیرگی اس مومن کے اندر بھی سرائت نہ کر جائے، کیونکہ اس قسم کے لوگوں کی مذمت میں " وہ گمراہ ہیں اور گمراہ کرتے ہیں" کا اشتباہ ہوا ہے۔ ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

ترجمہ (اب میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں، کیونکہ سمجھ داروں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

آپ پر اور جو آپ کے نزدیک ہیں اُن سب پر سلام۔

مکتُوب : ۱۰

اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُس کی صفات کی نسبت کے بارے میں حقیقی تحقیق۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوں کی کوشش نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت کو ایک مختصر بات یعنی "لَاھُوَ" اور "لَاغَیْرُہٗ" میں بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بظاہر سوال کرنے والے کے جواب میں ہے۔ جس نے عینیّت، اور غیریّت، کے بارے میں سوال کیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں 'عینیّت، اور غیریّت'، کا اطلاق شریعت عطا کرنے والے نے نہیں کیا۔ اور یہ دونوں الفاظ قوّتِ ادراک کی سمجھ کے اعتبار سے نئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس کی تقدیس اور بے کیفی کے کمال کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لیے اس کی تعریف کرنا اس فانی علم کے ذریعے جب کہ اس نے علم قدیم کی تعلیم نہیں دی، پرلے درجے کی بے ادبی ہے۔ "پاک ہے وہ تیرا رب، عزّت والا رب۔ ان تمام باتوں سے، جن سے اسے موصوف کرتے ہیں۔ اس لیے عینیّت کی نفی اور بے کیفی کی غیریّت پر ایمان لانا، ہر ایک کے لیے دائمی طور پر لازم ہے، حتیٰ کہ

خود بے کیفی کا مفہوم بھی ختم ہو جائے۔ اور بے کیفی کے مفہوم کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اللہ کے علم کے ساتھ حاضر رہے بلکہ ایسی حالت ہو کر یقین رکھنے والا جب خود غور کرے، تو یقین کے خفی بلکہ اخفیٰ مرتبوں کے حصول سے بھی اپنے آپ کو پاک اور صاف سمجھے۔ اگرچہ اس صفا کا یقین رکھنے والا ایسی خلوت کے کمال پر کھڑا ہے جس کے خاص الخاص درجہ کا ولایت کے کمالات کے حصول کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اجتہاد کرنے والے حضرات اجتہادی قیاسات کی جرأت کے ذریعے ایمانِ بے کیف کہنے کے سوا، خوف زدہ ہیں اور انبیائے پاک بھی اپنی ذات میں کہتے ہیں کہ (اے اللہ) جیسا کہ تو ہے، اس طرح تیری تعریف نہیں کی جا سکتی، کیونکہ نفس، قیاس کے ذریعے خطا و صواب کا مرتکب ہو سکتا ہے، جبکہ ہمارا مقصد محض ایمانِ بے کیف کے ذریعے ہی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے، حاصل ہوتا ہے اور " اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے وجود سے خوف دلاتا ہے" کی آیت کے مطابق اس کا نفس، مرتبۂ کمال کو پہنچتا ہے، اور اصل حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا میں غلطی اور درستی کے اس قسم کے احتمال کے ساتھ غلط اور صحیح کی کوشش کرنا، اور جرأت دکھانا کسی بھی بزرگ مجتہد کی شان سے دُور، بلکہ دُور ترین ہے، کیونکہ جو مقامِ یقین کے لائق ہے، اسے گمان و قیاس کے سپرد نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ گمان و قیاس سے جو شئے ظاہر ہوتی یا تصور کی جاتی ہے، وہ مخلوقات کی قسم سے ہے۔ دنیاوی معاملات کو تفصیل کے بجائے مختصر طور پر بیان کرنے سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا، لیکن شرع میں اس طرح اکثر مقامات پر معاملہ معطّل ہو جاتا ہے ۔ صورت یہ ہے کہ دنیاوی مسائل کے بارے میں مناسب اجتہاد کے بغیر معاملہ اکثر پابندی و تبدیلی کے مقام پر ہوتا ہے۔ الغرض جب قدیم بزرگوں کی یہ مختصر بات، بعد کے بزرگوں تک پہنچی، اللہ اُن کے اسرار کو پاک رکھے، تو انہوں نے مذکورہ تحقیق اور اللہ تعالےٰ کی تقدیس کے بارے میں تفصیل کا دروازہ کھول

دیا اور "لا ھو" اور "لا غیرہ" کے متعلق بیان فرمایا۔ اور ان دونوں پہلوؤں سے یہ طے کیا کہ اللہ تعالےٰ کی صفات نہ اس کی ذات سے زاید ہیں نہ الگ اور اسی بات کو اختیار کرنا چاہیے کہ ایسے قیاسی علم میں بزرگوں کی یہی تحقیق ہے۔ اور اللہ ان کی کوششوں کو مشکور کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کے مقدس مرتبوں پر بے کیفی کے ایمان سے کمال بے نیازی کا حصول اُمّت کے ان لوگوں کے دل کی کجی دُور کرنے کے لیے ہے، جن کے خیال میں اس مختصر سے کلمہ کے ذریعے دو متضاد باتوں میں مفاہمت ہو جاتی ہے اور اس تفصیل سے ان کے دل کی تشفّی ہو جاتی ہے۔ لیکن دانشِ کامل کے نزدیک یہ طے شدہ امر ہے، کہ خواہ اس امت پر ان کی شفقتیں کتنی ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی "ورا الورا جناب" کے بارے میں یہ ایک قیاسی تحقیق ہی ہے، جسے اختیار کر لیا گیا ہے، لیکن ان کی یہ تحقیق اس مرتبۂ قیاس میں بھی بلا وجہ معتبر نہیں، کیونکہ یہ مجتہد کی شان سے بعید ہے۔ چنانچہ اس دینِ متین کے علماء سے جو مجتہدوں کے وارث ہیں، ان وجوہ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ اُن کا اِن مجتہدین کی قیاسی بات کو تحقیق کے بغیر قبول کر لینا محض تقلید نہیں ہو گا، کیونکہ ان کی کامل نظر میں بزرگوں کے کلمۂ جامعہ کی پیروی ہی بہتر ہے، کیونکہ اس میں غلطی کا امکان نہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ذات کے ساتھ صفات کی نسبت میں لفظ زاید سے متاخر حضرات کی تحقیق کے مطابق بڑے بڑے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ لفظ زاید کے اطلاق میں ایک پوشیدہ غیریت ہے، اور غیریت کو اختیار کرنا خواہ وہ پوشیدہ ہی ہو، بزرگوں کے کلمۂ جامعہ کی مخالفت کرنا ہے، دوسرا یہ کہ یہ لفظ اکٹھا آیا ہے اور زاید (بڑھا ہوا) اور مزید (بڑھایا گیا) دو چیزیں ہیں، چنانچہ دو چیزوں کے درمیان عدم انفکاک، ان کے اتحاد و اتصال کی دلیل ہے۔ تیسرا یہ کہ اگرچہ زاید خارج میں قابلِ انفکاک نہیں ہوتا، لیکن فہم ذہن کے مرتبے میں کیونکہ ہمارے علوم کی تحقیق کا دار و مدار ہی اس پر ہے، یہ قابلِ انفکاک ہے۔ مثال کے طور پر حیات، وجود، علم اور

قدرت کی صفات، جو اس کی ذاتی قابلیتیں ہیں، اگر ذات پر زاید کہیں، تو ذہنی نظر سے دیکھئے، کہ اس کی ذات اس حیثیت سے کس شان کی ہوگی، یعنی صفات کی ضد کے بغیر اس کو دیکھا نہیں جاسکتا **چوتھا** یہ کہ آیا زاید اور مزید بلندی مرتبہ میں دونوں برابر ہیں یا ایک دُوسرے سے برتر ہے۔ اگر برابر ہیں، تو شرکت یقینی ہے اور ایک دوسرے کی اطاعت ثابت نہیں ہوتی اور ایک کا دُوسرے سے جدا ہونا، دُوسرے کا نقصان ہے، کیونکہ صُورت یہ ہے کہ صفات کا ایک دُوسرے کا تابع ہونا، اُن کی ذات سے مقرّر ہے اور ذات کو صفات سے جدا کرنے سے اوّل الذکر کا نقصان ہے، اور آخر الذکر کی فنا ہے، اور اگر ایک، دوسرے پر غالب ہے، تو پھر غالب کا مغلوب سے بے نیاز ہونا کرنا، اور مغلوب کا غالب سے کمال حاصل کرنا قابل فہم۔ حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ ذات سے صفات کی بے نیازی اور صفات سے ذات کا کمال حاصل کرنا غیر معقول ہے اور اگر ہم اس کے برعکس ہیں، تو انہی کا یہ طے شدہ اصُول ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات صفتِ وجُود سے مُوجود ہے، حیات کی صفت سے "حی" ہے اور صفت علم کی وجہ سے "علیم" ہے، جو ان کے نزدیک ذات میں نہیں، بلکہ ذات پر زاید ہیں۔ چنانچہ جب مُوجُود، حی، اور علیم کی ذات، وجود، حیات اور علم کے بغیر نہیں ہوسکتی، تو ذات کی حقیقت کا پوچھنا اور صفات کا تکمیل حاصل کرنا کس طرح تصور کیا جاسکتا ہے۔

پانچواں یہ کہ اُنہی کا طے شدہ مسئلہ ہے کہ ذات خود بخود قائم ہے اور صفات ذات کی وجہ سے قائم و موجود ہیں، کیونکہ اگر ذات صفت کی بدولت قائم ہو، تو مطاع کا وجود مطیع کا مرہونِ منت ہے اور یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں۔ اوّل یہ کہ ذات کو اپنی حیثیت سے ازلی طور پر مکمل و کامل تسلیم کریں یا کہ تسلیم نہ کریں۔ اگر تسلیم کریں تو اُن کے قول کے مطابق اُسے خود بخود قائم جانیں۔ نہ کہ زاید صفت سے، جو قیام ہے اور اسے ذات سے موجود سمجھیں نہ کہ زاید صفت سے، جو موجود ہے اور اگر ذات سے

حیؔ جانیں نہ کہ صفت زاید سے جو حیات ہے اور اسی طرح اور۔ اور یہ بات بھی انہی کے طے کردہ اصول کے خلاف ہے، کیونکہ وہ ذات کو اس کی ذات سے قائم قرار دیتے ہیں، نہ کہ صفت کے ذریعے سے۔ موجود، حیؔ، علیم، وغیرہ کے برخلاف اور اسی طرح اور۔ اور اگر ان کے اقرار کے خلاف تسلیم کریں یعنی ذات کو ذات کی بدولت موجود، اور حیؔ اور علیم جانیں نہ کہ وجود اور حیات اور علم کے ذریعے، چنانچہ اُسے خود بخود قائم جانیں، صفت کی بدولت نہیں، نیز زائد صفات کی تحقیق و ثبوت، محض تحصیلِ حاصل ہے۔ اور اگر ہم ان کی مسلّمہ بات مان لیں، یعنی ذات کو خود بخود قائم جانیں اور موجود اور حیؔ، وجود اور حیات کے مثل جانیں، تو پھر بھی دو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ **پہلی** یہ کہ اگر اسے اس کی ذات سے قائم جانیں، اور موجود اور حی، وجود اور حیات کی وجہ سے، تو اس میں تفریق کی کیا وجہ ہے؟ **دوسری** یہ کہ قائم کا اطلاق اگرچہ اس کی ذات ہی سے کریں، پھر بھی قیام کی صفت لازمی طور پر متحقق نہیں ہوتی خواہ یہ لازمی نہ بھی ہو، کیونکہ اسم صفاتی ہے اور اسم صفاتی صفت کے بغیر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کا مصدر ہے۔ اور معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لازم ہے کہ ذات قیام کی صفتِ زائد سے قائم ہو، اور تمام صفات کے نفوس، قیام کی صفت اور صفتِ قیام کے نفس سے اپنے قیام میں دوسرے کے تابع نہیں ہوتے، سوائے اس کے کہ وہ خود قائم ہوں۔ اور صورت یہ ہے کہ یہ بھی اُن کے ضابطے کے خلاف ہے۔ پس اے اہلِ فہم، بات کو سمجھو۔ اگر ذات کو کاملِ ازلی کی حیثیت سے خود بخود قائم مان لیں، تو تمام قوموں میں یہ بات ناپسندیدہ ہوگی۔ اور خود بخود قیام ثابت نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہیں کہ زاید کا اطلاق صرف سمجھنے کی خاطر ہے، کیونکہ تفہیم کے مقام پر ذات کا مفہوم کچھ اور ہے، اور صفات کا مفہوم کچھ اور، تو پھر حقیقت کو پانے کی حیثیت سے کچھ نہیں کہا گیا اور حال یہ ہے کہ ہماری بحث وجوب کے مرتبہ کے بارے میں ہے، جو قدیم اور ازلی ہے اور مفہوم

وتفہیم پر مقدم ہے ۔ ایمان کے لائق یہ ہے کہ یہ دونوں مرتبے اس کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے اس آیت شریفہ کے مطابق واللہ خلقکم وماتعملون (اللہ نے تمہیں پیدا کیا ، اور جو کچھ تم جانتے ہو) ، یہ دونوں قابلِ فنا اور تغیّر پذیر ہیں (آیت شریفہ : جو شے ہے ، فانی ہے ، سوائے تیرے رب ذوالجلال والاکرام کے) اور جو چیز قابلِ فنا اور تغیّر پذیر ہو اس سے وجوب کا مرتبہ تلاش کرنا انصاف سے دور ہے ، اور پراگندہ تصورات سے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا ۔ چنانچہ گذشتہ دَور کے عظیم مجتہد بزرگوں کی تحقیق کو جو بزرگوں کے متفقہ قول کو لفظ زاید سے بیان کرتا ہے ، اسی ایک درجہ پر مذکورہ معنی کے اعتبار سے پابند کرنا کمال کی بدگمانی ہوگا ۔ کیونکہ ان مجتہدین کا ارادہ ، وجوب کے حقیقی مرتبہ کی تحقیق سے ایک کلمہ جامعہ کے ذریعے جو اللہ تعالےٰ کی بے کیفی کے کمال کو ظاہر کرے ، خلقت کی ہدایت کرنا تھا ۔ تاکہ ہر مقلد اور محقق تقلید یا تحقیق کے ذریعے ایمان کی حقیقت سے باخبر ہو جائے ۔ اور اس خیالی اور تفہیمی تحقیق سے کوئی ترقی حاصل نہیں ہوتی ۔ اور اس عبارت سے نفیِ مطلق کی سمجھ نہیں آتی ، کیونکہ جب تک میں بات نہیں سمجھوں گا ، کس کو منزّہ سمجھوں گا ؟ اور کس کی عبادت کروں گا ؟ بلکہ فہم کی نفی سے مطلوب کو سمجھنے کا احتمال ہے ۔ کیونکہ جب تک میرے یقین کے آئینے سے موجودات کے نقش صاف نہیں ہو جاتے ، کیف کے ہونے یا نہ ہونے کا علم میرے خانۂ یقین میں پوشیدہ رہتا ہے ، خواہ اس کا علم نہ بھی ہو اور نہ نفسِ معلوم غیر معلوم ہے ، بلکہ وہ معلوم ہے ، اور اس نقصان پر قالو پانا جب کہ یہ غیب سے واقع ہو ۔ ایک نفس ہے ، اور چونکہ اللہ تعالےٰ کو سمجھنا ناممکن ترین بات ہے ، اور اس قولِ مفصّل کی تحقیق ، حقیقی تحقیق سے ظاہر نہیں ہوتی ۔ اس لیے یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت جاننے کے سلسلے میں ایمانِ بے کیفی کے ذریعے اس کلمۂ جامعہ کو مان لیں اور ان بزرگوں کی منشا کے مطابق جیسے کہ اسلام کے دوسرے مسائل میں مجتہدین کی باتوں

پر ہم ایمان لاتے ہیں زاید کے اطلاق کو بھی مان لیں۔ ان کی تحقیق انہی کے سپرد کریں اور کلمہ جامعہ کو اپنا معمول بنائیں کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی تقدیس وعظمت کا کمال ہے کہ بے شمار ذاتی قابلیتوں کے باوجود جن کو صفات کا نام دیا گیا ہے، اس کی نسبت، صفات کی جانب، صرف بے کیفی کی ہے، کیونکہ بے کیف اور بے کیفی سے بے کیف کی نسبت عینیت وغیریت کی ہے۔ بلکہ عینیت وغیریت کا مفہوم اس کی مخلوقات سے ہے نہ کہ اس کی عظیم صفات سے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

مکتوب : ۱۱

صفات کے ساتھ صفات کی قابلیتوں کے بارے میں تحقیق۔

سلام کے بعد۔ جیسا کہ ہم نے ذات سے صفات کی نسبت کے بارے میں تحقیق کی ہے کہ وہ لَا ھُوَ اور لَا غَیْرُہٗ ہے۔ یعنی ذات، جو بے کیف ہے کی نسبت صفات سے، جو بے کیف ہیں، بے کیفی کی ہے، اور عینیت وغیریت کیفیات کی سی چیزیں ہیں۔ اس لیے ذات وصفات کے وجود کو ایک دوسرے پر غیریت وعینیت کا اطلاق کرنا منع ہے۔ اسی طرح صفات کی قابلیتوں کے وجود کو صفات سے بے کیفی کی نسبت ہے، کیونکہ صفات کی قابلیتیں بھی بے کیف ہیں، اور جو کچھ اس مقام پر ظاہر ہے، وہ صفات کی قابلیتوں کے کمال کا ظہور ہے نہ کہ خود کمالات کا۔ کیونکہ صفات کے کمالات بذاتِ خود غیب الغیب ہیں، خارج میں ظہور کرنے سے پہلے، اور ظہور کرنے کے بعد، اور یہ کہنا کہ صفات کمالات کے لباس میں ظہور پذیر ہوتی ہیں، حضرت جیوؒ کے مسلک کے خلاف ہے۔

مکتوب : ۱۲

منفی صفات کے بارے میں۔

اوّل و آخر ہر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ میاں حافظ مکمّلؒ اور فقیر اللہؒ کے مکتوب ملنے سے خوشی ہوئی اور اس کے مطالعہ سے اس کی حقیقت واضح ہوئی۔ یہ جو آپ نے اللہ تعالےٰ کی منفی صفات کے بارے میں تحریر کیا ہے، کہ بعض بزرگوں نے منفی صفات کو بھی مثبت صفات کی مانند کہا ہے اور موجود سمجھا ہے، تو عزیزمن! غور سے دیکھنا چاہیے کہ منفی صفات کا اطلاق کرنا، صفت کی نفی کرنا ہے، نہ کہ صفت کا اثبات کرنا۔ مثلاً "لم یَلِدْ" (وہ پیدا نہیں کرتا) صفتِ توحید کی نفی ہے۔ نہ کہ اس کا ثبوت۔ اسی طرح "لیس کمثلہٖ" (اس کی مثل کوئی نہیں) 'مثل' کی نفی ہے، اثبات نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ منفی صفت سے اللہ تعالےٰ سے وہ ناقص صفت خارج کرنا ہے نہ کہ اسے ثابت کرنا۔ سوائے اس کے کہ یہ کہیں کہ اس کی منزّہ ذات میں اس نقصان کا ہونا اُسی کا ذاتی وصف ہے، کیونکہ وہ ناقص صفات کو اپنی ذاتِ پاک میں جگہ نہیں دیتا۔ چنانچہ یہ شان اور صفت، مثبت صفت ہے نہ کہ منفی صفت۔ چنانچہ ان دونوں باتوں میں تطبیق کرنی چاہیے کہ منفی صفت کو مثبت کہنے والا اس کی شان وصفت کو گھٹانے والا ہے اور منفی صفت کو منفی کہنے والا اس کی شان وصفت کو ناقص کرنے والی صفت کو صفات میں سے خارج کرنے والا ہے۔ اگر کہیں ملاقات کا موقعہ ملا، تو اس کی تشریح روبرو کی جائے گی۔

مکتوب : ۱۳

مرتبۂ صفات وکمالاتِ صفات پر غیب الغیب کے نام کے اطلاق کی تحقیق۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر اس کی بے حد حمد وثنا۔ میرے عزیز خوش نصیب

بھائی، بعد سلام آپ کے مشفقانہ مکتوب کی آمد نے خوشی پیدا کی۔ مدت سے یہ خواہش تھی کہ عزیز کوئی گہرے مطلب کا سوال کرے۔ اس خط کے مطالعہ سے وہ خواہش پوری ہو گئی۔ اے سعادت مند! اس عاجز نے اس تحقیق میں سر دو اختلاف کو حاجی سلطانپوری (اللہ ان کے راز کو پاک کرے) کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ انھوں نے اس عبارت کے چھ لطیف نکات پر تعجب کر کے فرمایا تھا کہ جو کچھ نکات میں ہے، یہی ہے اور اسے ہی دیکھنا چاہیے اور اس کے بعد اور کچھ نہ کہا اور دوسرے عزیزوں سے بھی اس وقت تک کوئی تحقیق ظاہر نہیں ہوئی۔ اس موقعہ پر اس عاجز کے دل میں خیال آیا گویا غیب سے ڈالا گیا، کہ ذات وصفات اور ملزومات کی دو شانیں ہیں۔ پہلی شان تو یہ ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا" اس شان کے مطابق ظاہر ہے کہ ظاہری ذات وصفات کا مرتبہ اپنی ظاہریت سے غیب سے موسوم ہے، اور اس شان میں ملزومات کا درجہ پوشیدگی اور دخلِ محض کا ہے، اور ان کی انتہا غیب الغیب کی مُسمیّت کی متقاضی ہے۔ دوسری شان یہ ہے کہ "میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا، تا کہ وہ پہچانے" اس دوسری شان کے مطابق ظاہر ہے کہ ملزومات کے رُتبے اپنے ظہور کے لباس سے اس شان میں ظاہر ہیں۔ اور اپنی ظاہریت کے سبب غیب کے نام اور ذات وصفات کے مرتبے سے، ملزومات کے ذریعے اس مرتبہ پر اطلاق کی وجہ سے ہویدا ہیں۔ پس اس معنی کے اعتبار سے اس شان میں "ذات وصفات" یہ ہے کہ اس کا نام غیب الغیب رکھا جائے اور جب شان کی تحقیق سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان دو باتوں کے دو پہلو ہیں، یعنی حضرت پیر دستگیرؒ نے پہلی شان کے مطابق، ذات وصفات پر غیب کا اطلاق اور ملزومات پر غیب الغیب کا اطلاق فرمایا ہے۔ اور حضرت محمد شریف جیؒ، چونکہ پیرو کار ہیں اور چونکہ اُن کے مُرشد نے غیب کا اطلاق ذات وصفات پر اور غیب الغیب کا اطلاق ملزومات پر جیسا کہ دُوسری شان کے مطابق مرتبہ ظہور

ہے، بیان نہیں فرمایا، اس لیے مجبوراً دُوسری شان کی تحقیق کو، جو پہلی شان کے تحت ہے،
مراتبِ ظہور کے بپیشِ نظر خصوصیت سے ہر مرتبہ کے مطابق بیان فرمایا اور غیب
کا اطلاق مناسب ملزومات سے، اور غیب الغیب کا اطلاق ذات وصفات پر زیادہ
مناسب سمجھا۔ اور پھر چونکہ ذاتِ انسانی کا راز واحدِ حقیقی کی ذات کے راز کو ظاہر کرتا ہے۔
اور ہر لحاظ سے اُس کا مظہر ہونے کی وجہ سے اس کی ذات، صفات وملزومات کی سردار
ہے، اس لیے مجبُوراً تمام لطائف پر سِرِ انسانی کی سرداری کو حق مان لیا۔ اور وہ جو فرمایا کہ
غیب، علمِ حضُوری کا مظہر اور غیب الغیب حضُورِ علم کا مظہر اور نفس ذاتِ رُبانی کے راز
کی حقیقت ہے، اس سب کچھ کے باوجود حضُور کی حیثیت سے اس کا وجود حرف کے مرتبہ
میں ہے۔ یہ اس معنی میں ہے کہ چونکہ عرُوج کی حیثیت سے اُن کی تحقیق دوسری طرف سے
ہے، اس لیئے عرُوج کی سمت حصول کے مرتبے سے، جو نفس ظہور ہے، ملزومات کے
مرتبہ سے جو غیب، سے اس شان کے اندر اسم یافتہ ہے، اس شان سے شرُوع ہوتی ہے۔
اور جب حصُول کے علم کے مرتبہ سے عرُوج حاصل ہو گیا، تو علمِ حضُوری نے ظہور فرمایا
علمِ حضوری کے مظہر اس نے غیب کا مرتبہ جو ملزومات میں ہے۔ واقع اور ظاہر کیا، اور
علم ظہُوری ظہورات کے لباس میں ملزومات کی وصُولی ہے
اور یہ بات تحقیق شُدہ ہے اور جب اس مرتبہ سے ترقی ہوئی اور صفات کی وصولی
میسّر ہوئی تو حضُورِ علم نے ظہور فرمایا۔ پس اس حضورِ علم کا مظہر، مرتبہ صفات ہے اور صفات
اس شان میں غیب الغیب ہیں۔ اور ان کی اطلاع کے مطابق یہ امر تحقیق شدہ ہے،
اور جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس مرتبہ سے عرُوج ہوا، اور ذاتِ جامع کمالات
کا وصل میسّر ہوا، اور علمِ حضُور کی حضُوری میں حضُور حاصل ہوا۔ اور اس علم کا حضُور اس
عارف کے حصّہ میں دے دیا گیا، چنانچہ اس بات کو سمجھ لیجئے۔ یہ وہ مظہریت نہیں

جو مخلوق ہے ۔ نہیں ۔ بلکہ جب ہر غیب اور غیب الغیب کے مرتبہ کا وصول ظہور میں
آئے گا ، تو اصل کا نتیجہ ، علم ضرور کی شکل میں نکلے گا ۔ لاچار علم حضوری مرتبہ غیب میں
اور حضور علم غیب الغیب کے مرتبہ میں چھ مفصل لطائف صاف ظاہر ہیں ، جن کا
بیان انسانی راز ہے اور انسانی راز ظہور ثانی کے مرتبہ میں داخل ہے اور ظہور ثانی دوسری
شان کے ماتحت ہے اس لیے ملزوبات کو غیب سے اور صفات کو غیب الغیب
سے موسوم کرنا زیادہ مناسب ہے ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں کیونکہ زیرک انسانوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)
اگر کبھی ملاقات کا موقعہ ملا ۔ تو جو کچھ باقی رہ گیا ہے روبرو کہا جائے گا ۔ انشاء اللہ
تعالےٰ ۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے اور عبادت میں غفلت نہ کیجئے ۔

مکتوب : ۱۴ (الف) سوال

احاطۂ ذاتی کے بارے میں تحقیقات ، کے متعلق ۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت بخشی ، اگر وہ ہدایت نہ دیتا
تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے اور ہمارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ انبیاء و رسول
آئے ۔ میں شیطانِ مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ۔ خبردار ۔ اللہ ہر شئے پر حادی ہے
علمائے ظاہر اللہ تعالےٰ کا احاطہ علمی اس آیت کریمہ کی تعبیر و تاویل کے ذریعے
کرتے ہیں اور " اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَئٍ عِلْمًا " کی آیت کریمہ کو مفسّرین
اسی معنی میں سمجھتے ہیں ، اور حضرات صوفیہ پہلی آیت سے احاطۂ ذاتی بیان کرتے
ہیں ، اور دوسری آیت سے احاطہ علمی سمجھتے ہیں ، اور اگر ذہن کی نظر سے دیکھا جائے
تو احاطہ علمی والی بات ، بلاشبہ درست معلوم ہوتی ہے ، اور احاطۂ ذاتی کی بات پر جسم

اور ظرف کے ہونے کا گماں ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تحقیق بیان فرمائیں تاکہ دونوں باتوں کی تفصیل ظاہر ہو جائے۔

مکتوب: ۱۴۰ (ب) جواب

میرے عزیز! اس عاجز کو اتنا حوصلہ کہاں، کہ اکابرانِ دین کے اقوال کے متعلق زبان کھولے، لیکن چونکہ سوال کرنے والے کو جواب دینے کے بغیر چارۂ کار نہیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ''سوال کرنے والے کو مت جھڑکو''۔ اس لیے اپنی کمزور عقل کے مطابق میں نے صوفیائے کرام کے آفتابِ نُور سے جو کچھ حاصل کیا ہے، اس کو بیان کیا جاتا ہے۔ علمائے ظاہر کی سمجھ نے جو کچھ سمجھا اور کہا ہے، ہم لوگوں کی بساط کیا ہے کہ اس پر بات کریں، لیکن سائل کے ساتھ چونکہ معاملہ بے تکلفی کا ہے۔ اس لیے اگر ہمارے حضراتِ ظاہر اور صُوفیہ کے درمیان اس بارے میں جو بحث کی گئی ہے اس کو بیان کیا جائے، تو درست ہو گا۔ چنانچہ اس لحاظ سے کچھ بات کہی جاتی ہے۔ لیکن سب سے پہلے سائل کے سوال میں جو کمی ہے، اسے بیان کرتا ہوں۔ اس کے بعد عقیدہ کی تحقیق ہو گی۔ یعنی چونکہ سائل حق تعالےٰ کو جسم اور جوہر سے پاک سمجھتا ہے اور احاطہ ذاتی کی تعلیم جو ''اِنّہٗ'' کی ضمیر سے ظاہر ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ نہ کہ کسی اور شئے سے، اس لیے جسمیت کا وہم کہاں سے پیدا ہو گیا۔ اکثر لوگ بات کرتے ہوئے تو نفی جسم کرتے ہیں، لیکن جب اچھی طرح جانچا جائے تو ان کا باطن عقیدۂ جسم سے ملوّث ہوتا ہے، اور جسم کے لیے لازم ہے کہ احاطہ ذاتی کی نفی ضروری سمجھی جائے، اس لیے مجبُوراً احاطہ علمی کی طرف رجُوع کرتے ہیں، کیونکہ احاطہ ذاتی کے ثبوت میں اُن کے عقیدہ کے مطابق ذات کی مظروفیّت اور اشیاء کی ظرفیّت ثابت ہوتی ہے اور مجسّم جسم کا احاطہ اس حیثیت کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ اہلِ سنّت والجماعت جسم، عرض، بلکہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے تمام حادث قیُود

کی نفی کرتے ہیں، اور چونکہ وہ یہ بات اللہ تعالےٰ کی پہلی اور دوسری مذکورہ بالا آیت سے سمجھتے ہیں۔ اس لیے جسمیت، ظرفیت اور مظروفیت جو حادث اشیا کا خاصہ ہیں، کا وہم اس جگہ کس طرح پیدا ہوتا ہے اور چونکہ سائل اپنے اعتقاد میں اللہ تعالےٰ کی ذات کو الطف (بے حد لطیف) اور متبوع (فرماں روا) اور صفت کو لطیف اور تابع (فرماں بردار) سمجھتا ہے اس لئے ذات کا جو الطف اور متبوع ہے کسی شے سے احاطہ کرنے سے جسمیت، ظرفیت اور مظروفیت کا وہم پیدا ہوتا ہے اور یہی وہم، لطیف اور تابع کے مرتبہ میں، جو صفات ہیں، احاطہ کے قابل ہونے سے ضروری ہے کہ اور بڑھ جائے۔ اس لیے اس وہم کی وجہ سے کیا احاطۂ ذاتی اور کیا احاطۂ صفاتی سب کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور حقیقت یوں نہیں بلکہ اس سے نفی اول اور ثبوت ثانی ظاہر ہوتا ہے اور یہ مرجح (ترجیح دینے والے) کے بغیر ترجیح ہے۔ نیز چونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی ذات خود بخود قائم ہے اور اس کی تمام صفات، ذات کی بدولت قائم، اور ذات سے صفات، کا قیام احاطہ ذات کی خبر دیتا ہے۔ اس لیے وہ صفات کو اپنے عقیدے کی رُد سے کیوں نہیں دیکھتے۔ کہ اس عقیدہ کا باعث اشیا سے صفات کا احاطہ کرنا اشیا کو ذات کے احاطہ کی خبر دیتا ہے، کیونکہ بے شک احاطہ گھیرنے والے کی گھری ہوئی جگہ ہے۔ اور چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی وجہ سے صفات، ذات سے الگ نہیں، اس لیے کسی شے سے صفات کا تعلق کہنا اور پھر اس سے تعلق ذات کی نفی کرنا، صفات کے انفکاک (الگ ہونے) کے عقیدہ کو ظاہر کرتا ہے اور پھر چونکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ صفات، ذات پر زاید ہیں۔ عین ذات نہیں۔ پس جب ذاتی علم کو زاید سمجھا، تو اس کے احاطہ کرنے کا قائل ہو گیا اور اس سے کیا چیز سامنے آئی کہ احاطہ ذاتی کا قائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم اس کی ذات کی ایک صفت ہے، اس لیے اس کی ایک صفت کا احاطہ ہے۔ چونکہ سائل سوال کے دقائق و رموز سے بے خبر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ

کے احاطہ کرنے سے، جو اس کے ذہن سے بہت دُور ہے، کیا حاصل کرے گا، قصہ کوتاہ میں بات کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ احاطہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ صُوری، معنوی اور حقیقی۔ احاطۂ صُوری ادنٰے سے لے کر اعلٰے تک کی مخلوقات کے مراتب کا خاصہ ہے، اور اس احاطہ میں ظرفیت و مظروفیت یا تو ظاہر ہے یا پوشیدہ۔ اگرچہ بعض جگہ واضح نہیں ہوتا۔ اور احاطۂ معنوی حقیقی صفات کا احاطہ ہے خواہ اشیا کی صفات ذاتی ہو یا فعلی۔ کہ اللہ تعالٰے ازل سے ابد تک تمام ممکنہ مراتب کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے جس طرح قدرت کی صفت ہے، کہ قدرتی معانی کے تصرفات تمام اشیا کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح علم، ارادہ وغیرہ کی صفات ہیں۔ اور احاطۂ حقیقی اللہ تعالٰے کی ذاتِ پاک کا خاصہ ہے۔ اور احاطۂ حقیقی یہ ہے کہ خواہ صفات و کمالات کی وجہ سے مراتبِ وجُوب ہوں، اور خواہ جوہر، جسم، عرض کے مراتبِ امکان، اللہ تعالٰے کی ذات سے ظاہر و باطن، قلت و کثرت اور قیام و وجود رکھتے ہیں۔ اور اس کے سوا کسی اور سے نہیں، اور یہ حقیقتِ حقیقی باقی ہر شے کو گھیرنے والی متحقق ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے احاطۂ حقیقی کی حقیقت سے باخبر کیا۔ اور اس تحقیق سے جسمیت و ظرفیت کے وہم ختم ہو گئے۔ اور جس کی ضرورت تھی صفحہ اعتقاد پر جلوہ گر ہو گیا۔

اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ علمائے ظاہر کا احاطۂ ذاتی پر رُک جانا، اس احاطہ کی نفی ہے، جسے عوام احاطۂ صُوری سمجھتے ہیں۔ اس سے احاطۂ حقیقی کی نفی کا پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ اس احاطہ کا ثبوت ایمان محض ہے۔ یہ اللہ تعالٰے کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

مکتُوب : ۱۵

شریعت کے بعض عقائد پر یقین رکھنے کی تحقیق کے بارے میں۔

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے کُفر کی تیرگی سے نکالا اور اپنی مدد اور کامیابی سے دارالایمان میں داخل کیا۔ پاک ہے وہ ذات جو مُردوں کو زندہ کرتی اور انہیں ولایات کے درجوں پر پہنچاتی ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے مخلُوقات میں اتحاد وحلُول سے منزّہ ہے۔ اور اس کی ذات کے سوا جو کچھ ہے وہ اس کی نشانوں اور کمالات کے حسن کا عین ظہور ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے غافلوں کی آنکھوں سے پردہ فرمایا اور اپنے حضور میں حاضرین کو مُتحیّر بنا دیا۔ آپ کے پُر خلوص اور بے کینہ، محبت سے بھرے ہوئے مکتوب کی آمد نے دل کو آسُودہ کیا اور پیاسے دل کو طالبین کے سوالات کے پانی سے سیراب کر دیا۔ یہ جو لکھا گیا تھا کہ مفصل جواب لکھا جائے گا، تو انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ جس مسئلہ کو واضح طور پر میں بیان کرتا ہوں، اس کو غور سے سنیئے۔ اگرچہ توحید کے مسائل اور اللہ تعالےٰ کی اپنی مخلوق سے قُربت اور ہمراہی، بہت سے مجاہدوں اور بے شمار ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے اس حکم کی تعمیل میں کہ "سوال کرنے والے کو مت جھڑکو" جو کچھ عبارت برداشت کر سکتی ہے، اسے حوالۂ قلم کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے، نفع بخش ثابت ہو۔

اوّل یہ جو لکھا گیا تھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عالم کو حق تعالیٰ کے علاوہ کہیں، تو مخلُوق کے ساتھ خالق کا کیا تعلق ہو گا۔ میرے عزیز! یہ اہم حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالےٰ صانع (بنانے والا) ہے، اور مخلُوقات اس کی مصنوع (بنائی ہوئی) ہیں۔ اگر ان کی حقیقت معلوم کرنا چاہیں، تو اپنی صُورت متخیلّہ کی مثال سے دلیل مقصد سمجھ لیں۔ خیالات کی تراش کے بعد اپنی صُورتِ متخیلّہ کے مرتبہ پر غور کریں اور جان لیں کہ قوتِ متخیلہ نے سر سے پاؤں تک اس تمام عرصہ ومکان میں، جو تمام صورتیں وضع کی ہیں، وہ محض وہم کے مرتبہ پر ہیں اور ان متخیلّہ صورتوں کا بنانے والا، جو شخص ہے، وہ خارج میں موجود ہے۔ اس لیے صاف صاف غیریّت، اور اس صورت کے ساتھ اس شخص کی معیّت کے

باوجود وہ اس صورت سے اتحاد و حلول کی حد تک منزہ اور پاک ہے ، مرتبۂ دہم کو حقیقی خارجی مرتبہ سے قریب کی یا دُور کی نسبت نہیں۔ اور یہ مذکورہ باتیں قریب یا دُور کی جنسیّت کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں، جیساکہ غور کرنے والے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی۔

میرے عزیز! جب دو چیزوں کے درمیان حدُود کی تحقیق ظرفِ زماں اور ظرفِ مکان سے ثابت شدہ ہے تو پھر وہ شخص عجب نادان ہے جو اللہ تعالےٰ کی لامکانی پر ایمان لانے کے باوجود حد کا احتمال پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ ہر حادث صریح طور پر قدیم کی ضد ہے اور تمام اَضداد ایک دوسرے کے سوا حادث پر غیر قدیم کے اطلاق پر رک جاتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ دانا کی نظر میں مخلوق، خالق کے بغیر اور خالق و مخلوق کے درمیان غیریّت کے اطلاق سے حدُود کی تحقیق کرنا غیر معقول ہے۔

اور یہ جو لکھا گیا تھا کہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ کی تمام معلُومات وجُود میں آگئی ہیں، تو اس سے ضرُوری ہوجاتا ہے کہ ان کے حقائق کی اشیا، ایک واحد شئے ہوں اور یہ درست نہیں کیونکہ اشیا کے حقائق کو ان متصوّف حضرات نے اللہ تعالےٰ کی معلُومات قرار دیا ہے۔ اے نیک بخت! متصوّف، تکلّف کرنے والے کو کہتے ہیں، یعنی اس شخص کو جو زبردستی صوفی بنا بیٹھا ہو اور ایسا شخص منزل پر پہنچا نہیں ہوتا اس لیے حضراتِ متصوّفہ کی بجائے حضراتِ صوفیہ کہنا چاہیے۔ تاکہ ان کی باتیں قابلِ اعتماد ہوں۔ پس جاننا چاہیے کہ معلُومات کے پہچاننے میں بزرگ صُوفیہ کی باتیں بہت ہی دقیق ہیں۔ انتی کہ اگر میں یہ کہوں کہ تمام معلُومات وجود میں آگئی ہیں، تو ضرُوری ہوجاتا ہے کہ اشیاء اور ان کے حقائق ایک ہی ہوں اور اگر یہ کہوں کہ موجود غیر معلُوم ہے، تو پھر یہ دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو یہ کہوں کہ معلُوم اور تھا اور موجود اس کے علاوہ۔ اس لیے لازم آیا کہ جو وجود میں آیا، وہ حق کو معلُوم نہ ہو، تو یہ نقصانِ علم ہے کہ دُوسرے کو معلوم

ہو، اور موجود اپنے وقت میں غیر معلوم ہو، یا پھر یہ کہوں کہ معلوم علم میں تھا اور جو کچھ وجود میں آیا وہ اس کی شبہ اور مثال ہے۔ اس سلسلے میں وجودِ مثالی اللہ تعالےٰ کے علم میں لازم ہوجاتا ہے اور یہ مخلوقات کی صفات میں سے ہے۔ پس ثابت شدہ بات یہ ہے کہ ہر موجود و مخلوق شئے کو اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفات سے دو طرح کا تعلق ہے، جیسا کہ قدرت، علم اور ارادے کا ہے۔ اور اس تعلق سے ہر شئے ٹھیک ٹھیک مقدور و معلوم ہے اور حق کی مرادُ لا' سے ہے اور ان بلند صفات کا تعلّق اشیا کے وجود سے پہلے، اور اُن کے وجُود کے بعد سے برابر کا ہے اس تعلق میں کوئی کمی یا زیادتی یا کوئی پہلے اور بعد کا فرق نہیں۔ اگر کمی اور زیادتی ہے یا پہلے اور بعد کی کیفیّت ہے، تو وہ اس شئے کی نسبت سے اللہ تعالےٰ کے علم و قدرت کے اعتبار سے نہیں۔ اللہ تعالےٰ اس سے پاک ہے اور وجودِ مثالی کے حصول کے بغیر ہر شئے اس کے علم بلکہ علمِ حضوری میں ہے۔ اور ہر شئے کو تمام وجود اور اعتبار سے وہ مرتبہ حاصل ہے، جو شُدنی (ہوجانے والا) ہے، جس میں زماں و مکاں کے تمام مراتب شامل ہیں، جو ازل سے ابد تک حق کو جانتا ہے اور ہر شئے اپنی اصل شکل میں اُسے معلوم ہے، نہ کہ ان کے حصول کی شئے، جس سے بعض صُوَرِ علمیہ مراد لیتے ہیں۔ ہر گز ہر گز نہیں صوَر اور حصول کی اللہ تعالےٰ کے علم میں گنجائش نہیں، بلکہ یہ شئے اپنے موجود ہونے سے پہلے اور بعد میں اس کے علم میں ہے۔ اور یہ وہ نادر معارف ہیں، جو اللہ تعالےٰ طریقہ نقش بندیہ میں، طریقہ اجتبیہ کے مالک کے دل پر نازل کرتا ہے۔ اور اس کا تعلق صفاتِ فعلیہ سے ہے جیسا کہ خالقیّت اور رازقیّت ہے اور اس تعلق سے ٹھیک اسی طرح مخلوق، رزق پانے والی، اور فنا ہونے والی ہے۔ چنانچہ ہر چیز صفاتِ فعلیہ کے تعلّق کی حیثیت سے مخلوق، موجود اور حادث (تغیر پذیر) ہے اور صورت یوں نہیں کہ معلوم کوئی اور شئے ہو اور موجود کوئی اَور شئے۔ یہ محض تنازع ہے۔ پس

تحقیق سے ثابت ہوا کر یہی زید معلوم ہے اور یہی زید موجود، نہ کہ غیر زید۔

اور یہ جو لکھا گیا تھا کہ ضروری ہے کہ شے کی حقیقت عین شے ہو، تو میرے مُشفق! یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے جب میں یہ کہوں کہ معلوم ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حیوانِ ناطق، حیوانِ ناطق ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو موجود ہے، وہ معلوم ہے۔ اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ انسان حیوانِ ناطق ہے۔ پس انسان حیوانِ ناطق کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لیے کسی شے کی حقیقت درست شے ہوتی ہے، فرق عبارت میں ہے۔ شے اور حقیقت میں نہیں ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ: میں بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ متصوّف حضرات نے مخلوقات کو واحدیت (ایک ہونے) کے مرتبہ میں رکھا ہے اور خالق و مخلوق میں صرف نام کا فرق رکھا ہے جیسا کہ اولے اور مینہ، حالانکہ وہ ایک ہی شے ہیں۔ میرے مشفق! اگر مخلوقات کو واحدیت کے مرتبہ میں اس معنی میں کہوں کہ واحدیت کے مرتبہ کے اجزا میں سے ایک جزو ہے، تو یہ صاف غلطی ہے۔ کیونکہ واحدیت مرتبہ صفات ہے اور مرتبہ صفات، حصے بخرے کرنے سے پاک اور منزّہ ہے۔ صوفیا میں سے کوئی بھی اس مرتبے کے حصے بخرے کرنے کا قائل نہیں۔ البتہ اگر کوئی متصوف ایسی بات کہے، تو بعید نہیں۔ کیونکہ وہ ظلیت (سایہ) کے مرتبہ پر ہوتا ہے اور صاحب ظِل غلطی سے محفوظ نہیں۔ اور وہ جو اولے اور مینہ کی مثال دیتے ہیں، اس سے مراد جزئی نہیں، میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بلکہ میری یہ مثال لبعض لحاظ سے صفاتِ مطلق کے ظہور سے ہر شے کی تحقیق و ثبوت کے لیے دی گئی ہے۔ جیسا کہ اولہ صاف صاف پانی کا ظہور ہے لیکن جزئیت کے مرتبے سے بالکل الگ ہے۔ لیکن اگر صرف نام کے الگ الگ ہونے سے کہیں، اور

حقیقت، کو ایک جانیں، تو یہ اہل صفا صوفی کی بات نہیں ہوگی، بلکہ اہلِ ہوس متصوف کی بات ہوگی۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی رحمتِ خاص عطا کر اور ہمارے معاملے کو درست کر دے!

مزید یہ کہ اگر تخت پوش کا ایک تختہ پلید ہو جائے، تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر ان سب تختوں کو ایک دوسرے سے میخوں سے اس طرح جوڑا گیا ہے گویا کہ ایک ہی تختہ بن گیا ہے، تو پھر وہ تخت پوش ایک تختہ کی حیثیت رکھے گا۔ اس سارے تخت پوش پر نماز جائز نہیں خواہ پاک جگہ پر نماز ادا کرے یا ناپاک جگہ پر، لیکن اگر تختوں کو لکڑی کے ساتھ جو تختے تختے ہو، میخوں سے جڑا گیا ہو، اور اس لکڑی کی بدولت وہ تختے آپس میں ملے ہوئے ہوں اور اسی لکڑی کی وجہ سے وہ تختے جدا جدا ہو سکتے ہوں، تو پھر پاک تختے پر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ اُس طویل تختے کا جواب بھی، جس کی ایک طرف پلید ہو گئی ہو، اسی میں پوشیدہ ہے اور چادر کی کیفیت بھی یہی ہے۔ اس کے بھی پاک کونے پر نماز جائز نہیں اگر مقتدی کو غفلت کی بنا پر امام کے رکن کا پتہ نہ چلے، تو چھوٹے ہوئے رکن کو ادا کرنے کے بعد امام سے ملنا درست ہے، اور اگر کوئی رُکن درمیان میں سے چھوٹ جائے، اور امام سے ملے تو درست نہیں۔

اپنی مسواک کے سوا کسی دوسرے کی مسواک پکڑنا جائز نہیں، گری پڑی چیز اٹھانے میں یہ نیت رکھے کہ اس کے مالک تک پہنچا دے گا۔ اگر کوئی حائضہ اپنی عادت سے پہلے پاک ہو جائے، تو طہارت کے بعد روزہ اور نماز تو ادا کرے، لیکن شوہر کے نزدیک نہ جائے۔ قرآن مجید میں حرفِ "ا" جیسا کہ "یَتْلُوا" میں لکھتے ہیں، جیسا کہ معلوم ہے، صیغہ جمع اور صیغہ واحد میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ہے، کیونکہ بعض واحد صیغے، جمع کے صیغے کی شکل میں آتے ہیں، جس جگہ "لا" کی علامت ہو، ٹھہرنا نہیں چاہیے۔ اور بعض قاری بعض ایسے مقامات پر، جہاں وقف کرنا بہتر ہے، وقف نہیں کرتے اور

اس کی سند صحابۂ کرام سے لاتے ہیں جو سارا قرآن وقف کیے بغیر پڑھ جاتے تھے۔ اور سورہ فتح میں 'افواجا' پر حاشیہ لکھا ہوتا ہے 'وقفِ نبی'۔ وہاں تھوڑا اسا رکنے میں عذر ہے۔ بزرگوں نے اس کے نہ ہونے کی حالت کو بہتر سمجھا اور کہا ہے، اگرچہ ان کا نام نہیں لکھا گیا۔ الغرض قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص ترکیبِ الفاظ کی بدولت معانی سے باخبر ہے، اگر وہ الفاظ کے فرق کو سامنے رکھے، تو اس کے لیے وقف کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ وقف اور دوسرے مسائل جو سمجھ میں نہیں آتے، بالمشافہہ صحبت سے دور ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور میری خطائیں معاف کرے۔

مکتوب : ۱۶

کلام اللہ کی حقیقت کی تحقیق کے بارے میں۔

اللہ گنتی کے بغیر ازل سے کلام کرنے والا ہے، ازل سے واحد حقیقی کے کلام سے مخاطب ہے، اور مخاطبوں سے اس کے کلام کا ظہور متعدد الفاظ میں مرتبۂ حدوث میں، کمال فضل وکرم سے، ایک دل پذیر بات کی صورت میں، جو دوستانِ مہجور کا شرف بڑھانے والی ہے۔ نہایت پیارے نورانی دوستوں کے ذریعے نہایت اچھے وقت میں ہوئی، اور اس نے ضروری امور کی حقیقت سے آگاہی بخشی۔ چونکہ میں نے آں عزیز کو عقائد کی وضاحت نہ رکھنے والے چند مکتوب لکھے تھے، اور ان دنوں عزیزوں میں ایسے مسائل سر اٹھا رہے ہیں، اور ان کے حل میں وہ بہت کوشش کر رہے ہیں، اس لیے ان عقائد کی تصحیح کے لیے اللہ کے فضل سے جو باتیں بڑی واضح ہو گئی ہیں، انہیں قلم بند کر کے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ امید ہے کہ اللہ کے حکم سے اس سے بھی مسلمانوں کی خدمت ہو گی۔

چونکہ اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ ازل الازل سے خود

اپنے کلام سے بے حد و حساب کلام کرتا ہے، اور گنتی حروف والفاظ سے پیدا ہوتی ہے اسلیئے ان دونوں کی اس مرتبہ عالی میں گنجائش نہیں، اور گنجائش بھی کس طرح ہو سکتی ہے کہ حق تعالےٰ کلام نفسی سے خیالی اور زبانی کلام کرتا ہے اور حروف و تعداد کا خاصہ ایسے ہی ہے جیسا کہ خیال و زبان۔ اور خیال و زبان کا نہ ہونا کمال کو ثابت کرتا ہے۔ اور چونکہ اس معنی کی تحقیق اکثر لوگوں کے لیے کئی ایک وجوہ سے مشکل تھی، مثلاً اول یہ کہ چونکہ اللہ تعالےٰ ازل میں کلام کرنے والا تھا۔ اور اس کے سوا اور کوئی شئے نہ تھی (آیت کریمہ "اللہ تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی شئے نہ تھی" اس لیے اللہ تعالےٰ کے کلام کا ظہور کسی مخاطب کے بغیر تھا اور مخاطب کے بغیر کلام کرنا بالعموم لغو سمجھا جاتا ہے، اور اگر فرض کرو، ہم بے مخاطب سے بھی مثبت معنی نکال لیں، تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کا بات کرنا سمجھنے سمجھانے کی غرض سے ہوتا ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ اپنے ازلی علم کی بدولت وجوب و امکان کے تمام مرتبوں کا بے کم و کاست جاننے والا ہے اس لیے جو بات کلام سے سمجھی جائے گی۔ وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہو گی۔ یا تو معلوم سے زیادہ یا عین معلوم۔ پہلی صورت میں علم کا نقصان ہے اور دوسری صورت میں تحصیلِ حاصل۔ اور پھر یہ کہ جو کچھ اس سے ظاہر و واضح ہے اور اس سے ہم تلاوت و قرأت کے ذریعے شرف حاصل کرتے ہیں، وہ متعدد ہے اور کثرت سے ہے اور از روئے شریعت عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کا کلام ہماری زبانوں پر جاری، ہمارے دلوں میں محفوظ اور کتابوں میں تحریر ہے اور جو کچھ جلد کے اندر ہے، وہ قرآن ہے اور اللہ کا کلام ہے۔ اور صورت یہ ہے کہ شریعت کے مقررہ مراتب کے لحاظ سے جو کچھ تحقیق اور ظاہر ہوا ہے، وہ مقدار اور اجزا والا ہے۔ اس لیے اگر ہم کلام مطلق کو ان مذکورہ مرتبوں سے پرے جانیں، تو پھر جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اور جو کچھ محفوظ ہے، اسے کیا کہا جائے؟ کیا انہیں مخلوق اور غیر کلام سمجھیں؟ اس صورت میں ہم نے کلام اللہ کی تلاوت نہیں کی ہو گی

اور یہ بات نجات یافتہ فرقہ کے طے شدہ اصول کے خلاف ہے۔

اور اس معنی کی حقیقت بزرگوں کے طفیل (خدا اُن کے اسرار کو پاک رکھے) اس عاجز پر یوں ظاہر کی گئی ہے کہ حق تعالٰے ازل سے اپنی ذاتِ قدیم کا خود مدح کرنے والا، خود وصف بیان کرنے والا اور خود تعریف کرنے والا ہے۔ اور اس میں، وحدتِ حقیقی کے تمام محامد اور تمام اوصاف شامل ہیں۔ یہ مدح و تعریف نُورِ مطلق کے ذریعے بے حرف اور بے آواز ۔ ۔ ۔ ۔ اس طرح ہے، جس طرح کہ چاہیے۔ بلکہ اللہ تعالٰے کی طرف سے اس کی صفات میں سے ہر صفت، اور اس کے ناموں میں ہر نام نفسِ ذات کی مدح و تعریف ہے، اور اس کی لا انتہا قابلیات میں سے ایک قابلیت ہے۔ اللہ تعالٰے اپنی ذات کا سب سے بہترین تعریف کرنے والا، اور اعلٰے ترین ثنا کرنے والا ہے۔ اور یہ مرتبے لا انتہا اور بے نہائت ہونے کے باوجود گنتی سے پاک اور بری ہیں۔ بلکہ وہی حقیقی طور پر بے کیف ہے کہ لا انتہا کمالات کے باوجود اس میں گنتی اور حصّے بخرے کرنے کی گنجائش نہیں۔ "سبحان اللہ" کا کلمہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور جو اس کے اوصاف میں سے ہے، گنتی اور اجزا کی نفی کرنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ جو شے گنتی اور اجزا میں آجائے، بے شک اس کی کوئی نہ کوئی انتہا ہوتی ہے بلکہ ہر عدد اپنے طور پر منتہی ہے، کیونکہ جب نہائت ختم ہو گئی تو عدد اور اجزا بھی ختم ہو گئے۔ اور چونکہ متکلّم کے بغیر مدح اور وصف کی تکمیل نہیں ہوتی، اس لئے اسم متکلّم سے موسُوم، اور صفت کلام سے موصوف ہے، اس اصلی حقیقت اور وحدتِ تحقیقی کے پیش نظر اُس کے لیے اپنے سوا کسی غیر سے مخاطب ہونے کی ضرُورت نہیں۔

چنانچہ اس تحقیقِ کامل سے اللہ تعالٰے کا کلام بلا عدد اور بلا جز، اور ازل کے ازل سے بے شک و شبہ موجود و ثابت ہے۔ چونکہ کلام کی صفت اس کی ذاتی صفات میں سے ہے اور ذاتی صفات کا ظہور دو مرتبوں میں ہے، قدیم کے اعتبار سے مرتبۂ

واجب، اور حدوث کے اعتبار سے درجۂ امکان۔ اس لیے مذکورہ بالا سنتِ کلام کا
ظہور پہلے مرتبہ میں قدیمی اور ازلی ہے اور اس ظہور سے اللہ تعالیٰ اسم سے مسمّیٰ ہوتا ہے۔
اور اس ظہور میں اسے اپنے سوا کسی غیر سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں اور
دوسرا مرتبۂ ظہور الیل ہے کہ اس کی صفات میں سے ہر صفت، اور اس کی تمام تعریفوں
میں سے ہر تعریف، غیب الغیب کی پوشیدہ قابلیات میں سے ہے، جن کی کوئی انتہا
نہیں۔ اور یہ مخفی قابلیات ظہورِ ثانی اور موجودیتِ خارجی کا تقاضا کرتی ہیں اور اس کے
لیے حقیقی ارادہ اور حکمتِ بالغہ کی ضرورت ہے، جو ازل سے مقررہ کردہ اوقات پر
موقوف ہے اور یہ اوقات بھی صرف انہی قابلیتوں کے تقاضوں کا ظہور ہیں، تاکہ
مخفی قابلیتوں کے ظہور سے اس مرتبۂ ظہور پر ظاہر ہوں۔ اور مدح و ثنا کے تمام مرتبے
اپنی لانہایت قابلیتوں کے ساتھ، کہ خزانۂ پوشیدہ انہی سے عبارت ہے، غیب کے
مرتبے سے شہادت کے مرتبہ میں محبت کی بدولت اپنے نفوس کی حیثیت میں ظہور
پاتے ہیں۔ اور اندماج (پیوستگی) کے مرتبہ سے عرفاں کے مرتبہ میں اپنی قابلیتوں کے
نفوس کی حیثیت سے تقیّد یا حدوث کی حالت میں تفصیل سے ظاہر ہوتے ہیں۔
اور جب اِن کے ظہور کے اوقات اپنی مقدورہ شرائط کے ساتھ آ پہنچتے ہیں، تو وجودِ
حقیقی کے فیض کے ظہور سے موجودیت، عدم کے پردے سے محسوسات کے اس مرتبہ
میں ظاہر ہوتی ہے، اور اس کو اس کی نمود کے حساب سے زندگی دی جاتی ہے۔ اس
طرح یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی مدح و ثنا کی بدولت ظہور میں آگیا۔ اور غیب کا معاملہ عرفان
کے مرتبے میں شہادت اور تفصیل سے ظاہر ہو گیا اور ان مراتب کے شہود میں آجانے
سے مکمل ذات وصفات کا ظہور خوبی بخت سے واقع ہو گیا۔ اور اس مقام پر آیت کریمہ "جو
کچھ آسمانوں میں ہے اللہ کی حمد کرتا ہے" کے معنی سمجھنے چاہئیں، چنانچہ کائنات کا ہر ذرہ
اپنی ذات کے ذریعے اللہ تعالےٰ کی مدح و تعریف کا ظہور ہے اور اس کے کلامِ مطلق

کے ظہور سے دوسرے مرتبہ میں کلمہ ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں ہے،
اور لفظِ کلمہ سے مراد حق تعالےٰ ہے اور "مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ" (اللہ کے کلمات
کو قید نہیں کیا جاسکتا) اس مدعا کو ثابت کرنے والا اور اس دعوے کی وضاحت
کرنے والا ہے۔

مکتوب : ۱۷

حضرت پیر دستگیر بنوری قدس سرّہ کے قولِ منظوم کی تحقیق میں۔

من ترا ایستم ہمیں حمد است تو مرا نیستم ہمیں حمد است۔

(ترجمہ - میں تیرے لیے کیا ہوں، یہی تعریف، اور تو میرے لیے نہیں سوائے اسی تعریف کے)
اور اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ تو ہے، میں نہیں ہوں، چنانچہ صفتِ کلام کے اس
ظہور سے دوسرے مرتبہ پر حدوث و تقیّد تھا۔ اس ظہور سے اللہ تعالےٰ، اسم سے
مسمّٰی ہو کر بعدِ کمال ظاہر ہوا۔ اور واحدِ حقیقی کے کلام سے دونوں مرتبوں پر متکلّم تحقیقی تھا۔
اور کائنات کا ہر ذرہ کلامِ مطلق کے کمالات کا ظہور ہوتا ہے اور مذکورہ بالا تحقیق کی
رُو سے اور اس دوسرے ظہور کی بدولت کلام کی صفت دو قسم کی ہے ایک عام اور
دوسری خاص۔ اور عام قسم میں مخلوقات کا ہر ذرہ حصہ دار ہے، اور سب سے نہائت
عام مرتبۂ ظہورِ عام کے مرتبہ میں نورِ محمدی کا ظہورِ انوار کے مرتبہ میں ہے، اور جسموں کے
مرتبے میں آنحضرت کا جسم ہے۔ اور اس درجہ کا عام ہونا اس معنی میں ہے کہ کائنات
کا ہر فرد اگرچہ "کُن" کے حکم سے کلمہ کا ظہور ہے اور تمام حمد و ثنا کے لائق اپنے کمالات
کے ظہور کی بدولت صرف وہی محمودِ حقیقی ہے لیکن افعال و اقوال وغیرہ میں سے جو
کچھ اس فرد کے پاس ہے، وہ ان پابندیوں سے منسوب اور ان کے متعلق ہونے کی حیثیت
سے ہے، جو اس مرتبۂ پابندی کی وجہ سے حاصل ہے اگر کلام مخلوق ہے، تو وہ مخلوق

کی طرف مُضاف ہے، اور اگر شنید وغیرہ ہے، تو پھر بھی اسی سے متعلق ہے۔
کیونکہ ان کی تخلیق میں مخلوق کا بھی تھوڑا بہت واسطہ رہا ہے، بلکہ ان کی تخلیق میں مخلوق
کی طرف انتساب کی تخصیص بھی تخلیق کی گئی ہے اور اس خصوصیت کی حفاظت کرنا ہر
فرد پر لازم ہے اور یہ خاص قسم آسمانی کتب کی لفظ و معنی کی حیثیت سے ہے، فقط
لفظ کی حیثیت سے نہیں، اور احادیثِ قدسی کے الفاظ گویا عام اور خاص کے
درمیان برزخی حالت رکھتے ہیں اور خاص قسم میں بے حد مکمل اور بے حد جامع قرآن مجید
ہے، اور اس کتاب میں میں کسی فالتو لفظ کا نہ ہونا، اس دعوے کی دلیل ہے اور
اس مرتبہ پر اس کے خاص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ اور معنی کے حساب سے
اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کے مطلق حقیقی کا کلام ہونے کی دلیل یہ ہے،
کہ اس صفت میں کوئی دوسری شئے اس میں شریک نہیں، اور سوائے ظاہری
الفاظ کے کوئی مخلوق درمیان میں حائل نہیں، اور کسی غیر کا تصرف نہیں۔ بلکہ عین
تخلیق میں ان مبارک الفاظ و حروف نے اللہ تعالےٰ سے ذاتی انتساب حاصل
کیا اور ان کی اس خصوصیت کی حفاظت تمام زمانوں میں تمام مسلمانوں پر عائد
کر دی گئی۔

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ مظہریّت میں قابلیات کا ظہور ہے اور خود خالق
حقیقی کا کلام اپنی تمام قابلیتوں کے ساتھ، جیسا کہ اطلاق کی جاتی ہیں، ظاہر ہے۔
اور عین ظاہر ہونے کی حالت میں پڑھا ہوا اور پڑھنے والا، زیرِ حفاظت اور حفاظت
کرنیوالا اور ہمارے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہ قرأت کے بغیر قاری، حفاظت کے ادراک کے بغیر حفاظت
کرنے والا اور حروف و کاغذ کے بغیر بلکہ تمام ذرات کو گھیرنے والا ہے اور صرف
بے کیفی کو ظاہر کرنے والا ہے اور جو کچھ سمجھا جاتا ہے اور جس میں وہ گھرا ہوا ہے، وہ
قابلیتوں کے ظہور کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور اسے (قرآن) اللہ تعالےٰ کے دیدار سے

قیاس کرنا چاہیئے جو آخرت میں مومنوں کو کرایا جائے گا، اور اس وقت اللہ تعالےٰ کو دیکھا جاسکے گا۔ لیکن اس کا احاطہ اور ادراک نہیں کیا جاسکے گا۔ اور اس دیدار میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں۔ اور کلام کی حقیقت کا تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کی صفتِ ذاتی کی نسبت سے ہے اور الفاظ وحروف کا انتساب اللہ تعالےٰ کی طرف، اس کے مخلوق ہونے کے رتبۂ عالی سے ہے۔ اور اس کا ظاہر ہونا کلامِ مطلق کا خاصّہ بلکہ حقیقت ہے کیونکہ یہ منظّم بیان جو تختیوں کا غذوں وغیرہ پر ثبت کیا ہوا ہے، ایسا ہے کہ اس میں کسی مخلوق کا حصّہ دار ہونا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس کی مظہر یّت کے۔ اور "میں نے اس میں اپنی روح پھونکی" کے یہی معنی ہیں۔ اس جگہ مراد روحِ مطلق سے ہے، جو ساری مخلوقات کا مبداء ومنشا ہے۔ سُبحانَ اللہ، اسی سے قرآن کے حرُوف اور الفاظ کا بلند مرتبہ سمجھ لینا چاہیئے کہ روحِ مطلق کی اضافتِ تعظیمی کو آنکھ سے جوہرِ بسیط کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ ان حروف والفاظ کو اس مرتبہ محسُوس ومرکّب کو مخلوقیت کی رہ سے بے واسطہ تخلیق کیا گیا ہے۔ پس ان حروف کے معنی اور حقیقت کے متعلق کوئی کیا بیان کرے۔

الغرض قرآن کی تمام آیات سے نہایت مکمل، نہایت جامع اور نہایت شامل، آیتِ تسمیہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہر سُورت کے شرُوع میں واقع ہوتی ہے اور ہر سورت کی ابتدا اور اس کا آغاز، بلکہ ہر کام کی ابتدا اس سے ضروری ولازم ہوگئی ہے۔ پس جامعیت کے اعتبار سے تمام کمالات کے مقابلے میں یہ واحد النفسی کلام اس آیتِ عظیمہ کی حقیقت ہے اور اس مبارک آیت کی لفظی صورت ایسی صورت ہے کہ اپنی اصل کی حقیقت ہے، جو کلامِ مطلق ہے اور اس کلامِ مطلق کے کمالات پڑھنے اور سمجھنے کے اعتبار سے حقائق ہیں، بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات، اور دوسری آسمانی کُتب کے حقائق بھی اسی میں ہیں۔ اور کلامِ نفسی کا مرتبہ جامعیت

اور مدحِ مُطلق کے اعتبار سے جو تسمیہ کی حقیقت ہے، اپنے تمام کمالات کی متنوّع (سردار) ہے اور تمام ظاہری مراتب، جو قابلیتوں کے ظہور ہیں، کلامِ مطلق کے کمالات ہیں۔ اور مقرّرہ اوقات کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہ محض "کُن" کے حکم کے بلند تقاضوں کے مطابق کلامِ مطلق کی قابلیت سے دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ تسمیہ الف، لام، میم کی حقیقت اور صورت کے لیے ایک جامع نقطہ ہے۔ اور الف لام، میم سے وجُوب کے تین مرتبے[1] مُراد ہیں ------ اور یہیں سے ان اشعار کی تحقیق کرنی چاہیے جو حضرت پیرؒ نے تسمیہ کے حق میں ارشاد فرمائے ہیں۔ والسّلام والاکرام۔

گرچہ دُورم و لے قریب ترم　　طالبِ روئے دوستان خودم

(ترجمہ: اگرچہ میں دُور ہوں لیکن (حقیقت میں) بہت قریب ہوں (کیونکہ) دوستوں کی دید کا طالب ہوں۔)

اور جان لینا چاہیے کہ تسمیہ حق تعالے کا کلام ہے۔ اگر یہ سوال کریں کہ اہلِ تحقیق کی یہ طے شُدہ بات ہے کہ حق تعالے بے حرف و آواز ہے اور تسمیہ تو تمام حروف پر مشتمل ہے، اس لیے اس پر کلام کا اطلاق کرنا کس طرح جائز ہے؟ جیسا کہ تمام آسمانی کتابیں صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں، زبانوں سے پڑھی جاتی ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں محفوظ ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تسمیہ اور تمام آسمانی کُتب پر کلام کا اطلاق دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو تعلقِ تخلیق کی وجہ سے یا تعلّقِ توصیف کی وجہ سے۔ اگر انہی لکھے ہوئے حُروف پر اللہ کے کلام کا اطلاق کریں تو یہ بھی درست ہے۔ لیکن اس تعلّق کو تعلّقِ تخلیقی کہتے ہیں کیونکہ اس کے تمام حروف حق تعالے کی تخلیق ہیں اور یہ مطلقِ حقیقی کے کلام کا مظہر ہے، جو حرف و آواز سے پاک ہے اور اس کی تخلیق میں کسی مخلوق کے ہاتھ کا دخل تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے مختصر بیان کے اور چونکہ یہ مبارک اور بلند

---

[1] یعنی الف سے ذات، لام سے صفاتؔ اور میم سے مُراد اللہ تعالے کی ذات کے کمالاتؔ ہیں۔

الفاظ تمام مخلوقات کے دخل سے پاک ہیں اور الفاظ کو بولنے والے کی طرف نسبت کرنے کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں، اس لیے مجبوراً ان الفاظِ عالیہ کو اللہ تعالےٰ کے کلام سے منسوب کیا گیا ہے، تاہم اس تخلیقی تعلق کی وجہ سے شانِ عظمت ملاحظہ کی جانی چاہیے کہ روح اعظم کو جو تمام مخلوقات میں سے مخلوقِ اوّل ہے اور پاکیزگی کا بلند مرتبہ رکھتا ہے، روحانی اور نورانی مرتبوں میں تعلقِ تخلیق سے مشرف کیا گیا ہے، جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ "میں نے اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا" اس سے مراد وہ لکھے ہوئے، محسوس کیے ہوئے، قید کیئے ہوئے اور جسم رکھنے والے الفاظ ہیں۔ جو بے شمار واسطوں سے حقیقی اور قدیمی کلام کے مظہر ہیں۔ انہیں اس حقیقتِ حقیقی سے منسوب کر کے کیا بیان کیا جائے کہ اس کی صفات قدیم، ازلی اور ابدی ہیں۔ کس کو حوصلہ ہے کہ ان مظاہر کے لباس کے بغیر اس کے وصال سے عزت پائے۔ بمطابق آیت کریمہ اور "انسان کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، بجز اس کے کہ وحی کی جائے، یا پردے کے پیچھے سے بات کی جائے"۔ اگر حروف سے نظر اٹھالی جائے، تو ان حروفِ مبارک کے ذریعے ہمیں حق تعالےٰ کے کلام سے جو حصّہ عطا کیا گیا ہے، اور اس کے بولنے اور اس کے یاد کرنے سے محض ان حروف کو تقدیم و تاخیر کے بغیر ادا کرنے سے صحبتِ حقیقی میسر ہو جاتی ہے۔ اگر اس مرتبۂ حقیقی پر کلام کا اطلاق کریں تو بجا ہے۔ لیکن یہ تعلقِ توصیفی کا معاملہ ہے، کیونکہ بات کرتے وقت یہ مبارک الفاظ کہنا مطلقِ حقیقی کے کلام کا ادا کرنا ہے نہ کہ کسی غیر کا۔ اس لیے اگر ان الفاظ کے بولنے سے کلامِ حقیقی کا بولنا میسر نہ ہو، تو پھر ہم نے کیا کام کیا؟ وہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، دیتا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ ہم کلامِ مطلق کی شانِ عالی کے باوجود جو حروف کی گرد سے پاک اور منزہ ہے، ان الفاظ بابرکت کے اظہار سے اللہ تعالےٰ کے کلام سے کمی بیشی کے بغیر فیض یاب ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ کلامِ مطلق کا ظہور اوّل تو نفس مدعا کے اعتبار سے ہے کہ اس مقام پر حرف و آواز نہیں، اگرچہ وہ نورانی ہوتے ہیں اور یہ پہلا ظہور، پہلے نوریں ہے، جو حضرت محمدؐ کا نور ہے۔ اور لطیفۂ پوشیدہ اس سے ظاہر ہوا ہے۔ دوسرا ظہور نورانی حرف و آواز سے حضرت جبرئیلؑ کا نور ہے، جو اس آواز کو سنتا اور کلام کرتا ہے۔ اور "جو کچھ اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے" سے یہی مراد ہے تیسرا ظہور حرف و آواز کا وہ ظہور ہے، جس سے جبرئیلؑ انبیا سے کلام کرتا ہے، چوتھا ظہور حرف و آواز کا جسمانی ظہور ہے، جس سے انبیا کلام کرتے ہیں، پانچواں ظہور حرف و آواز کا کتابی ظہور ہے، جس سے مقدّس کتابوں کی کتابت کی جاتی ہے۔

اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ ان پانچوں مرتبوں سے جس مرتبہ پر وہ مشرّف ہو، اس مرتبہ کے عین وصول ہونے پر کلامِ مطلق کے مرتبۂ حقیقی بلکہ متکلّم ازلی کا کسی حلول اور اتحاد کے بغیر وصول ہونا سمجھے۔ اور اس پر یقین کرے تاکہ کوئی حجّت باقی نہ رہے ؎

یار درخانہ و من گردِ جہاں گر دیدم

(دوست گھر میں تھا اور میں دنیا بھر میں پھر رہا تھا)

مکتوب : ۱۸

محمد صادق جالندھریؒ کے نام اس عقیدہ کی تحقیق کے متعلق کہ انسان فاعلِ مختار ہے۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو عظیم ہے اور سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو کریم ہے، عرض ہے کہ سچے دوست کو صدقِ حقیقی سے حصّہ ملا ہوا ہے اور سچے عقیدے کی پہچان عطا کی گئی ہے، اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق مسئلہ اختیار[1] میں اللہ تعالےٰ کا بے نہایت فضل عطا ہو۔

---

[1] مثنوی معنوی کے اشعار کی طرف اشارہ، جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اگرچہ اس کا کوئی کام اختیار کے بغیر نہیں، لیکن اختیار اس کے اختیار میں نہیں۔

۲۔ اگرچہ وہ نیکی کرنے سے دُور ہے، لیکن وہ اس اختیار کے ہاتھوں مجبور ہے۔

۳۔ جس پشیمانی سے وہ کانپتا ہے، اس کی پشیمانی کب لرزاں ہوتی ہے۔

میرے عزیز! تم نے اسم قہار کی نسبت سے اختیار کے مسئلے میں، اور گناہگار بندے کے مبتلائے عذاب ہونے کے بارے میں پوچھا تھا کہ جب ہر ذرہ اور ہر مخلوق ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ارادے اور قدرت کی پابند ہے اور کسی زمانے بلکہ کسی گھڑی میں جو کچھ بھی وہ کام یا آرام کرتی ہے، وہ سب اس کے اپنے اختیار اور ارادے کے خلاف ہوتا ہے، اس لئے بندہ کو مختار کہنے اور اس فعل اختیاری کو موجبِ عذاب ٹھہرانے کا مطلب کیا ہے اور اس بے انتہا اضطراب کے باوجود اس کو مختار کا نام دینے کا ثبوت کیا ہے اور اس قدر بے اختیاری کے باوجود اس کو عذاب دینا کہاں کا انصاف ہے؟

میرے عزیز! اس مسئلے کو سمجھنے کی دو راہیں ہیں۔ ایک تقلید کی راہ سے اور دوسری تحقیق کی راہ سے تقلید یہ ہے کہ چونکہ میں نے نجات پانے والے اہلِ سنّت والجماعت کو تمام دوسرے مذاہب سے زیادہ حق پر پایا ہے، اس لیے تمام مسائل میں جیسا کہ انہوں نے طے کیا ہے، مسائل مذکورہ کو سُن کر ہر خاص و عام کو پُورے خلوص سے ان پر یقین و اعتقاد رکھنا چاہیے، خواہ ہم ان کے دلائل سے واقف نہ ہوں اور دل کے پورے یقین کے ساتھ جاننا چاہیے کہ اہل حق کی اس جماعت نے جو کچھ مقرر کر دیا ہے، وہ برحق ہے جیسا کہ ایک ابتدائی طالب علم کو اعلےٰ علوم کی حقیقت کے بارے میں جس میں اسے دسترس نہیں ہوتی، کوئی شک نہیں ہوتا، اگرچہ وہ بات کو پُوری طرح نہیں سمجھتا لیکن وہ اس اعلیٰ علم کی حقیقت پر ایک غیبی اور تقلیدی ایمان رکھتا ہے اس میں اُسے کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی حقیقت کی تحقیق کرنا، اشیا کی حقیقت کی تحقیق کرنے پر موقوف ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "اے اللہ ہمیں بے ہُودہ مشاغل سے بچا اور ہمیں اشیا کی حقیقت جیسی کہ وہ ہے، دکھا"۔ اور وہ تحقیق بلند مقام رکھتی ہے کہ خاص الخاص میں سے بھی کسی کسی کو یہ بلند مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ نبی پاک کے اتباع

ہی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے اور چونکہ آں عزیز کی روشن بیان زبان سے یہ بعید نہیں کہ اس نے مبتدیوں کے سادہ دماغوں میں مسئلے کے سمجھانے کے لیے اس قسم کی باتیں دماغ میں ڈال دی ہوں، اس لیے چند باتیں جو بزرگوں کی طرف سے امانت ہیں، حق کی تلاش کرنے والوں کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔

جان لینا چاہیئے کہ وجود میں آنے سے قبل ہر مختار و مجبور اللہ تعالےٰ کے علم، ارادے اور قدرت کی وجہ سے اس کی ذات، صفات اور کمالات کی بدولت معلوم و مقدور تھا، سب کچھ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں تھا، اور یہ سب کچھ مرتبہ خارج میں اس کے اسماء کے حسنِ کمال کے اظہار کے لیے ہے۔ لیکن اسے اس کے اظہار اور اس حکمتِ بالغہ میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ ان معلومات، مرادات اور مقدورات میں سے بعض اپنے مقام پر مخصوص لطایف کی صفات کی مظہر ہیں اور بعض صفات قہریت کی مظہریت۔ ان دونوں صفات میں سے ہر صفت اپنے مخصوص مظاہر کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اور چونکہ ان عالی شان مرتبوں میں ظہور کے لیے وہ تمام مظاہر میں کامل تر اور قوی تر ہے اور اس لم یزل کی تمام صفات کے ظہور کے بغیر اس کی مظہریت کی مکمل تحقیق نہیں ہو سکتی اس لیے وہ اعلیٰ علم وارادت اور قدرتِ ازلی کے مرتبہ میں اپنی موجودیت سے پہلے ہی وجود، حیات، علم، ارادت اور قدرت اور سمع و بصر وغیرہ کی صفات سے لائق و موصوف تھا۔ اور معلوم، مراد اور مقدور بن گیا، جیسا کہ صفتِ اختیار سے اور اس بلند درجہ میں موجود و حیّ، عالم و مرید، قادر و سمیع اور بصیر وغیرہ کے نام سے موسوم ہوا بغیر اس کے کہ موجود ہوں یا خارج۔ اور اسی طرح اسم مختار سے اور چونکہ موجودیت کے بعد جو کچھ ان کی طرف سے ان کی بدولت ان کے اندر ظاہر و پیدا ہے خواہ وہ ان کی ذات و صفات ہوں، خواہ افعال و آثار؛ کسی کمی و بیشی کے

بغیر وہی ظہور پہلے مرتبہ کا ہے، اس لیے اس مرتبہ میں بھی ان اسما کے مسمّٰی اور ان صفات کے موصوف انہی مخصوص صفات کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ بغیر کسی کمی یا بیشی کے اور وہ دوسری تمام مخلوقات میں سے زیادہ مختار اور زیادہ صریح ہے اس لیے ذی علم اور صاحب عقل پر لازم و واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے جس نام اور جس صفتِ موجودیّت سے قبل مسمّٰی اور موصوف کیا ہے، اور اپنے ناموں اور صفتوں میں تصرّف کرنے والا بنایا اور اُس کی اس مرتبہ علم و ارادہ میں استعداد بخشی اور اس نے قبول کرنے سے انکار نہ کیا اور اُسے قبول کر لیا؛ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں آیا ہے کہ "ہم نے اپنی امانت پہاڑوں ..." اُسے اپنی استعداد کے مرتبہ سے آگاہی دی گئی ہے اسلیئے اُسے چاہیے کہ موجودیّت کے بعد بھی اس مرتبہ میں اپنے آپ کو اپنی اِن تمام خامیوں اور خوبیوں کو جاننے اور اپنے آپ کو اپنی خواہشات کا غلام بنا کر طبعی ناموں سے موسُوم نہ کرے اور اپنے آپ کو جاہل و مجبور قرار نہ دے اور جان لے کہ دنیا کی تخلیق، صرف اللہ تعالےٰ کی جمالی اور جلالی صفات کے کمالات کے حسُن کے اظہار کے لیے ہے اور ہر صفت اپنے قدیم اور ازلی تقاضے کے مطابق اس بات کی متقاضی ہے کہ مخصُوص خارجی مظاہر میں جلوہ گر ہو۔ اور اس کے تقاضے میں ہر خارجی مظہر کو مخصوص نام سے موسُوم اور ذاتی اور فعلی صفت سے موصُوف کیا گیا ہے اور چونکہ انسان کو تمام دوسرے مظاہر کی نسبت زیادہ مکمّل اور زیادہ عُمدہ مظہر کے لیے مقرّر کیا گیا ہے، اس لیے اگر ہر اسم کے حسُنِ کمال کے ظہُور کا ثمرہ مظہر میں پیدا نہ ہو سکے اور اس معاملے میں اگر مظہر میں ویسی تمیز اور علم پیدا نہ ہو، تو اس مظہر کے حق میں مکمّل مظہریت کس طرح ثابت و محقّق ہو گی۔ اِس لئے صفاتِ جمالی کا پھل مظہر کے راحت و آرام میں ظاہر ہونا ہے اور اس صفت کو ازل میں ثواب کا نام دیا گیا ہے اور جلالی صفات کا پھل درد اور رنج ہے۔ اور اس کو عذاب کا نام دیا گیا ہے اور اس علمی امتیاز کا وجُود تمیزِ حقیقی اور علمِ قدیمی کی صفت

سے ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ کی تمیز اس کے قدیمی علم سے اختیار کی صفت کے بغیر واجبی نہیں ہے اس لیے کون وحدوث کے اختیار کو واجبی اور ازلی اختیار کے ظہور کے لیے ایک معلوم مرتبے کے مطابق خارجی وجُود عطا کیا گیا ہے تاکہ دوسری ہر شان کے مظاہر سے الگ ظاہر ہو اور اپنی جنس سے فعلِ اختیاری کے سبب جو اگرچہ کوئی ہے، الگ تمیز حاصل کرلے اور خبیث وطیّب کی تمیز اسی بات کی دلیل ہے اور چونکہ خبیث کو طیّب سے پہچاننا امر ونہی کے ظہور کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس لیے وہ اس معلومیت اور مقدوریت کے مرتبے میں امر ونہی کے لیے جس کا اُسے حکم دیا جاتا اور منع کیا جاتا ہے، خارجی وجود کے مرتبہ میں اُسی طرح مأمور اور مَنہی ہے اور امر ونہی کے ظہور کے سبب اپنے اندر کمالِ امتیاز پیدا کرلیتا ہے تاکہ جہالت سے نکل آئے اور ظہور کامل کے لائق بن جائے۔

میرے عزیز! لوگوں میں مسئلہ اختیار کے معاملے میں جو شُبہ وانکار پایا جاتا ہے، وہ بھی ان کے اختیار سے اس مرتبۂ معلوم میں اللہ تعالےٰ کے اختیارِ حقیقی کے کمالات کے ظہور سے معلُوم ومقدور ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اپنے کمالاتِ علمی کے اظہار کے لیے جو صفاتِ جمالی کا خاصّہ ہے۔ انہیں مکرم ومعزز نہیں بنایا اور یہ بھی ان کی حقیقی استعداد کی نا اہلی کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ یہ بات بعض کے حق میں دائمی اور بعض کے حق میں وقتی ہوتی ہے اور چونکہ انہیں مرتبۂ اِمکان اور مرتبۂ وجُوب کے درمیان اتنی قوتِ تمیز نہیں دی گئی جتنی کہ چاہیے تھی۔ اور انہیں ظاہر ہونے اور ظاہر کرنے والے کے درمیان تحقیق کرنے کی لیاقت نہیں دی گئی، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ اپنے ہر فعل، قول، اسم اور صفت میں مصرُوف، اور اللہ کی قدرت واختیار کے ماتحت ہوتے ہیں، اس لیے ہم اپنے حق میں مختار وقادر کا نام، اور اختیار وقدرت کی صفت کس طرح مان لیں، کیونکہ کسی فعل وقول میں اللہ تعالےٰ کی اطاعت کے

تعلیم دی، جو اس مہربان ذات کے لائق ہے، اور اسے کثیف اوہام کے گرداب سے بغیر اپنے آپ کو مستقل اور فاعل پالیں، تو پھر البتہ اس فعل و قول میں اختیار کی صفت ہم میں مانی جا سکتی ہے اور چونکہ ایسا نہیں۔ اس لیے اختیار میں نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ اپنے بے انتہا فضل سے اگر اُن کے حق میں ازلی ارادہ سے مخصوص اوقات میں کوئی مقدر شئے ---- ان کے سینے میں ڈال دے، تاکہ وہ جان لیں کہ ہم اور جو کچھ ہم میں پیدا و ظاہر ہے وہ ممکن ہے، ہماری ذات سے، ہماری صفت سے ہمارے فعل سے۔ اور ممکن اس کو کہتے ہیں جس کا ذات وصفات اور افعال کی حیثیت سے ہونا اور نہ ہونا واجب الوجود کے زیرِ اختیار ہو۔ اور حق تعالےٰ کے سوا اور کچھ واجب نہیں، اس لیے اگر ذات ہمارا وجود ہے کہ اس سے ہمارا وجود موسوم ہے اور اگر سُننا، دیکھنا، جاننا اور ارادہ کرنا ہماری صفات ہیں، جن کی بدولت ہم سُننے والے دیکھنے والے، جاننے والے اور ارادہ کرنے والے ہیں، تو ہونے اور نہ ہونے میں ہم پُوری طرح واجب الوجود کے سمع، بصر علم اور ارادہ کے محتاج ہیں۔ جس طرح ہماری اختیار کی صفت کہ چاہیں تو لیں، چاہیں تو چھوڑ دیں، اس درجہ بیں ہے۔ کہ اس کی بدولت ہم تمام دیگر مخلوق سے اپنے آپ کو الگ شمار کرتے ہیں اور اس صفتِ اختیار کے لیے ہم واجب حقیقی کے محتاج ہیں۔ اور اختیار اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، جو واجب قدیمی ہے، ازلی اور لم یزلی ہے، جو غیر، تغیر، اور تبدیلی کی شرکت سے پاک ہے۔ اور اللہ تعالےٰ مختارِ کل ہے۔ اور جو اختیار ہماری صفت ہے، وہ ممکن اور حادث (مٹ جانے والا) ہے۔ وہ فانی اور ہلاک ہونے والا ہے اور ہر آن اپنے بغیر اور اپنے ساتھ ہے، اور اختیارِ واجب سے کسی طرح شرکت کی بُو نہیں رکھتا۔ اور ہم شرکت کی آرزو کس طرح کریں، کہ اللہ تعالےٰ نے تخلیقِ کائنات میں اپنے حُسن اور کمال کا اظہار کر کے اپنی حکمتِ بالغہ سے مخلوقات کو اپنی ذات اور صفات کا مظہر بنایا ہے۔ اگر ہم اپنے لیے مستقل اختیار، تلاش کریں، تو یہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں ناموافقت کا اظہار کرنا اپنے

ہوئے احاطہ میں لے لے، جبکہ ایک کامل اور مکمل عارف، جس کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے، جب جہالت کی پستی سے حقیقی علم کے درجے تک پہنچتا ہے، تو جان لیتا ہے کہ مُنعمِ حقیقی کے لیے دعوٰے کمال کرنا، اور اس کے کمال میں کمی تلاش کرنا ہے۔ اور یہ بالکل نادانی ہے۔ اور اس عقیدے کو اس نادان کا اختیار کرنا، اللہ تعالٰے کے اسم مختار کی وجہ سے قہر کی تجلّی ہے۔

میرے عزیز! اگر تو دیکھے، تو تُو پائے گا کہ تیرے مَولا نے تجھے فاعل و مختار کہا ہے، چنانچہ آیت کریمہ "عمل کرو، جیسا تم چاہتے ہو" سے یہ ظاہر ہے اور اللہ تعالٰے کی مخالفت کرکے تُو اپنے آپ کو غیر مجبور اور غیر مختار قرار دے رہا ہے، تو یہ مخالفت خود تیرے اختیار کی کھُلی دلیل ہے، کیونکہ اگر تو مختار نہ ہوتا، تو یقیناً جو کچھ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے تیری زبان سے بھی کمی بیشی کے بغیر وہی کچھ نکلتا۔ اور جان لے کہ اختیار سے انکار کرنا بذاتِ خود اختیار ہے اور اختیار سے انکار کرنا اسی اختیارِ حقیقی کے ظہور کا مظہر ہے۔ اور صفتِ جلالی کے حُسنِ کمال کی جلوہ گری ازل سے ہے۔ یہ کوئی نئی شے نہیں۔ اور نہ ہی کوئی مزید۔ جب تو اس کو دیکھ لے گا تو پھر قدر و صبر کے کنوئیں سے باہر نکل آئے گا۔ اور اہلِ حق کی خصوصیت سے مخصوص ہو جائے گا۔ اے ہمارے ربّ اپنی رحمت عطا کر بے شک تو بے حد عطا کرنے والا ہے۔

مکتُوب : ۱۹

باکمال اور حقیقت آشنا میاں شیخ محمد فاضل جیوؒ کے نام، اس بارے میں لکھا گیا کہ اپنے روزمرّہ کے علم پر نظر رکھ کر اور اپنے آپ کو اللہ تعالٰے سے دُور سمجھ کر، اللہ تعالٰے کی حمد و ثنا سے باز نہیں رہنا چاہیے اور ترقّی درجات کی خواہش کرنی چاہیے، اور شہود کے مرتبے سے ترقّی کی آرزو کرکے خلوت کے مقام کو حاصل کرنا چاہیے۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اِنسان کو اس وصف و توصیف کی

نے اسے خاص نعمت سے نوازا ہے ، اور اسے اپنی صفات ، کی حقیقت کے مظہر کی ، اپنے علم قدیمی کے ذریعے تعلیم دی ہے ، جو پوری طرح محیط ہے ، اور پھر وہ انہی اوصاف سے متصف ہوتا ہے جس کی اُسے علم اور حمد سے تعلیم دی گئی ہے ، جو اس قدیم ذات نکالا ، اور اپنی تعلیم کے ذریعے حق عرفان کی شناخت کرائی اور اوصافِ قدیم سے اپنے آپ کو موصوف کیا ، جو احاطۂ کاملہ کے سبب متفقہ طور پر مسلّمہ ہے ۔ پس انسان کے لیے اللہ سبحانہٗ نے تعلیم کے ساتھ اسے بیان کیا اور اس کے علم کی مظہریت علمِ لدنی سے ہوئی ، جو اصلی اور قدیمی ہے ۔ یہ بات اس اَمر سے خالی نہیں کہ انسان نے علم کا اطاعت سے احاطہ کیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے " وہ لوگ علم سے میرا احاطہ نہیں کر سکتے " یعنی مخلوق کے عام علم سے ، جو اللہ تعالےٰ کی مظہریت سے عاری ہے اور عام علم کے ساتھ اسے اپنے اوصاف سے استغنا زیادہ محبوب ہے ، اور اس کی ذات کا تقاضا ہے ، کہ ہم اس کی توصیف انہی اوصاف سے کریں ، جو اس نے ہمیں سکھائے ہیں ، اور اس کی تعریف حمدِ حقیقی سے کریں ، جیسا کہ ہم نے اُسے وصفِ قدیمی سے متصف کیا ہے ، جب یہ تحقق ہو گیا ، تو ثابت ہو گیا کہ وہ عالم عارف ، عام ، وہمی اور خیالی علم سے ملنے والے وصف سے ترقی کر گیا ہے اور تعلیمی و قدیمی وصف کے درجے پر جا پہنچا ہے ۔ پس وہ عارف عجیب ہے ، جس نے اس دوسرے عالی مرتبے کو ترک کر دیا ، جو اُسے محض فضیلت کی وجہ سے حاصل ہوا تھا ۔ اور پھر وہ اپنے متروک ادنےٰ مقام میں گر گیا ، پھر وہ اس کی طرف دیکھے گا اور گمان کرے گا کہ اس کا نفس محرُوم ہے اور وہ پُرانے ذاتی اوصاف تک نہیں پہنچ سکتا ۔ یہ ربّ کی تعلیم کی عدم تحدیث ہے اور اس کے اس قول کی صریح مخالفت ہے کہ " پس تو اپنے رب کی نعمتوں کی تحدیث کر "۔ آپ کو معلوم ہو کہ اس مکتوب کے عین لکھتے وقت مجھے یہ خیال آیا کہ وہ عارف ، صرف وہمی اور رسمی عارف تھا ، اور اس کی نظر عالی مرتبے کی وہمی طور پر مقلد تھی ، لیکن اس کا مقام مرتبے میں اسفل تھا ۔ پس یہ ضرُوری ہے کہ وہ اپنے نفس کو حقیقی وصف تک نہ پہنچتے

کے لائق ہے۔ وہ ذات اللہ کی ہے، جو ظاہر اور غنی ہے اور جسے غنا محبوب ہے۔ اس کے غنا کا تقاضا ہے کہ وہ ظاہر ہو، اور یہ باطنِ حقیقی ہے، اس کی یہ باطنی کیفیت اور شہود سے منزہ، محبوب چیز ہے۔ اس کے کمالات کا اظہار اس کے شہود کے اعلیٰ مقامات کا تقاضا کرتا ہے، تاکہ اس کے دوست جان لیں کہ انہیں اسمِ باطن کے ساتھ مشاہدہ کرایا جارہا ہے اگر اللہ چاہتا، تو انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا، لیکن ایک خاص مدت تک انہیں مہلت دی جارہی ہے اور پھر اس کے ہاں حقیقی غائب کا اطلاق عدم مترادفات پر مبنی ہے، جس کا تقرر کیا گیا ہے۔ محققین کے نزدیک کیا اس کی کوئی نقل یا خبر ہے؟ پھر کاملین مکملین کے ہاں یہ واضح ہو چکا ہے، کہ طالب کی نظر میں تمام ظلی مرتبوں کا ارتفاع عرفانِ شہود ہی تک ہے، جس کا حصول خروج کی بجائے لطیفہ روحیہ سے ہے اور اس معروفِ ظاہری سے ہے، جو حضورِ ستری میں نورِ اوّل ہے۔ پس حضور سے خروج، غایت التصور میں دخول کی انتہا ہے، اور وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔

حاشیہ: وہ لوگ یہ کہتے ہیں، کہ جو احدیت اضافات سے مجرد ہے، معلوم نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ انہوں نے گمان کر لیا، کہ اس (احدیت) کی بارگاہ تک کسی شخص کی رسائی وحدتِ احدیت کے تعینات کے ظہور کے لباس کے سوا کسی اور طرح نہیں ہو سکتی۔ یہ ظہور مرتبۂ مقیدہ میں ہوتا ہے۔ عارف کی حضوری، مرتبۂ مقیدہ سے آگے نہیں ہوتی اور ان کا یہ قیاس اللہ سے غافل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، اصل بات یہ نہیں، کیونکہ عین ممکن ہے کہ اصحاب معرفت کیلئے یہ ایک ایسا آئینہ ہو، جس کے ذریعے حقیقی حضوری کا علم حاصل ہو جائے اور ایسی حقیقی تعلیم سے وہ عارف، اللہ کی ذاتِ جامعِ حقیقی سے بلا حجاب واصل ہو جائے، تاکہ اس کا اسم اُس عارف کے آئینے میں پوری طرح واضح ہو جائے۔ گویا یہ اس کے محبوب کا ظہور ہے اور ازل کا مقتضٰی ہے۔ پس عارفِ اوّل، مرتبۂ ظلال والوں میں سے ہے اور یہ اسم باطن کا مقتضٰی ہے اور عارفِ ثانی جو عارفِ کامل اور عالمِ مکمل ہے۔ اور فی الواقع علم باری تعالیٰ کا مظہر ہے، مرتبۂ اصلیہ میں سے، اور ذاتِ جامعِ قدیم تک اس کے فضل سے پہنچنے والوں میں سے ہے۔ یہ اس کے اسم ظاہر کا مقتضٰی ہے۔

مکتوب : ۲۰ (الف) سوال

میاں عبدالکریم وزیر آبادیؒ کی طرف سے چند سوالات کی تحقیق میں :-

حقائق و معارف سے آگاہی رکھنے والے، اور تصوف و کمالات میں دسترس رکھنے والے اور محققین کے سردار اور عظمت پناہ میاں محمد جانؒ اور حاجی الحرمین شیخ محمد طاہر جیوؒ خدا کرے ہمیشہ مسندِ ارشاد پر قائم رہیں اور خلقِ خدا کو فیض بخشتے رہیں۔ یہ عریضہ عبدالکریم وزیر آبادی کی طرف سے ہے جو نیازمندانہ سلام کے بعد آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ آپ سے ملنے کا شوق بے حد و نہائت ہے، لیکن ملاقات وقت پر منحصر ہے، جب بھی اللہ تعالےٰ نصیب فرما دے۔ امید ہے کہ آپ اپنی یاد سے خوش فرماتے رہیں گے، اور اپنی عافیت کے حالات سے اطلاع دیتے رہیں گے کہ اس بات میں فقیر کی سربلندی ہے۔

عرض یہ ہے کہ بعض عزیزوں نے سوال کیا ہے کہ تکوین (تخلیق) کی صفت، صفات سے مشروط ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صفات سے غیر مشروط ہے۔ اور ماہرین کا مسلک بھی یہی ہے کہ صفات سے غیر مشروط ہے۔ اس لیے اس کا بذاتِ خود ظہور مشکوک ہے کیونکہ فرض کیا، اگر باری تعالےٰ کی حقیقی صفات میں سے کوئی ایک صفت سلب کرلیں۔ مثال کے طور پر اگر صفتِ قدرت سلب کرلیں، تو اس سے عجز لازم آتا ہے۔ اسی طرح اگر تکوین کی صفت سلب کرلی جائے۔ تو کیا نقیض پیدا ہوگا؟

مزید یہ کہ تجددِ امثال میں حضرت پیر دستگیر حضرت جیوؒ نے لکھا ہے کہ تغیر مطلق ہے اور عدم منقید، اور نفس منبع ابدی ہے۔ اس موقع پر سائل سوال کرتا ہے کہ اگر عالم ایک ہی آن میں معدوم اور موجود بھی ہو سکتا ہے، تو جہاں تک عرضِ دنیا کا تعلق ہے، اس میں تو کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، لیکن جہاں تک جوہر عالم کا سوال ہے، یہ سوال تشنۂ جواب رہتا ہے۔ اگر اسی طرح کا ایک اور عالم اسی وقت پیدا کرلیا جائے، تو

غیر فاعل پر فعل کی جزا لازم آتی ہے اور اگر جوہر اوّل کو وہی پیدا کرتا ہے تو اس سے تحصیلِ حاصل لازم ہوگی (یعنی حاصل شدہ کو حاصل کرنا ہوگا)۔ امید ہے کہ ان سوالات کا جواب ایسی زبان میں لکھیں، جو عوام کی سمجھ میں آسکے۔

اور یہ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہوتا ہے حق تعالےٰ ہمیشہ مصروف ہے اور اس کی صفات میں تعطیل جائز نہیں، جب یہ دنیا نہیں تھی، تو حق تعالےٰ کیا کر رہا تھا؟ اگر اس کے ذاتی وصفاتی کمالات کے ظہور سے پہلے تعطیل صفات کی تفصیل تھی، تو یہ جائز نہیں، کیونکہ اس سے نقص لازم آتا ہے اور اللہ ایسی بات سے پاک ہے، اگر وہ کسی کام میں لگا ہوا تھا تو اس سے عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ تسلی بخش جواب عطا فرمائیں۔

مکتوب : ۲۰ (ب) جواب

عبد الکریم وزیر آبادیؒ کے سوالات کے جواب میں مسئلہ تجدید امثال کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اس کے لیے ہے، جس کے لیے تمام عظمت و کبریائی ہے جس نے آدم کو تمام اسماء سکھائے اور درود ہو نبی کریمؐ پر، اس کی آل اور تمام اصحاب پر۔ اس فقیر کی طرف سے سلامِ غائبانہ عرض ہے۔ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ جو سوال درج تھے، ان کا مطالعہ کیا۔ اگرچہ یہ احقر نادانِ محض ہے، اور اس بات کی بساط نہیں رکھتا کہ اتنے اعلےٰ مضامین کے جوابات دے سکے، لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اور اولیا کے ذریعے جو تعلیم دی ہے اور اپنے دین کے بھائیوں کو بتانے کا حکم دیا ہے، اور وہ اُس کی ضروری امانت ہے، اس لیے جواب تحریر ہے۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے، جیسا کہ معلوم ہے، خلق کو خالق نے پیدا کیا ہے اور حق تعالےٰ کا تعلق عالم حدوث و امکان سے نہیں۔ بلکہ وجوب و قِدَم سے ہے اور اس

مرتبہ میں کیا عالم اور کیا صُوَر و امثال۔ وہ بے کیفی سے معلُوم ہیں اور یہ شُبہ معلوُم و موجُود کے کے درمیان تفریق نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ حق تعالےٰ کے علمِ حضُوری کو خلق کے علمِ حضُوری پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ دونوں کے درمیان بہت فرق ہے علمِ حصُولی میں کسی شے کی صُورت کا حصُول ذہن میں ہوتا ہے، جب کہ علمِ حضوری میں خود نفس شے کا تصوّر شے کے بغیر حاضر ہوتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تکوین فعلِ حقیقی کی صفات میں سے ہے فعل حدُوثی کی صفات میں سے نہیں، جیسا کہ شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور معتزلہ نے قیاس کیا ہے اور وہ تفرقہ جس کی ہر صفت اس کی ذات کی ضِد سے موصوف نہ ہو، حقیقی ہے اور وہ صفت جس کی ذات ضِد سے موصوف ہو، فعلی ہے اور شیخ ابوالحسن اشعریؒ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں، لیکن لازم آتا ہے کہ کلام میں ارادے کی صفت حقیقی نہ ہو، کیونکہ ذات ان کی ضِد سے موصوف ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تنگی نہیں چاہتا اور اسی طرح "اللہ ان سے کلام نہیں کرتا اور نہ ان کو پاک کرتا ہے اور ان کے واسطے سخت عذاب ہے"، اور اگر شُبہ دُور نہ ہو تو عقیدۂ حافظیہ، اس کے حواشی اور علم کلام کی دوسری کتابوں کی طرف رجُوع کریں۔

میرے مخدُوم! تمام صفات حقیقی ہیں اور جیسا کہ پیرِ دستگیرؒ نے بیان فرمایا ہے، صفاتِ فعلی اور صفاتِ ذاتی ہیں، باوجود اس کے کہ سب حقیقی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ صفات ذاتیہ کا ظہُور قدیم ہے اور صفاتِ فعلیہ کا ظہُور حادث ہے اور تمام ذاتی اور فعلی صفات بذاتِ خود قدیم ہیں۔ اور صفاتِ فعلیہ کا ظہُور حدوث ہے کیونکہ یہ ان کی خصوصیت کہی جاتی ہے۔ لیکن ظہُور تبعی میں جو صفاتِ ذاتی کے تابع ہے، یہ قدیم ہے کیونکہ ان کے درمیان "لا ھُو" اور "لا غیرہٗ" کی نسبت ہے۔ اور یہ بات بہت کم سے سُنی جاتی ہے اور اس کی واقفیت کا دارومدار ان کی اصطلاحات کے جاننے پر ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تجدّدِ امثال کا مطلب یہ ہے کہ ہر مخلوق، خواہ اس کا تعلق جوہر سے ہو یا عرض سے، ہر لحظہ اور ہر آن متغیر ہے یہ تغیر ظاہر میں بھی ہے اور باطن میں بھی، یعنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی۔ اور حدوثِ عالم پر علماء کی یہی دلیل ہے، اگرچہ وہ تجدد کے قائل نہیں اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد "ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے" اس پر دلیل قوی ہے۔ اس لیے یہ ہلاکت تمام مخلوقات کے لیے، کیا جوہر ہیں کیا عرض ہیں بلکہ ذات پر لازمی طور پر ہر لحظہ واقع ہوتی رہتی ہے، اور اگر اس آن میں عین ہلاکت میں اس عطا کردہ وجود کی وجہ سے معزز و مکرم نہ ہوں، تو محض عدم میں چلے جائیں گے، اور اللہ سبحانہ تعالےٰ کے اقتدار کے کیا کہنے، ایسی فوری ہلاکت کے باوجود بعض کا ظہور نہیں کیا اور بعض کو ابدی طور پر ظہور بخشا۔ جیسا کہ عقیدہ شریعت میں مقرر ہے، آٹھ چیزیں فنا نہیں ہوتیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے، جسے حضرت جیو نے تغیر مطلق اور عدم مقید کہا ہے اور نفس کو جوجزوِ ابدی کہا گیا ہے، تو وہ اس معنی میں نہیں کہ عالم اس واحد میں سے عدم مطلق میں چلا جائے گا، اور اس کے بعد پھر اسی مثل میں وجود میں آئے گا۔ کیونکہ یہ خلافِ واقع اور قابلِ اعتراض ہے اور اگر بعض صوفیہ کے کلام میں لفظ عدم آیا بھی ہے، تو اس سے ان کی مراد بھی تغیر مطلق ہو گا۔ نیز یہ بات صوفیہ اور اشاعرہ کا جواب ہے۔ چونکہ صوفیہ عدم مطلق کے قائل ہیں، ان کے لیے جواب عدم مقید کا ہے یعنی عدمیت مقید ہے، اعراض سے اور تغیر مطلق، اشاعرہ کا جواب ہے، جو جوہر کے بغیر تجدید اعراض کے قائل ہیں، یعنی تغیر کی حیثیت سے تجدد جوہر اور عرض میں شامل ہے کیونکہ جوہر و عرض سب دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ اور ہر ممکن حادث ہے اور اس کے حدوث کی دلیل اس کا تغیر ہے۔ اس بات کو سمجھیے!

چوتھے سوال کا جواب...... کہ وہ ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے" اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفات اپنے متعلقات کے ساتھ ہر وقت کام

میں لگی رہتی ہیں اور صفات فعلی میں جو تعطیل آتی ہے اضطراری نہیں بلکہ اختیاری ہے۔ اگر صفاتِ منفی کو جو صفاتِ ذاتی کی بدولت ہیں، غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ سو جان کے بدلے میں بھی سستی ہیں چونکہ ہم حق تعالیٰ کو اس کی تقسیم کی بدولت حال، ماضی اور مستقبل سے منزہ جانتے ہیں اس لیے تعطیل[1] کو جسے ہم زمانہ مستقبل سے پاک جانتے ہیں کیوں نہ درمیان سے نکال دیں۔ پس غور کیجیے۔ سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

مکتوب : ۲۱

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے عدم وقوع کے بیان میں، سوائے رسولِ کریم کے۔

دنیا کے اندر بیداری کی حالت میں سر کی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کے دیدار کے جواز کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کے چاروں مذاہب متفق ہیں اس پر اللہ کا شکر ہے لیکن معتزلہ اس جواز کے منکر ہیں، کیا دنیا میں اور کیا آخرت میں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی رؤیت کے وقوع کے بارے میں دنیا میں ہی سر کی آنکھوں سے دیکھ لینے کے متعلق مذاہبِ اربعہ میں سے کوئی شخص انبیاء و اولیا کے دیکھ لینے کا قائل نہیں لیکن سردارِ انبیا کے بارے میں صحابۂ کرام کے درمیان اختلاف ہے حضرت عائشہؓ اور کئی دوسرے صحابہ دنیا میں رؤیت بصری کے قطعاً نہ ہونے کے قائل ہیں، نہ شبِ معراج میں اور نہ کسی اور موقع پر۔ بعض صحابہ آنحضرت کے شبِ معراج اور ایک اور موقعہ پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت بصری کے قائل ہیں، ان دونوں گروہوں میں بھی اختلاف قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔

---

[1] کہ لاھو اور لاغیرہٗ ہیں، اس سے قطعاً تعطیل کا مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ میرے محترم اس سے آگاہ ہونا چاہیئے یہ ایک بہت باریک بات ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ اور بعض صحابہ نے آنحضرت کے معراج سے واپس آنے کے بعد ان سے پوچھا کیا آپ نے اپنے ربّ کو دیکھا ؟ یعنی کیا آپ نے معراج کی رات اپنے ربّ کو دیکھا۔ انہوں نے کہا اللہ نُور ہے، پس میں اسے کیسے دیکھ سکتا ؟ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اللہ کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ بعض دوسروں نے پوچھا۔ کیا آپ نے معراج کی رات اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نورانی ہے میں نے اسے دیکھا۔ اور ایک بار یا دو بار دیکھنے میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن زیادہ تر اتفاق اس کے خلاف ہے حضرت امام اعظم رضؓ نے فرمایا کہ احتیاط کا تقاضا ہے کہ چشم سر سے معراج کی رات یا کسی اور وقت رؤیت کے وقوع یا عدم وقوع کے بارے میں خاموشی اختیار کروں اور کچھ نہ کہوں۔ اور اس بات کا علم اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دوں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اصحابِ کبار میں سے اور بزرگ مجتہدین میں سے کوئی بھی دنیا میں اپنے طور پر رؤیتِ بصری کا قائل نہیں، اور کسی کو بھی کمال کے باوجود دنیا میں یہ چیز حاصل نہیں کیونکہ انبیاء کا پہلا قدم اولیا کی انتہا ہے، اس زمانہ کے بعض جاہلوں[1] کا عجیب حال ہے کہ آنحضرت کے حق میں ایک بار بھی رؤیت ثابت نہ ہونے کے باوجود، اپنے اور اپنے تابعین کے حق میں رؤیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نتائج اخذ کرنا بھی نہیں جانتے، اور پھر بھی ہر گھڑی اور ہر زمانے میں

---

[1] ۔ میرے عزیز، یہ جاہل کہنے والے بے دلیل دعوے کرتے ہیں، کیونکہ عین دعوے کرتے ہوئے تین احادیث کا ذکر کرتے ہیں اور ان سے بے کھٹکے قوتِ ظلماتی کی خاطر لذت اندوز ہوتے ہیں، حالانکہ رویت کے وقت بہشت کی نعمتیں فراموش ہو جائیں گی، جیسا کہ قصیدۂ امالی میں کہا گیا ہے، "جب وہ اسے دیکھیں گے، تو تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے"

بے توقف اس رؤیت کے قائل ہیں. بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بغیر رؤیت کے ایمان مکمل نہیں ہوتا، بلکہ ناقص رہتا ہے، ان کی یہ بات رؤیت کی بات سے بھی زیادہ سخت ہے. کیونکہ ان کی اس بات سے لازم آتا ہے کہ ان کا ایمان اس شخص کے ایمان سے بھی عالی ہو جس کے حق میں "لَنْ تَرَانِیْ" کا واضح خطاب آیا ہے۔ اور یہ صاف کفر ہے۔ وہ گمراہ ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ وہ شیطان کی جماعت ہیں۔ خبردار! بے شک وہ شیطان کی جماعت ہیں، وہی خسارے میں ہیں، اور یہ جو بعض اولیا کی طرف سے رؤیت کی بات ہوئی ہے، وہ خُفیہ رؤیت ہے، رؤیتِ بصری نہیں، کیونکہ یہ گمان اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے اور ان کے حق میں ایسا کہنا انتہا درجہ کی بدگمانی ہے ایک قصیدہ منظوم میں کہا گیا ہے:۔ ترجمہ:

(۱) جس شخص نے یہ کہا کہ اس نے دنیا میں آنکھوں سے اللہ تعالے کو دیکھا ہے، وہ زندیق ہے۔ اس نے سرکشی کی اور غرور کیا۔

(۲) اس نے اللہ کی کتاب اور تمام رسولوں کی مخالفت کی، اور وہ شرعِ شریف سے بھٹک گیا۔ اور دُور ہو گیا۔

(۳) جس شخص نے بھی ایسا کہا، قیامت کے دن وہ روسیاہ ہو گا۔[1]

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کریمہ "لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ......" کی شرح دیکھ لی جائے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ اس تفسیر سے یہ بات تحقیق تک پہنچ گئی کہ وہ جو بعض نادانوں نے تفسیر بیضاوی میں سے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کے معنی سے رؤیتِ بصری مُراد لی ہے، وہ ان کی محض نادانی ہے۔ اور یہ

---

[1] اور یہ وہ شخص ہے جس کی شان میں کہا گیا ہے کہ اس دن بعض چہرے سفید ہوں گے، اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے

نادانی تفسیر کی عبارت نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہے۔ اور دنیا کے اندر رؤیتِ الٰہی کے بارے میں عقیدے کی وضاحت کے لیے کُتبِ حدیث میں سے معتبر اسناد کے ساتھ حسب ذیل عبارتیں پیش کی جاتی ہیں :۔

فصل اوّل

حضرت جریر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بے شک تم جلد ہی اپنے رب کو کُھلم کُھلا دیکھ سکو گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقّت نہیں ہو گی۔ اس لیے اگر تم سے ہو سکے۔ تو سُورج کے نکلنے سے پہلے اور سورج کے غرُوب ہو جانے سے پہلے کی نماز کو فراموش نہ کر دینا۔ پس انہیں ادا کرو۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (سُورج کے طلُوع اور سُورج کے غروب سے پہلے اپنے ربّ کی حمد بیان کر) متفق علیہ۔

اور حضرت صہیبؓ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب جنتی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے، تو اللہ تعالےٰ اُن سے فرمائے گا: "کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں مزید انعام سے نوازوں" وہ عرض کریں گے: "کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں بنا دیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنّت میں داخل نہیں فرما دیا؟ اور کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی؟" پھر آپ نے فرمایا۔ کہ اس موقع پر پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے روئے مبارک کو دیکھیں گے اور جو کچھ بھی انہیں دیا گیا ہو گا۔ اس میں سب سے زیادہ محبُوب انہیں اپنے ربّ کو دیکھنا ہو گا اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا

الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ" (صحیح مسلم)

فصلِ ثانی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، آپ نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ادنٰی ترین جنتی کی قدر و منزلت یہ ہوگی، کہ جنت میں اپنی جگہ سے ایک ہزار برس کی مسافت تک اپنے باغوں، اپنی عورتوں، اپنی نعمتوں، اپنے خدمت گاروں اور اپنے تختوں کو دیکھ سکے گا، اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک گرامی قدر وہ ہوگا، جو صبح و شام اپنے رب کی ذات کو دیکھے گا۔ پھر آنحضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاظِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ" (اسے احمد اور ترمذی نے روایت کیا)

حضرت ابو رزین العقیلیؓ سے روایت ہے، آپ نے کہا کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو خلوت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ "ہاں"، ابو رزینؓ نے کہا، میں نے عرض کیا کہ کیا اس کی مخلوق میں اس کی کوئی نشانی ہے؟ حضور نے فرمایا، اے ابو رزینؓ کیا تم میں سے ہر ایک چودھویں کے چاند کو روک ٹوک کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ ابو رزینؓ نے نے کہا کہ "ہاں"، حضور نے فرمایا کہ چاند اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالےٰ بزرگ و برتر ہے (روایت ابوداؤد)

فصلِ ثالث

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تو نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا" (روایت مسلم) ابن عباسؓ نے آیت مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ○ "نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔

اور ایک بار پھر اُس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اترتے ہوئے دیکھا) کے متعلق فرمایا.
کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالےٰ کو اپنے دل کی آنکھوں سے دو دفعہ
دیکھا (روایت مُسلم) اور ترمذی کی روایت ہے کہ ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا اور عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ میں نے ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمایا "اُسے
بینائیاں نہیں پاسکتیں، مگر وہ بینائیوں کو پالیتا ہے" اس پر ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ نے
فرمایا افسوس ہے تم پر، یہ اُس وقت ہے، جب اللہ تعالےٰ اپنے ذاتی نُور سے
تجلّی فرمائے گا۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا.

حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ حضرت کعبؓ سے
میدانِ عرفات میں ملے اور انہوں نے حضرت کعبؓ سے ایک بات پوچھی انہوں
نے زور سے اللہ اکبر کہا، جس سے پہاڑ گونج اٹھے. حضرت ابنِ عبّاسؓ نے کہا کہ
ہم بنی ہاشم ہیں۔ حضرت کعبؓ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے رؤیت اور کلام کو حضرت
محمدؐ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو
دفعہ اللہ تعالےٰ سے کلام کیا اور حضرت محمدؐ نے دو دفعہ اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ حضرت
مسروقؒ نے کہا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا. اور
کہا: کیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ربّ کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے
ایسی بات کہہ دی ہے، جس سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، میں
نے کہا ذرا ٹھہریے اور پھر میں نے اس آیت کی تلاوت کی" لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ
آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ" اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں" حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کدھر بھٹکے جا رہے ہو. وہ تو جبریل علیہ السلام تھے (جن
کو حضور نے دیکھا) جو کوئی تم سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب

کو دیکھا یا کوئی ایسی چیز چھپائی جس کے اعلان کرنے کا حکم تھا یا یہ کہ حضورؐ پانچ چیزوں کو جانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے" صرف وہی جانتا ہے، قیامت کب ہوگی، اور یہ کہ بارش کب ہوگی...... الخ" تو اس نے حضورؐ پر بہتان باندھا۔ اس آیت سے مُراد یہ ہے کہ حضورؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ حضورؐ نے جبرئیل کو اس کی اصل صورت میں دو بار دیکھا۔ ایک دفعہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک دفعہ اجیاد (جگہ کا نام) میں۔ ان کے چھ سو پر تھے، جنہوں نے سارے افق آسمان کو روک رکھا تھا۔ (اسے ترمذی، بخاری اور مسلم نے کچھ اضافے اور فرق کے ساتھ روایت کیا، اُن کی روایت میں یوں آیا ہے۔ حضرت مسروقؒ کہتے ہیں، کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر حضورؐ نے اپنے ربّ کو نہیں دیکھا، تو پھر اس آیت " ثُمَّ دَنیٰ، فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ (پھر قریب آیا، اور اوپر معلّق ہو گیا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا) کا کیا مطلب ہے" آپ نے فرمایا، " وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، جو انسانی شکل میں آیا کرتے تھے۔ اور اس دفعہ وہ اپنی اصل صورت میں آئے اور سارے افق پر چھا گئے"۔

اللہ تعالےٰ کے قول فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ، اور" مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی" اور" لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی" کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ ان سب میں مراد یہ ہے کہ حضورؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا جن کے چھ سو پر تھے۔ (متفق علیہ) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے" مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی" سے متعلق کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو کہ ایک سبز جوڑے میں دیکھا اور اس نے زمین و آسمان کے درمیان سارے افق کو بھر دیا تھا۔ اور ایک روایت ترمذی اور بخاری میں ہے، کہ اللہ تعالےٰ کے قول

لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کے متعلق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے اُفقِ آسمان کو روک رکھا تھا۔

حضرت مالک بن انس رضؓ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول " اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ " سے کیا مراد ہے؟ آپ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اپنے رب کے ثواب کو دیکھنا ہے۔ حضرت مالک رضؓ نے کہا کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ بھلا وہ کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کیا مراد لیں گے " کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ " (اس دن وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم ہوں گے) حضرت مالک رضؓ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔ نیز فرمایا کہ اگر مومن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے، تو پھر اللہ تعالیٰ کفار کو یہ عار کیوں دیتا ہے کہ اس دن وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم ہوں گے (اسے شرح السنۃ میں روایت کیا گیا)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت اہلِ جنّت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے، اس وقت اچانک ان پر اللہ کا نُور چھا جائے گا۔ وہ اپنا سر اٹھا کر دیکھیں گے، کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی تجلّی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: " اے اہلِ جنّت السلام علیکم "۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قول " سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ " کا مطلب ہے۔ حضُور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اس کی طرف دیکھیں گے۔ جب تک وہ اس کی طرف دیکھتے رہیں گے، وہ کسی اور نعمت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ اور صرف اس کا نُور باقی رہ جائے گا (روایت ماجہ)

مکتوب : ۲۲

بعض بزرگ مشائخ کے اقوال کی تحقیق میں، جیسا کہ "میرا یہ قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے" تحریر کیا گیا۔

پاک ہے اللہ تعالےٰ اور سب تعریف اسی کے لیے ہے۔ اس نے اپنے مقبول بندوں کے حق میں کتنا فضل فرمایا کہ ان کو اپنے اخلاق کے نمونہ پر پیدا فرمایا، جیسا کہ اُس نے اپنے کلام مبارک میں، آیاتِ محکمہ اور آیاتِ متشابہہ دونوں میں فرمایا۔ اسی طرح اس نے انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام رح کو بھی کلماتِ محکمہ اور کلماتِ متشابہ سے الہام پذیر فرمایا: تاکہ اہلِ صفا اور اہل کجی ایک کسوٹی سے متشابہہ آیات کو پہچان لیں، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "... لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے وہ آیاتِ متشابہ کی کھوج میں لگے رہتے ہیں"۔

سوال بعض اولیاء کلمۂ عینیّت اور ہمہ اوست کے قائل ہیں۔ اور بعض لوائے (پرچم) محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی پرے اپنا "لوا" رکھنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور حضرت ایشانؒ کی طرف سے بھی ایک بات کہی جاتی ہے کہ میں نے اپنا مقام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام سے بھی بلندی پر پایا اور حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف سے بھی یہ کلمہ مشہور ہے کہ میرا یہ قدم اللہ کے تمام ولیوں کی گردن کے اوپر ہے۔ کیا آپ اس قسم کی مثالوں کو متشابہات میں سے گنتے ہیں، یا ممکنات میں سے؟

جواب۔ یہ تمام اقوال تشابہات میں سے ہیں کیونکہ تاویل کے بغیر یا سیدھی طرح مان لینے سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

سوال۔ اگر کوئی شخص ان اقوال کے ظاہر پر تاویل کے بغیر اعتقاد لے آئے، تو کیا خرابی واقع ہو گی؟

جواب ۔ ان دونوں قولوں میں سے پہلے قول پر کفر لازم ہے کیونکہ پہلے قول کے ظاہر سے ناحق کو حق کہا گیا معلوم ہوتا ہے، جبکہ دوسرے قول میں اپنے آپ کو خاتم الانبیا محمدؐ سے بھی اعلیٰ تر سمجھنا ظاہر ہوتا ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ اور دوسری دو باتوں پر عقیدہ رکھنے والا ان کے معانی کے لحاظ سے بدعت میں مبتلا ہے ۔ کیونکہ پہلی بات کے ظاہر سے، جو حضرت ایشانؒ سے منسوب ہے، ان کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بزرگی ظاہر ہوتی ہے، جبکہ دوسرے قول سے جو حضرت غوث الثقلین شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے ۔ تمام صحابہ (اور اگر صحابہ کو صدر اوّل کا دیکھا ہوا کہیں، کہ وہ اس بیان سے مستثنیٰ ہیں، تو کم از کم) امام مہدی پر تو بزرگی کا ادّعا ظاہر ہوتا ہے ، اور حقیقت یہ ہے کہ حدیثِ پاک ، اور اجماعِ جمہور کے مطابق امام مہدی کو صحابۂ کرام کے بعد تمام اولیا پر قیامت تک بزرگی حاصل ہے یہ ایک طے شدہ اور مسلّمہ امر ہے ۔ اس لیے یہ بات مسلّمہ امر کے خلاف ہے۔ اور بدعت اور گمراہی ہے ۔

میرے عزیز ۔ حضرت غوثِ اعظمؒ اپنے اُوپر امام مہدی کی فضیلت کو بُرا نہیں سمجھتے ، اور جب وہ بُرا نہیں سمجھتے، تو پھر بُرائی کیسے کریں گے، کیونکہ عالم کو علم اللدنی کی تعلیم محض اللہ کے فضل سے ہے ۔ اور احادیث کے مطابق ایسا عالم بھی امام مہدی کی فضیلت کو اپنے اوپر روا سمجھتا ہے ۔

سوال ۔ اگر ان بزرگوں کا ماننے والا کوئی شخص ان چاروں باتوں کا قائل ہو۔ اور عبارت کے ظاہر پر عقیدہ رکھتا ہو۔ اور اس کو فرطِ محبت کا نام دے ، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہوگا ؟

جواب یہ فرطِ محبت کی وجہ سے نہیں، بلکہ فرطِ حرص و ہوا سے ہے ۔ اور اپنے پیر کی مخالفت کرنا ، اس سے بدی کرنا ہے ، اور اس بات میں ان کی ناراضگی ظاہر ہے۔

مشکل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح، پیروکاروں کے عقیدوں سے خود پیشوا بھی زیرِ عتاب آجاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے فرمایا "کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالےٰ کے علاوہ خُدا مانو....." تو متبُوع (جن کی پیروی کی جاتی ہے) سجدہ میں گر کر نجات چاہیں گے۔ اور کہیں گے "تیری ذات پاک ہے، ہم نے انہیں تیرے اس حکم کے سوا کچھ نہیں کہا، کہ اللہ کی عبادت کرو، جو ہمارا اور تمہارا ربّ ہے۔" اس لیے ہر پیروکار پر لازم ہے، کہ ان کی اطاعت کرے اور ایمان لائے، اور اس کے پیشوا حق پر ہیں۔ جو کچھ وہ کہیں، اس پر ایمان لائے، اور اس میں کوئی باطل دخل نہیں دے سکتا یا پھر ایسی دلیل دے، جو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے۔

سوال۔ چونکہ ایسی باتوں کے ماننے سے چھٹکارا شاذونادر ہی ہوتا ہے، اس لیے ان چاروں اقوال سے جو کچھ مقصود ہے، ان کی تاویل بیان فرمائیں۔

جواب۔ ہم جیسے کم علم رکھنے والوں کی کیا بساط ہے کہ اپنی طرف سے ان متشابہ اقوال میں دخل اندازی کریں، لیکن ہمارے عزیزوں نے ان اقوال کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہ اللہ تعالےٰ کے اس حکم کے مطابق کہ "اپنے ربّ کی نعمت کا اعتراف کرو" کچھ عرض کرتا ہوں۔ اسے غور و فکر سے سنیئے۔ جب عینیت کی بات ماننے والے نے یہ جان لیا کہ دو عدموں کے درمیان غیر کا وجود اس طرح ہے جس طرح دو خُونوں کے درمیان خراب کو پاک کرنا ہے اور یہ بات کہنے والا تمام داخلی اور خارجی تعلقات کا مُنکر ہے اور حقیقت میں وہ کلمہ طیبہ کے معنی سے چھٹکارا پاکر یہ چاہتا ہے کہ توحید کی حقیقت کے متعلق بات کرے۔ وہ دیکھتا ہے کہ علم کا وجود، جو غیر کی نفی کرنے میں تمیز رکھتا ہے، باقی ہے اس لیے وہ کلمہ طیبہ کی حقیقت میں پناہ تلاش کرتا ہے۔ تاکہ علم کی دُوئی بھی ختم ہو جائے اور موجُودِ حقیقی کی مدد سے علم بھی عالم کے ساتھ صحرائے

نیستی سے نکل جائے۔ پس جب شہود کے لواحق میں سے کوئی شاہد باقی نہیں رہتا اور مشہودِ حقیقی اور اس کی صفات میں سوائے شہود کے، کوئی علم اور تمیز باقی نہیں رہتی، تو پھر اس کی تحقیق کیجیے۔ اور جب صورِ حقیقی پھونکا جاتا ہے تو اس کے سوا ہر شے مٹ جاتی ہے "لا" کا لفظ بھی اسی طرح ہر شے کو مٹا دیتا ہے، جس طرح اسرائیل صور پھونکنے کے بعد کوئی شے باقی نہیں رہتی تو پھر اللہ تعالیٰ شہود کے تمام لواحق کے سامنے "کلمہ ہمہ اوست" سے کلام کرتا ہے، یعنی جب اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس روز صور پھونکا جائے گا، تو پھر اللہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ صور اور صاحب صور (اسرافیل) سمیت سب کچھ مٹ جائے گا۔ تو پھر وہ بلا واسطہ، بلا مظہر، اور بلا مخاطب کلام کرے گا۔ "آج خدائے واحد القہار کے سوا کون بادشاہ ہے"۔ پس جب یہ تحقیق ہوگئی، تو یہ دونوں طرح ثابت ہے۔ یہ قولِ حق ہے اور کسی غیر کی شرکت کے بغیر سوائے پہلی مظہریت کے اس کا کلام ہے۔

جہاں تک "لوائی فوق لوائی محمد" کا تعلق ہے۔ یہاں لوا سے مراد پیش رو (آگے آگے چلنے والا) ہے۔ جیسا کہ معراج میں حضرت جبرئیلؑ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش رو تھے۔ اس لیے پیش رو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت نہیں رکھتا اور اگر کہا جائے کہ آنحضرت کی پیش روی میں تمام دنیا شریک ہے، تو اس دعوےٰ کرنے والے کی خصوصیت کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عوام آنحضرت کے بے شمار سایوں کے وسیلوں کی نسبت سے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں، جبکہ بات کہنے والا ان سایوں کو قطع کر کے آگے نکل گیا ہے اسلئے وہ پیچھے چلنے والا نہیں رہا بلکہ آگے آگے چلنے والا ہے۔ دونوں میں فرق صاف ظاہر ہے۔

اور حضرت ایشانؒ کا قول کہ میں اپنا مقام حضرت صدیق اکبرؓ کے مقام سے بھی

بلند پاتا ہوں۔ اس معنی میں ہے کہ جب انہوں نے اولیائے طریقت کے قدموں سے اپنی استعداد کے مطابق عُروج کا مرتبہ حاصل کر لیا، تو صحابہ کرام کے زیرِ قدمی ہونے کی صفت پالی۔ اور جہاں یہ زیرِ قدمی ختم ہوتی ہے وہاں حضرت صدیقِ اکبرؓ کی زیرِ قدمی شروع ہوتی ہے اور چونکہ حضرت ایشاںؒ نے اپنی استعداد کے مطابق اس زیرِ قدمی سے نصیب حاصل کیا ہے۔ اور پھر اس زیرِ قدمی میں اگر حضرت صدیقِ اکبرؓ کے کمالات کی بدولت وہ کسی خاص مقام پر متمکّن ہو گئے، تو انہوں نے اس صاحب قدم اور ترقّی کی استعداد رکھنے والے کو آنحضرت کے قدموں میں لا ڈالا۔ اور چونکہ ہر زیرِ قدمی کو اس صاحبِ قدم کی قوتِ استعداد کے طفیل اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے خاص مقام عطا کیا ہوا ہے، اس لیے حضرت صدیقؓ نے بھی اپنی قوّتِ ہدایت سے حضرت ایشاںؒ گراں سے کے رُشد و ہدایت قبُول کرنے کی اہلیّت کی وجہ سے (اپنے زیرِ قدم کو) مقامِ خاص عطا فرمایا اور اس طرح انہوں نے حضرت رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیرِ قدمی میں استعداد کے مطابق خاص مقام پایا ہے۔ اس لیے عرُوج میں یہ تمام مقامات جو ہر زیرِ قدمی میں حضرت ایشاںؒ کو عطا کیے گئے تھے، حضرت ایشاںؒ کے نام سے بحال ہیں اور انہی کی ملکیت میں ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک کو دوسرے پر برتری اور قومیّت حاصل ہوتی ہے، اسی طرح صحابہ کرام میں بھی فوقیّت و اوّلیّت مسلّم ہے۔ چنانچہ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت ایشاںؒ کے قول میں بلا تردّد بعض باتیں چھوٹ گئی ہیں یعنی وہ مقام جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ کو عطا کیا ہے، اس مقام کے نیچے ہے، جو حضرت سرورِ کائنات کی زیرِ قدمی نے ہم کو عطا فرمایا ہے اور یہ بات ظاہر ہے، کسی سے پوشیدہ نہیں۔

میرے عزیز! حضرت ایشاںؒ کا یہ قول کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پس رو (پیچھے چلنے والا) ہوں، بلا وہم خلافتِ مذکورہ کے معنی کو پیش کرتا ہے۔

اَب میں حضرت غوث الثقلینؒ کے قول کا مطلب بیان کرتا ہوں۔ میں اللہ سے مدد مانگتا ہوں، تاکہ کسی غلطی میں نہ پڑ جاؤں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت حمادؒ حضرت غوث الثقلینؒ کے ہم عصر تھے حضرت غوثؒ اس وقت ابھی چھوٹی عمر کے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ اپنے وقت کے تمام اولیاء پر فضیلت رکھے گا۔ نیز حضرت غوثؒ کی وفات کے ایک مدّت بعد حضرت شیخ فریدؒ سے اس قول کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں بھی اس وقت موجود ہوتا، تو ان کے قدموں کو اپنی آنکھوں پر رکھتا۔ بزرگوں کے ان دو اقوال سے معلوم ہوا کہ اُن کے قدم اس وقت کے اولیاء اللہ کی گردنوں پر تھے، بعد کے اولیا کی گردنوں پر نہیں۔ اور حضرت پیر دستگیر بنوریؒ نے اس قول کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی ولی کو قطبیت اور غوثیت کے دونوں مراتب پر بیک وقت فائز نہیں کیا گیا۔ چونکہ ان کو ان دونوں مرتبوں پر ایک ہی وقت میں فائز کیا گیا، چنانچہ یہ ان کی خصوصیت تھی۔ اس لیے اگر یہ کہوں کہ وہ قطب اور غوث، جن کو آپ کی وفات کے بعد قطب یا غوث کا مرتبہ الگ الگ بخشا گیا، اُن کے قدموں کے تلے ہیں، تو جائز ہے، اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ان مناصب پر حضرت غوثؒ کی رُوح کے طفیل فائز کیا ہے، اور ان کی زیر قدمی دوسروں کے لیے غوثیّت کا مرتبہ رکھتی ہے اور جو غوثیت کے مرتبہ سے آگے نکل گیا، وہ امامت کے مرتبے سے جا ملا۔ وہ اس زیر قدمی سے باہر ہے، اور یہ جائز ہے کہ اس مرتبہ پر جو غوثیت سے اُوپر ہے، ان کے برابر ہو جائے۔ سبحان اللہ کتنی کم اندیشی ہے، کہ عروج کے مراتب، غوثیت تک محدود کرتے ہیں، امامت کا مرتبہ غوثیت کے رتبہ سے اُوپر ہے اور خلافت کا مرتبہ امامت کے مرتبہ سے اُوپر ہے۔ اُسے محدود کرنا جہالت ہے

میرے عزیز! وہ حضرت غوثؒ سے مخاطب ہیں نہ کہ امام یا خلیفہ سے حضرت امام مہدی، امامت اور خلافت، دونوں پر فائز ہیں، جو کہ مرتبۂ غوثیت سے اُوپر

ہیں۔ اور خلافت و امامت دو ایسے مرتبے ہیں، جو جلی اور خفی ہیں اور ہر ولی جو اصحاب کرام اور حضرت امام مہدی کے علاوہ ہے اور غوثیت کے مرتبہ سے بلند ہو گیا، وہ امامت یا خلافت کے کمالات تک پہنچ گیا۔ وہ امامتِ خفی یا خلافتِ خفی تک پہنچا ہے اور خلافتِ جلی صرف صحابۂ کرامؓ کی خصوصیت ہے۔ اور ان کے بعد حضرت امام مہدی کا حصّہ ہے، اس لیے سمجھنا چاہیے کہ جس وقت کوئی ولی خلافتِ خفی سے بہرہ مند ہوتا ہے، تو وہ اس شخص سے جو غوثیت کے مرتبہ پر فائز ہے، خواہ اس میں دو مناصب جمع ہو گئے ہوں۔ یعنی قطبیت اور غوثیتؒ، پھر بھی اعلےٰ و برتر ہے۔ خلیفۂ جلی، خلفائے راشدین سے نسبت رکھتا ہے اور اُن کی فضیلت احادیث میں ثبت ہے۔ اُن کا کیا بیان کیا جائے اور کون ہے، جو ان کی گہرائی کو پائے؟

میرے عزیز! حضرت غوثؒ کا یہ قول کہ اگلوں کے سُورج ڈوب گئے، اور ہمارا سُورج ہمیشہ بلند افق پر رہے گا اور کبھی نہیں ڈُوبے گا، اُن لوگوں کے بارے میں ہے، جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد آئیں گے اور آئے ہیں، ان کی خبر نہیں دیتے اور یہ جائز بلکہ واقعہ ہے کہ بعض آنے والوں کے سُورج بھی غرُوب نہیں ہوں گے، اور آخری سُورج خاتم الانبیا کی سنّت پر خاتم الولایت ہو گا اور اُسے تمام توابع پر بزرگی اور فضیلت حاصل ہو گی ظاہر ہے کہ تمام اولیاء کا خاتم امام مہدی ہے اور سوائے صحابۂ کرامؓ کے جس کسی نے خود کو امام مہدی پر فضیلت دی، تو اُس نے صاف صاف غلطی کی۔ اس پر واجب ہے کہ وہ توبہ کرے اور عقیدہ سلف کی طرف لوٹ آئے۔

مکتوب : ۲۳

مومنوں کی اقسام کی تحقیق میں۔

مومن چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) منحرف (۲) مقید (۳) متوجہ (۴) سالک۔

منحرف وہ ہے جو مجبُوب تک پہنچنے والا اور حاضر سے ملنے والا ہو۔

مقید وہ ہے جو غفلت کے حجاب میں پڑ کر گناہ میں مبتلا ہو گیا ہو اور قید میں پڑ گیا ہو۔ اُس کا علاج ندامت اور اللہ تعالےٰ سے توبہ کرنا ہے۔ جب تک توبہ کی قبولیت کے آثار پیدا نہ ہوں، اُس کے حق میں دُوسرے تمام کلمات سے زیادہ نفع بخش استغفار ہے۔ جب توبہ قبول ہو جائے اور اللہ کا خاص فضل رہبری کرے، تو پھر منزل طے کرنے کی طرف متوجہ ہو گا۔ اس دوران اس شخص کو توجہ کی بنا پر سالک کہا جائے گا۔ اور جب راہ کے پردے مثلاً شہوت اور خواہش ہوں، جن کا تعلق جھوٹے خدا سے ہو، تو ان دونوں سے تعلق وحدت خدائے حقیقی کے انوار کے ظہور کو روکتا ہے۔ اس کا علاج کلمہ طیبہ کی تکرار (وِرد) ہے۔ جب تک خواہش و شہوت کی رکاوٹوں کے دُور ہونے کے آثار یقینی نہ ہو جائیں، کلمہ طیبہ کی تکرار بالخصوص اس کے پہلے جزُ یعنی لا اِلٰہ اِلاّ اللہ کی تکرار اس کے حق میں شفا بخش اور کافی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے خصوصی فضل کے بعد جب مذکورہ بالا رکاوٹیں دُور ہو جائیں گی، تو وہ مجبُوب تک پہنچنے والا ہو جائے گا۔ اگرچہ بعض لوگ یہ منزل طے کر لیتے ہیں، لیکن وہ مجلسِ خاص کی دربانی پر ہی رہ جاتے ہیں اور انہوں نے صاحبِ خانہ سے واقفیت پیدا نہیں کی ہوتی۔ اس مقام پر اس شخص کو کلمہ کی صورت کی ضرُورت کم پڑے گی، بلکہ اس کو نفع پہنچانے اور پردہ اٹھانے کے لیے لفظ اللہ زیادہ کام آئے گا، کیونکہ یہ اسم مُعظّم ہے اور اللہ تعالےٰ کی، جو محبُوبِ حقیقی ہے، تمام صفات کا مجمُوعہ ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی حقیقی محبت مدد کرے گی اور اس لفظِ معظّم کی تکرار اسم کو یاد کرے گی، تو اس اسم کی یادداشت اسے اس اسم کے مسمّیٰ سے

واقف کو دیگی۔ اور پھر آناً فاناً شہود و حضور کے مرتبے، اس صاحب ولایت پر کھل جائیں گے۔ اس موقعہ پر اس واصلِ حاضر کا کلام کے ذریعے بولنا اور لفظ کو ادا کرنا، اگرچہ وہ لفظ اللہ ہی ہو، مسمّٰی کے حضور میں بے ادبی سمجھا جاتا ہے، سوائے اس کے کہ اُسے ایسا کرنے کا حکم دیا جائے۔ اس مقام پر شہود کا مطالعہ اس خاص شخص کو ایسے مقام پر پہنچا دے گا، جہاں اُس کی آنکھوں میں متعدد خارجی اور باطنی اشیا کا ظہور و شہود سوائے اس واحد حقیقی کے وجود کے کچھ نہیں ہو گا۔ چونکہ متعدد اشیائے ظلی کی موجودات، وجودِ حقیقی کے سوا کوئی ثبوت و قیام نہیں رکھتیں، اس لیے ہر وہ وجود جو اپنی بقا کے لیے دوسرے کا محتاج ہو۔ درحقیقت اپنا اطلاق صورت پر کرتا ہے، وجودِ حقیقی پر نہیں کرتا۔ اس لیے اگر ساڈں کے تمام مراتب میں وجود ہے، تو وہ اُس موجودِ حقیقی کا ظہور ہے۔ اگر ثبوت نفسی ہے، تو اسی ثابت نفس الامری کا ظہور ہے۔ اس لیے یہ عارف اس مرتبہ پر پہنچ کر ان مظاہر کے اندر سوائے وجودِ واحد کے اور کچھ نہیں پاتا۔ اور یہ باطنی وید "ہمہ اوست" (سب کچھ وہی ہے) کہلاتی ہے اور اس کے باطن پر واضح ہو جاتی ہے اور بعض اوقات باطن میں اس نسبت کے ظہور کے غلبہ کی وجہ سے یہی کلمہ اس کی زبان پر آجاتا ہے اور چونکہ وہ ظاہر ہیں، اس سایہ کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اس لیے کفر کے سایہ سے وجود کی نفی شمار کرتا ہے، اور نہیں جانتا کہ سایہ نورِ وجودِ حقیقی کی نسبت کی نفی سے گواہ ہے اگرچہ کوئی عقل مند ظل کی ظلیت سے انکار نہیں کرتا لیکن جو اصل کی حقیقت ہے، اُس کی نسبت سایہ کی طرف اصل میں سایہ کی شرکت سمجھتا ہے، اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں"۔

میرے عزیز ظل (سایہ) کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ اپنے کمالاتِ ذاتی کے ظہور سے ظلی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، لیکن کوئی حلول یا اتحاد نہیں ہوتا۔

اور چونکہ وجودِ حقیقی، جو اصل ہے، کا سایہ میں ظہور دو مرتبوں میں ہے، ایک علمِ حقیقی کے کمالات سے فیضِ کمال کے ظہور کے بغیر۔ لہٰذا وہ سایہ، جو ظہورِ علمی سے فیض یاب نہیں ہوتا اور وجودِ ظلی کی ہستی کی حقیقت سے آگاہی نہیں رکھتا نیز وجودِ صُوری کو وُجودِ حقیقی سمجھتا ہے، اس کا نام ظابین (وہم زلف) رکھا گیا ہے اور دوسرے کو چونکہ علمی ظہور سے نوازا گیا ہے۔ اس لیے اسے سایہ میں وجُودِ حقیقی کے مشاہدہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ یہ ہے اربابِ شہود کی کثرت میں وحدتِ وجود۔ اور وحدتِ وجود کے دو مرتبے ہیں۔ پہلا مظاہرِ کثیرہ میں مشاہدۂ وحدت، اس کو کثرت میں وحدتِ وجود کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کا مالک ظلیت (سایہ پن) کے درجے سے ترقی نہیں کرتا۔ اگر مثال کے طور پر درمیان میں سے ظلّ کو دور کر دیں، تو وہ محجُوب ہو جائے گا، اس وصل کو جبلی وصل کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظاہر بینی کی منزل سے آگے نکل گیا ہو، اور اُسے راہِ حقیقت مل گئی ہو، لیکن ظلیت کے لباس کے بغیر اسے اصل تک راستہ نہیں ملتا۔ اس لیے ابھی اس کا کام نامکمل ہے اور ظلیّت کی حُجت درمیان میں حائل ہے اور جب اللہ تعالےٰ کا خاص فضل رہبری کریگا، اور اسے کھینچ کر قبولیت تک پہنچا دے گا، تو اس شخص کا معاملہ اصلی علم لدنی کے ذریعے دوسری طرح کا ہو گا۔ اور وہ ظلیت سے نکل کر وحدتِ وجود سے کثرت کی طرف تحقیق کرے گا۔ اور اگرچہ یہ دونوں ظلّ سے وجودِ حقیقی کی نفی میں اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ کثرت میں صاحبِ وحدتِ وجود مُظہر کی قید میں ہوتا ہے، اس لیے وہ غلبۂ ظہُور کی وجہ سے مَظہَر در مُظہر کو عین مُظہِر سمجھتا ہے اور ظہُور کے غلبہ کی شدت کی وجہ سے مَظہَر کو مُظہر نہیں سمجھتا، کیونکہ مَظہَر کو عین مُظہر جاننا غیر کو وجُود کی حقیقت میں شریک جاننا ہے اور کثرت میں واصلِ وجُودِ وحدت سایوں کی کثرت کے باوجود، وجُودِ حقیقی کی حقیقت کو مراتبِ ظلال سے ماورا پاتا

ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے وجُود کی حقیقت اپنے کمالات کے ظہور کی وجہ سے تمام مظاہرِ بے قید" میں"۔ ایک قسم کی قید کے اطلاق سے ظاہر ہے اور اس عارف کے زمانے میں مطلقِ حقیقی کے علم کا مظہر بلاشبہ ظلیت ہوگا اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اتنی تشریح و توضیح کے باوجود اگر کوئی شبہ ہے، تو وہ اس مسئلہ کی گہرائی کی وجہ سے ہے، جو دلیل کے اٹھ جانے پر موقوف ہے۔

مکتُوب : ۲۴

میاں الہ دینؒ کے نام جو طریقۂ قادریہ میں ہیں۔

میں شیطانِ مردُود سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور" اپنے دل میں اپنے اللہ کو یاد کر! گڑگڑا کر، اور چھپ کر، صبح اور شام، بغیر اس کے کہ آواز بلند ہو"۔

سعادت مند اور عزیز بھائی میاں الہ دینؒ۔ فقیرانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ ایک عزیز سے سُنا تھا کہ آپ مراقبہ اور سکُوت کے بارے میں شک و شبہ رکھتے ہیں، حالانکہ یہ طریقہ فقرا کو اولیا اللہ سے اور ان کو اصحابِ رسول سے اور صحابہ کرامؓ کو خود رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملا ہے۔ امید ہے کہ عزیز کا یہ شک و شبہ استفسار کی غرض سے ہوگا، انکار کی غرض سے نہیں۔ کیونکہ اس امر کا انکار بہت بڑی مصیبت ہے۔ چنانچہ فقرا کے اس طریقۂ مراقبہ و سکُوت کے بارے میں چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان سے آپ کے شکُوک و شبہات دُور ہو جائیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ایمان کے دو رُکن ہیں۔ تصدیق اور اقرار۔ اصلی اور دائمی رکن تصدیق ہے اور اقرار عارضی اور وقتی رُکن ہے۔ اور یہ تصدیق کی

شاخ[1] ہے۔ اقرار ساری عمر میں ایک بار کافی ہے۔ بلکہ بعض جگہ قوتِ گفتار کے باوجود اگر جان کا خطرہ ہو یا تصدیق کے باوجود اقرار کا اظہار نہ بھی ہو، تو یہ پھر بھی ایمان کے منافی نہیں، چنانچہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان دونوں ارکان کے کئی متعلقات اور توابع ہیں اور وہ جو ذکرِ قلبی ہے، وہ تکرار، یادداشت، حضوری، دائم آگاہی غم، فکر، خضوع وخشوع کی بدولت ہے، اور یہ دل کی خاصیت ہے۔ اور تصدیق کے متعلقات اور توابع میں سے ہے اور وہ جو زبان کے ذکر کی بدولت الفاظ تسبیح، تہلیل، نماز، تلاوت قرآن وحدیث وغیرہ، دین کے ظاہری علوم کا پڑھنا ہے، وہ اقرار کے متعلقات وتوابع میں سے ہے۔ اس لیے مومن کو اصلی رکن یعنی تصدیق سے کسی وقت بھی گریز نہیں۔ بلکہ اگر خانۂ دل ایک لمحہ کے لیے بھی تصدیق سے خالی ہو جائے، تو کفر پیدا ہو جاتا ہے اور ایمان اٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح تصدیق کے متعلقات وتوابع کے بغیر ایک لحظہ کے لیے بھی نہیں رہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت غم وفکر اور خشوع وخضوع میں

---

[1] جب کوئی شخص رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اسلام قبول کرتا تھا، تو حدیث پاک کہ "اللہ اور بندے کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں" کے بموجب ایمان لاتے ہی وہ تمام پردے اٹھ جاتے تھے۔ رسولِ کریم کے بعد جو ظاہری علوم اور باطنی اسرار کے جاننے والے تھے، ان کے توابع روزِ قیامت تک اتنے بلند استعداد ہیں کہ بعض صرف تعلیم سے ہی اہل انکشاف بن جاتے تھے۔ اور بعض کو ریاضت اور توجہ کی ضرورت ہوتی تھی، اسی لیے طریقۂ سلوک شرع کے مطابق مقرر کیا گیا، تاکہ پراگندہ نہ ہو جائیں اور آنکھیں بند کرنا۔ کان بند کرنا اور گوشہ نشینی اختیار کرنا مقرر کیا گیا۔ اے صاحب تمیز! غور سے دیکھ ان میں کون سی بات شرع کے خلاف ہے۔

ہوتے تھے، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اُس وقت میرے ساتھ ہوتا ہے، جب کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی اور نبی وہاں نہیں آسکتا"۔ آپ نے یہ بھی فرمایا "میری آنکھ سوتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا"۔ اور اسی قسم کی متواتر اور مشہور احادیث موجود ہیں، جو حضور کے باطنی ذکر و فکر کی وضاحت کرتی ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا یہ قول کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" چشمۂ باطنی سے جوش مار کر اُبھرا ہے۔ اور دوسرے اولیا اللہ کے بارے میں کہاں تک بیان کروں کیونکہ کاغذ تنگ ہے۔ اور اتنی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا۔

اور اقرار، رکنِ فرعی ہے اور یہ تصدیق کی شاخ ہے چونکہ یہ عارضی و وقتی ہے، دائمی نہیں، اس لیے اس کے متعلقات بھی وقتی اور عارضی ہیں، جیسا کہ نماز وغیرہ کہ بعض حالات میں ان کا ادا کرنا ممنوع ہے، جیسا کہ جنابت کے وقت، بیت الخلاء میں یا جماع کے وقت، اور استنجا کے وقت، برہنگی کی حالت میں اور پیشہ ورانہ بات چیت کرتے وقت، اقرار کے ان متعلقات کے ادا کرنے کو ممنوع فرمایا گیا۔ اس لیے دانا آدمی کو چاہیے کہ حقیقتِ کار پر نظر کرے، اور جان لے کہ وہ ذکر اور حضوری، جو صبح و شام چاہیے، ایسا ذکر ہے کہ تصدیق کی طرح ہم اس سے ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہیں رہ سکتے اور یہ ہماری ذات پر لازم ہے اور چونکہ یہ بات علمائے ظاہر کے درس کے ذریعے ہاتھ نہیں آسکتی، کیونکہ وہ شرعِ ظاہر کے وارث ہیں اور تکرار لسانی کے لیے وقت مقرر کیے گئے ہیں، اسلئے ضروری ہے کہ علمائے باطن کا دامن مضبوطی سے پکڑیں، جو فقرا ہیں، اور شرع کی باطنی حقیقت کے وارث اور دائمی اور حقیقی حضوری سے بہرہ یاب ہیں، جیسا کہ اولیائے کرام کی سنت ہے، تاکہ ان سے فیض یاب ہوں۔ اور میں بعض اہل جہر کے ذکر کے متعلق بات نہیں کرتا، جو مدعا تک پہنچنے کی خبر نہیں دیتا کیونکہ زبان کا ذکر لقلقہ (سخت آواز) ہے۔ قلب کا ذکر وسوسہ (زیور کی جھنکار)

ہے۔ اور روح کا ذکر خوشی و مسرت ہے۔ یہ اصول اولیا کا مقرر کردہ ہے۔ لیکن جس شخص کو دل اور روح کا ذکر حاصل نہ ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ زبان کا ہی ذکر کرے اور طلب کرتا رہے، حتیٰ کہ اسے باطنی ذکر بھی نصیب ہو جائے۔

مکتوب : ۲۵

نورِ محمدی کے اظہار کے بارے میں۔

سب تعریف اس کے لیے ہے، جس نے نورِ محمدی کی تخلیق کی۔ اس نے ارادہ کیا، اور اُسے الہامی علم کے مرتبے میں تعینِ اول کہا اور اُسے الوحدت کا نام دیا اور وحدتِ حقیقی میں نورِ محمدی کے تمام متضمنات شامل ہیں اور اسے تعینِ ثانی کا نام دیا گیا ہے، اور یہ اصطلاح نزلاتِ خمسہ والوں کی رکھی ہوئی ہے۔

ہمارے شیخ المشائخ شیخ آدمؒ نے فرمایا کہ حقیقتِ محمدی ایک جامع ذات ہے، جو ہر قسم کے زوال سے پاک اور منزّہ ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ حقیقت کا اطلاق کئی وجہ سے ہوتا ہے، یہاں حقیقت سے مراد مبداءِ فیض ہے۔ وہ حقیقت نہیں، جو جنس اور نوع سے مرکب ہوتی ہے کہ اس پر اعتراض کیا جا سکے۔ چونکہ اس بات کی تحقیق بالمشافہہ طویل گفتگو کی متقاضی ہے، اس لیے اسے آپ کی حاضری پر اٹھا رکھا جاتا ہے۔

فقیر کو ان دنوں سے جب کہ مکمل جلاب لیا تھا، اب تک پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے اور ہر روز آٹھ سے لے کر دس تک دست آ رہے ہیں۔ آپ کے یہاں آ جانے کے بعد مفصل بات کی جائے گی۔ ابیات:

چونکہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد | موسیٰؑ با موسیٰ اندر جنگ شد
چوں بہ بے رنگی رسی، کاں داشتی | موسیٰ و فرعون دارند آشتی

(ترجمہ) چونکہ بے رنگی، رنگ کی قید میں آگئی، اس لیے موسیٰ، موسیٰ کے ساتھ لڑ پڑا جب تو بے رنگی تک پہنچ جائے گا، تو موسیٰ اور فرعون کے درمیان آشتی ہو جائے گی۔

یہاں بے رنگی سے مراد وہ مرتبہ اطلاق ہے، جس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ رنگ سے مراد مظاہر کی کثرت ہے، اور اسیر ہونے سے مراد نورِ آفتابِ وحدت سے آبگینوں میں روشنی کا انعکاس ہے اور موسیٰ سے موسیٰ کا جنگ کرنا ایک نبی کی شریعت کا دوسرے نبی کے ہاتھوں منسوخ کیا جانا ہے۔ اور بے رنگی کا حصول ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے اور موسیٰ و فرعون کا صلح کرنا، ظاہری مقابلے کا ختم ہونا اور ذمہ داری کی بساط کا اٹھ جانا اور رنگا رنگ کے مختلف آبگینوں کو ختم کر دینا ہے، کیونکہ وہ کثرتِ اعداد کا سبب ہے۔ مندرجہ بالا ابیات کی یہ شرح میر محمد رضا عفی عنہٗ نے کی ہے۔

لیکن فقیر یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مخدومی میر محمد رضاؒ نے مذکورہ بالا اشعار کی شرح میں کہا ہے، اگرچہ بہت پاکیزہ اور خوبصورت ہے، لیکن یہ مطلب شیخ فانی کی مناسبت سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ صاحبِ فنا کے لیے ظاہری کمزوری اور تقیدات کے مرتبے ہیں۔ حتیٰ کہ علمِ فنا بھی جب فانی شخص میں باقی رہ جائے، تو پھر بھی انہوں نے اس کے حق میں آدھی فنا ثابت کی ہے۔ اس لیے میر مرحوم نے ان اشعار کی شرح میں بیرنگی تک پہنچنے کو اضمحلال کا پابند ہونا ایک عارف کی نظر سے کہا ہے۔ عارف کا تعین کیا ہے اور غیر عارف کا تعین کیا؟ اس معنی میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ بیرنگی کا اسیر ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کے نور سے بے شمار آبگینوں کے انعکاس سے جو مراد لی گئی ہے، اس میں دو شبہات پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آبگینہ میں منعکس ہوتا ہے، اس کی

حقیقت تو بیان کر دی گئی ہے، لیکن خود آبگینہ کی حقیقت کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا، کہ آیا وہ مستقل ہے یا نُورِ آفتاب کا پَرتو ہے۔ دوسرا یہ کہ بیرنگی تک پہنچنے کو ہر لحاظ سے سالک کا اضمحلال بیان کیا گیا ہے، اور پھر اس مقام پر حضرت موسیٰؑ کی فرعون کے ساتھ صُلح قرار دی گئی ہے اور صُورت یہ ہے کہ اس مقام پر ان دونوں کا نام و نشان بطورِ ذات تصور میں نہیں لایا جاسکتا۔ کیونکہ اس مرتبہ پر نام کا ثبوت پیش کرنا اضمحلال کے منافی ہے۔ اس لیے صُلح جو اُن کی صفت ہے، اسے ثابت نہ کرنے کے بغیر ان کی ذات تحقیق شدہ نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰؑ کی موسیٰؑ سے جنگ کرنے سے مراد دوسری شریعت کو منسوخ کرنا ہے۔ اور چونکہ جنگ مخالفت کا تقاضا ہے اور ناسخ و منسُوخ کی وجہ سے کسی ایک کو دوسرے سے کوئی مخالفت نہیں ہوتی۔ بلکہ منسُوخ خود اپنے وقت پر منسُوخ کرنے والے کا محبُوب ہوتا ہے، اس لیے جنگ کی تحقیق میں شبہ ہے۔ المختصر مذکورہ بالا اشعار کے معانی کسی شخصِ باقی کی شان کے شایاں ہیں، ایسا شخص جو باقی کامل ہو۔ تحقیق کے مطابق اللہ تعالےٰ ہی ازلی اور باقی اور جمال و جلال کی صفات سے مَوصُوف ہے اور ان دونوں عظیم صفات میں ہر صفت اپنے ظہور کے اقتضا کے باوجُود، بالخصوص اپنی خصوصیت کے لحاظ سے، کسی دوسری صفت کے ظہُور کی مقتضی ہے، اور ظہورِ ازلی کے وقت ہرگز ایک دوسرے کی مخالف نہیں تھی۔ جیسا کہ لَا ھُوَ اور لَا غَیرُہٗ سے ظاہر ہے۔

حضرت مولانا رومؒ کے مذکورہ بالا[1] اشعار کی شرح بعض عزیزوں نے یوں

---

[1] اسیر رنگ کہنا اسی بات کی دلیل ہے ورنہ اس کا اطلاق عالمِ ارواح اور حق تعالےٰ پر کیسے کیا جاسکتا ہے، اور کون کر سکتا ہے رُوح نہ سرخ ہے نہ سفید اور نہ سیاہ و زرد، وہ مجھُول الکیف ہے اور حق تعالےٰ بے کیف ہے۔ پس اسے سمجھئے۔

کی ہے کہ بے رنگی سے مرتبۂ اطلاق، اور رنگ سے مرتبۂ تقید اور اسیر ہونے سے مختلف مراتب میں ظہور انعکاس مراد ہے اور تقید میں صلح کو محال سمجھا ہے، لیکن اس عاجز کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہے کہ بیرنگی سے مراد ان کا شرعی تکالیف سے مبرا ہونا اور مرغوباتِ طبیعت کی طرف عدم میلان ہے اور یہ دونوں عالم ارواح کے مرتبہ سے متعلق ہیں۔ اور وہ بھی اس وقت جب کہ ابھی انہوں نے جسمانی تعلق اختیار نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ارواح کی حیثیت سے سب کی آپس میں صلح ہے، اور جنگ کی وجہ شریعت کی پابندیاں اور طبعی مرغوبات سے تعلق رکھتا ہے جن کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اور جب ہر ایک روح جسم میں اسیر[1] ہو جاتی ہے اور طبعی مرغوبات کی طرف مائل اور شریعت کی پابندیوں کی مکلف ہو گئی، تو اس وقت لطف کے مظاہر اُن کے قبول و اختیار میں ظاہر ہونے۔ اور قہر کے مظاہر اُن سے مُنہ پھیر لینے کے سبب واقع ہوئے۔ چنانچہ ہر مَظہر کو اپنے مُظہر کا حق ادا کرنے میں ایک دوسرے سے جنگ پیش آئی۔ جیسا کہ فرعون سے حضرت موسےٰؑ کو، اور کبھی حضرت موسےٰؑ کو حضرت خضرؑ سے رضائے حقؓ کے خلاف کام کرنے پر جنگ کی صورت پیدا ہوئی، لیکن چوں کہ وہ فی الواقع جنگ نہ تھی، اس لیے اُسی مجلس کے اندر جنگ صلح میں تبدیل ہو گئی، اور بہت سے علوم کے حصول کا سبب بن گئی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اُن کی برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں"۔ غرض یہ کہ جب صاحبِ صفا کو جو صفاتِ لطیفہ کا مَظہر ہے، اس جسمانی مرتبہ سے روح اور علم کا

---

[1] اس دنیا کا تقاضا ہے کہ اسیرِ رنگ ہو، اسی لیے بھائی بھائی کے ساتھ لڑتا ہے۔ خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہوں، جیسا کہ حضرت موسےٰؑ نے حضرت ہارونؑ کے ساتھ کیا۔ چنانچہ ہارون نے کہا: "اے میرے ماں جائے، مجھے میری داڑھی اور سر سے نہ پکڑ"۔

عُروج حاصل ہوا، اور وہ روح کے اعلےٰ مراتب تک جا پہنچا، اور شریعت کی پابندیوں کو، جو جسم کے تعلق کی وجہ سے تھیں، اس نے وہاں نہ پایا، اور لڑائی کرنے کو اپنی ہمت سے زیادہ پایا، تو وہ صلح کرنے پر مائل ہو کر، اور جنگ سے فارغ ہو کر حقیقی مطلوب کی طرف متوجہ ہوا، اور اس جنگ کا، جو جسم کے تعلق کی خاطر صرف اللہ تعالےٰ کی خاطر واقع ہوئی تھی، ثمرہ حاصل کر لیا۔ اور اس کے برعکس فرعون جو صاحبِ ظلمت تھا، اللہ تعالےٰ کی صفاتِ قہر کا مظہر تھا اور اس کی جنگ محض کینہ کی وجہ سے تھی، چنانچہ وہ مطلوبِ حقیقی تک نہ پہنچ سکا۔ اور آخر کار مبتلائے عذاب ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اور اُن کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے" اور چونکہ اس کی جنگ شریعت کے احکام کی حقیقت سے ناواقفی کی وجہ سے تھی اور جب اُسے تکالیف کی حقیقت کا علم ہو گیا، تو پرانی جنگ پر نادم ہو کر صُلح کی طرف مائل ہو گیا، لیکن چونکہ اس کی جنگ شیطنت کی وجہ سے تھی، اس لیے خوف زدہ ہو کر صُلح اختیار کرنے کے وقت وہ قہر کے ظہور کے ثمرات سے، جو عذاب اور دوزخ کی آگ ہے، ممتاز ہو گیا، اور عین عالمِ تمیز میں خباثت کو پاکیزگی سے جدا کر لیا۔ سبحان اللہ۔ پالنے والے کا یہ کیا کمال ہے، کہ عین جنگ میں ہر ایک مظہر دوسرے سے ممتاز تھا۔ اور عین صُلح میں دونوں مظاہر، جو صلح کے تقاضے کے مطابق تھے، ظہور پذیر ہوئے۔ نیز انہوں نے ان دونوں کمالات کے ظہُور کے نتیجے میں تمیز پیدا کر لی۔ اللہ خبیث اور طیب میں تمیز کرتا ہے۔ یہ عجب کاروبار ہے

بعض عزیزوں نے نقش بندی طریقے کو رنگ سے تعبیر کیا ہے اور آشتی کو اس میں ناممکن سمجھا ہے۔ اور اس تحقیق میں جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، جنگ کے بعد پابندی کی حیثیت سے صُلح ظاہر ہوئی ہے۔

مکتوب : ۲۶

آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین میں ہے، جو کچھ ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے" کے معنی کے بیان میں۔

میرے معنوی بھائی حافظ عیسٰیؒ کو فقیرانہ سلام۔ اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں جمادات، نباتات اور حیوانات ہیں۔ اور انسان بھی اس لازمی تسبیح میں ان کے ساتھ شریک ہے، کیونکہ وہ ان تینوں مراتب میں بھی برابر کا شریک ہے، اور یہ تسبیح ان میں سے ہر ایک کے لیے لازمی ہے۔ انسانی تسبیح جو انسان کامل کا خاصّہ ہے، ہمتِ کامل سے ہوتی ہے، اور ان میں اوامر پر چلنے اور نواہی سے بچنے پر، جو انسان کامل کا خاصّہ ہے، انحصار ہوتا ہے اور اس مخصوص تسبیح کو مومنوں بلکہ کامل انسانوں کا خاصّہ سمجھا جاتا ہے اور اسے اعلےٰ درجات اور مثبت نیک اعمال کا تقاضا گردانا جاتا ہے اور اس نیک جماعت کی تسبیح کو اللہ تعالےٰ کی صفاتِ لطیفہ کے انوار کا مظہر پہچانتے ہیں۔ اور کافر، جو حیوانوں کی طرح بلکہ ان سے گئے گزرے ہیں، اس تسبیح سے محرُوم ہیں اور حیوانوں سے تشبیہ دیئے جانے کی وجہ سے وہ انسانوں کے سے ناموں اور رسموں کے باوجود انسانیت کے دائرۂ قواعد سے مکمل طور پر الگ ہیں اور چونکہ ان کی تسبیح، صفاتِ قہر کے کمالات کے ظہُور، اور ان صفات کے حکم سے عدم انحراف کی وجہ سے ہے، ان میں سے ہر فرد کی تسبیح، صفاتِ لطیفہ کی مظہریت کی مناسبت اور مطابقت سے ہر لحاظ سے معدُوم ہوتی ہے۔ لہذا اعمالِ حسنہ خواہ وہ صُورتاً ہوں، صفاتِ لطیفہ کے ظہور سے، جو امانت کی طرح ہیں، اس موقع پر تصویری طور پر ظہُور میں آتے ہیں۔ اس وقت جبکہ پوشیدہ حقیقی مناسبت صفاتِ قہر یہ میں ظاہر ہوتی ہے، تو صاحبِ امانت، اپنی امانت کو ان لوگوں سے واپس لے لیتا ہے۔ اور امانت کی یہی واپسی جو احاطۂ اعمال

کے نام سے موسُوم ہوتی ہے اور انسانی صورت کی یہ جماعت انسانِ حقیقی کے درمیان برزخ ہوتی ہے اور انسان کے علاوہ باقی تین صفات یعنی جمادات ، نباتات اور حیوانات کے درمیان بھی برزخ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صفاتِ قہر کی یہ پابندی ، اُس صفتِ اختیار سے ہے ، جو انسان میں پائی جاتی ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ دل میں صفتِ قہریہ کی فرماں برداری کے باوجُود ، وہ آخرت کے درجات سے محرُوم اور بے بہرہ ہیں اور ان اصناف میں شامل ہیں جن کے بارے میں حق تعالےٰ نے یہ کہا ہے کہ "وہ جانوروں کی طرح ہیں" لیکن چونکہ باقی تین اصناف درجات کی بلندی سے محرُومی کی طرح عذاب سے بھی محفوظ ہیں ۔ اور یہ برزخیہ جماعت ، عذاب سے محفُوظ ہونے کی کوئی مناسبت نہیں رکھتی اور وہ اس مقام سے بہت دُور ہے ، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ، کہ "ان کا رستہ اس سے بھی بُرا ہے"

جان لینا چاہیے کہ چونکہ صفاتِ قہریہ کے کمالات تسبیح خاص کے اقتضا سے اپنے مخصوص مظاہر کی وجہ سے ان کے اعمالِ حسنہ کو سلب کرتے ہیں ۔ ان کی استعداد کا تقاضا اس سلبِ توجہ سے اپنے مظاہر کو عذاب کے درکات میں ڈالنا چاہتا ہے اس لیے اس جماعت کی اپنے ربّ کے احکام کو قبُول کرنے کی استعداد محض تسبیح اور اس کے امر کی اطاعت سے ہے ، اور یہ نہ سمجھئے کہ ہر تسبیح کرنے والے کی تسبیح ، بہت بڑے اجر کا تقاضا کرتی ہے ۔ نہیں ، بلکہ مخلُوق کے بعض افراد کی تخلیق صرف اطاعت کے لیے ہے ، بعض صرف صفاتِ لطیفہ کی اطاعت کے لیے اور بعض دوسرے صفاتِ قہر کی فرماں برداری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں ۔ جنّت کے درجات ، صفاتِ لطیفہ کی اطاعت کرنیوالوں کیلئے اور دوزخ کے طبقات ، صفاتِ قہریہ کے متزنین کے لیے ہیں کہ وہ سب اپنی تسبیح کے عوض میں اجر کے طلب گار

ہیں۔ اس بات سے آگاہ رہیے، کہ مظاہرِ قہریہ، دل میں اطاعت کرنے کی وجہ سے درجات کا تقاضا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مربّی کا محبوب طبقاتِ دوزخ کا مقتضی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تسبیح کے دائرے سے باہر نکل جاتے ہیں، اور مربّی کی مخالفت کرتے ہیں، عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے۔ ؎

من ترا کیستم، ہمیں حمد است تو منی نیستم، ہمیں حمد است

میں کس لیے تیرا ہوں، صرف اس حمد کے لیے، اور تو میرے لیے اور کچھ نہیں، صرف اس حمد کے لیے۔

مکتوب : ۲۷

نمازی کی اپنے رب سے مناجات کرنے کی تحقیق میں۔

شروع اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ نماز میں کلامِ حقیقی سے کلام کرنے والا وہی ہے، اور وہی نماز ادا کرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔ نیاز مندانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ فقیر کو خدشہ تھا کہ نماز گزار اپنے رب کے عذاب سے نجات پاتا ہے، اور جب میں نے نماز گزار کی قرأت پر نظر ڈالی۔ تو ثناء و فاتحہ کو مناجات کے معنی میں پایا، لیکن بعض سورتوں میں دیکھا، کہ آیات، مناجات کے معنی رکھتی ہیں۔ مثلاً "ربنا آتنا" وغیرہ صاف صاف مناجات ہیں۔ لیکن اس کے برعکس "قل ھو اللہ احد اور قل یاایھا الکافرون" جیسی سورتیں نماز کی حالت میں نماز گزار کی مناجات سے کیا مناسبت رکھتی ہیں؟ اسی طرح وہ سورتیں اور آیتیں جو فرعون اور ابلیس کے قصّوں کی خبر دیتی ہیں۔ اس لیے مناجات کرنے والے کے لیے اس قسم کی مناجات کس طرح مناسب ہے، اور اس قسم کے قصّے تفرقہ پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے اس طرح حضورئ قلب کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس خدشہ کو دُور کرنے اور قرأت کے معنی کی تحقیق میں بمطابق "اقرا....." جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے، اس کو ظاہر کرتا ہوں اور یہ صرف آپ کی آواز کی اصلاح کے لیے ہے۔ "جب نمازی ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس حکم کی تشریح کرے، جس کا مناجات میں اسے حکم دیا گیا ہے، تو پھر عالم علم کے حصول کی قوت کی طرف دیکھتا ہے اور اس میں بہت نقصان پاتا ہے۔ جب اُسے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ملجا و ماوا نہیں، پھر وہ بلند آواز سے پکارتا ہے، اور اللہ اکبر کہتا ہے: اے اللہ تو سب سے بڑا ہے، یہ مناجات ہی میرا سرمایہ ہے اور پھر اللہ تکبیر کے ساتھ اس کی حمد کو سنتا ہے، اس کی مناجات کا پتہ، قدیمی اور حقیقی کتاب میں سے سُورہ فاتحہ کے ذریعے ملتا ہے۔ اسے پوشیدہ الہام کے ذریعے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ مناجاتِ تعلیمی میں حضورِ قلب کے ساتھ حاضر رہے۔ چنانچہ نمازی کے لیے ضرُوری ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے یہ سُننے کے بعد، نماز کی حفاظت کی طرف متوجہ رہے اور جب فاتحہ ختم ہو جائے، اور نمازی نے اس کے معانی کی حفاظت کر لی ہو، اور اپنی مناجات کا آغاز پھر فاتحہ سے کرنے کا ارادہ کر لیا ہو، تو اس سے فاتحہ کی تکرار ہو گی، جو ممنوع ہے۔ اس مقام پر نمازی کے لیے مناسب ہے کہ مولائے حقیقی کی طرف اپنے علم کے ساتھ توجہ کرے اور اسے آمین کے لفظ سے یاد کرے اور اس کے معانی میں کلام حقیقی یعنی فاتحہ کے جُملہ معانی شامل ہیں اور پھر نمازی الہامی تعلیم کے ساتھ آمین پڑھتا ہے اور اللہ کے حضور میں حمد و ثنا کے بعد اپنے مقصد کی التجا کرتا ہے اور یہ مقصد صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہے۔ پھر وہ غور کرتا ہے تو اللہ تبارک کو غنی اور عظیم پاتا ہے، اور پھر عاجزی کے ساتھ خاموش ہو جاتا ہے۔ گویا اسے جواب مل گیا ہو، اور اللہ نے اس کی التجا کو دلی دعا کی بدولت قبول کر لیا ہو۔ پھر وہ قدیمی کلام مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یا قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ

یا دوسری سورتیں اور آیات پڑھنا ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے، جس کے ساتھ وہ کلام کرتا اور سنتا ہے اور حضورِ قلب کے ساتھ حاضر رہتا ہے اور اس سے اور اس کے بعد اپنے اعمال کی اصلاح کرتا ہے۔ اور ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازی یہ جانتا ہے کہ مناجات کے لفظ سے مراد "آمین" اور "فاتحہ" ہے۔ جو اللہ کا کلام ہے اور مناجات کی تعلیم کے طور پر اس سے کلام کرتا ہے۔ اور پھر صراطِ مستقیم کی وضاحت کے لیے، قرآن مجید کے ساتھ کلام کرتا ہے اور نمازی یہ دیکھے گا کہ وہ اللہ سے دو طرح کلام کرتا ہے۔ کلامِ حقیقی ہے، جس میں نمازی کی طرف سے سوائے "آمین" کے اور کچھ نہیں، یا الہامِ خفی ہے، اور دونوں بار اور ساری قرأت میں حضورِ سرّی کے ساتھ حصول اور تقیّد کے بغیر متکلمِ حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور ولایتِ خاص الخاص سے اس کی شان کے مطابق استفادہ کرتا ہے۔

مکتوب : ۲۸

نمازِ جمعہ کے فریضہ کے بارے میں حقایق آگاہ جناب محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

اوّل و آخر تمام تعریف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت آدمؒ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ نمازِ جمعہ قطعی طور پر فرض ہے اور علماء نے اس کی شرائط میں اختلاف کیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے بارے میں انتظار تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح تحقیق حاصل ہو جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی بہانہ کے بغیر یہ تحقیق و الہام فرما دیں، تو اس پر عمل کروں۔ لیکن اس انتظار کے باوجود میں طرفین میں سے ایک طریق کار پر عمل کیا کرتا تھا۔ اچانک اللہ تعالیٰ کے محض فضل

سے کسی بہانہ کے بغیر میں نے سرورِ عالم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو تین دفعہ کسی شک وشبہ کے بغیر خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے کمال شفقت سے فرمایا کہ نمازِ جمعہ میں شک کرنا شیطانی وسوسہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔

اس کے بعد میرے دل میں آیا کہ چونکہ اولیائے امت کی تحقیق اور کشف ظنّی اور قیاسی ہے، اس نے اسے شرع کے ترازو پر بھی تولنا چاہیے۔ جب فقہی مسائل پر گہرا غور کیا، تو کئی روائتیں بزرگوں کی طرف سے ایسی ملیں، جو میرے الہام کے مطابق نکل آئیں۔ چنانچہ ہمارے علماء پر یہ اختلاف پوشیدہ نہیں، اگرچہ انہوں نے دونوں کو مرجوع سمجھ کر اس بات کو ختم کر دیا ہوا تھا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس طرح ہدایت بخشی۔ پس ہمارے دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ جمعہ کی نماز میں کوئی شک نہ کیا کریں اور اطمینانِ قلب سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے عاید کردہ فرض کو ادا کریں۔ الہام شدہ حقیقت اس فقیر پر اس طرح واضح ہوئی کہ اس کے بعد بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں یہ بزرگانِ عظام پر اظہارِ حق کے لیے ہے، بعض مسائل کے معاملے میں وہ اسمِ ہادی کی صفت کا مظہر ہے۔ اور بعض میں صفتِ اسمِ دلیل کا مظہر ہے۔ کیونکہ پہلے ظہور کے ساتھ سیدھا راستہ عطا کرتے ہیں اور دوسرے ظہور میں ان تمام بزرگوں کے اعمال میں اعتدال نظر آتا ہے اور دونوں کامل صفتوں کا ظہور پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے اور خلافت کا معاملہ آیت کریمہ" انی جاعلٌ فی الارضِ خلیفۃ" (میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) خلیفۂ حقیقی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے واضح ہوتا ہے، اور ذاتی استعداد جو حفظِ مرتبہ کے مطابق ہے کہ باوجود صلاحیت سے بہرہ وری ان کی اطاعت سے رونما ہوتی ہے۔ اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں

کہ ہر اختلافی مسئلہ میں ایک پہلو اسم ہادی کا مظہر ہے اور دوسرا پہلو صفت اسم دلیل کا مظہر ہے اور ان دونوں اسمائے مبارک میں سے ایک کی خصوصیت اسم ستّار کے ظہور کی بدولت حالات کی پردہ پوشی ہے، سوائے اس کے جو اولیا پر کشف کر دیا گیا، یا جیسا کہ علما پر قیاس کے ذریعے ظاہر کر دیا گیا۔ جب اس تحقیق کا پتہ چل گیا، تو اب نمازِ جمعہ کے اختلاف کی طرف نگاہ دوڑائیے۔ جب اس مرتبہ کے ولی کامل کے کشف سے، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے تعلیم دی ہو۔ اور جسے اللہ تعالےٰ نے قبول کیا ہو، اُن کی بات اور روایت کا صراطِ مستقیم پر ہونا تحقیق شدہ اور مدلّل ہے، تو وہ پیروی کے لائق اور مناسب تر ہے۔ یا وہ اقوال جو دیکھنے میں علمائے ظاہر کے قیاس سے اس قابل ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے اُن کا اجر عطا کیا جائے۔ اگر اس کشف کے انوار جو بہت واضح ہیں، ان کی نظروں میں اپنے ہی نُور میں محجُوب ہو گئے ہیں اور نُورِ بصیرت کی کمزوری سے انہیں معلُوم نہیں ہوتے، تو پھر یہ لائق اور مناسب تر ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ ستّارِ حقیقی نے، ان حق کے قاصدوں اور سچّے مجتہدین کے قول پر پردہ ڈالا ہو گا، اور ان کی وفات کے بعد وہ لوگ، جو ان سے نسبت رکھنے کے بعد بھی ان کی پیروی نہیں کرتے، اگر اس مسئلہ میں ان کی متابعت نہیں کریں گے، تو سعادت کی چمکدار دلیل اس شخص کو حاصل ہو گی، جو اس نادرِ روزگار کے برحق کشف کو بے تردّد اختیار کر لے گا۔ اور دوسری طرف کے قول کو مختلف اقوال میں سے سمجھ بُوجھ کر ظاہری ادب کی خاطر کسی شک وشبہ کے بغیر نمازِ جمعہ کو نیّتِ عام اور دلی خلوص کے ساتھ بطورِ عبادت ادا کرے گا۔ یہ نماز عوام کی نماز کی طرح نہیں ہو گی۔ بلکہ ان کا معاملہ شک وشبہ کے بغیر ہو گا۔ اور ان کے کام کاج میں دلی اطمینان ہو گا۔ اور کشف کے ذریعے ثابت شدہ

بات روحانیت پرستوں کی عین رضا کے مطابق ہے۔ یہ عین حق ہے اور ان کے بارے میں حقیقی ادب چاہیے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتُوب : ۲۹

جناب محمدؒ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

درُود و سلام کے بعد خاکسار عبدالنبیؒ کی طرف سے اپنے معنوی سعادت آثار بھائی محمدؒ اشرفؒ کے نام، جو جب بھی یاد آئے، اس دُعا کے قابل ہے"اے ہمارے اللہ۔ اس کو اپنے افضل بندوں میں سے اشرف بنا۔ کیونکہ شرف فرشتوں کے لیے ہے، اور فضل انسانوں کے لیے۔" سلامِ فقیرانہ کے بعد عرض ہے کہ سعادتمند میاں غلام رسُولؒ کو جو ایک دل پذیر کیفیت کے حامل ہیں، استخارہ کیے بغیر طریقۂ احسنیہ میں داخل کر لیا گیا ہے، اور اسمِ ذات سے واقف کر کے درویشی نام بھی رکھ دیا ہے۔ حق تعالےٰ اسے سعادت مند کرے، اچاہیے کہ اُسے اپنی صحبت میں تربیّت دیں، تاکہ اس راہ کی لذّت حاصل کرے۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ اس ماہ کے آخر میں نفی و اثبات سے مطلع کریں۔ اور تمام دوستوں اور حال پُوچھنے والوں کو سلام و اکرام۔

مکتُوب : ۳۰

جناب محمدؒ اشرفؒ کے نام جو "لَقَدْ کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البّر والبحر ورزقناھُم من الطیبات وفضلّناھم علیٰ کثیرٍ ممّن خلقنا تفضیلا"
(ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی، اور اُسے بحر و بر میں اٹھایا اور ہم نے اسے پاکیزہ

اشیاء سے رزق دیا اور ہم نے اسے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی" کی خلعت سے مشرف ہوں۔ نیاز مند عبد النبیؒ دعائے غائبانہ اور توجہ مربیانہ کا امید وار ہے۔ فقیرانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ آپ سے ملاقات ہوئے کئی ماہ کا عرصہ گذر چلا ہے۔ اگر فرصت میسر ہو، تو اس عاجز کو کمالِ تکلیف کے بغیر ملاقات سے نوازیں۔ اور بڑی امید یہ رکھتا ہوں، کہ دنیا و مافیہا کو فانی اور ہلاکت پذیر سمجھ کر اپنے آپ کو اپنے آپ کے سپرد نہ کریں اور اس شیرینی کو جو باطن کا خزانہ اور اصل مراد ہے، ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اور جب ظاہر ہی باطن کے مطابق ہو جائے، تو توقع رکھنی چاہیے۔ کہ دل کی برکت سے بات کرنا، کھانا کھانا اور سونا بھی باطنی نسبت سے مرتبۂ بدنی پر ظاہر ہوگا۔ اور خداوند تعالےٰ اپنے فضل وکرم اور مظہریت کی نظر کو ذراتِ کائنات سے الگ نہیں کرے گا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گویائی اور سکوت بھی فکر و نظر کے ساتھ عبرت کے لیے تھی۔ اور اس عریضہ کے حامل کو اس سے پہلے ہی تعلیم کی خاطر آپ کے سپرد کیا ہوا ہے۔ یقین ہے کہ آپ نے وقت کی ضرورت کے مطابق اس کو تعلیم دی ہوگی اور اس اثنا میں روحانی صحبت کے حصول کے بعد اطلاع دیں گے اور اسی طرح دوسرے لطائف سے بھی بتدریج واقف کرائیں گے۔ نیز اپنے دوستوں کو اپنے تقویٰ اور ہمت سے نصیحت فرمائیں گے، اور کم گوئی، اور کم خوری کی تعلیم دیں گے۔ اے ہمارے ربّ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمیں اچھائی عطا فرما!

مکتوب : ۱۳۱

اشرف الاخواں محمد اشرفؒ کے نام، خدا کرے کہ بہترین وقت اور بہترین زمانہ، بہترین عزیز کے شاملِ حال رہے۔ میرے عزیز۔ وقت کو غنیمت سمجھئے، آس

پاس سے خود کو بلند کیجیے، لمحاتِ زندگی کی حفاظت کیجیے تاکہ کوئی وقت بھی غفلت میں صرف نہ ہو اور ہمارا کام عبادت میں کوشش کرنا ہے۔ رزق کے بارے میں تشویش کرنا اور غم کھانا، دانا کا کام نہیں، کیونکہ زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں، جس کا رزق اللہ تعالےٰ کے ذمہ نہ ہو۔ چونکہ ہر ذی جان کا رزق، اس حیوانات کو زندہ کرنے والے نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور بڑا پکا وعدہ کیا ہے، اس لیے وہ شخص بے حد احمق ہو گا، جس کو اس بارے میں شک و شبہ ہو۔ آپ کے کام کا تعلق بے شبہ محکم و مضبوط ہے، لیکن کام بہت زیادہ ہے۔ جب تک زندگی باقی ہے، ترقی کا امیدوار رہنا چاہیے اور یہ ترقی تشبیہ سے تنزیہ کی طرف نہیں، بلکہ تنزیہ میں ترقی ہے۔ آدمی وہ ہوتا ہے جو دنیا کو فانی سمجھ کر ایک جَو کے بدلے میں بھی نہ خریدے۔ سعادت مند میاں علی محمدؒ یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے اسم ذات سُنا تھا۔ چاہیے کہ انہیں نفی و اثبات کی تعلیم دی جائے۔ اور وعظ و نصیحت، اور مزید فوائد سے بہرہ مند کیا جائے۔ آپ کم گو بنیں، اور اپنے دوستوں کو بھی کم گوئی کی تعلیم دیا کریں۔ نیز کبھی کبھی اس عاجز کو بھی یاد کر لیا کریں۔ فقیر کے لیے لازم ہے کہ اپنی ذات کو سمجھے، اور اپنے عقیدت مندوں کو فقر کا خواہش مند بنائے تاکہ ان کی برکت سے وہ بھی مقبولوں کے سلسلے میں اکٹھے ہو جائیں۔ سلامتی ہے اس شخص کے لیے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

مکتوب : ۳۲

محمد اشرف جیو سلمہ اللہ تعالےٰ کے نام۔

نیازمندانہ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں میرے عزیز! ولایت میں اصلی اور ظلی مراتب کی تحقیق کے بارے میں آپ کی تحریر بہت خوب ہے، لیکن ان تحریر شدہ

تمام مراتب کا مقصد، ابھی مخصوص دائرہ کے اندر ہے اور ولایت ونبوت کے مرتبہ کی حقیقت اس سے زیادہ ہے، اور تعلیم پر موقوف ہے مغز، جو اس کے نور سے معطل ہے، اس مرتبہ کی بشارت سے فیض یاب ہو گا۔ اس لحاظ سے خود ہی احتیاط کا اہتمام کرنا چاہیے اور وہ جو واسطہ کے دور کرنے کے بارے میں لکھا گیا ہے، تو میرے عزیز واسطہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک واسطۂ تعلیم، جو مشیت الحجاب (حجاب چاہنا) ہے، دوسرا واسطہ طفیل جو مرتفع الحجاب (حجاب اٹھانا) ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اور اولیا اور انبیا کی جسمانی اور روحانی تعلیم کے نور سے سالک کی نورانی استعداد قوت و وسعت پیدا کر لیتی ہے اور اس کے اندر اللہ تعالٰے سے علمِ لدنی حاصل کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے، تو اس وقت جائز ہو جاتا ہے کہ جسمانی اور روحانی تعلیم کے بغیر اللہ تعالٰے سے علوم کی تعلیم حاصل کرے۔ لیکن اس کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ کسی وقت بھی روحانی تعلیم سے فارغ نہ ہو، خواہ اسے کوئی مرتبہ ملے یا نہ ملے۔ دوسرا یہ کہ کسی وقت بھی واسطہ طفیل کو قطع نہ کیا جائے۔ جو کوئی اس کو قطع کرے گا، وہ عدمِ قربت کا نشان ہو گا۔ سبحان اللہ۔ بعض لوگ رفعِ واسطہ کو ہی کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صورت اس کے برعکس ہے۔ بعض اولیا، کا نفیِ واسطہ کے قابل ہونا، اس واسطہ سے مراد ہے، جو واسطۂ تعلیم ہے۔ سلام آپ پر اور آپ کے ہم نشینوں پر مفصل بھی اور مجمل بھی۔

مکتوب: ۳۳

محمد اشرف جیو کے نام لکھا گیا۔

جو میری راہ پر چلا وہ میرا بیٹا ہے اور جو میری راہ پر نہ چلا، وہ میری اولاد

ہیں۔ سے نہیں۔

اللہ تعالےٰ آپ کو اسراف سے سلامتی میں رکھے۔ اوراق کے مسوّدوں پر پر جس طرح کی عبارت لکھی ہوئی تھی، اگرچہ لکھنے والے کے لیے فرحت بخش تھی، لیکن یہ اسراف میں داخل ہے۔ اس کے معانی کو مختصر یا مفصّل طور پر باطن کے صفحہ پر لکھیں، اور رات اور دن کے عمل کے وقت کام میں لائیں، تاکہ اس کا نتیجہ برآمد ہو، راقم کو حاضری کا مُشتاق سمجھیں۔

مکتُوب : ۳۴

میاں محمدؒ اشرف جیو کے نام۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ سعادت کی شرف اندوزی اشرف کے نصیب میں ہو اور اللہ غفور کی یاد سے وہ غرُور کی زیادتی سے محفُوظ و مسرُور رہے اگرچہ درمیان میں فاصلہ بہت ہے، لیکن جاناں درجان، کے مصداق وہ قریب اور پوشیدہ ہے۔ صُورت کی دُوری، نقصان کی صُورت نہیں۔ اس سے محبت میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ جام محبت پئیں۔ قطعہ

تو اُو نشوی ولے اگر جہد کنی جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(ترجمہ) تُو وہ تو نہیں بن سکتا، لیکن اگر تو کوشش کرے، تو تُو ایسی جگہ پہنچ جائے گا کہ تو اپنے آپ سے الگ ہو جائے گا۔

چنداں بُرد ایں رہ کہ دوئی برخیزد ور ہست دوئی، براہ روی برخیزد

(ترجمہ) اس راہ پر اتنا چلتا جا کہ غیریت ختم ہو جائے۔ اگر کوئی غیریت ہوئی بھی، تو راستہ طے کرنے سے ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالےٰ سچی محبت کو صِدق کی حقیقت سے بہرہ مند کرے کہ حقیقی فناو بقا اُسی میں جمع ہے، اور آں عزیز (مکتوب الیہ) کے رُواں رُواں کو مطلوب کے

شہود کے غلبہ سے مضمحل اور معدوم کر دے۔ اور دنیا کے ننگ و ناموس کی بجائے بے رنگی اور بے نامی کی خلعت پہنائے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ۔

از ننگ چہ پرسی کہ مرا نام ز ننگ است وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام است

ترجمہ : مجھ سے شرم کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ میری شہرت شرم سے ہے۔ اور شہرت کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ مجھے شہرت سے شرم آتی ہے۔

اور ظاہری و باطنی متعلقات کو آنعزیز سے منقطع کرے، کیونکہ جب دو (۲) دل متفق ہو جائیں، تو پھر پہاڑ کو بھی توڑ سکتے ہیں۔ میرے عزیز، لوگ بے نامی کو نام دیتے ہیں اور بے ننگی کو ننگ پکارتے ہیں۔ تمام لوگ تم سے حال اور مال میں جُدا ہیں۔ ایک دوسرے پر کوئی اعتماد نہیں رکھتے، سوائے اللہ تعالٰے کی ذات کے جتی کر اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان کی کوئی غرض اور مراد باقی نہیں رہتی۔ اس کی محبت میں ذاتی محبت معلوم ہوتی ہے۔

اور تم نے اپنے خط میں جو واقعہ تحریر کیا تھا، بہت اچھا ہے الحمدللہ۔ اللہ کا شکر بجالاؤ۔ کیونکہ بزرگوں نے اس نعمت کو بڑی محنت کے بعد حاصل کیا ہے، اس خاندان میں ریاضتِ شاقہ کے عوض میں پیر و مرشد اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مضبوط اعتقاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ ریاضت اور مجاہدہ کے بغیر کام جیسا کہ چاہیے، مستور رکھا گیا ہے لیکن وہ ریاضت جو نبی پاکؐ کی پیروی میں کی جائے وہ "ریاضت کی ماں" ہے، کیا لکھوں، خدا کے سپرد کیا۔ خدا کے سپرد کیا، خدا کے سپرد کیا، اُمید وار ہوں، کہ حق تعالٰے تمہارے جیسے مخلص جوانوں کی برکت سے اس ناکارہ عاجز کی بھی مغفرت فرما دے۔ اور اس گنا ہگار کو بھی سعادت مندی سے بہرہ مند کرے، کیونکہ اپنے جیسا اور کوئی خراب اور گنا ہگار

نظر نہیں آتا، اس لیے شفاعت کرنے والا بھی کوئی کامل ہونا چاہیے۔

مکتوب : ۳۵

میاں محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے پاک نام سے۔ دُور و نزدیک کے تمام دوستوں کے کام کاج خدائے تعالےٰ کے سپرد ہیں، بلکہ سپرد کرنے کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ سب اُسی کا ظہور ہے، بلکہ اپنے مفصل مظاہر کی بدولت وہی ظاہر و حاکم ہے۔ اس عاجز دُعا گو عبدالنبیؒ کے سلامِ فقیرانہ کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ چونکہ کافی مدت سے آں عزیز کی طرف سے کسی جسمانی اور رُوحانی اطلاع سے سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی، اس لیے عین تنہائی کے وقت بھی آنکھوں میں آنسو تھے اور دل درد سے معمور تھا۔ حق تعالےٰ اس عاجز کو ان عزیزوں کے پُرنُور چہروں کی زیارت سے مشرف کرے۔ مجھے توقع ہے کہ عزیز روزی کمانے کے تفکرات میں اتنے مشغول نہیں ہو جائیں گے کہ عبدیت کا طریقہ ہی ختم ہو جائے۔ بلکہ آخرت کی عمارات کے طلب کرنے میں لگے رہیں گے اور مصلحت کے مطابق کوئی پیشہ اختیار کریں گے۔ اور اختیار کرنے میں اپنے آپ کو فارغ رکھیں گے۔ آپ پر اور آپ کے ہم نشینوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو۔

مکتوب : ۳۶

میاں محمد اشرفؒ کے نام۔

قوم کا شریف ترین آدمی وہ ہے، جو اس میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ برادرِ مشفق، سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ میاں کملؒ اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ رُخصت

ہو گئے۔ اگر زندگی باقی رہی، تو پھر کسی وقت آنے کا ارادہ فرمائیں گے۔ زندگی کے دن بڑی تفرّع وزاری سے بسر کرتے ہیں۔ اور جناب شیخ صاحب میاں محمد فاضل جیو کی خدمت میں جواباً خط لکھا گیا۔ دن گزر رہے ہیں اور دعائے خیر کرتے ہیں۔

مکتوب: ۳۷

میاں محمد اشرفؒ کے نام۔

صدق کا ایک ذرہ ہزاروں برس کی عبادت پر بھاری ہے۔ میدانِ خیال مثال کے اعتبار سے وسیع ہے۔ لیکن سچے دوستوں کے اوصاف کی گنجائش نہیں رکھتا۔ کاغذ کا صفحہ عجز سے بھرا پڑا ہے قطعہ ؎

خواہم زتو تو خود نباشی   باحق باشی، زخود تراشی

(ترجمہ) میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے آپ میں نہ رہے۔ تو حق کے ساتھ مل جائے اور اپنے آپ سے کٹ جائے۔

ہر چیز کہ رہزنِ طریق است   ہستی است کہ راندۂ ہر فریق ہست

(ترجمہ) ہر وہ شے جو طریقت کی رہزن ہے، ایسی ہستی ہے، جو ہر طرف سے دھتکاری جارہی ہے۔

میرے عزیز! اسپہاں انار تو مل جاتا ہے، لیکن سرکہ انگوری نہیں ملتا۔ اگر وہاں سے قیمتاً مل جائے، تو لے لیں۔

میری طرف سے سلام اور اللہ تعالٰے کی طرف سے فضل و محبت۔ میرے عزیز! آخری نسبت حقیقت میں فنا و بقا کی جگہ ہے۔ لوگ اس میں اس طرح مشغول رہتے ہیں کہ اپنے اور اپنے سوا کا ذرہ، ذرہ سوائے اللہ تعالٰی کے عرفانی شہود کے ظہور کے، بے تکلف اور بے تاویل کوئی اور شے سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اس

مرتبہ کی حقیقت اس کے حکم کے ماننے اور اس کی منع کردہ شئے سے بچنے میں ہے۔ بلکہ مباح اُمور کا کرنا بھی گناہ ہے۔ اس گروہ کے نزدیک نیکوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں مشہور ہیں۔ برکت کے ساتھ رہیں، بیس دن تک اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں، اس کے بعد اختیار ہے

مکتوب : ۳۸

میاں محمدؒ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

"اشرف العرب اور افضل العجم کی اطاعت کی جائے" سلام فقیرانہ ملاحظہ فرمائیں، چونکہ بڑی مدت ہوئی کہ آپ سے جسمانی مُلاقات نہیں ہوئی۔ اور یہ عاجز حقُوقِ دینی کی پابندی کی وجہ سے متعلقہ لوگوں کی خدمت میں لگا ہوا ہے، اس لیے اگر آپ توجّہِ اخلاص کی رہنمائی میں تھوڑا بہت صحبت کے شرف سے بہرہ ور فرمائیں، تو زہے نصیب! اگرچہ ایسا کہنا ہے تو بے ادبی، لیکن میں معذور ہوں۔

مکتوب : ۳۹

میاں محمدؒ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

"اور اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چھپ کر یاد کر"۔ اپنے وقت کو اہلِ حرص و ہوا کی صحبت میں بات چیت میں ضائع نہ کریں۔ کسی بات کو اللہ کے ذِکر سے بہتر نہ سمجھیں، خواہ یہ ذِکر تکلیف سے ہی کیوں نہ ہو۔ اپنا تمام وقت اسی فکر و غم میں صرف کریں۔ اور اس بات کا دھیان رکھیں کہ کسی اور کام سے خوشی کا راستہ نہ کھلے، اگرچہ یہ فعل عرفان، عبادت کے ساتھ ہی ہو، سوائے مُنعم کی تعریف کے۔ اگرچہ

نعمت کا اظہار کرنا خود کو اور دوسروں کو بھی فرحت بخشتا ہے، لیکن وہ فرحت اور ہی شے ہے، جس کی تعلیم نبی پاکؐ نے دی ہے اور تعریف اور شے ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ الحمدللہ کہو۔ چاہیے کہ امُورِ باطنی میں سے کسی امر کے ارتکاب کے وقت خشوُع کی حقیقت سے، جو فنا ہے، غافل نہ ہو۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ طریقۂ احسنیہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت نفس کو قلب سے جدا کرنا ہے۔ اگر یہ نہیں ہے، تو نفس قلب سے جدا نہیں۔ اور وہ کام میں اپنا حصہ وصُول کرے گا۔ تمہارا رب تمہیں ہدایت دے گا۔

مکتوب : ۴۰

میاں محمدؒ اشرفؒ کے نام

بزُرگ ترین بھائی پیٹ کی بھُوک[1]، بدن کی عُریانی اور کمر کی برہنگی سے سیراب ہو کر اپنے متعلقین بلکہ تمام مسلمانوں کو کھانا کھلانے، تن ڈھانکنے، اور پانی پلانے سے دریغ نہیں کرتے۔ عزیز مکمّلؒ کے بارے میں آپ کا شکایت آمیز رقعہ ملا جس میں لکھا تھا کہ آں عزیز کھانا کم کھاتا اور لباس وغیرہ مختصر پہنتا ہے۔ حیرت ہوئی کہ آپ جیسے دانا اور محرم نے کھانے اور کپڑے کی کمی کے بارے میں لکھا ہے، گویا لباس پہننا اور سیر ہو کر کھانا ہی اُس مخلص کو پسند ہے۔ اے عقل مند! ایسی باتوں سے چمٹا نہیں کرتے، والسلام۔

---

[1] حاشیہ: جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے پیٹوں کو بھُوکا رکھو، اپنے بدنوں کو ڈھانپو، اور اپنے بزرگوں کی اطاعت کرو، جو اپنے رب کی عاجزی سے اطاعت کرتے ہیں۔

مکتوب : ۴۱

میاں محمد بکملؒ کے نام۔ تخلیقِ نُور کی اوّلیت کی تحقیق اور رُوحِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں۔

اے برخوردار! ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم چونکہ اپنے نُور اور رُوح کی تخلیق میں تمام پیغمبروں پر مقدم ہیں، اس لیے اِن تمام مراتب میں بھی وہ ان کے سردار ہیں۔ اور چونکہ پیروکار کا ہر کام خواہ وہ وجُودی ہو یا فعلی، اپنے سردار کی طرف رجُوع کرتا ہے، اور خواہ وہ رجُوع جلی ہو، جس کا تعلق فعلِ اختیاری سے ہے، خواہ رجُوع خفی سے، جس کا تعلق فعلِ اضطراری سے ہے۔ اس لیے اگرچہ عالمِ ارواح کو تکلیفِ شرعی کا مرتبہ حاصل نہیں، لیکن تعلیم حاصل کرنے کے لیے، جس کی اس مرتبہ میں ضرُورت ہے، اسے معلّم کی ضرورت ہے اور اس مرتبہ میں معلّم ہی ان کا سردار ہے اور وہ روحِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ نبی کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔ اور معلّم بھی خبر دینے والا ہوتا ہے۔ چونکہ عالمِ ارواح میں اس کا مطلب درست ہے، عالمِ اجسام میں جو نبی بھی ظاہر ہوا، وہ اُن کے ظہور کا پیش رَو ہے اور تمام تعلیم کا منشا اُن کی حقیقت ہے۔ مصائب کے وقت صبر و قناعت ضرُوری ہے اور عین وصل کی حالت میں مصائب آتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں کا ایک وقت میں جمع ہو جانا درست ہے۔ والسّلام۔

مکتوب : ۴۲ (الف) سوال

میاں محمد بکملؒ کی طرف سے سوال

خاکِ پا بکمل، فیض مآب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ افعالِ عزیمت پر استقامت کی اور افعالِ رُخصت سے پرہیز کی تعلیم ضرُوری ہے اسی طرح

ایفائے وعدہ کی تعلیم، جو بندے اور اللہ کے درمیان، جو اس عاجز سے وقوع میں آئے۔ نقوشِ ملامت کی تعلیم سے دِل کی تختی پر ان کا نقش جاگزیں نہیں ہوتا اور ملامت سے غم میں اضافہ نہیں ہوتا۔ حفظِ اوقات کی تعلیم بزرگوں کا قول ہے۔ بہترین عمل حال کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حقوق کی ادائیگی بھی ہے، جیسے والدین کی خدمت (اللہ تعالےٰ انہیں سلامت رکھے) کم کھانے، کم بولنے اور کم سونے کی تعلیم کس طرح میسّر ہو اور اس کے اعلےٰ نتائج کی ترغیب دینے اور ان کی زیادتی پر ڈرانے کی تعلیم کس طرح ہو، اوقات کو معیشت میں کس طرح صرف کرے۔ اور اگر اس ضمن میں کوئی پریشانی آجائے، تو اس کا کیا علاج کرے؟ مُبتدی اور متوسط کی تعلیم کے لیے گوشہ نشینی بہتر ہے یا محفل کی رسم درہ سے آگاہی بھی لوگوں کے لیے بید کے بغیر بھی احتساب کی تعلیم مناسب ہے، یا نہیں؟

مکتُوب : ۴۲ (ب) جواب

میاں محمدؐ تمملؒ کی طرف جواب

عزیز من! اللہ تعالےٰ سے ہمیشہ آگاہ رہنا، اور نفس کا فنا ہونا، جو پہلی جڑ ہے، دو وجُوہ سے تعلق رکھتا ہے۔

بے فنائے کُل و بے جذب قوی کے حریم وصل را محرم شوی

(ترجمہ) مکمل طور پر فنا ہونے اور جذبۂ قوی کے بغیر تو حریم وصل سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟

عزیمت یہ ہے کہ صرف انتہائی ضرورت کے وقت کسب (کمانے) سے تعلق پیدا کرے، جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے۔ "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خرید و فروخت، اللہ کے ذکر سے غافل

کرلیا اور فضیلت چمک اٹھی۔

اور مٹی سے یہ عام مٹی قیاس نہ کیجئے۔ بلکہ اس سے مراد معروف قابلیت ہے، جو نورِ اوّل کے مرتبہ میں تمام لاانتہا قابلیتوں کی سرتاج ہے۔ اور اس سردار اور صفتِ انسانیت رکھنے والے تمام تابعینِ برگزیدہ کا خاصّہ اور واجب الوجود کی صفات کا جامع مظہر ہے۔ اور مٹی ہونے سے مراد اصل سے مل جانا ہے اور وہ پیوستگی کی دلیل کے بغیر خود بخود اصل سے قطعِ نسبت اور اضافے رکھنا تھا۔ اور اب اللہ تعالےٰ کی صفاتِ ذاتی کے کمالات کے ظہور سے نسبت رکھنا، محبوبی طریقہ پر چلنا ہے۔ جب ایسا ہوگیا تو پھر مکمل فنا[1] حاصل ہوگئی۔ ایسی حالت میں مستثنیٰ کون اور استثنا کس کے لیے ہے؟ عزیزِ من! اگرچہ یہ دو اشعار بظاہر کمال کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن جو مطلب اوپر بیان کیا گیا ہے، اس کو دیکھئے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ معاملہ برعکس ہے اور کامل کو اس جنگ طلبی سے۔ بچنا ضروری ہے۔ حق تعالےٰ اس کی حقیقت سے باخبر کرے اور حسد کو نکال دے۔

کہاں تک لکھوں کہ کاغذ چھوٹا ہے اور قلم کا فیض بے انتہا۔ والسلام والاکرام بہتر یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو نمازِ جمعہ شہر کی مسجد میں ادا کریں۔ اور اگر آپ کے قصبہ کی مسجد گنجائش رکھتی ہے، تو قاضی کی اجازت سے شہر کی شرط پوری ہو

---

[1] اعلیٰ درجہ کی فنا حاصل ہونا استثناء ہے حضرت سلیمانؑ نے کہا (رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ) ترجمہ (اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما، جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو تو ہی بہت بڑا عطا کرنے والا ہے) اور یہ استثناء شرک و نفاق و بدعت کے شرکا سے ہے اور ظاہری اور باطنی کرخفی (پوشیدہ) بلکہ اخفیٰ (پوشیدہ ترین) ہے۔

جاتی ہے۔

مکتوب : ۴۴

میاں اللہ دادؒ کے نام، جنہیں پیراہن، چادر اور مسواک دی گئی اور جنہوں نے حضرت جیو کے خادموں کے لیے ٹوپیاں بھجوائیں۔

اللہ تعالیٰ نے میاں اللہ دادؒ کو جو فطرتاً نیک اور پرہیز گار ہیں، پرانے پیراہن کی جگہ جو رسمی پرہیز گاری کا نشان ہے - اور ظاہری صورت سے ہٹا کر جو فیض پہچانے کا عام طریقہ ہے ایک ایسی نئی نورانی قمیض عطا کرے، جو تنہائی و دانائی کی حقیقت سے بُنی ہوئی ہو اور صرف خاص الخاص اولیا ہی اس قابل ہیں کہ انہیں نوازا جائے۔ اور ابتدائی مراحل سے ترقی دی جائے، اور انہیں چادرِ عصمت عطا کرکے اور استغفار کی مسواک سے سرفراز کرکے حقیقتِ کلمہ کا زرومال بخشے، کیونکہ نفس اسی کی برکت سے مطیع ہے، اور کثرت کی اجناس کی بجائے اسے وحدت کی نقدی سے مالا مال کرے، اور دو ٹوپیوں سے یعنی 'محبی' اور 'محبوبی' کے کمالات سے آراستہ و پیراستہ کرکے معزز و مکرّم ٹھہرائے اور لفظ و معنی سے ترقی دے کر مطلوبِ حقیقی کے حضور میں، جو بے کم و کیف ہے اور چھ جہات اور انعام کے ثمرے سے دُور ہے، ہمیشہ کامل امداد سے اُن کے باطن کو اپنی توجّہ سے حاضر رکھے اور کائنات کے ہر ذرّے کو دل کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات کی قابلیتوں کے ایسے مظاہر بنائے، جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے، اور اصلی بشریت تک ہر شئے بے حجاب ہو جائے اور کامل فنا حاصل ہو جائے حتّیٰ کہ نہ تو کوئی نام رہے نہ نشان، جو کچھ دکھائے، خدا خود دکھائے اور جو کچھ بتائے وہ خود بتائے اور اس قدر توجّہ دی جائے کہ توجّہ کرنے والا اور توجّہ لینے والا ایک ہی رنگ میں رنگے جائیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ترقی ملے اور

اصلی نشیر بنی اور پوشیدہ نجات مل جائے۔ اس کے بارے میں لکھا جانا چاہیے اور سالکِ منزل تفصیل سے اجمال کی طرف مضبوط ہوتا ہے۔

عزیزِ من! اہلِ غفلت کی صحبت سے بچنا چاہیے، بالخصوص ایسے شخص سے، جو اس طریقۂ کار کا انکار کرے۔ ایسے شخص کو دشمن سمجھنا چاہیئے اگرچہ بظاہر وہ تمہارے ساتھ دوستی میں شکّر کی طرح ہو، لیکن حقیقت میں وہ زہرِ قاتل ہو گا اور آخری بات کے متعلق جو تمہارے رخصت ہونے سے پہلے تمہیں کہی گئی تھی، پوری پوری کوشش کریں، تاکہ ہمیشگی کا ملک ظاہر ہو اور اس کا نتیجہ بر آمد ہو۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ عزیز نے اطلاع کا جو پرچہ بھجوایا ہے اس میں جسمانی مرض کا تو ذکر کیا گیا ہے، لیکن باطنی صحت اور کیفیت پوشیدہ کا، جو آپ سے مطلوب تھی، کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ میرے عزیز! ابھی بہت کام باقی ہے۔ آپ کمرِ ہمت باندھ کر رات دن مراقبہ میں گزاریں اور لوگوں کی تعریف سے دھوکہ نہ کھائیں اور کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ اور تم جو ایک فقیر ہو، تم سے فقیری کام کے سوا کسی امیری کام کی ضرورت نہیں۔ جس جگہ بھی رہو، اپنے طریقے کے آدمیوں کے ساتھ رہو، کیونکہ ایسے لوگوں کی صحبت نور بخش بھی ہے اور نورانی بھی رہیں کسی جگہ، مطلب کام سے ہے۔ اگر کہیں یاد کا موقع مل جائے، تو دعائے مشفقانہ میں یاد رکھیں، اور دو سادہ سی باتیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا کسی عزیز سے لکھوا کر حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے رہیں۔ تم جہاں بھی رہو، اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ (سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی)

مکتوب : ۴۵

اسفند یارؒ کے نام لکھا گیا۔

اے کعبۂ مراد کے طالب، اے سعادت کے پُر خطر راہ کے راہی، اے میرے عزیز۔ جس اندیشہ نے بیس سال سے پرورش پائی ہو، اور ابھی تک اس کی جگہ خیال نے نہ لی ہو، وہ اچانک اپنے وطنِ مالوف کو کس طرح چھوڑ سکتا ہے البتہ اتنا ہے، کہ چونکہ ذکر کے نُور کو پکڑ لیا گیا ہے، امید ہے کہ اگر ریاضت اور مجاہدے کو جاری رکھا گیا، تو تمام خطرات دُور ہو جائیں گے۔ اور اس راہ میں گھڑی روز، ماہ، سال کو کوئی حیثیت نہیں دینی چاہیے، بلکہ ہمت بلند رکھنی چاہیے اور ساری زندگی کو مقصدِ حقیقی کی طرف ایک گھڑی سمجھ کر مراقبہ و مجاہدہ کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اگر ہزار سال کی کاوش کے بعد بھی اصل مقصد حاصل ہو جائے، تو عتاب کی نسبت غنیمت ہے، یوں سمجھو کہ ایک گھڑی میں کعبۂ مقصود تک پہنچ گئے۔ ذرا اولیا اللہ کی حکایات کے حالات پر نظر دوڑائیے، تو پتہ چلے گا کہ اس میں بیسیوں برس بلکہ عمریں گزر گئیں۔ بے شک پراگندہ خیالات ہجوم کریں، کمر بستہ رہنا چاہیے اور خوف نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ اللہ کے فضل سے حق کے لیے ایک گھڑی بھی ضائع نہیں جاتی، بلکہ فائدہ بخشتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذاتی نام کے نقش کی طرف پُوری ہمت سے توجہ دینی چاہیے اور نفی و اثبات میں لگے رہنا چاہیے تاکہ پراگندہ خیالات کا خس و خاشاک، جل کر خاک ہو جائے۔ اولیا اللہ کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ بس ایک پَل میں کعبۂ مقصود سے واقف کرا دیں اور اصل منزلِ مقصود تک پہنچا دیں، لیکن چونکہ مخلوقات میں سے افضل ترین انسان کے متعلق بھی اللہ تعالےٰ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ منزل تک بتدریج پہنچایا گیا ہے، اس لیے اولیا اللہ کے گروہ کو بھی کہ نبی پاکؐ کے پیروکار ہیں، مشقت و محنت میں ڈالا گیا ہے اور یہ مشقت جو دشمن کو دُور کرنے میں صرف کی جاتی ہے، در حقیقت عاشقوں کے لیے راحت و لذت ہے، تم پر جسے حکم دیا گیا ہے۔ اور تمہاری اولاد پر سلام اور

اگر خدا توفیق دے، تو بہتر یہ ہے کہ تہجّد کی نماز کے بعد حضرت جی کا درود الحاح وزاری سے پڑھیں. اگر اس وقت موقع نہ ملے تو اشراق کے بعد یا کسی اور وقت پڑھ لیا کریں۔

مکتوب: ۴۶

میاں محمّد صادقؒ کے نام لکھا گیا۔

اے ہمارے اللہ! ہمیں سچا ایمان اور یقین عطا فرما کہ اس کے بعد کُفر نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ایمان و یقین سے بہرہ ور کرے، تا کہ اس کے بعد کفر نہ ہو۔ پس ہر یقین جو اس کی قید میں متعیّن ہے اور کمال تک نہیں پہنچا، اس کا انجام کُفر ہے، اس سے آگے کی طرف ترقّی کرنے کی کوشش کی جانی چاہیئے۔ جس یقین کی تلقین کی گئی ہے اس پر پورا یقین ہے، کیونکہ رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس کی خبر دی ہے۔ الغرض جو مرتبۂ یقین میں منقیّد ہو جاتا ہے، اور یقین کی قید میں ہے، اس کی نفی کرنے میں دریغ نہ کریں اور اُسے کاٹنے میں غم نہ کھائیں۔ حتیٰ کہ غیر مقیّد اور غیر مُدرک کے مُتعیّن ہونے کا یقین ہو جائے۔ الغرض چونکہ تمہیں یہ امتیاز دیا گیا ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاؤ۔ اور ترقیات کے امید وار رہو اور اس حمد کی حقیقت، اگر اس کے لائق نہیں، تو اس کی نفی کرنے میں سخت محنت سے کام لو، حتیٰ کہ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا"، کے مرتبہ پر پہنچ جاؤ۔

والسلام والاکرام۔

مکتوب: ۴۷

میاں محمّد قاسم ساکن سیام کے نام لکھا گیا۔

بوالہوس گر لافِ عشقت می زند باور مکن ، اے سرت گردم ، محبت را نشانِ دیگر است

(ترجمہ) اگر بوالہوس تمہارے عشق کا دعوے کرے ، تو یقین نہ کرنا۔ میں تم پر قربان جاؤں ، محبت کی علامت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

دنیا کا طریق کار عجب ہے ، مثلاً لوگوں نے سنا ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم کتنے صاحبِ کمال تھے ، اور اُن کا شیشۂ دل ہوس کے زنگ سے کس قدر پاک تھا۔ لوگوں کو ان کے درجے کی کتنی ہوس ہے ، لیکن اُن کی طرح تعلقات کو ترک کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ حق کے ماسوا دوسرے تعلقات میں گرفتار ہونے کے باوجود ان درجات کے خواہش مند ہیں ، جو صرف ماسوا کی نفی کرنے ہی سے مل سکتے ہیں۔ بے شک جو محبت وہم کی وجہ سے ہوتی ہے ، وہ وہم کی قوت رکھتی ہے ، اور قوتِ وہمی کو تعلقات پر ترقی بھر غلبہ میسر نہیں۔

میرے عزیز! آپ نے اپنے مراسلے میں جو اس ، ہیچ مداں ، گمراہ و جاہل کے بارے میں تعریف کی ہے ، میں اس کے قابل نہیں بخدا ہرگز قابل نہیں ، ہرگز نہیں۔ کچھ نہ جاننے کے باوجود عقیدت مند اور ملنے والا سوائے سچا جاننے کے اور کچھ نہیں چاہتا ، کیونکہ اس نے حق کی طلب کی ہوتی ہے ، اور اپنے آپ کو ناکارہ راہِ حق میں پاکر حالتِ قبض کو اپنی استعداد کی قابلیت سمجھ لیتا ہے۔ اور بسط کو مرشد کی توجہ کے نور سے تعبیر کرتا ہے ، لیکن حکم کے مطابق ریاضت و مجاہدہ کی بدولت جیسے خوب کیا گیا ہو ، اگر میرے نصیب میں مرشد کی زندگی میں کچھ میسر ہو تو بہت بہتر ، ورنہ بظاہر عبادت گزار ہوں اور ممکن ہے طالبوں اور مجاہدوں کے گروہ میں شمار کر لیا جاؤں۔ اور اگر کوئی اتنا باہمت ہو ، تو اس سے بہتر کیا ہے ، کہ اس کے باطن کی زمین شفقت و رحمت کے پانی سے تازہ و سیراب رکھی جائے اور وہ امانت جو عزیزوں کی طرف سے پہنچی ہے ، اسے پہنچا دی جائے۔

عزیزِ من۔ اس معاملے میں بہت کوشش کی گئی، لیکن چونکہ اکثر اس کے اہل نہیں تھے، اس لیے چھوڑ دیے گئے۔ آپ کو اور آپ کے ہم نشینوں کو سلام۔

مکتوب : ۴۸

اپنے بھائی حافظ علیؒ کے نام۔

میرے بھائی حافظ عیسٰیؒ، عرفانِ حقیقی سے بہرہ ور ہوں۔ تحریر کیا گیا تھا کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا، کہ میں پہچانا جاؤں، اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا، تاکہ وہ پہچانے" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالےٰ کی پہچان ہے۔ اس لیے یہ بات اس شخص کے حق میں بلاشبہ صادق آتی ہے جسے معرفت نصیب ہوگئی ہو، کسی دوسرے کے حق میں کس طرح ہوسکتی ہے۔ میرے سعادت اطوار بھائی معرفت کے دو درجے ہیں، معرفتِ اختیاری اور معرفتِ اضطراری۔ معرفتِ اضطراری دنیا کی ہر مخلوق کو اس کی پیدائش ہی سے ودلیعت کی گئی ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ کی تسبیح کرتی ہے" اسی مفہوم کو ظاہر کرتی ہے۔ معرفتِ اختیاری کے دو درجے ہیں، ایک معرفتِ عام اور دوسری معرفتِ خاص۔ معرفتِ عام دنیا کے تمام ذی عقل انسانوں کو ملی ہوئی ہے اور اس میں کفار بھی شامل ہیں، اگرچہ وہ انبیا کی طرف مائل نہیں ہوتے اور ان کی تعلیمات کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ آیت کریمہ "کہو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری اطاعت کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا" سے واضح ہے لیکن چونکہ خلقت کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی معرفت ہے، اس لیے اس کے قبول

ہونے یا نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معرفتِ خاص کے مزید دو درجے ہیں:
ایک معرفتِ خاص دوسری معرفتِ اخص معرفتِ خاص، توحید، ذات وصفات
اور تمام احکام شریعت کو قبول کرنا، (اس طرح کہ اُن میں کوئی شک وشبہ نہ ہو)،
احکام کو ماننا اور نواہی سے بچنا ہے، خواہ پُوری طرح ممکن ہو یا نہ ہو۔ یہ معرفتِ عام
ایمان لانے والوں کے نصیب میں ہے اور معرفتِ اخص اس شخص کے نصیب
میں ہے، جسے شریعت کے تمام احکام کی پیروی کے طفیل، عمل اور پرہیز کی قوت
بخشی گئی ہے اور ایسے لوگ خاص ہوتے ہیں۔ وہ انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام
کہلاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے، اور اللہ بڑا فضل
کرنے والا ہے۔

مکتوب ۴۹:

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اے سعادت شعار! وہ جو لکھا گیا تھا کہ جس وقت رُوح سارے جسم
پر محیط ہوتی ہے، اس وقت جو افعال وہ بدن کے متعلق کرتی ہے، ان کی وجہ کیا
ہے؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ ہر فعل جو کسی صورت میں واقع ہوتا ہے، خواہ وہ حرکت
ہو یا سکون، چلنا ہو یا ٹھہرنا، چونکہ مظاہر دیکھنے میں اس کا تعلق بدن سے ہوتا ہے،
اور روح کا معاملہ اگرچہ وہ بہت عالی ہے، لیکن مخفی ہے، اس لیے ان حالات میں
افعال کے بدن کے متعلق ہوتے کے سوا، کوئی چارہ نہیں اور چونکہ جسم کے متعلق
تمام افعال کا واقع ہونا رُوح کی وجہ سے ہے، اس لیے سلوک کے بعد جب جسم پر
معنی کا اظہار ہوتا ہے، تو اس کی نسبت رُوح سے ہوتی ہے، بلکہ جب اسے ترقی ملتی
ہے تو افعال کی نسبت رُوح سے ختم ہو کر فاعلِ حقیقی یعنی اللہ تعالےٰ سے ہو جاتی ہے۔
اور روح بیچون نہیں، بلکہ بیچون نما ہے، اور مجہول الکیف ہے۔ اس لئے اس میں

فی الحقیقت "کیفیت و چون" ہے، لہٰذا حقیقی بیچوں کے درمیان، جو معدوم الکیف ہے، اور 'بیچوں نما' کے درمیان، جو مجہول الکیف ہے، فرق ظاہر ہے، کیونکہ جس میں 'چون' ہے خواہ وہ مجہول ہی کیوں نہ ہو، پابندی کے مرتبے میں ہے۔ اور جو شے پابند ہے، وہ حادث اور محتاج ہے، اور آیت کریمہ "جن لوگوں نے کفر کیا، وہ طاغوت کے دوست ہیں، انہیں نور سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں"، میں کفّار کے اخراج کی نسبت، طاغوت کے اندھیرے کی طرف ایسی ہی ہے جیسی کہ فعل کی نسبت سبب سے ہے۔ چونکہ طاغوت ہی کفّار کے اندھیروں کا سبب بنا ہے اس لیے فعل کی نسبت طاغوت کی طرف کی گئی ہے۔ فی الحقیقت کفّار کے اخراج کی نسبت، اللہ تعالےٰ کی صفتِ قہر کے نور سے ہے، کیونکہ طاغوت اس کا سبب بنا ہے، اور چونکہ معرفتِ عام جو کفّار کو حاصل ہے، صفتِ قہر کے ظہور کی وجہ سے ہے، اس لیے کفّار مجبوراً ولایتِ حق سے محروم ہیں۔ کیونکہ ولایتِ حق خاص اہلِ معرفت کا حصّہ ہے، جو صفاتِ لطیفہ کا مظہر ہے۔ قہر کے مظاہر کو ولایتِ حق سے کیا کام؟ قہر کی صفات کا ظہور، مظہر پر ظہور کا تقاضا ہے، نہ کہ ولایتِ حق کا تقاضا۔ ولایتِ حق صفاتِ لطیفہ کے ظہور کی بدولت ہے۔ کفّار کے حصّے میں ولایتِ حقیقی میں سے کچھ نہیں، بلکہ ان کے حصّے میں ولایتِ طاغوت ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں آیا ہے۔

مکتوب : ۵۰

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

فقیرانہ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ سالک کے کام کی ابتدا اللہ تعالےٰ کے ذکر سے لذّت پانے سے ہے، اور اس کے کام کی انتہا اس کا مشاہدہ ملے۔

اور یہ ابتدا (بدائت) وانتہا (نہایت) صوفیائے وجودیہ کی اصلاحات ہیں۔ ہدایتِ کار، ولایتِ اخص میں، جو ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے، مطلوب و مذکور کی طلبِ نایافت ہے۔ اور نہایتِ کار حصولِ نایافت ہے۔ اگر سالک اس سے ترقی کر جائے، تو اس کی ہدایت علمِ حضوری سے ہے اور اس کی نہایت حضور در حضور میں ہے۔ اور حضورِ علمی اس مرتبہ کا وسط ہے۔ اور یہ تینوں آخری مرتبے ولایتِ خاص الخواص میں حاصل ہوتے ہیں، بحثیت ہدایت، وسط، اور نہایت کے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ ولایت کے ان تینوں مرتبوں کی تحقیق جن کا بیان ذکر ہوا، پیر دستگیر حضرت بنوریؒ کی تحقیق واصطلاح کے مطابق ہیں اور اس مختصر کی تفصیل بھی ہے جس کے لیے طویل شرح درکار ہے۔

اور ولایتِ خاصہ، ولایتِ اخص اور ولایتِ خاص الخواص میں فرق یہ ہے کہ ولایتِ خاصہ میں مطلوبہ یافت موجود ہے، ولایت اخص میں یافت مفقود و غیر معدوم اور ولایتِ خاص الخواص میں "حقیقتِ نایافت" موجود ہے اور نفسِ یافت معدوم، اور حقِ نہایت اس مقام پر متحقق و ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ولایتِ خاصہ کے مرتبے کی یافت، جو علم کا پل ہے، حجابِ اکبر ہے، کہ سالک شہود کی لذات کے گرداب میں پھنس کر حقیقتِ مطلوبہ سے حجاب میں ہوتا ہے اور جب اس مرتبہ سے ترقی پا جاتا ہے، تو حجاب اُٹھ جاتا ہے، اور اگر تو غور کرے تو معلوم ہوگا کہ نایافتِ مطلوب بھی، جو مرتبۂ اخص میں مطلوب ہے، علم ہے، جو حقیقتِ نایافت کے مرتبے کا حجاب ہے۔ اور سالک نایافت کی لذت میں ترقی سے دُور ہے۔ (حجاب میں ہے) اور چونکہ ان دونوں مرتبوں میں علمِ حصولی ہے، اس لیے مجبوراً مرتبۂ علمِ حضوری کے لیے حجاب ہے اور ان دو مرتبوں کے بعد، مرتبۂ خاص الخواص ہے۔ چونکہ اس مرتبے کا اہل، علمِ حضوری سے بہرہ ور ہے، اس لیے وہ حجاب

سے منزّہ اور دُور ہے۔ چنانچہ اس آخری مرتبہ میں جب حقیقت ایمان بالغیب پر پہنچ جاتی ہے اور ہر مومن کے علم کی ابتدا ہی "ایمان بالغیب" سے ہے، تو گویا عین انتہا میں اس مناسبت سے رجُوع ایمان بالغیب کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ عام مومن پر ظاہر ہوا ہو۔ نیز یہ ابتدا کی طرف رجُوع (رجوع الی البدایت) ہے۔ یعنی ابتدا میں تعلقاتِ دنیا کی چاشنی تھی۔ درمیان (وسط) میں یہ تعلق چاشنی بھی ٹوٹ گیا اور سوائے اللہ تعالےٰ کے ہر شے فراموش ہوگئی اس کے بعد نہایت کو پہنچ کر مذکورہ تعلق پھر تازہ ہوگیا۔ اس تعلق کا بیان مرتبۂ عالی میں ہے۔ چنانچہ اگر معرفت و توحید سے مراد تصوّف کی معرفت و توحید ہے، جو ولایتِ خاص کی خصوصیّت ہے، تو انبیا علیہ السلام کا دامن اس قسم کی معرفت کی گرد سے پاک ہے، کیونکہ صُوفیا کی معرفت و توحید کی دُنیا خیال و وہم ہے۔ اس عالی شان جماعت کے مرتبۂ ولایت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ یہ وہم و خیال کی تراشش ہے کہ مغلوب الحال ناظر اشیا کو اس حال میں معدُوم سمجھتا ہے۔ ہم اس موجودیت کے عالم میں اسے معدُوم نہیں سمجھتے، لیکن اللہ تعالےٰ کی قدرت سے اس امرِ موجُود کے معدُوم ہو جانے کو محال نہیں سمجھتے۔ چنانچہ کمال کی بدولت انبیاء علیہم السّلام کو "حضُور در حضُور" کا وہ مرتبہ میسر ہے، کہ ان کے کمالات بھی اللہ تعالےٰ کے کمالات کی طرح لا انتہا ہیں، ان کی ترقّی سے مراد ہر لحظہ اور ہر آن نئے نئے انعامات کا ظہور ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحظہ اور ہمیشہ ترقّی درجات حاصل ہے اور یہ ترقی نہ شہُود کی حضُوری سے ہے اور نہ تنزیہ یک تشبیہ کی بدولت، بلکہ یہ ایسی ترقّی ہے، جو ہر ایک کے بیان سے باہر ہے۔ اس ترقّی کی حقیقت کو اس کا اہل ہی جانتا ہے۔ دوسرا اس سے کیا سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ "ظلم اور جہالت" جو ولایتِ خاصّہ کا حصّہ ہے، اور شے ہے اور اخص اور خاص الخواص کے مرتبے میں

وہ اوپر ہے۔ ہر ایک اپنے سے نیچے کی تعریف کرتا ہے اور اپنے سے اوپر کی مذمت۔
یہ باتیں تنگیٔ کاغذ کی وجہ سے محض اشارات ہیں۔ پس اے سالکِ راہ! جن مرتبوں کو میں نے بیان کیا ہے، انہیں جان لے! ذکر کی تعلیم کا حصول زندگی میں، خواہ روحانی تربیت سے ہو یا جسمانی تربیت سے، اکثر کیلئے مراتب کی تکمیل کیلئے کامل مرشد کی تعلیم کے ذریعے ضروری ہے۔ بلکہ اس کی موت کے بعد بھی خواہ یہ روحانی تعلیم ہو یا اس کی زندگی میں ہی جسمانی تعلیم اور اللہ سبحانہٗ قادرِ مطلق ہے کہ وہ اس کے برعکس ظاہر کر دے۔ لیکن زیادہ تر یہی طریقہ ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا پس سمجھ لینا چاہیے کہ ابتدا میں طلب ہوتی ہے۔ درمیان میں درد اور انتہا میں عشق۔ اور اس انتہا کو حقیقی انتہا نہ سمجھا جائے، کیونکہ انتہائے حقیقی سے عشق قاصر ہے۔ وہاں معاملہ عشقِ عالی و فاخر سے پرے ہے۔ چنانچہ جہاں تک عشق کا تعلق ہے وہ مرتبۂ حقیقی بہت بلند ہے۔ نیز اس اصطلاح سے، کہ "طالب فانی ہے اور مطلوب رفیع الشان"، مراد اسکا مرتبۂ حقیقی ہے، جو اس مقام پر حقیقتِ نفس الامری کی حیثیت سے جلوہ گر ہوتا ہے دیکھنے والے کو اس مقام پر اختیار نہیں رہتا کہ اس کے ثبوت کی نفی میں اختیار رکھتا ہو۔ ہاں اختیار اس وقت تک ہے، جب تک اس کی نسبت کا سبب وہم و خیال ہو، اور یہ مرتبہ بہت بلند ہے، کیونکہ یہی حقیقتِ نماز ہے۔ یہاں وسوسوں کا گزر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جس پر مہربانی کرنا چاہے، اُسے نوازتا ہے۔

فائدہ: جو نور، خیال کی گرفت میں آجائے، وہ مخلوق ہے، قابلِ نفی ہے، یعنی ہر اس نور کو جو حساب و تخیل کے دائرے میں آجائے، اسے مخلوق سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ ہر لطیفہ کا نور، جو عالمِ خیال میں شکل پذیر ہو کر سُرخ، زرد، سفید، یا بنفشی دکھائی دے، وہ اس لطیفہ کے تزکیہ و صفا کی علامت ہے، یہ نہیں کہ سالک

اس رنگ کی طرف رغبت کرے اور اس کو اپنا معبود بنا لے۔ ہم اس سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس طریقۂ احسنیہ کے سالک کا ارادہ، خواہ وہ مبتدی ہو، خواہ متوسط، یہ ہوتا ہے کہ اپنے ایمان میں اُس بے کیف حقیقی کی ذات کے سوا کسی کو جگہ نہ دے۔ اور جو کچھ محسوس ہو، اُسے قابلِ نفی سمجھے، خواہ وہ حِس خیالی محسوس ہو یا حسِ ظاہری، جیسا کہ دیکھنے اور سننے کی حِسیّں ہیں۔ اور پھر یہاں سے عین مَضغۂ دِل کی طرف توجّہ کے عالم میں ذاتِ بے کیف میں یقین رکھے اور مَضغہ والفاظ کو مرتبۂ بے کیف کے حصُول کا وسیلہ سمجھے، اسی طرح اگر لطائف کا نُور شکل پذیر ہو، تو اسے وسیلہ ترقّی سمجھنا چاہیئے، نہ کہ عین مقصود۔ اللہ اس سے وسیلۂ ترقی محفُوظ رکھے۔

مکتُوب: ۵۱

آپ نے جو سوال کیا ہے وہ بے ربط عبارت میں لکھا ہے۔ ہم پہلے سوال کی عبارت کو صاف اور مربُوط کریں گے اور اس کے بعد جواب لکھیں گے۔ انشاءاللہ۔ سوال کی ترتیب یہ ہے :۔

سوال۔ لطائفِ خمسہ، لطافت کا درجہ رکھتے ہیں۔ چاہیے کہ کام کی ابتدا میں جسمانی ظُلمات پر غلبہ حاصل کرلیں، اگر صورت یہ ہے کہ مغلُوب و مخفی، جسمانی ظُلمتوں پر غالب آجاتے ہیں، لیکن سلُوک اور مشقت کے بعد اُن پر غلبہ اور صفائی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ہر مرتبۂ لطیفہ، خواہ وہ ارواح سے تعلق رکھتا ہو، خواہ لطائف سے، جب عناصر کی قید میں آجاتا ہے، تو اس پر جسم کا حکم نافذ ہوجاتا ہے اور نُورانی خصوصیت پوشیدہ ہوجاتی ہے اور اس میں حکمتِ خداوندی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے

سلوک کے مراتب کی تعلیم اپنے چیدہ چیدہ بندوں کو خود دی ہے: تاکہ سلوک کی ترتیب جذبۂ غیبی کے ظہور کی بدولت ان مقید لطائف میں سے ہر ایک کو ظلمت کی قید سے نکال کر اصلی خصوصیت تک، جو نورانی ہے اور صفا ہے، پہنچا کر اپنا حصہ وصول کرے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

فائدہ: - اسم ذات کی تعلیم سے پہلے، جب سالک کو تمیز نہیں ہوتی، اس کا تمام وجود وسوسوں کی گزرگاہ ہوتا ہے، اور عین اس حالت میں وہ خیالات سے محظوظ ہوتا ہے۔ لیکن جب اسے اسم ذات کی تعلیم مل گئی ہو، اور اس نے یہ ارادہ کر لیا ہو کہ اس اسم کے سوا دل میں اور کوئی خیال نہ آنے دے گا اور صورت یہ ہو کہ پہلے ہی دل میں بے شمار وسوسے ہوں اور اس اثنا میں جب اسم ذات کی وحدت خانۂ دل میں داخل ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دل اسم ذات کا گھر ہے، تو وہ وسوسے جنہوں نے خانۂ دل کو بری طرح اپنی گرفت میں لیا ہوا ہوتا ہے، فوراً حرکت میں آجاتے ہیں۔ اگر جذبہ، وسوسے کی مزاحمت سے فارغ ہو جائے، تو جذبہ غلبہ حاصل کر لیتا ہے، اور اچانک تمام وسوسے دل سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور سالک جذبے کی مدد سے وسوسوں کی مزاحمت سے فارغ ہو جاتا ہے اگر جذبہ غالب نہ آئے، تو سالک کا کام رک جاتا ہے، اور جب وسوسے، صاحبِ دل کو دل میں آنے سے منع کر دیتے ہیں، تو سالک کو اس حالت میں وسوسوں کے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے سالک کو چاہیے کہ اسمِ ذات کی وحدت کی قوت سے وسوسوں کے لشکر کی اکثریت سے گھبرا نہ جائے اور اس بات کا تہیّہ کر لے، کہ اسمِ ذات جو دل کے گھر کا مالک ہے، دل میں اپنی جگہ بنائے۔ اور وسوسوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس

وقت تک کوشش کرتا رہے، جب تک وہ وسوسے دُور نہ ہو جائیں۔ سلوک کے معنی یہی ہیں۔ اس لیے اس بارے میں غم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اُن وسوسوں کو دُور کرنے کے لیے بہادروں کی طرح کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

فائدہ:۔ عالمِ مثال میں قلب کا رنگ کسی کسی وقت سالک کو سُرخ نظر آتا ہے۔ غالباً پہلی بار سالک اس طرح کے سُرخ رنگ کو پسند کرے گا۔ اور اگر ذکر غلبہ کرے، تو وہ آواز پیدا کرے گا۔ اور رنگ سُرخ، جو ضروری نہیں، ختم ہو جائے گا۔

فائدہ:۔ اسم ذات اگرچہ چند حروف سے مرکب ہے اور حرُوف مخلوق ہیں، لیکن ایک مُبتدی کے لیے ذاتِ حقیقی کی یاد ان حرُوف کی ترکیب کے بغیر مشکل ہے اس لیے بولتے وقت یہ حادث لفظ اپنے سامنے مسمّیٰ کو رکھتا ہے اور وہی اس اسم کی طرف رہنمائی کرتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں لاَ کی مد کو ناف سے پیشانی تک کھینچنا چاہیے اور وہاں سے الٰہ کے کلمے کو دائیں طرف لانا چاہیے اور وہاں سے کلمہ لا الٰہ کی مد کو کھینچ کر قلب پر ضرب لگانی چاہیے اور پھر اس میں اضافہ کرتے جانا چاہیے، حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس ضربیں لگ جائیں، لیکن آہستہ آہستہ اور یہ سب حبس دم کی حالت میں ہوں۔ شروع میں یہ تین بار اور مسلسل ہونی چاہییں اور اگر اس سے زیادہ لگ جائیں، تو وہ بھی درست ہیں۔

فائدہ:۔ عالمِ مثال میں یہ جو زرد یا سُرخ یا کوئی اور تصوّر میں آتا ہے، وہ محض مصفّا ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگِ خارجی سے باہر ہے۔ اُسے نُور قرار دینا چاہیے یا خیال۔ اگر وہ قبلۂ نُور کی طرف سے ہے، تو وہ بھی عبادت ہے اور اگر خیال کے زُمرہ میں ہے، تو وہ سابقہ خیالات سے متعلق ہوگا۔ اس وقت خیال کی نفی کی ضرورت

ہے اور وہ نُور، جو اللہ سبحانہٗ کی ذات سے مختص ہے، وہ منزّہ ہے، وہ بشر کے حیطۂ تصوّر میں کس طرح آسکتا ہے۔ اگر سالک کو اس نُورِ منزّہ سے کچھ حصّہ حاصل ہے، تو وہ اس کا پرتو ہے، اور بے تصوّر ہے، پس اسے سمجھیے۔

فائدہ: جو کوئی محو ہو گیا، اُس حالت میں اس کا ہر فعل عُذر کے درجے میں داخل ہے۔ اس پر کوئی مواخذہ (پکڑ) نہیں، لیکن ابھی یہ محویت و فنا جس میں سالک ناپسندیدہ اُمور کا مرتکب ہو جاتا ہے، مرتبۂ اصلی میں داخل نہیں، اور نقصان دِہ ہے۔[1]

فائدہ: سُلوک محبت کے شروع میں ہے، اور عشق غلبۂ محبّت کا نام ہے۔[2]

فائدہ: جن باتوں سے روکا گیا ہے، اُن سے بچنا چاہیے، کیونکہ ان کی نیرنگی دل میں خلل پیدا کرتی ہے۔ اور آیت کریمہ "اللہ کی خفیہ تدبیر پر ایمان لاؤ" اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

فائدہ: نیند کو مَوت کی بہن اس معنی میں کہا گیا ہے کہ بس ظاہری تعلق کٹ جاتا ہے، نہ کہ مَوت کی طرح باطنی تعلق بھی، بلکہ باطن میں معاملہ اور ہوتا ہے (حاشیہ۔ اگر سوتے میں ایک نماز فوت ہو جائے اور آدمی مر جائے، تو آدمی سے اس نماز کی باز پُرس نہیں ہوگی) سالکوں کا طریقہ گاہے بسط یعنی کشائشِ ذکر ہے اور گاہے قبض یعنی تفرقہ۔ اس صورت میں غم نہیں کرنا چاہیے اور کام میں مشغول رہنا چاہیے والسلام۔

---

[1] ترتیبِ جمال کی قابلیت رکھنے والا مؤدب ہے اور ترتیبِ جلال کی قابلیت رکھنے والا گستاخ ہے۔

[2] اگر وہ ردّ نہ کرے تو جائز ہے، بلکہ ناز ہے۔ اس بات سے باز آ، کہ قصّہ طویل ہے۔

باسم سبحانہٗ۔ بندے کے لیے پروردگارِ عالم کا ذکر دو طرح سے واجب ہے۔ ایک ذکر لباس کے ساتھ ہے اور دوسرا لباس کے بغیر۔ لباس کے ساتھ ذکر مُبتدی اور متوسط کا خاصّہ ہے لیکن جہاں تک ذِکرِ بے لباس کا تعلق ہے، بے لباس کو انجذاب کے غلبہ سے مغلوب ہوکر (جو اسم الدلیل کی ترتیب سے پیدا ہوتا ہے) سالک عین لباس سمجھتا ہے۔ یہ صاحب تشبیہ کا ذِکر ہے۔ خواہ وہ مُبتدی ہو یا متوسط۔ اگر اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں اسم 'ہادی' کی تربیت سے لباس کو صاحب لباس کے وصول کا ذریعہ پاتا ہے اور لباس کے تعلق کے باوجود اس کا باطن، صاحب لباس سے تنزیہ کی بدولت آگاہی رکھتا ہے اور لباس کو ذریعۂ وصول کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا تو وہ صاحب تنزیہ ہے، اگرچہ دونوں کے معاملے میں وصلِ متلبّس (وصل بحالت لباس) سے چھٹکارا نہیں پایا ہوتا لیکن اوّل و ثانی دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ اوّل کی صاحب لباس سے آشنائی اضطراری اور ضمنی ہے، جب کہ دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ اختیاری اور کُھلم کُھلا ہے۔ اسی بات سے حضراتِ نقش بندی کے کمالِ استعداد کا اندازہ لگا لینا چاہیے کہ ابتدا و توسّط میں ہی فراغت سے پہلے معنیٰ و الفاظ کے لباس کی عین ضرورت کے وقت لباس سے عاری ہوتے ہیں۔ یہ ہوشیاری کا مرتبہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق صاف ظاہر ہے۔ اور صاحب تشبیہ کو اگرچہ یہ شے ضمنی طور پر حاصل ہوتی ہے، لیکن اس طرح کہ گویا اُسے خدائی تدبیر سے امکانِ امن حاصل ہے، کیونکہ یہ اسم الدلیل کی ترتیب کے حساب سے ہے، اور صاحب تنزیہ کا مُربّی چونکہ اسم الہادی ہے، اس لیے امن کی ظلمت کو اپنے مربّی کے نور سے جو اسم ہادی ہے، دُور کر کے وہ خوف کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

فائدہ: البتہ وہ خوف اچھا اور لازم ہے جو آخر کار "لاخوفٌ علیہم" کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اس لیے 'اذکیا' پر واجب ہے کہ چونکہ آیت کریمہ "اس کے چہرے

کے سوا ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے" کے مطابق ہر مخلوق کی ہلاکت ایک یقینی امر ہے، اسلئے ہلاک کرنیوالے کے حکم کو عین قدیم شے، جو لم یزال ولم یزل ہے، نہ سمجھے اور اگر کہا جائے کہ ہالک کے حکم کو، جو معدوم کی طرح ہے، نظر انداز کر کے اسے عین کہا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ عینیت کی نسبت، طرفین کے ملاحظہ کے بغیر یقینی نہیں ہوتی۔ چنانچہ جس وقت طرفِ ثانی نے عدم نسبت کا مرتبہ پایا، تو اس کی عینیت، امرِ موجود کی بدولت منتفی ہو گئی۔ چنانچہ وہی واحد حقیقی ہے، جو عینیت میں اس کے سوا کوئی شریک نہیں رکھتا۔ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک (خاک کو عالمِ پاک سے کیا نسبت) دو صورتیں ہیں، یا تو وہ غیر حق کو پا لیتا ہے یا نہیں پاتا۔ اگر پا لیتا ہے، تو ہالک لم یزل کی کی عینیت محض جھوٹ ہے اور اگر نہیں پاتا، تو اس وقت عینیت کی نسبت عقل کے قاعدہ کے خلاف ہے پس سمجھئے۔ والسلام والاکرام۔

سوال ۔ حدیثِ قدسی میں مضغہ کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور قلب، جو لطیفہ نور ہے کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ۔ اگر مرتبۂ ادنےٰ سے مرتبۂ اعلےٰ کی طرف جایا جائے، تو پہلے مرتبۂ ادنےٰ کا ذکر ضروری ہے، لیکن اگر اعلےٰ سے ادنےٰ کی طرف بیان کیا جائے، تو اعلےٰ کا ذکر پہلے آئے گا۔

سوال جس وقت اصل لطیفہ کی کیفیت معلوم نہ ہو، اور اس لطیفہ کی قابلیات کے معانی کے ظہور سے بہرہ وری ہو، تو اس وقت ناظرِ مضغہ اور انوارِ قلبی کا منظور، جیسا کہ لکھنے میں آیا ہے، کس طرح واقع ہوتا ہے؟

جواب ۔ ناظر کے دو مرتبے ہیں، اگر حجاب کی وجہ سے ناظر ہے، تو جب تک درمیان میں حجاب ہے، ایسے ناظر کی بہرہ وری کو منظورِ ظلی کہا جاتا ہے، اور اگر لباسِ شاہد کے بغیر، بے واسطہ شہود ہے، تو اس بہرہ وری کو وصلِ اصلی کہتے ہیں۔

سوال: حضرت پیر دستگیرؒ نے فرمایا ہے نفس، روح اور جسم سے پیدا ہوتا ہے اس قول کی مفصل تحقیق بیان فرمائیں؟

جواب: اللہ سبحانہٗ نے جسم کو عناصرِ اربعہ سے تخلیق فرمایا ہے اور روح کو اپنی حکمتِ بالغہ سے، زندہ، عالم، بینا اور سمیع بنایا، لیکن جسم کا مرتبہ رُوح سے مُتمیّز رکھا اور ان دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے، جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ اور عنصرِ خاص کا تقاضا ظُلمت و کدُورت ہے، جو کُفر و معصیت کا منبع ہے اور روح کے مرتبہ کی مناسبت نُور و صفا سے ہے، جو اطمینان و اطاعت کا سبب ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک پیدائش کے مرتبے میں ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے اور ان دونوں کی تخلیق کی غرض ترکیبِ وجود کے بعد اختیاری ہے اور یہ نُور و ظُلمت کے مجموعہ اتحّاد پر بنی ہے۔ لہٰذا قدرتِ کاملہ نے جسم میں سے عناصر کی تیرگی کو بلندی بخشی، اور رُوح میں سے لطائفِ نُورانی کو نزول بخشا، اور برزخیت کے مرتبہ میں ان دونوں کو جمع کر کے ایک ہیئتِ متحدہ پیدا کی، اور اس کو ایمان و طاعت، اور کُفر و معاصی کا مجموعہ بنا دیا، اور اسے مجبُوری کی حبسِ صُورت سے نکال کر اختیار کی صفت سے مُوصُوف کیا اور اس کا نام نفس رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ آیتِ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے نفس نے امانت کو اُٹھانا قبول کر لیا اور دوسروں کی طرح انکار نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کے کمالات کا مظہر بن گیا اور اللہ کے فضل کی طرح، جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ چونکہ اس تحقیق کے لیے تفصیل کی ضرُورت تھی، اس لیے اتنے ضرُوری بیان پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ کسی اور جگہ زیادہ باریک فہم کے لیے پھر بیان کیا جائے گا۔

والسلام۔

مکتوب : ۵۲

ایک عزیز کے نام۔

باسم سبحانہٗ، جان لیجیے کہ حدیثِ قدسی میں جن پانچ لطائف کا ذکر آیا ہے، ان میں سے ہر لطیفہ، صفا کے بعد ایک ولایت سے بہرہ ور ہے اور یہ ولایات پانچ ہیں، یعنی ولایت عامہ[1]، ولایتِ خاصہ[2]، ولایت اخص[3]، ولایتِ خاص الخواص[4] اور ولایتِ اخص الخواص[5]۔ لطیفۂ قلبی اپنی ابتدا اور وسط میں ولایت عامہ سے بہرہ یاب ہے، اور جو ولایت اولیاء کا سایہ ہے، اسے ولایتِ خاصہ کہا جاتا ہے اور پھر لطیفۂ قلبی کے آخر اور لطیفۂ روحی کی ابتدا اور وسط میں ولایت خاصہ کا حصہ ہے، اسے ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں۔ اور پھر لطیفۂ روحی کے آخر اور لطیفۂ سِرّی کی ابتدا اور وسط میں ملاءِ اعلےٰ کے کمالات سے جو بہرہ حاصل ہے، اُسے ولایتِ اخص کہتے ہیں اور بعض اکابر کے نزدیک اس کا نام ولایتِ عُلیا ہے۔ اور لطیفۂ سِرّی کے آخر اور لطیفۂ خفی کی ابتدا اور اوسط میں ولایتِ انبیا کے کمالات کا حصہ ہے۔ اسے بعض محقق، ولایت کُبریٰ کا نام دیتے ہیں اور لطیفۂ خفی کے آخر اور لطیفۂ اخفی کی ابتدا اور وسط میں نبوتِ انبیا کے کمالات کا حصہ ہے، اولیا اللہ کی استعداد کے مطابق اور لطیفۂ اخفی کے آخر میں خاص نفسِ ولایت و نبوت انبیا کا حصول ہے اور اس پر صاحبانِ نبوت اپنے اپنے مراتب کے مطابق جاگزیں ہیں۔

مکتوب : ۵۳

ایک عزیز کے نام۔

چوں کہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد ۔۔۔۔ موسیٰؑ باموسیٰؑ در جنگ شد
چوں بہ بے رنگی رسی کاں داشتی ۔۔۔۔ موسیٰؑ و فرعون دارند آشتی

ترجمہ۔ جس وقت بے رنگی رنگ میں قید ہوگئی، تو موسیٰؑ اور موسیٰؑ کے درمیان جنگ

چھڑ گئی۔ لیکن جس وقت بے رنگی ملی تو صورت یہ ہوئی کہ موسےٰ اور فرعون کے درمیان بھی صلح ہو گئی۔

بیرنگی سے مراد مرتبۂ اطلاق ہے کہ اس میں تعین کی گنجائش نہیں، اور رنگ سے مراد مظاہر کی تعداد اور تعینات کی کثرت ہے اور اسیر[1] ہونے سے مراد آفتابِ وحدت کے نور کا بے شمار آبگینوں میں منعکس ہونا ہے اور موسیٰ کے موسیٰ سے جنگ کرنے سے مراد ایک پیغمبر کی شریعت کا دوسرے پیغمبر کے ہاتھوں منسوخ ہونا ہے، اور بے رنگی کے پا لینے سے مراد آخر کار ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے اور موسیٰ و فرعون کی صلح سے مراد متقابل صورتوں کا اضمحلال، شخصی تعین اور تکلیف کو ختم کرنا، اور مختلف رنگوں کے آبگینوں کو جو کثرت اعداد کا باعث ہیں ختم کر دینا ہے (شرح میر محمد رضا عفی عنہٗ)۔

فقیر (شیخ عبد النبیؒ) یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مخدومی میر رضاؒ نے مذکورہ بالا اشعار کی شرح میں فرمایا ہے۔ بہت پاکیزہ اور عمدہ ہے۔ لیکن یہ مطلب ایک فانی انسان کے لیے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ صاحبِ فنا کا کمزور ہونا ظاہر ہے اور وہ مراتب کی قید میں ہوتا ہے، حتیٰ کہ اگر کسی فانی شخص میں علمِ فنا، کمال حاصل کر لیتا ہے، تو بھی اُسکے حق میں فنا ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا بیرنگی تک پہنچنے کو میر مرحوم نے ابیات کی شرح میں عارف کی نظر سے تعینات کے اضمحلال میں مقید کیا ہے۔ عارف اور غیر عارف کے تعین میں کوئی فرق نہیں۔ اس معنی پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسیر بے رنگی

---

[1] اسیر رنگ کہنا عالم ارواح کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ حق کی طرف حق تعالےٰ کو کون اسیر کر سکتا ہے اور روح نہ سرخ و سفید نہ سیاہ و زرد۔ بلکہ مجہول الکیف ہے، جب کہ حق تعالےٰ بے کیف ہے۔

ہونے سے آفتاب کے نور سے بے شمار آبگینوں کا انعکاس مراد لیا ہے۔ اس مقام پر دو شبے وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آبگینہ میں منعکس ہے، اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے، لیکن آبگینہ کی حقیقت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا کہ آیا وہ مستقل بنفسہٖ ہے یا آفتاب کے نور کا پرتو، دوسرا یہ کہ بے رنگی تک پہنچنے کو ہر لحاظ سے سالک کا اضمحلال کہا گیا ہے، حالانکہ وہاں ان دونوں کے نام ونشان کا تصور بھی نہیں، کیونکہ اس مقام پر صُلح کا ثبوت اضمحلال کے منافی ہے، اس لیے آشتی و صُلح، جو ان کی صفت ہے، ان کی ذات کے ثابت رکھنے کے بغیر متحقق نہیں۔

دُوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰؑ کی موسیٰؑ سے جنگ سے مراد، ایک شریعت کی تنسیخ دوسری شریعت کے ذریعے ہے۔ اور چونکہ جنگ مخالفت کے تقاضے کی وجہ سے ہے، اور کسی نبی کو دوسرے نبی سے ناسخ ومنسوخ کی بنا پر مخالفت نہیں ہے، اور مخالفت کی تو بات ہی الگ رہی، منسوخ خود کسی وقت ناسخ کا محبوب رہا ہوتا ہے۔ اس لیے جنگ کی تحقیق میں کوئی کسر باقی ہے۔ چنانچہ ان مذکورہ اشعار کے معانی کی تحقیق ان کی شان کے مطابق حضرات کامل نے یوں کی ہے کہ اللہ تعالےٰ ازلی و باقی ہے اور جمال و جلال کی صفات سے موصوف ہے۔ ان دونوں صفات میں سے ہر صفت، اپنے ظہور کا تقاضا اور اپنی خصوصیتِ خاص کی وجہ سے دوسری صفت کے ظہورِ خاص کا تقاضا کرتی ہے اور ہرگز اس کے ظہورِ ازلی کی مخالف نہیں، چنانچہ "لا ھو" اور "لا غیرہٗ" اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور اسی طرح ہر ظاہر کا ظہور اپنی ظاہری موافقت کی وجہ سے کسی خاص وقت میں کسی دوسرے ظاہر کے ظہور کا منکر یا مخالف نہیں، اور چونکہ نفس الواقع اس کے معانی اللہ تعالےٰ کے علمِ حقیقی میں ہیں، اس لیے باقیِ کامل نے جب اس حقیقتِ بے رنگی کو پالیا، اور رنگوں کو بے رنگی کے مخالف نہ پایا اور عین حالتِ شعور میں اس

اس نے اس کے مظہر و بقا کو علمِ حقیقی کے مطابق تلاش کیا، تو مظہریتِ کاملہ کے ایک مظہر کے ساتھ سوائے صُلح و آشتی کے کسی اور حالت میں نہیں پایا۔ لیکن جب باقی ہوا نے، جس نے فنا کا راستہ نہیں پایا، اور جو بے رنگی کی حقیقت سے بہرہ ور نہیں ہوا، اور جس نے بے رنگی کو مختلف رنگوں میں مخفی رکھا، بصیرت کی صفت کی بدولت اس بات کو سمجھ لیا، تو یہ پوشیدگی وہ مرتبہ نہیں رکھتی۔ وہ گویا اسیری کے ارادے کو اطلاق و بے رنگی کا مرتبہ دیتا ہے، اور یہ اُن اہلِ ہوا کی مذمت اور تذلیل میں پہلے مصرع میں کہا گیا ہے یعنی کہ جب بے رنگی اسیرِ رنگ ہو گئی۔ اور یہ نہیں کہا گیا کہ حقیقت، نفس الامری کی نسبت سے بے رنگی کے مرتبے میں اسیرِ رنگ ہو گئی۔

اللہ تعالےٰ بزرگ ہے۔ وہ مرتبہ عشق ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ ہی ہے اور اس کے ساتھ کسی شئے کا وجود نہیں اور شروع سے اب تک اس کی یہی حالت ہے بھلا مقیّد کو اتنی قدرت کہاں، کہ مطلق اُس میں قید ہو جائے۔ مطلق مقیّد کو گھیرنے والا۔ اور اسیری گھرنے کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ مذکورہ اشعار کے معانی شخصِ باقی کی شان کے مطابق ہیں، یعنی چونکہ محجوب کی نظر میں مطلقِ حقیقی کا علم عدم مظہریت کی وجہ سے بے رنگی کے مرتبے میں مختلف رنگوں میں پوشیدہ ہے، اس لیے وہ حضرت موسیٰؑ کو دوسرے حضرت موسیٰؑ سے شریعتوں کی صورتوں میں اختلاف کی وجہ سے حالت جنگ میں پاتا ہے، کیونکہ حقیقت کے ادراک سے پہلے مختلف رنگوں کی صُورت، جنگ سے مشابہت رکھتی ہے لیکن حقیقت کے ادراک کے بعد مرتبۂ فنا سے مرتبۂ بقا پر ترقی پا جانے کے بعد جب اسے حقیقت کا علم ہوتا ہے، تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ صفات و شیون کا ہر مرتبہ اپنے ظہورِ خاص کا مقتضی ہے اور چونکہ صفات کی آپس میں "لا هُو و لا غیرہ" کی نسبت تصدیق شدہ ہے، اس لیے ایک خصوصیتِ خاص کا ظہور دوسری کے لیے محجوب ہے اور مختلف انواع کے

ظہورات کے باوجود کوئی ظہور اپنے متبوع کے مخالف نہیں، اور بے رنگی کے مرتبہ
کے تقاضے کے مطابق ان میں سے کسی ایک میں بھی آشتی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور
آشتی کیسے نہیں ہوگی، جب کہ تمام واحد حقیقی کی ذات کے ظہورات ہیں اور
شرکت کی ان میں گنجائش نہیں، اور چونکہ جنگ شرکت کا تقاضا ہے، اس لیے
اللہ تعالٰے کی لاشریکی نے مظاہر کی ذات میں آشتی کے سوا اور کچھ پیدا نہیں فرمایا۔
ع۔ بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است (ترجمہ:۔ اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں، کیونکہ
داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

فائدہ:۔ معلوم ہونا چاہیے کہ تجلی کے چار درجے ہیں، آثاری (۱)، فعلی (۲)، صفاتی (۳) اور ذاتی (۴)۔
تجلیِ آثاری میں سالک کا فعل، حق کے فعل کے آثار کے غلبہ کی وجہ سے مضمحل ہو جاتا ہے
اور اپنے فعل کے آثار کو حق کے فعل کے آثار سمجھتا ہے اس طرح تجلیِ فعلی میں اپنے
افعال کو مغلوب پاکر عین افعالِ حق سمجھتا ہے، یہی حالت تجلیِ صفاتی کی ہے کہ
وہ اپنی صفات کو حق کی صفات سمجھنے لگ جاتا ہے اور جب وہ تجلیِ ذاتی سے بہرہ ور
ہوتا ہے، تو حق کے آئینے میں اپنی صورت کو دیکھتا ہے اور تجلیات کی یہ تفصیل اس
مرتبہ کے متوسطین کی حیثیت سے ہے اور انتہا کو پہنچے ہوؤں کی تفصیل دوسری
طرح ہے اور وہ ان لوگوں پر مخفی نہیں۔

فائدہ:۔ ہر تجلی، اللہ سبحانہ کی صفاتِ ذاتی کے کمالات میں سے ایک کمال ہے،
لیکن اگر تجلی بسط و صفا کے وجود کے لیے ہے، تو وہ تجلی، نافع، فائض اور معطی کے اسما
کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اور اگر تجلی وجودِ قبض کے لیے ہے، تو اس تجلی
کو قابض و مانع کے نام کے کمالات میں سے ایک کمال سمجھنا چاہیے۔ پہلے ظہور
کے بعد عجز، حمد اور ثنا ضروری ہے۔ دوسرے ظہور کے بعد استغفار و تضرع کرنا چاہیے
دلوں کا قبض، نفوس کے بسط میں ہے، اور دلوں کا بسط نفوس کے قبض میں

ہے، اس لیے اگر عین قبض میں استغفار و تضرع ہو جائے تو پھر بسط و صفا کی منزل شروع ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے، اسے دیتا ہے۔

فائدہ :- وجُود کا اطلاق دو درجے رکھتا ہے، واجب الوجود اور ممکن الوجود۔ واجب الوجود وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی اور کا محتاج نہ ہو، ممکن الوجود وہ ہے جس کا وجود و عدم اپنی ذات سے نہ ہو۔ بلکہ دوسرے کی وجہ سے ہو۔ اور یہ شریعت کے مقررہ عقاید ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ واجب تعالیٰ پر وجُود کا اطلاق اپنی ذات میں ازل سے ابد تک ثابت ہے۔ اس لیے واجب تعالیٰ کا وجُودِ حقیقی ہے، اضافی و اعتباری نہیں، جو کسی دوسرے کے اعتبار سے ہو اور ممکن پر وجود کا اطلاق اس معنی میں ہے کہ اس کا ثبوت عدم کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے کئی معنی پھوٹتے ہیں۔ یہ وجودِ حقیقی کے فیضِ وجُودی کی بدولت وجود میں آتا ہے اور وجُودِ حقیقی کی نسبت سے اس کے وجُود کو فیضِ وجُودی کہتے ہیں۔ چنانچہ وجودِ ممکن حقیقی نہیں یعنی اس کا وجُود اپنی ذات سے نہیں، اس لیے یہ اعتباری اور اضافی ہے۔ الغرض صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقتِ وجُود کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے، جو اپنی ذات کی بدولت قائم ہے، اور وجُودِ اضافی و اعتباری کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے دوسرے کے فیضِ اعتبار سے وجُود پایا ہو۔ پس اسے سمجھیے اور پیچھے نہ رہ جایئے۔ اگر شک باقی رہ جائے، جایئے، انشاء اللہ دُور ہو جائے گا۔

فائدہ :- جو سالک غیر حقیقی مقاصد کو دُور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس میں یہ نفی کی تاثیر کی علامت، فساد اور حسد اور اسی قسم کی، دوسری بُری صفات کو دفع کر دیتی ہے۔ اگر سالک کی ذات سے یہ بُری صفات مضمحل ہو جائیں، تو عوام کی دشمنی اور حسد سے سالک کی ذات کو نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ عوام سالک کے کھانے پینے اور سونے کو اپنے کھانے، پینے اور سونے پر قیاس کر کے مخالفت پیدا کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے

ہیں "یہ کیسا رسُول ہے، جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے"۔ چاہیے کہ تمام بُری صفات کو مختصراً لفی کی زد میں لے آیا جائے اور اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ مراقبہ میں "اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ" (بے شک میں اللہ ہوں) "تمہارا ربّ ہوں" کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے ظہور کے کلام کا لطائف کی صورت میں ظاہر ہونا مان لیجیے۔ اور اپنے آپ کو حق سبحانہٗ کے کلام کے مظہر کے سوا اور کچھ نہ جانئے۔ ان کلماتِ مقدّمہ کا ظہور، پہلے پہل اخفٰی پر، پھر اخفٰی سے خفی پر اور پھر خفی سے رُوح کے سُرور میں ہوتا ہے اور اس کے بعد قلب پر، پس لطیفہ کو پانے والا، اپنی استطاعت کے مطابق پاتا ہے، کوئی تو مرتبہ اخفٰی میں پاتا ہے اور کوئی اپنی استطاعت کے مطابق نچلے درجوں میں پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توفیق شاملِ حال ہو۔ وہ اللہ پاک ہے۔ وجودِ اعتباری کے معنیٰ کی حقیقت یہ ہے کہ وجود اور شے ہے، اور موجود اور شے۔ اور دونوں چیزیں حقیقی ہیں۔ وجودِ اعتباری کا مطلب کسی شے کے موجود ہونے پر غیر کے وجود کا اضافہ ہے اس لیے وجودِ اعتباری جس کا موجودِ اضافی پر اطلاق کیا جاتا ہے، لفظ "ہونے" کے اطلاق سے ہے اور لفظ "ہونے" سے عبارت ہے۔ یہ مصدری معانی ہیں۔ اور جب یہ ظاہر ہے کہ وجود اور موجود کے درمیان 'ہونا' کا لفظ اعتباری ہے، حقیقی نہیں، تو حقیقت بالآخر وجودِ اعتباری کے موجود ہونے کی عبارت سے اس طرح معتبر ہوتی ہے کہ اس کے اعتبار کے بغیر یہ ایک ایسا نام ہے، جو بے معنیٰ ہے اور ایک ایسا لفظ ہے، جو اپنے وجود کے ثبوت کے لیے کوئی شے نہیں۔ پس ایسی شے جو اپنے ثبوت کی محتاج ہو، محض اس لحاظ سے کہ اس کا نام بھی اپنے اعتبار سے قائم ہے نہ کہ اس حقیقت زائدہ سے، جس میں حقیقت کی کوئی بُو ہو، ہر لحاظ سے ناقابلِ اعتماد ہے۔ چونکہ حقیقت کے علاوہ تمام چیزیں ممکنات میں سے ہیں، اس لیے ظنیّت کے مرتبہ کے حساب سے احتیاج میں غرق ہیں، اور اصل کی مدد کے بغیر اپنی کوئی حقیقت

نہیں رکھتیں اِس لیے مجبوراً ان کی اس ذاتی ضرورت کو فنا دعدم سے تعبیر کر کے انہیں معدوم وفانی کہا جاتا ہے. کیونکہ جس کا اپنا کچھ نہ ہو، وہ فی الحقیقت معدوم و فانی ہے "وہی اوّل ہے وہی آخر، وہی ظاہر ہے وہی باطن اور اسے ہر شے کا علم ہے"۔ اِس آیت کریمہ کی تشریح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں یوں وارد ہوئی ہے:۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے ہمارے اللہ تو سب سے اوّل ہے، اور تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی، تو سب سے آخر ہے اور تیرے بعد کوئی شے نہیں۔ تو ظاہر ہے اور تجھ سے اوپر کوئی شے نہیں، اور تو باطن ہے اور تجھ سے پرے کوئی شے نہیں"۔

فائدہ :۔ اللہ پاک ہے. میں نے دونوں جہانوں کے خیالات کو اپنے دل سے اس طرح دھو دیا ہے ع کہ شُد بر تختۂ زریں زیک نقطہ دو خط پیدا (کہ سنہری تختے پر ایک نقطے سے دو خط پیدا ہو گئے)

فائدہ :۔ اہلِ تصوف کی اصطلاح میں توحید خالص کو تمثیل کے انداز میں نقطہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیز ان کی اصطلاح میں کیا مرتبۂ وجوب اور کیا مرتبۂ امکان، سوائے توحیدِ خالص کے اور کوئی شے نہیں. چنانچہ جب تمثیل کے انداز میں نقطہ کا بیان کرتے ہیں اور نقطہ کی سَیر سے مراد خط کا وجُود ہے، تو توحیدِ خالص کے ظہور کو، کیا مرتبۂ وجُوب اور کیا مرتبۂ امکان، سَیر سے تعبیر کرتے ہَیں اور مرتبہ وجُوب کو خطِ اوّل سے اور مرتبہ امکان کو خطِ ثانی سے بیان کرتے ہیں، جب یہ بات طے ہو گئی. تو پھر سالک نے تخیّل کے مرتبوں کو، جس وقت اعداد وشمار سے خالی ہو کر دیکھا. تو وہ اپنے دیدۂ بصیرت کے سوا مضمحل ہو گیا، اور پھر کیا مرتبۂ وجُوب اور کیا مرتبۂ امکان، اس وقت اس کی آنکھوں میں سوائے توحیدِ خالص کے اور کچھ نظر نہیں آتا. وہ جان جاتا ہے کہ وہ خود ہی ہے، جس نے اپنے آپ کو ان مراتب پر جلوہ گر دیکھا ہے. اور اس سے پہلے

لُا سے مرتبۂ وجُوب وحدُوث سے مرتبۂ امکان میں وہ کثرت کا نظارہ کرتا تھا اور حقیقت سے غافل تھا۔ اِس زمانے میں وہ حقیقت سے باخبر ہوا۔ اور آدمی کثرت کے مراتبِ پوشیدہ کی سَیر کرتا اور اسرارِ غیب کے ظہُور کا مشاہدہ کرتا ہے۔

فائدہ: یہ ان لوگوں کی تحقیق ہے، جو ذات کے مرتبے سے، اضافی چیزوں کو گرا دیتے ہیں خواہ یہ اضافت اجمالی ہو، کیونکہ وہ اُسکو وحدت کا نام دیتے ہیں اور یقینِ اوّل کہتے ہیں اور خواہ اضافت تفصیلی ہو کہ اس کو یقینِ ثانی اور واحدیت کہتے ہیں اور ان مراتب کے ظہُور کو علم کے مرتبے میں جانتے ہیں۔ حضراتِ انبیا کے کمالاتِ ولایت کے محققین، ان کی جامع الصفات ذات کو وحدتِ حقیقی میں شمار کرتے ہیں اور دونوں مراتب کو اعداد وشمار کے بغیر اور تقدیم وتاخیر کو صرفِ نظر کر کے وحدت میں صرف خارجی مظاہر سمجھتے ہیں یعنی علم اللدنی کی تعلیم کی بدولت، صفاتِ ذاتیہ کے کمالات کو، جو صفات کے تقاضے ہیں اور غیب والغیب کے مرتبہ میں ہیں، علم ظہور کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور اُس ظہُور کو ارادت وقدرت کے مرتبۂ علم میں معلُوم ومراد اور مقدُورِ ازلی کا نام دیتے ہیں اور اس ظہُور کو ظہُورِ ازلی وابدی بھی کہتے ہیں جیسا کہ کہا گیا کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا" اور جب صفات کے تقاضوں کو علومِ ظہُور کے مرتبہ میں ظہُور کے باوجُود موجودیتِ خارجی کے مرتبہ میں محجُوب ومقرّر فرمایا، تو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے کہا "پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے خلقت کو پیدا کیا تاکہ وہ پہچانے" ان تمام معلُومات اور ازلی مرادات کو ممکن الوجود کے خارجی مرتبہ میں ظاہر کیا اور اس کا نام عالم امر اور عالم خلق رکھا۔ جب ذات وصفات مع اپنے غیب اور غیب الغیب کے تقاضوں کے اپنی حقیقی جمعیت کے ساتھ ازلی ہے اور مرتبۂ وجُوب اس کے ضمن میں ہے، تو اس مقام پر سیر کے اطلاق کو، جو تفصیل واجمال کا مقتضی ہے، جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ صفات کی مقتضیات کی جامعیت کو جو غیب الغیب

محض ہے، ایک نقطہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے ظہور کو جو عالمِ امر اور عالمِ خلق کے مراتب پر واضح ہوا، دو خطوط میں بیان کرتے ہیں چنانچہ جب سالک ظلیت کے مرتبہ سے عروج کی طرف جاتا ہے اور معلومات کے ظہور سے وہ، جس مرتبہ میں تشبیہاً مبتلا ہوا تھا اس سے ترقی کر جاتا ہے، اور نقطہ معلومات کو معدوم الکیفیت تک پہنچ کر علم اصلی کے ذریعے حاصل کر لیتا ہے تو دونوں جہانوں کے مراتب مفصلہ کو، جو دو خطوں کی طرح ہیں، ظہورِ معلومات اور غیب الغیب کی ازلی مرادات میں پا لیتا ہے۔ یہ شعر یہاں تک کی خبر دیتا ہے، اور اس سے پہلے خاموش ہے۔ کیونکہ اس شعر کے مالک کا مقام متوسط معلوم ہوتا ہے اور جب غیب کے فضلِ اخص ہے مرتبۂ معلومات سے، جو علمِ حضوری کا مقدمہ ہے، ترقی پا کر علم کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو اس مقام پر حضورِ علمی متحقق ہے اور علم کا مرتبۂ معلوم کے مرتبے سے اوپر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مرتبۂ علم میں علمِ حضوری ہو اور محض علم اور معلوم پہ کچھ بھی نہیں اور چونکہ علم، عالم سے زیادہ نہیں اس لیے جامع کمالاتِ ذات اس مقام پر خود حاضر ہے یہ حضور در حضور کا وہ مقام ہے، جس کی خبر حضرت پیرِ دستگیر حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مصنفات" میں دی ہے۔

"اے اللہ اگر ہم نے کوئی بھول کی ہو یا غلطی کی ہو تو اس پر گرفت نہ فرما" میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق کچھ باتیں کہی ہیں، انہیں سمجھئے۔

فائدہ:۔ اللہ کے پاک نام سے۔ ذات و صفات سے جس شئے کا تصور پیدا ہوتا ہے، وہ لطیفۂ خیال کے صفا سے مغلوب ہوتا ہے۔ اگر تصور کردہ شئے شرعِ شریف کے سانچے کے مطابق نہیں، تو یہ خیال، لطیفۂ نفس کا پیش کار ہے اور اگر شرعِ شریف کے مطابق ہے، تو خیال لطیفۂ قلبی سے مستفیض ہے۔ پہلے خیال کا نتیجہ کفر، بدعت

اور اسلام سے محرومی ہے اور اسی طرح دوسرے لطائف کا قیاس کر لیں۔

فائدہ :۔ رُباعی۔

ہر جا کہ وجُود کردہ سیر است، اے دل! دانی بیقیں کہ محض خیر است، اے دل!
چُوں شر نہ عدم بود، عدم غیرِ وجُود پس شر ہمہ مقتضائے غیر است، اے دل!

(ترجمہ :۔ اے دل! جس جگہ بھی وجُود نے سیر کی ہے، یقین رکھ کر، وہ محض خیر و نیکی ہے، چونکہ شر عدم اور عدم غیرِ وجُود سے ہے، اس لیے شر غیر کا مقتضیٰ ہے۔)

ان اشعار کے معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ موجُودات میں سے جو موجُود شئے اللہ کی مرضی سے موافقت رکھتی ہے اور اس کی موافقت امرِ وجُودی سے ہے، اس کا وجود سراسر خیر ہے، اور جو موجود شئے اللہ کی مرضی سے موافقت نہیں رکھتی اور چونکہ عدم موافقت، امرِ عدمی ہے، اس لیے عدم موافقت کی وجہ سے وہ سراسر شر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خیر امرِ وجود کا لازمی تقاضا اور شر امر عدمی کا مقتضا ہے، اور خیر و شر کا پیدا کرنے والا اللہ سبحانہ ہی ہے۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست، معرفتِ کردگار

(ترجمہ صاحب ہوش کی نگاہ میں سبز درختوں کا ایک ایک پتہ اللہ تعالےٰ کی معرفت کا دفتر ہے)

ہر پتے سے معرفت کی خبر دو طرح سے ملتی ہے، یا تو استدلال سے، یا کشف سے، چنانچہ جو شخص ان میں سے کسی طرح معرفت کی خبر نہیں رکھتا، وہ غفلت میں پڑا ہے۔ اور یہ جو انسان اور جن کو خاص عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے وہ عبادتِ اختیاری ہے ورنہ یوں تو ہر مخلوق کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لیکن وہ عبادتِ اضطراری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبادت اور اس کے وصف کی تشریح نہیں کی گئی۔

فائدہ :۔ جو مرید اپنے باطن میں اکثر اوقات راسخ العقیدہ ہونا چاہے، اس کے

لیے ضرورت کے وقت ظاہری خدمت بھی ضروری ہے اور اگر بلا ضرورت میسر نہ ہو سکے، تو اس سے عقیدے میں نقصان اور کمی پیدا نہیں ہوتی۔ والسلام۔

فائدہ :- ایک عزیز نے کہا کہ مخلوق بات میں نہیں سماتی اور بات میں اس کی قیمت نہیں پڑتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کی بات میں قیمت نہیں پڑتی۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مخلوق کی خرید کے لیے زر کی ضرورت ہے اور یہاں بے زر سخن کی کیا قدر و قیمت، دوسرا یہ کہ سخن کا مرتبہ بلند ہے اور وہ مخلوق، جو غیر حق سے مراد ہے، مرتبۂ ادنیٰ رکھتی ہے اور اعلیٰ شئے کو ادنیٰ شے پر خرچ کرنا نادانوں کا کام ہے۔ رہی یہ تحقیق کہ مخلوق (مکوّن) سخن میں نہیں سما سکتی، تو اس میں شک و شبہ ہے، کہ آیا عزیز مذکور اپنے کلام میں مذکورہ مخلوق کی عدم گنجائش کا ذکر کرتا ہے، یا غیر مذکور مخلوق کی عدم گنجائش کا ذکر کرتا ہے۔ پہلی حالت میں ظاہر ہے کہ کلام میں گنجائش ہے۔ دوسری حالت میں، جو غیر مذکور ہے، ذکر کے بغیر اس کی نفی کرنا درست نہیں ہے۔ یہ ذکر خواہ زبانی ہو یا نیت میں ہو۔ اگر یہ زبان سے ہوا، تو اس سے مراد اصل حقیقت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس وقت میں لفظِ مخلوق کو اپنے مفہوم تک پہنچا دیتا ہوں، تو وہی عین حقیقت ہے، اور سوال کرنے والے کا غالباً مطلب بھی یہی ہے، کیونکہ کسی لفظ کا بیان اس کے معانی کی اطلاع دیتا ہے، یعنی اس لفظ کے ذکر سے حقیقت تک پہنچا جاتا ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو پھر درست جواب حاصل نہ ہوا، بجز اس کے کہ یہ کہوں کہ عزیز کی مراد حضورِ حقیقی کی طرف نسبت کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ وصلِ عریاں اور وصلِ نومیدی ہے، تاکہ وصل سے مرتبۂ عالی کی طرف ترقی کا میلان پیدا ہو، اور لباسِ عمر کی قید سے رہائی نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ہدایت دے اور ہمیں منزلِ حقیقی تک پہنچائے۔

فائدہ :- موجود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واجب الوجود دوسری ممکن الوجود، ممکن الوجود

مزید دو حصّوں میں قابلِ تقسیم ہے۔ اوّل یہ کہ جوہر ہو۔ اور اس کی پانچ اقسام ہیں۔ جسم[1] ہیولیٰ[2]، صورت[3]، عقل[4] اور نفس[5]، دوسرا حصّہ عرض ہے' اور اس کی نو[9] قسمیں ہیں کم[1]، کیف[2]، این[3]، متیٰ[4]، فعل[5]، انفعال[6]، ملک[7]، اضافت[8] اور وضع[9]۔ اور واجب اس سے پاک ہے۔

فائدہ: صانع کے وجود کو ثابت کرنے کا انحصار دو طریقوں پر ہے، ایک عقل سے، دوسرا ریاضت سے، اور عقل سے ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں، وہ جو دلائلِ عقلی سے اور انبیا علیہم السّلام کی سنّت و سیرت سے شہادت لاکر ثابت کرتے ہیں۔ انہیں متکلمین کہتے ہیں، اور وہ جو صرف دلائل عقلی سے انبیا کی پیروی کے بغیر ثابت کرتے ہیں۔ انہیں حکماء اور مشّائین کہتے ہیں، اور وہ جو ریاضت اور انبیا کی پیروی کے ساتھ ثابت کرتے ہیں، انہیں صوفیاء کہتے ہیں اور وہ جو صرف ریاضت سے انبیا کی پیروی کے بغیر پیدا کرنے والے کو ثابت کرتے ہیں، انہیں اشراقیں کہتے ہیں (حاشیہ مُلّا کا ترجمہ مواقف کی شرح پر ہے)

فائدہ:۔ گمان چار قسم کا ہوتا ہے، پہلی قسم مامُوریہ، اور یہ نیک گمان ہے' اللہ تعالےٰ اور مومنوں کی نسبت، اور حدیث میں آیا ہے کہ نیک گمان ایمان کا حصہ ہے۔ دوسری قسم حرام گمان کی ہے اور یہ خدا اور مومنوں کی طرف بدگمانی ہے "تیسری قسم" "مندوب الیہ" کی ہے اور یہ امُورِ اجتہادیہ میں گمانِ غالب سے کام لینا ہے۔ چوتھی قسم مباح کی ہے اور یہ وہ گمان ہے' جو دنیا اور تلاشِ معاش کی مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس میں بدگمانی اکثر سلامتی کا سبب اور بڑے بڑے کاموں کے انتظام میں مفید ہوتی ہے، اور اسے اچھی صورت میں شمار کیا گیا ہے۔ رباعی

آنکس کہ لوائے عیب افراختہ است   اُو از تنِ مردماں غذا ساختہ است

وانکس کہ بعیبِ خلق پرداختہ است   زانست کہ عیبِ خویش نشناختہ است

فرد: بدنفس مباش، بدگماں باش   وز فتنہ و مکر در اماں باش

ترجمہ (رباعی) جس شخص نے عیب جوئی کا پرچم بلند کیا ہوا ہے، اس نے لوگوں کی آواز کو اپنی غذا بنایا ہوا ہے۔

اور جس شخص نے خلقت کی عیب جوئی میں اپنے آپ کو مشغول کر لیا ہے، وہ اس لیے ہے کہ اس نے اپنے عیب کو نہیں پہچانا۔

فرد۔ بدنفس مت بن، بدگمان بے شک بن،   اور اس طرح فتنہ و مکر سے اماں میں رہ

فائدہ:۔ حکم کے دو مرتبے ہیں، ایک ایجابی اور دوسرا ایجادی۔ حکم ایجابی وہ ہے، جو واجب قرار دیا گیا ہو۔ بندوں کو کہہ دیا گیا ہو کہ فلاں کام کرو۔ چنانچہ حکم ایجابی میں اگر کسی بندے سے حکم کے خلاف بات ہو جائے، تو ممکن ہے، اور حکم ایجادی یہ ہے کہ کسی شے کو موجود ہونے کا حکم دیا جائے۔ اس کے خلاف ممکن نہیں، اس کو بھی حکم کہتے ہیں۔

فائدہ: جان لو، کہ نیکی رضا و محبت اور اللہ تعالےٰ کے امر، ارادے اور قضا و حکم سے ہے۔ اور بدی اس کے حکم و ارادت و قضا سے ہے، نہ کہ رضا و محبت و امر سے، اور رضا و محبت کی یہ نفی متعدی ہے، لازمی نہیں۔

فائدہ:۔ جان لو کہ اللہ کے نام کے چار حروف[1] ہیں۔ الف کی حقیقت سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باخبر ہیں۔ پہلے لام کی حقیقت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، باخبر ہیں اور دوسری لام سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ باخبر ہیں اور ہائے (ھ) کی ایک آنکھ سے حضرت داؤد اور دوسری آنکھ سے حضرت عیسیٰ روح اللہ واقف ہیں، ہمارے نبی اور دوسرے انبیا پر صلوات و تسلیمات۔

---

[1]۔ یہ حضرت شیخ آدم بنوری کی تحقیق ہے۔

فائدہ:- حیرت کے دو مرتبے ہیں: ایک حیرتِ مقبول اور دوسری حیرتِ مردود،
حیرتِ مقبول یہ ہے کہ اپنے باطنی حواس کو ادراک کے ممکنہ حاصلات سے خالی رکھے،
اور تمام حواس کو تصوری حاصلات سے خالی پانے کے لیے جتنا زیادہ غور کرے، کچھ
نہ پائے اور اس نہ پانے کو پانے کی حقیقت سمجھے، اور حقیقت نہ پانے کو ہی
قرب و معیت سمجھے۔ حیرتِ مردود یہ ہے کہ حواس باطنی کے خلا سے مضطرب اور
پریشان ہو جائے۔ محبوب کے قرب سے دور ہو جائے اور اس کی ہمراہی سے اپنے
آپ کو محروم کرلے۔

فائدہ: شرح امالی میں کہا گیا ہے کہ بعض گمراہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ دنیا میں اس طرح
ہے، جس طرح گھاس کے اندر تری۔ اس یقین سے کفر لازم آتا ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ
کو نہ زمانے کے اندر کہا جا سکتا ہے اور نہ باہر۔ دونوں باتیں کفر ہیں کیونکہ کسی جگہ کو
خدائے تعالےٰ سے نسبت دینا کفر ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جب عرش، کرسی، آسمان
زمین، آدمی اور پری، کچھ بھی نہ تھا۔ خدا تھا، اس کی کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ کسی چیز میں نہیں
تھا اور کسی چیز کے اوپر نہیں تھا اور اب بھی اسی طرح بے مکاں اور بے جگہ ہے اور
کسی چیز میں نہیں ہے۔ بات ختم ہوئی۔

سوال: یہ جو کہا جا سکتا ہے کہ خدا نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر، تو یہ بات دو حالتوں
سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ وہ اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے یا کہ تیسرا مرتبہ بیان کریں کہ وہ
اندر اور باہر سے پرے ہے، لیکن یہ تو وہی پہلی بات ہے یعنی جس وقت میں نے
اسے پرے کہا، تو یہ بھی باہر ہی کی ایک قسم ہے، اور پھر یہ کہ مصنف نے خود اس
سے پیشتر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام مخلوقات سے پہلے تھا اب جب کہ اور
مخلوق بھی پیدا ہو چکی ہے، وہ اسی طرح ہے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ
عالم سے باہر ہے اور یہ بات دونوں باتوں کی ضد ہے۔

جواب :۔ اہلِ سنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نہ عالم سے باہر ہے نہ اندر۔ اور اس تحقیق کی دو وجوہ ہیں :۔
اوّل یہ کہ جس کو عالم کے اندر اور باہر کہتے ہیں۔ اور اس نام سے پکارتے ہیں، وہ تمام عالم سے ہے۔ پس اگر اللہ تعالےٰ کو عالم میں کہوں تو وہ عالم میں مقیّد ہو جائے گا اور اگر عالم سے باہر کہوں، خواہ اس باہر کو عالم سے باہر سمجھوں، تو کیسے ؟ کیونکہ وہ عالم سے باہر نہیں، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ پس یہ بات بھی کہی جائے گی کہ اللہ تعالےٰ عالم میں ہے اور اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو موجود و ثابت کہوں اور یہی عقیدہ رکھوں لیکن اسے اندر یا باہر نہ کہوں، کیونکہ یہ دونوں حالتیں حادث ہیں۔ دوئم یہ کہ بالکل اندر کہنا اللہ تعالےٰ کی شان کے شایاں نہیں، اور باہر کہنے کے دو مرتبے ہیں: ایک یہ کہ ایک حد سے دوسری حد تک تجاوز کرنا۔ دوسرا ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے سے غیریت اور دوئی رکھنا۔ اگر پہلے معنی کا اللہ تعالےٰ پر اطلاق کروں، تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس کی جناب میں حدُود کی گنجائش نہیں، اور اگر دوسرے معنی میں کہوں، تو یہ درست ہے (کیونکہ وجوب کا مرتبہ امکان کے مرتبے سے پرے ہے۔ اور یہ خود ایمان ہے اور اس کی ضِد کفر ہے پس نہ پہلا نصف مراد ہے نہ دوسرا نصف۔ کیونکہ دوسرے کے بارے میں خود کہا گیا ہے کہ جس جگہ خُدا ہوگا، عالم نہیں ہوگا۔

فائدہ :۔ اہلِ بصیرت کے نزدیک کوئی اسم اپنے مُسمّٰی کے بغیر نہیں ہوتا۔ سمجھنا چاہیے کہ اسم کے تین مرتبے ہیں (۱) مرتبۂ لفظی، (۲) مرتبۂ وصفی اور (۳) مرتبۂ ذاتی جسے مرتبۂ علمی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اسم مرتبۂ لفظی کے اعتبار سے مُسمّٰی کے بغیر ہے اور مرتبۂ وصفی کے لحاظ سے نہ عین مسمّٰی ہے نہ اس کے بغیر۔ جیسا کہ صفات کی نسبت کی تحقیق میں ہم اس سے پہلے مکتوبات میں بیان کر چکے ہیں اور مرتبۂ ذاتی یا مرتبۂ علمی کے اعتبار سے اسم

عَین مسمّٰی ہے اور ہم مقتولؔ اجل کے مقطوع ہیں۔

فائدہ:۔ جو شخص کسی کے ہاتھوں مارا جاتا ہے، اس کی اجل کا وقت کم نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے جو مہلت لکھی ہوتی ہے، اس میں کمی نہیں ہوئی ہوتی۔ اس کی موت وقت مقرّرہ پر ہی ہوتی ہے اور جب کسی شخص کی موت آجاتی ہے، تو اس میں اتنی کمی و بیشی بھی نہیں ہوتی، جتنی کہ ایک چیونٹی کے قدم اٹھانے اور رکھنے میں ہوتی ہے۔ اس میں کوئی آگے پیچھے نہیں ہوتا بلکہ وہ یقیناً اُسی گھڑی میں وفات پائے گا۔ لیکن گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر وہ فلاں کے ہاتھوں نہ مارا جاتا، تو کچھ اور مدّت زندہ رہ جاتا۔ اُن کی یہ بات کفر ہے۔

سوال۔ جب مَوت کا مقرّرہ وقت کم نہیں ہوتا، تو پھر اس کو قتل کرنے والا قابلِ عذاب کیوں ہوتا ہے؟

جواب۔ جب کسی شخص کا مقرّرہ وقت آجاتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اُسے یقیناً موت دے دے گا۔ لیکن بندے پر واجب ہے، کہ جب اس کی اجل آجائے تو قتل نہ کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے۔ اس ملکیت میں تصرّف بھی اللہ تعالےٰ ہی کا ہے اور چونکہ بندہ فاعلِ مختار ہے، اپنے اختیار سے خونِ ناحق کرنا جس کا کرنا اس پر واجب نہ تھا، لائقِ عذاب ہو جاتا ہے۔ اس کی شرح کا علم خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال:۔ چونکہ تمام مخلوقات کی اَجل اللہ تعالےٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے، اور بلا شک وشبہ اپنے وقت سے تجاوز نہیں کرتی، اسی طرح فاعل کی حرکات و سکنات بھی خواہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری، اللہ تعالےٰ کی مرضی اور تقدیر سے ہیں، اور مقرّرہ حرکات وسکنات کی حد سے بڑھنا بھی گو یا خدا کی تقدیر اور اس کے ارادے کے ظہور کے مطابق ہے، یہ دونوں باتیں آپس میں متضاد ہیں۔ اس لیے

ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا عذاب قاتل پر ہو، کیونکہ اگرچہ اس کی حرکت اختیاری ہے، تاہم مقتول کی اجل اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور ارادے سے ہے۔

جواب :۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ افعال کی صورت کے مطابق اور دوسری وجہ حقیقت کے بموجب ہوتا ہے۔ صُورت کے مطابق یہ ہے کہ جو کچھ ہے، وہ خدا کے ارادے اور قضا کی وجہ سے ہے۔ لیکن فاعل کی دو[۲] حیثیتیں ہیں، یا تو فعلِ منظور کا وقت خود امر و نہی رکھتا ہے اور اس فعل کے مطابق ظہور کرتا ہے، یا یہ کہ اسے منظور نہیں ہوتا۔ اگر منظور ہے، تو اس کے حق میں ارادہ و تقدیر، مع تقدیرِ فعلی اس پر تقدیرِ ثواب مقرّر کیا گیا ہے۔ اگر منظور نہیں تو عذاب کی تقدیر اور امر و نہی کا ظہور قضا و قدر کے ظہور میں توقف کا جواز نہیں، بلکہ اس لیے ہے کہ خبیث طیب سے جُدا ہو جائے۔ اور بموجب حقیقت یہ ہے کہ عالم کی تخلیق یا تو صفاتِ جمال کے ظہور کی بدولت ہے، یا صفاتِ جلال کے ظہور کی بدولت۔ جس کی تخلیق صفاتِ جمالیہ کے ظہور کی بدولت ہے۔ چنانچہ اس کے افعال اللہ کی مرضی اور حکم سے مقرّر کیے گئے ہیں، جن میں کوئی تجاوز نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو کچھ ثواب و درجات سے ہوتا ہے، وہ یہی صفاتِ جمالیہ کے ظہور کی بدولت اس کے حق میں عطا کیا گیا ہوتا ہے۔ جس کی تخلیق اس کی صفاتِ جلالیہ کے ظہور سے ہوتی ہے، جیسا کہ اس کے افعال کا ظہور صفتِ رضا کے خلاف ظہور میں ہوتا ہے۔ اس طرح جو کچھ عذاب اور طبقاتِ جہنّم ہوتے ہیں، وہ یہی صفاتِ جلالیہ کے ظہور کی وجہ سے ہوتے ہیں پس جب سوال کرنے والے کو معلوم ہو گیا کہ حرکت اور غیر حرکت، جو کچھ بھی ہے، وہ خدائی تقدیر ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ عذاب و ثواب کو بھی ازل سے مقرّر کردہ سمجھے۔ اس پر ناک بھوں نہ چڑھائے اور بُغض نہ رکھے۔

فائدہ :۔ رُباعی :

روزی فلک ہر آئینہ بر ما جفا کند   در دوستانِ ہم دمِ مارا جدا کند
آساں کنی اَز مرگ خدایا ہر آن کسے   کیں نسخہ من بخواند مارا دعا کند

(ترجمہ) بے شک آسمان ہم پر کسی دن ظلم کرتا ہے۔ ہمیں اپنے عزیز دوستوں سے جدا کر دیتا ہے۔ اے خدا اس شخص کی موت آسان کر دے، جو میری یہ کتاب پڑھے اور میرے لیے دعا کرے۔

آسمانوں اور ستاروں کے آثار کی نسبت دو طرح کی ہے: ایک یہ کہ اس بات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ یہ حقیقی موثر ہیں۔ یہ کفر ہے۔ اگر یہ اعتقاد رکھے کہ مؤثّرِ حقیقی تو اللہ تعالےٰ ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کے اسما کے احکام کے ظہور کے وسیلے ہیں اور ان میں سے کوئی اسما و صفات کے تقاضوں سے تجاوز نہیں کرتا، تو یہ ایمان ہے۔ پس اس رباعی کے مُصنِّف کی مراد آسمان کے افعال کی نسبت دُوسری قسم کی ہے۔ پہلی قسم کی نہیں۔ اور چونکہ اس قسم کے وہم انگیز اطلاقات میں غیر شرعی معانی بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اولیا اللہ نے اسی قسم کے اطلاقات کو جن سے وہم پیدا ہوتا ہے، ترک کر دیا ہوا ہے، اور دوسروں کو بھی منع فرمایا ہے۔

فائدہ:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اے لوگو اگر میں چاہوں، تو تم کو دُور کر دوں اور تمہاری جگہ اَوروں کو لے آؤں"

سوال: اس آیت سے یہ مفہُوم پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس مخلُوق کو ختم کر دیں اور اس کی جگہ اور مخلُوق کو لایا جائے، تو درست ہو گا۔ اور صُورت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی قدرت اور ارادے سے معلُوم ہے کہ جو مخلوق اس وقت دنیا میں موجود ہے، ان میں سے بعض کے لیے ابدی ثواب و عذاب مقرر ہے اور اس مرتبۂ ابدیت کے زوال سے محفوظ ہیں، جو ان کے حق میں ثابت ہو چکا ہے۔ اس لیے اگر مذکورہ بالا آیت کریمہ کے مطابق اس کو ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسری مخلُوق کو

پیدا کر دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ابدی عذاب و ثواب کا معاملہ نہ کیا جائے، تو پھر مقدور، مراد، اور ارادے میں نقصان کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بات لائقِ عقیدہ نہیں۔

جواب۔ خدائے قُدّوس کا مرتبہ اس کی قدرت اور ارادے کی صفات سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسے دو کاموں کی تصحیح کرنے کی قدرت اور ایک کام کی تخصیص کے ارادے کی طاقت بھی ہے اس لیے اگر دو کاموں کی تصحیح کی قدرت کے باوجود جو ثابت ہے، اور ایک کام کی تخصیص کے، جو قدرتِ کاملہ سے ہو جائے اور صفاتِ افعالی کے ظہورات کی وجہ سے خالقیت وغیرہ ہے، وہی کام وجود میں لایا جاتا ہے اور ان سے ابدی معاملے کا سلوک کیا جاتا ہے، تو دونوں کاموں کی تصحیح میں جس کے لیے اس کی قدرت ثابت ہے، کیا نقصان پیدا ہوتا ہے اور اس تحقیقِ مذکور کے بعد جو ارادۂ خاص کی صفت سے ظاہر ہوئی، اگر ہم قدرتِ کاملہ کو جو دونوں کاموں کی تصحیح سے ظاہر ہے، ظاہر کریں، تو کیا خوف پیدا ہو گا، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کمال ہو گا کہ ایک طرف کی تخصیص میں اس کی طاقت کیے معاملے میں کوئی زوال نہیں آتا۔ چنانچہ ابدی معاملے کو ان اشخاص پر مرتّب کرنے سے مراد حق سبحانہ و تعالیٰ کے ارادے اور علم کو معلوم کرنا ہے، نیز قدرتِ کاملہ کی خصوصیت کا ثبوت ہے۔ کہ دو کاموں کی تصحیح سے اس کی شان ظاہر ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے ارادے اور علم کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں زوال کہاں؟ پس سمجھئے۔ ؎

ما کہ واپس ماندہ، ذرّاتِ ویئم   اُو دو عالم آفتابی فی ایئم

(ترجمہ) ہم جو پیچھے رہ گئے ہیں، اس کے ذرّات ہیں، وہ دونوں جہانوں کا آفتاب ہے اور ہم اس کے اندر ہیں۔

بعض اشعار میں حق تعالیٰ کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے اور مخلوقات کو ذرّات سے۔ اور حالت یہ ہے کہ آفتاب تقیّد و احتیاج کے مرتبے میں ہے اور تمام

ذرات اپنے آپ میں مستقل ۔ اس پر سوال وارد ہوتا ہے اول یہ کہ مقید کو مطلق سے کس طرح تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ دوئم یہ کہ ذرات جو مستقل بالذات ہیں، مخلوقات سے جو فنا پذیر ہیں، کیا نسبت رکھتے ہیں، کہ ان سے تشبیہ دی جائے۔

فائدہ: مثال سے محدود کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس مثال سے آفتاب کی اپنی روشنی اور اس روشنی کے بغیر ذرّوں کا پوشیدہ رہنا مراد ہے۔ چنانچہ نورِ مطلق کے وجود کا فیض جب عدم کی ظلمت پر اپنا پرتو ڈالتا ہے اور ان کو عدم کے پردے سے وجود میں لاتا ہے، تو وہ اس طرح ہے، جیسے آفتاب کی روشنی، کہ ذرّوں کو پوشیدگی کے مرتبے سے جو عدم کے برابر ہے، ظہور میں لاتی ہے اور یہ تشبیہ کم نظروں کو سمجھانے کے لیے ہے، جن کی نظروں میں آفتاب کا معاملہ بہت واضح ہے، ان کے لیے آفتاب کی روشنی سے ذرّوں کا ظاہر ہونا زیادہ قابلِ فہم ہے۔ اور ان کی نظروں سے حقیقی معاملہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ مخلوقات کو فیض پہنچانے کی ضرورت کی بات، اُن کی سمجھ سے بہت دُور ہے۔ لہذا ایسے لوگ کسی ظاہری مخلوق شے سے کسی پوشیدہ شے کی تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح تسلی پا لیتے ہیں۔

فائدہ: سوال ۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے "لبیک" بعید ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب: لبیک کے معنی ہیں، مَیں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور اس معنی سے لازم آتا ہے کہ کلام کرنے والا اپنی رضا کا اظہار کرے اور جس سے بات کہی جائے، اس کی مرضی طلب کی جائے۔ اس سے اس لفظ کے معنی مخلوقات کے درمیان منصورہ لازم ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی نسبت ایسی بات درست نہیں۔

فائدہ: ۔ تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کی آیت ذات وصفات وکمالات کے مراتب کو جمع کرتی ہے۔

سوال: تسمیہ حروفِ تہجی کے چند حروف سے مرکب ہے وہ محدود ہے اور حادث۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات اپنے تمام مراتب کے ساتھ قدیم ہے اور حدود سے منزہ ہے اس لیے آیت تسمیہ کس طرح اس قدر عالی مرتبہ اور قدیم ہو سکتی ہے؟

جواب: اچھی طرح جان لیجئے کہ تسمیہ کے دو مرتبے ہیں: ایک مرتبہ تلفظ کا اور ایک مرتبہ ذات وصفات وکمالات کی حقیقت کا جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ مرتبہ تلفظ بھی حقیقت رکھتا ہے۔ پس جب ایسا جان لیا گیا تو سمجھ لیجئے کہ تلفظ کا مرتبہ جو تسمیہ سے ثابت ہے، ذات وصفات وکمالات کے مرتبے کا جامع ہے، اور مرتبہ حقیقت بھی جو تسمیہ سے ثابت ہے، اسی طرح ذات وصفات وکمالات کی حقیقت پر مشتمل ہے۔

فائدہ: جس جگہ کوئی وجود ہے، وہاں خدا کے لطف کا ظہور ہے۔ اور جہاں وجود نہیں، وہاں خدا کے قہر کا ظہور ہے۔

فائدہ: شرعی عقیدہ یہ ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کو شے اور ذات تو کہتے ہیں، لیکن تمام ۶ سمتوں سے پاک۔

سوال: یہ عقیدہ اور اس عقیدے کو بے تردد ماننا، ہر اہل ایمان کے لیے لازم دواجب ہے، خواہ وہ اس تفصیل کی تحقیق کو جانے، یا نہ جانے۔ لیکن خواص کے لیے تفصیل ناگزیر ہے۔ اس لئے بیان کرنا چاہیے کہ جب اللہ تعالےٰ ایک وجود رکھتا ہے، تو پھر سمتوں کی نفی کرنا دو باتوں سے خالی نہیں، یا تو یہ ہے کہ وہ وجود ذاتی وسعت رکھتا ہے کہ اس کے عرض وطول کا سلسلہ لاانتہا ہے یا یہ کہ اس کی انتہا ہے۔ ان دونوں صورتوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے، پہلی صورت پر یہ اعتراض ہے کہ اگرچہ اس کی کوئی انتہا نہیں لیکن اس کے مرتبۂ وجود کی وجہ سے سمتوں کا ہونا تو لازم ہے، کیونکہ وجود کی حیثیت خود اس مرتبہ کی متقاضی ہے اور اللہ تعالےٰ ایسا نہیں اور دوسری صورت پر اعتراض تو ظاہر ہے۔

جواب: واجب کے وجود کی تحقیق تعقل کی وجہ سے ہے یا معقول کی وجہ سے۔ اور طریق تعقل کے معنی ہیں وجوب کے مرتبہ کو تحقیق سے طلب کرنا، غور کرنا، اور فکر اختیار کرنا، جبکہ تعقل کسی شے اور ادراک کا مقتضی ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات ان دونوں باتوں سے منزہ ہے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اس کی ذات کے بارے میں سوچ بچار نہ کرو۔ محقق اس تحقیق میں ناکام رہتا ہے اور وجوب کے مرتبہ کی حقیقت جاننے سے دور بلکہ بہت ہی دور رہتا ہے، جیسا کہ فلسفی حکما چونکہ سائل کا سوال تعقل کے پہلو سے ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ کے مرتبہ تنزیہ کی تحقیق چھ جہات سے کرنا درست نہیں اور وجوب کے مرتبہ کی تحقیق پر غور کرنا، مراتبِ جہات میں ہے چونکہ جہات میں تصور و ادراک کرنا جائز ہے، جیسا کہ حدیث مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں پر غور کرو اس لیے سمجھ لینا چاہیے کہ بات کرنے والا اہلِ ایمان ہے اور عقل سلیم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات و صفات میں ازلی قدیم، اور موجود ہے اس کی ذات کے سوا باقی سب کچھ مخلوق اور حادث ہے اور ہر مخلوق بے شک و شبہ عدم سے نکلی ہوئی ہے اس لیے ۶ جہات کو میں عینِ حق کہتا ہوں، یا غیرِ حق، صاف صاف ممتنع ہے، اس لیے لازم ہے کہ اسے غیر حق کہوں۔ اور جیسا کہ ہم اوپر تحقیق کر چکے ہیں، جو غیرِ حق ہے، وہ مخلوق اور حادث ہے اور ہر مخلوق شے عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اس لیے لازماً ۶ جہات بھی عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ اس لیے جو کچھ عدم سے وجود میں آیا ہوا اس کو مرتبہ قدیم میں ثابت کرنا غیر معقول ہے اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ قدیم اور ازلی ہے اور جہت و مکان وغیرہ سب عدم سے وجود میں آنے ہیں۔

بس بات ثابت ہو گئی، سب تعریف اللہ تعالےٰ کے لیے ہے، جس نے ہمیں اس بات کی ہدایت بخشی اور اگر اللہ، جس نے ہماری طرف رسول بھیجے، ہمیں ہدایت نہ

بخشتا، تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔

مکتوب: ۵۴

فنا فی الشیخ کی ترغیب کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

عظمت و کبریائی اسی کے لیے ہے[1]۔ اللہ جل شانہ، حضرت مولوی صاحبؒ کو اپنی خاص بلکہ خاص الخاص دولتِ بندگی سے سرفراز کرے، تاکہ مولائی اور مولا کے ساتھ نام میں بھی شرکت پیدا نہ ہو۔ لفظ مولا کے دو معنی ہیں اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں، مولائی کے معنی بندگی کے بھی ہیں۔ اسی لحاظ سے مولانا رومؒ نے، خدا اُن کے راز کو پاک کرے، فرمایا ہے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

ترجمہ: مولوی رومیؒ کو اس وقت تک ملک روم کی سرداری نہ ملی جب تک وہ شمس تبریز کا غلام نہ بن گیا۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی خاص الخاص بندگی، بندے کے لیے فنا فی الشیخ کے اندر پوشیدہ ہے، یہ جوہر بہت نایاب ہے اور بہت کم لوگوں میں یہ جوہر رکھا گیا ہے۔ اور اگر اکثر مریدوں میں اطاعتِ شیخ یعنی فنا فی الشیخ کی استعداد پائی جاتی ہے، تو وہ اس لیے ہے کہ انہیں امامت حاصل ہو اور لوگوں میں حکمرانی مل جائے۔ اور یہ شرکِ خفی ہے، اللہ سبحانہ، ہمیں اس سے بچائے۔

آپ کے مکتوب گرامی کے آنے سے اس فقیر کو جمعیتِ خاطر نصیب ملی اور آپ کی طرف سے یاد آوری اس گنہ گار کے لیے تعریف کا باعث بنی۔ میرے عزیز

---

[1]: کبریائی میری چادر ہے۔ عظمت میرا تہ بند ہے۔ جس کسی نے ان دونوں میں سے کوئی شے چھیننے کی کوشش کی، میں اسے عذاب دوں گا۔

کہ نیستی مطلوب ہے اور وہ اپنے شیخ کی اطاعت میں اسی کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا، نیستی اور شے ہے. اور فنائے حقیقی اور شے ہے. ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے. میری طرف سے دُعا ہے، قبولیت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے. مخصوص اوقات میں اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں۔ اور ظاہری رابطہ میں بھی کہ ہمارے درمیان ہے، یاد کرتے رہیں. والسلام والاکرام.

مکتُوب : ۵۵

فضیلت مآب مشیخت پناہ شیخ محُمّد اکرم جُیُو کی خدمت میں لکھا گیا.

وہ جو چاہتا ہے، اپنی قوّت سے کرتا ہے، کیونکہ وہ قوی و عزیز ہے. وہ اپنی حکمت سے جیسا چاہتا ہے، تدبیر کرتا ہے، کیونکہ وہ باخبر حکمت والا ہے. جب وہ کچھ کرتا ہے، تو اس کے بارے میں مت پُوچھو، کیونکہ وہ اپنے ملک میں حکم چلاتا ہے، اور ہر شے کو حکمت سے بناتا ہے. اس لیے مالکِ حقیقی اور حکیم قدیمی سے اس بارے میں کوئی سوال نہ ہو. عاشقوں کے دل محبُوبوں کے ہجرت کر جانے سے زلزلۂ فراق سے متزلزل و حیران ہیں. اللہ سبحانہٗ تعالےٰ نے وصل اور ہجر کے بارے میں جو کچھ تخلیق کیا ہے، اسے ماننا پڑتا ہے.

صدق دل سے محبّت کرنے والے، خلوصِ نیّت رکھنے والے، گہرے حقائق سے جو طریقۂ احسنیہ کے علوم کے ہیں، واقفیت رکھنے والے اور صاحب شریعت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کے علوم میں فضیلت رکھنے والے میرے بھائی کو جو آیت کریمہ "اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ شرف والا وہ ہے، جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے" کے کلام کے زیور سے آراستہ ہے. اللہ تعالےٰ اس کو کمال تقویٰ کے زیور سے آراستہ کرے اور اس تجلّی سے

جو صاحبِ طریقۂ احسنیہ نے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی ہے۔ اس پر بہتریں سلام۔

سلامِ فقیرانہ کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ آپ کے خط سے، جو اخلاص کے معنی کے موتیوں اور خصوصیت کے گوہروں سے بھرپور تھا خیریتِ حال معلوم ہوئی اور فرقت زدہ دلوں نے راحت پائی۔ گویا آدھی ملاقات میسر ہوگئی۔ لیکن اس بات پر تعجب ہوا کہ زیارتِ حرمین شریفین سے اتنے سال تک فوائدِ معانی حاصل کیے، لیکن ان حقائقِ اصلی کے بارے میں، جو ان مقاماتِ متبرک سے حاصل ہوئے، ایک رتی بھی قلم کے سپرد نہیں کیے۔ اگرچہ قلم حقائق کی تصویرکشی سے عاجز ہے، لیکن عظمتِ شان کے باوجود اس عبارت میں بھی اس کے ظہور کا کچھ بیان ہے اور اسے جاننے والے تصویرِ قلمی کے مطالعے سے ظاہری تصویر کے بغیر حقائق معلوم کر لیتے ہیں۔

جس وقت اللہ تعالےٰ کا کلام اپنی پوری آزادی کے باوجود، ہمارے حافظے میں، ہماری تقریریں، ہماری قرأت میں اور ہمارے مکتوب کی کفایت میں، بے حلول اور قید ہوتا ہے اور اس کی آزادی کے باوجود تحقیق کرنے والا اس سے صرف فائدہ حاصل کرتا ہے، اس کے بیان سے تحقیق شدہ معلوم حقائق، لکھے ہوئے معلوم و متحقق بیان کی طرح یقیناً نہیں ہوتے۔ اس لیے یقیناً کہے معلوم کردہ حقائق بے مکتوب بھی ہوتے ہوں گے۔ اور اس حکم کے مصداق کہ "ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے" دونوں اطراف کی تحقیق، دونوں طرف کے آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے اور ہر طرف کی تحقیق قابلِ شکر اور قابلِ اصلاح ہوتی ہے۔

عزیز باتمیز، صاحبِ فضیلت و کمالات، عالی مرتبہ شیخ نعمت اللہ ملقب بہ سلیمان، جنہوں نے کئی ماہ سے طریقہ احسنیہ کی کئی ضروری کتب کے مطالعہ سے فضیلت حاصل کی ہے۔ وہ حرمین شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں یا نہیں

ملاقات اور آپ کے پُرخلوص مراسلے کے مطالعہ کے بعد وہ بڑی محبت سے پیش آئے، اس ملاقات کے بعد حاجیوں کے طریقہ کی ضرورریات کا ذکر ہُوا۔ جن کی وضاحت سے انھوں نے کوئی دریغ نہ کیا، وہ بڑی خوش خُلقی سے بات چیت سے لوگوں کو مائل کرتے ہیں، تاکہ اُن کی صحبت کا شکریہ ادا کیا جائے۔

مکتوب: ۵۶

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک عرضداشت۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے، جس نے اپنا بھید[1] انسان کی حقیقت کے ساتھ ظاہر کیا اور اس پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے، جو اللہ کے نور سے ہے، اور جس کے نور سے اللہ تعالےٰ نے دونوں جہانوں کو پیدا کیا۔ اے لوگو! اس ذات پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔ اے میرے اللہ! اس ذات پر صلوٰۃ وسلام بھیج۔ اس کی بزرگی میں اضافہ کر، اسے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر۔ اسے برکتیں دے، جو عرب وعجم کا سب سے زیادہ سعادت مند ہے، امامِ کعبہ وحرم ہے، علم وحکمت کا منبع ہے، خُلق واحسان اور سخاوت وکرم کی کان ہے، جو عرش ولوح کا مظہر ہے، جو کلامِ قدیم کا ترجمان اور معلّم ہے۔ جو ہمارا سیّد، ہمارا رہبر، ہمارا شفیع ہے، جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے صلوٰۃ وسلام ہو تم پر اے احمد۔ اے اللہ کے حبیب، تم پر صلوٰۃ وسلام۔ اے حمید، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کی دلیل، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کے برگزیدہ حامد، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کے دوست محمود، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

اے اللہ کے رسُول تم پر صلوٰۃ وسلام۔

اے مخلوق میں سے سب سے زیادہ فیاض ، دنیا کے عطیہ میں سے مجھ پر مہربانی فرما، اس دنیائے حوادث میں آپؐ کا وجود ہی کافی ہے۔ مجھ پر ٹوٹ پڑنے والے حوادث آپؐ پر اللہ کے عطا کردہ علم کی بدولت ظاہر ہیں۔ آپؐ کا یہ گناہگار غلام عبدالنبیؒ جو جنت کی آرزو میں مستغرق ہے، عاصی اور شکستہ پا ہے۔ آپؐ کے قدموں اور آپؐ کے روضۂ مبارک کی زیارت سے اب تک محروم ہے، جو سب سے زیادہ خسارہ پانے والا اور سب سے بڑا گناہگار ہے، وہ اپنے احوال کی عین حالت گناہ میں، التماس والتجا کرتا ہے کیونکہ آپؐ کا علم سب سے زیادہ وسیع اور آپؐ کا خُلق سب سے زیادہ بسیط ہے۔

میرا دینی بھائی نعمت اللہ المعرُوف بہ سلیمانؒ اپنے کمال کے ذریعے زیارتِ حرمین الشریفین کا ارادہ رکھتا ہے، چنانچہ جب اسے حرم شریف کی زیارت حاصل ہو جائے، تو اسے آپؐ کے کمالِ کرم سے اُمید ہے ، اس کی نظر آپؐ کے لطفِ کریمانہ پر ہے، تاکہ وہ ان دونوں وسیلوں کے طفیل حرم کعبہ کے جوار میں مقیم ہو اور وہاں قیام کرنے کے ثمرات سے بہرہ یاب ہو، اور اس سے زیادہ کی التجا سوئے ادب ہے۔

مکتوب : ۵۷

روضۂ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادم کے نام۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ فقیر حقیر عاصی عبدالنبیؒ کی طرف سے تسلیمات کے بعد جناب افضل الفضلا، حرم شریف کی برکات سے معمور کی خدمت میں معرُوض ہے، اور ان برکات میں سے یہ ضعیف ونحیف، حضورِ قلب

اور آدابِ حرم کے ساتھ حاضر ہے اور مہربانیوں اور بزرگوں کے ظہور کے منظہر اور ہمارے سیّد اور اشرف الاشراف سے فیض کا خواستگار ہے اور اپنے احوال کے ساتھ التماس کرتا ہے کہ یہ فقیر ولایتِ ہند میں مقیم ہے اور کثرتِ عوارض اور ظاہری جسم کی تنگ و دَو کے باوجُود شرفِ زیارت کے مرتبۂ عالی سے اب تک محرُوم ہے اور قاصر ہے۔ اور اُمید رکھتا ہے کہ اس جسمِ ظاہر کے ساتھ یہ شرف بھی کسی وقت حاصل ہو جائے گا۔ پس آپ کے حضُور میں التماس ہے کہ میرے حق میں دُعا کریں، کہ میں اپنے مقصُود کو جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، حاصل کر لوں۔

نیز میرا بھائی نعمت اللہ عرف سلیمانؒ اپنے کمال کی بدولت، حرمین الشریفین کی زیارت کے ارادے کے ساتھ حاضر ہو رہا ہے۔ پس جب اسے اپنا مقصود مل جائے اور اللہ کے فضل سے شرفِ زیارت سے باریاب ہو جائے، تو آپ کے علم و کرم سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ آپ کی اعلےٰ ہمسائگی میں قیام کرے اور ان دونوں برکتوں یعنی علم اور کرم سے استفادہ کرے، جیسا کہ کسی اہلِ کمال نے کہا ہے ؎

(ترجمہ) میں دونوں جہانوں کے غنی کے ہاتھوں سے لینے کی التماس نہیں کرتا بجز اس کے کہ میں اُسے پکڑتا ہوں، جو نیکی اور ہمت والا اور سب سے بڑا سہارا ہے۔

پس جب ذریعہ مل گیا، تو طویل کلام ختم ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کے حبیب پر درُود و سلام۔

مکتُوب: ۵۸

جناب پیرِ دستگیر مُلہم بطریقۂ احسنیہ کی خدمت میں لکھا گیا۔

شرُوع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس عالی مرتبہ کی خدمت میں، جس نے وہ طریقۂ احسنیہ معلُوم کیا، جو محبت اور محبُوبیت کے درجات سے مُلاقات

کراتا ہے۔ اے اللہ ہم اس کی تعریف کس طرح کریں، جب کہ تُو نے اُسے قطب الاقطاب کے لقب سے مخاطب کیا ہے اور جو غموں کو دُور کرنے والا ہے۔

سلام کے بعد یہ فقیر حقیر عبد النبیؒ عرض کرتا ہے کہ اپنے ظاہری اور پوشیدہ گناہوں کی شامت سے ابھی تک حضرت پیر دستگیرؒ کی زیارت کے شرف سے محروم ہوں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس گناہگار کے حق میں توجۂ کریمانہ فرمائیں گے، تاکہ رُوحانی مدد سے اس گناہگار کو توبۂ نصوح میسر ہو جائے اور تمام ظاہری اور پوشیدہ گناہوں سے زندگی کے آخری لمحات تک آپ کی توجہ کی بدولت محفوظ رہوں۔ اور توجہ مستقیم کے ذریعے جہاں تک فطری استعداد کا تعلق ہے، چہرے کی سیاہی کو دھو کر آپ کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔

میرے دینی بھائی نعمت اللہ الملقب بہ سلیمانؒ، صحیح عقائدِ شرعیہ سے آراستہ ہو کر حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ امید ہے کہ وہ روضۂ مبارک کے سامنے جاتے ہی ولایتِ حقیقی سے شرف یاب ہو جائیں گے اور قیاس و گمان کے حجابات اٹھ جائیں گے اور اس گنہگار کی طرف سے اذنِ مسلسل کی برکت سے وہ طریقۂ احسنیہ میں داخل ہو کر نسبتِ تعلیمی کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اُمید ہے کہ وہ خُدامِ خاص میں جگہ پالیں گے۔ اور انہیں خاص خصوصیت حاصل ہو جائے گی۔

مکتوب : ۵۹

فضیلت مآب شیخ موسیٰؒ ساکن ہوشیارپور کے نام۔

جناب فضیلت مآب شیخ موسےٰ جیوؒ، فقیر عبد النبیؒ کی طرف سے سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ قرآنِ مجید اور حدیثِ قدسی کے الفاظ کی قُربت کے مراتب میں،

جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں درج ہے، فرق بیان کیا جاتا ہے، لیکن اس فقیر نے اپنے قدسی اسرار عزیزوں سے جو کچھ بروئے تحقیق پایا، وہ یہ ہے: اول یہ کہ حدیثِ قدسی اللہ تعالےٰ کے کلام کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، معنوی طور پر بھی اور لفظی طور پر بھی۔ لیکن معنوی طور پر حضرت جبرئیلؑ پر، یا لفظاً حضراتِ انبیا پر القا ہوتا ہے اور پھر ان معانی کو الفاظ کے تصوری لباس کے مطابق ان بزرگوں کی جماعت کے قلوب پر الہام کے طور پر نازل کیا جاتا ہے، اور وہاں سے زبان کے الفاظ کے لباس میں ان کے علاوہ پر بھی ظہور میں آتا ہے یعنی فرشتے سے انبیا پر اور انبیاؑ سے امت پر۔ اس طرح ظاہر ہوا کہ حدیثِ قدسی کو کسی غیر کے واسطے کے بغیر القا کیا جاتا ہے۔ جس میں خصوصی اسرار کو انبیا کے قلوب اور زبان پر معنوی طور پر ایک لباس میں ظاہر کیا جاتا ہے اور قرآن مجید جو آسمانی کتابوں کو جمع کرنے والا ہے اور احادیثِ قدسیہ، اس حکم کے مطابق کہ "کتابِ مبین میں رطب و یابس سبھی ہیں"، جامعیتِ کلام کے اعتبار سے ذات، صفات، اور کمالات سے معنوی اور لفظی طور پر اسرار و بیان سے باہر ہیں، اور حکمتِ بالغہ اور صانع حقیقی کی صنعت سے، ہماری صنعت کی شرکت اور ہمارے خیالات کے تصرف کے بغیر، نوری الفاظ کے لباس میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورت کے مطابق حضرت جبرائیل کو سنائے گئے؛ جیسا کہ کہا گیا ہے " جبرئیل نے آواز سنی۔ اللہ کا کلام اور جو کچھ اللہ نے چاہا" آخر تک ــــ، وہی نورانی الفاظ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان کے مظہر الفاظ کے لباس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، اور اس میں جبرئیلؑ کا کوئی تصرف نہ تھا، سوائے اس کے کہ انہوں نے ظاہر کیے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو کسی قسم کے تصرف کے بغیر جسمانی زبان کے ذریعے امت کو پڑھ کر سنائے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نور سے، صاحبانِ بصیرت پر ان دونوں

کے مرتبہ کا فرق ظاہر ہو گیا اور چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد مرتبۂ حقیقی ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام کو سُننے کی تھی، اور تمام مراتب کو جمع کرنے والی تھی، اس لیے کسی قسم کے لباس کے بغیر، نفسِ مُدّعا وغیرہ کو دُنیاوی حد کے لباس میں اپنے سُننے کے مرتبے کے مطابق، اس بے لباس کو جس کے متعلق قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے "اور کسی بشر کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے وحی کے یا پردے کے پیچھے سے ..... الخ" سُنا۔ چنانچہ اس اِستماع کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی طرف متوجّہ تھے، اور اللہ سبحانہٗ کے فضل سے وہ اپنے اصل مرتبہ تک، جو عرش سے اُوپر ہے، عُروج کرتے ہیں، اور وہاں سے اپنے بلند مرتبے کو، جو نُورِ محمدی کا مرتبہ ہے، پہنچ کر ایسے مرتبے پر پہنچتے ہیں کہ لامکان بلکہ کل مکان، ان کے کمالات کے ظہُور کی وجہ سے دُوسرے مرتبے پر ہوتا ہے اور اس کے بعد ان کی حقیقی استعداد اللہ تعالےٰ کے فضلِ محض سے ظہُور فرماتی ہے، اور اللہ سبحانہٗ نے انہیں اپنے کلامِ پاک سے بغیر کسی وسیلے کے فیض یاب فرمایا، پس برکتیں دینے والے ربِّ ارباب نے اپنے قابلِ سماع کلام کو اس دُنیاوی لباس سے عُروج بخشا، اور اس مرتبۂ عالیہ پر، جو تمام مخلوقات کی تخلیق کے آغاز میں تھا، پہنچا دیا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ کے کلام کا یہ مرتبہ اس کی ذات سے الگ نہیں، اس لیے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ کی ذات کو کیفیت اور جہت کے بغیر دیکھا اور اللہ تعالےٰ سے لفظ اور آواز کے بغیر کلام کیا۔ اور یہ بیان اس مرتبے کے بارے میں ہے، جس کے متعلق محبّ بیان نہیں کرتا۔

مکتوب : ۶۰

سوال : اللہ دین کی طرف سے عرض کیا گیا :۔

قطعہ

اے فخرِ بشر کہ در بلاہا مددی — وز خُلقِ حسن شفیعِ ہر نیک و بدی

در چاہِ ضلالتم پریشاں حالم — فریاد رسا بگیر دستم بیدی

ترجمہ:۔ اے فخرِ بشر، تو ہی مصائب میں مددگار ہے، تو اپنے نیک اخلاق سے ہر اچھے اور بُرے کی شفاعت کرنے والا ہے میں پریشاں حال گمراہی کے گڑھے میں پڑا ہوں، اے فریاد کو پہنچنے والے مجھے ہاتھوں ہاتھ پکڑ لے۔

اگرچہ یہ حقیر شخص رتی بھر قابلیت نہیں رکھتا لیکن پھر بھی کریموں کے لیے مدد کرنا مشکل نہیں۔

جواب: اب جب کہ تم فقیروں کی صحبت میں پہنچ گئے ہو، سرِ تسلیم خم کر دو۔ ذکر و تسبیح میں مشغول رہا کرو، جو کچھ تمہارے نصیب میں ہے، اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گا۔ کام یہی ہے کہ اپنی ذات کو درمیان سے خارج کر دو۔

مکتوب: ۶۱

اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

تمام تعریف اُسی واحد اللہ کے لیے ہے۔ میرا بھائی اللہ دینؒ تکمیلِ دیں کے لیے کمربستہ رہتا ہے اور تلخی کی تیرگی سے، جو حالتِ یقین میں پوشیدہ ہوتی ہے اور ظہورِ بسط میں، جو آرام و دل جمعی کا سبب ہوتا ہے، تاخیر کی وجہ سے پریشاں نہیں ہوتا۔ محبت کرنے والے کو آرام و لذت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور اگر لذت و آرام مل بھی جائے، تو سالک کو اس استعدادِ ضعیف کو ضبط میں رکھنے کے لیے تسلی دیتے ہیں، قبضِ محمود جلال کا جلوہ ہے، جو بارگاہ کے آخر میں ہے اور واصل کو ہر قسم کی جمعیت و آرام ہے، جو سالک کی تسلی کے لیے ظہورِ جمال ہے، اسے ہٹا کر آخر کار مکمل خلوت سے

ہم کنار کرتی ہے، اور حیرت اور بے چینی میں مبتلا کر دیتی ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

بدرد و یقین پردہ ہارا خیال　　　نماند سرا پردہ إلا جلال

ترجمہ :۔ دردِ و یقین کی بدولت خیال کے پردوں کے لیے سوائے جلال کے کوئی بارگاہ نہیں رہتی۔

میں اس بات کو ذرا زیادہ وضاحت سے بتاتا ہوں کہ قبضِ محمود انتہائے نایافت کی حقیقت کا ظہور ہے اور بسطِ مبتدی، متوسط یافت کا آغاز ہوتا ہے مصرعہ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا (ترجمہ: فرق دیکھئے کہ کہاں سے کہاں تک ہے)۔ "ہر نہایت اپنے آغاز کی طرف لوٹتی ہے" کا مطلب یہی ہے۔ جب تک سالک کو لذت و جمعیت حاصل رہتی ہے، اُسے فنا سے کوئی غرض نہیں ہوتی، اگر فنا ہو بھی، تو وہ محض خیالی ہوتی ہے، کیونکہ بشریت کا تتمہ اس کی بغل میں ہوتا ہے اور فنائے حقیقی میں بشریت کا معدوم ہو جانا موجود ہوتا ہے، جو جلال کی سطوتوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ پس سبحان اللہ۔ اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا، کہ محبت کرنے والے کے لیے حقیقی جمعیت خاطر، اسی جمعیت میں ہے اور وہ حیرت و سرگرانی ہے۔ جس نے چکھا نہیں اُس نے سمجھا نہیں۔

فائدہ: اے سعادت مند النفی و اثبات کے بارے میں تحقیق کی خاطر لکھا گیا ہے، اس عبارت کو سمجھ کر اس پر عمل کرے ؎

تا بجاروبِ لا نروبی راہ　　　نرسی در سرائے إلا اللہ

ترجمہ: جب تک تو راستے کو لا کے جھاڑو سے صاف نہیں کرے گا، الا اللہ کے گھر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

لفظ "لا" سے نفس کے مقام سے، جو زیر ناف ہے، خیالات کے گرد و غبار

کو، جو جھوٹے خدا ہیں، دائیں بائیں سے سمیٹ کر، اور اس میں ضمناً جو خباثتِ نفس داخل ہو گئی ہو، جس نے دل اور رُوح کو اپنا محکوم بنا لیا ہو، اُسے اکٹھا کر کے راز کے مقام پر، جو سینہ ہے، راز کے سامنے جو تمام مراتب کا سردار ہے، حاضر کر کے، وہاں سے خفی اور اخفی کے مقامات تک جو علے الترتیب پیشانی اور دماغ ہیں، لے جا کر "لا" کے جھاڑو کے نیچے، جھوٹے خداؤں سے جو کچھ جمع ہو چکا ہو، دائیں طرف مُنہ کر کے پشت کی طرف پھینک کر دستِ ہمّت کو توحید کے الف سے مضبُوط کر کے، "اثبات" کے الف سے دل پر شدّت کی بخشش سے، لام کے ساتھ ملا کر ضرب لگانی چاہیے۔ چونکہ ایک دفعہ کی جا رُوب کشی سے، یعنی بار بار کرنے کے بغیر، کام مکمل اور راہ صاف نہیں ہوتا، اس لیے حبسِ دم کو، جو مختلف خداؤں کے ذرات کو، ضبط کر کے جھاڑو کی زد میں لانے والا ہوتا ہے، اختیار کر کے بار بار اس کی ورزش کرنی چاہیے، حتیٰ کہ یا تو کام مکمل ہو جائے، یا جان نکل جائے، اور شہادت حاصل ہو جائے۔

میرے عزیز! لکڑی کا جھاڑو تو محض عارضی گرد و غبار کو سمیٹتا ہے، لیکن اگر اصل غُبار کو، جو ذرّاتِ زمین پر مشتمل ہے، اٹھانا ہو، تو اس کے لیے طویل عُمر چاہیے، اور پھر یہ لکڑی کا جھاڑو تھوڑی سی مدّت بس ہی پرانا ہو کر ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اس سے معلُوم ہوا کہ جب تک سالک کو عطا کردہ جسم نہیں دیا جاتا، اس وقت تک اصل بشریت کے غبارِ غم سے رہائی نہیں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل بشریت کا زوال، عطا کردہ وجُود کے سپُرد کرنے کے بعد ہے اور وہ ولایتِ انبیا کا مرتبہ ہے۔ ان پر درُود و سلام۔ اللہ کا فضل چاہیے تاکہ وہ کمال کا دروازہ کھول دے۔ عجیب زمانہ آیا ہے کہ نفی و اثبات کا رستہ جسے گزشتہ دَور کے بزرگ پندرہ بلکہ بیس سال تک طے کرتے رہتے تھے۔ اس زمانے میں اس سے ایک ماہ کے اندر ہی بعض

کے دماغ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور بعض کی ہمت حیلہ گری کی طرف راغب ہو جاتی ہے اور نفی و اثبات کو ایک فالتو کام سمجھ کر ان کے لیے اس سے تعلق پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ مبتدی، متوسط، اور منتہی کا ایمان ہی نفی و اثبات سے ہے اللہ کسی شخص پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اس کے فضل کی اُمید، بغیر کسی بہانہ کے رکھنی چاہیے اور طاقت کے مطابق کوشش کرتے جانا چاہیے۔

فضیلت مآب، شیخ بدرالدینؒ اور فقرا کی تمام جماعت کو اور فقیرزادوں کو اس احقر کی طرف سے سلام و دعا کہیں، تاکہ 'بے حیثیتی' سے 'حیثیت' کی حالت میں آجائے۔

مکتوب : ۶۲

حقائق و معارف سے آگاہ حاجی محمد امینؒ کے نام۔

حمد و صلوٰۃ اور سلام کے بعد جامع علوم حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مکتوب شریف کے ملنے سے عزّت افزائی ہوئی۔ اس مکتوب نے دقیق نکات سے مطلع کیا۔ حضرت مجددؒ کے ایک مکتوب کے بعض معانی کی تحقیق کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔

وصولِ نظری اور وصولِ قدمی میں فرق پوچھا گیا ہے۔ مجھ جیسے کم فہم اشخاص کو اتنی ہمت کہاں، کہ اپنے خط میں ان دونوں کے درمیان، جو فرق ہے، اُسے بیان کر دوں۔ اور اس بیان کی شرح کروں۔ لیکن ضرورت کے ماتحت اپنی ناقص سمجھ کے مطابق عرض کیے دیتا ہوں۔

یہ بات واضح ہے، کہ 'سلوکِ صوفیہ' سے مراد 'علمی حرکت' ہے، زمین یا آسمان

کے فاصلے طے کرنا نہیں، کیونکہ "بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، خواہ ہم کہیں بھی ہوں"۔ اور علمی حرکت سے مراد علم کو تاریکی کے بعض ان پردوں سے نکالنا ہے، جو علم کے ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں، اور اس تک رسائی کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے وسیلے میں "اصل زعم" (قیاس اصلی) حائل ہوتا ہے۔ لیکن تیرگی کے پردوں کو چاک کرنے والے نورِ علمی کے دو درجے ہیں۔ ایک یہ کہ کیا یہ شخص اس مرتبہ کا اہل ہے کہ وہاں اقامت کر سکے؟ دوسرا یہ کہ استعدادِ عالی کے مالک کو بغیر اس کے کہ ابھی اُسے اس مرتبہ سے نکل جانے کی قوت عطا ہو، اس پر اس مرتبے کے اُوپر سے جلوہ دکھاتے ہیں اور اس کے فوراً بعد یا کچھ عرصہ بعد اسے پھر پہلے مرتبے میں لے جاتے ہیں اور اس سے چھپ جاتے ہیں یا اس سے تھوڑی سی آگاہی رکھتے ہیں، حتیٰ کہ یہی آگاہی اسے کھینچ کر اُوپر لے جاتی ہے، چنانچہ وہ وصولِ مقامی جس کا یہ شخص اہل اور جس میں قیام کرتا ہو، وصولِ قدمی ہے اور جس وصولِ مقامی کو اس نے جلوہ کے ذریعے دیکھا ہو، وصولِ نظری ہے۔ چنانچہ معلوم ہونا چاہیے کہ عرُوج کے مراتب میں جب تیرگی کے پردوں کو پُوری طرح دُور کرنا حاصل ہو جائے اور کسی تیرگی کے شائبہ کے بغیر اصل الاصُول تک رسائی ہو جائے، تو اس عرصہ میں وصولِ نظری سے جو عرُوج کے وقت حاصل ہو جائے، فارغ ہو جائے، وصولِ نظری کیلئے جو نزُول کے مراتب میں رونما ہو، تیار ہو جائے۔ پہلے وصولِ نظری میں "میں اللہ اللہ کی طرف سَیر ہے اور دوسرے وصولِ نظری میں اللہ سے اللہ تک کی سیر اشیاء کے اندر ظہور فرماتی ہے۔ اس لیے اصحابِ عرُوج میں اسی نسبت سے فرق ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اصحابِ نزُول آپس میں فرق پیدا کرتے ہیں جیسا کہ ان مراتب والوں پر مخفی نہیں، پس خواہ یہ نظری اوّل ہو خواہ نظری ثانی، اس کا حامل دُور سے جلوہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ صاحب قدم، حق الیقین کا مالک ہوتا ہے اگرچہ

وہ نبی ہو۔ اور صاحبِ نظر عین الیقین یا علم الیقین کا مالک ہوتا ہے اور صاحبِ عُروج کو حقیقی حق الیقین کا حصول تمام نیرگیوں کو دُور کرنے کے بعد متحقق ہوتا ہے، اور صاحبِ نزُول کو حق الیقین کا حصول اس ساری جہالت کے دُور ہونے کے بعد ہوتا ہے، جو حقائقِ اشیا کی تفصیل میں حائل ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلا، کمال کے حساب سے ولایتِ انبیا میں رکھی ہے اور دوسرا، کمال کے حساب سے نبوّتِ انبیا میں اکمل ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب : ۶۳

حضرت پیرِ دستگیرؒ کے ارشادِ الہامی کی تحقیق میں۔

حضرت پیرِ دستگیر بنوریؒ کے الہامی ارشادات کی تحقیق میں، جن کے کمالات کے نُور کی بدولت قصبۂ بنوڑ، پُرنور ہے اور جہاں کے نُور کی وجہ سے انشا اللہ اطرافِ عالم، قیامت تک منوّر اور مسرّت آمیز رہیں گے۔ اور اس کی سُرور آوری پر مجھے بھی فخر ہے" بلکہ ہر اس کو ہے، جو حُور و قصُور کا وارث ہے۔ نفس، بدن کی روح سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی انسانی رُوح، عالمِ ارواح میں اپنی انتہائی لطافت کے ساتھ موجود تھی۔ اور جو کچھ اس کی نُوراتی قابلیتوں کا تقاضا تھا، ان کی انتہائی پوشیدہ لطائف کی بدولت عناصرِ اربعہ عرش کے نیچے غیر مفصلہ پیدا تھے اور ان کی تیرہ اور مفصلہ حیثیات کی وجہ سے کمالات کا ظہور مخفیہ تھا، اور ان دونوں مرتبوں کی تخلیق یعنی رُوح اور عنصر، اللہ تعالےٰ کی حکمتِ بالغہ سے حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے مراتب کے ظہور اور جلوہ گری کے لیے تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے پہلے عنصرِ مجمل کو آسمانِ دنیا کے نیچے الگ کیا اور جب ہر رُوح کے خاص بدن کو ان عناصرِ اربعہ سے ترتیب دے لیا، تو روحِ مذکور کو بڑے اعزاز سے ایک معیّن

وقت پر اس بدن کے اندر پھونکا۔ ان دونوں مرتبوں یعنی روح اور بدن کے اجتماع کے بعد، اس میں ایسی قابلیتیں پیدا ہوتی ہیں جو نور کو گھٹاتی اور جسم کی تیرہ حیثیات کو بڑھاتی ہیں، چنانچہ انہیں عالمِ برزخ میں ظہور بخشا گیا اور چونکہ صرف اپنے مرتبہ کی جدائی اور تنہائی کی وجہ سے ان کی خصوصیت کا خاص ظہور تھا اور ایک کو دوسرے سے کوئی سروکار نہ تھا اور ان دونوں مرتبوں کی تخلیق میں حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کا ظہور، جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے لیے تھا، ان دونوں کے امتزاج کی ترکیب کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے ان دونوں یعنی رُوحانی قابلیتوں اور جسمانی قابلیتوں کے ظہور سے عین برزخیت میں چاند کی طرح ایک واحد صُورت میں ان دونوں مرتبوں یعنی مرتبۂ رُوح اور مرتبۂ بدن سے ایک تیسرا عالم پیدا کیا گیا اور اس کا نام نفس رکھا گیا۔ یعنی ذاتِ مقدس کا مظہرِ کامل۔ جس میں جمالی قابلیتیں ہیں، جو نُورانی مخلوقات کی موجودگی کا باعث ہیں، اور جلالی قابلیتیں بھی، جو تیرگی کی حیثیات کا مظہر ہیں، چونکہ بدن کے مکان کے اندر رُوح بالکل پوشیدہ ہوتی ہے، اس لیے اس کی قابلیتوں کا ظہور بھی پوشیدہ ہوتا ہے اور بدن کی حیثیت غالب ہوتی ہے۔ جب تک اس کا یہ استکبار دُور نہیں ہو جاتا، نفس کُفر کرنے اور حکم دینے میں لگا رہتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے فضلِ عام سے نُورِ جمال یعنی صفاتِ لطیفہ کا ظہور ہوتا ہے، تو پھر تیسرا حصہ یعنی انانیت و تکبّر زوال پذیر ہو جاتا ہے اور نُورِ ایمانی سے مومن کا سینہ کُھل جاتا ہے اور نفس کے اس مقام کو ملامت سے یاد کیا جاتا ہے۔ (یعنی نفس امّارہ، نفس لوامّہ بن جاتا ہے اور دنیاوی خواہشات رکھنے کی بجائے گناہوں پر ملامت کرتا ہے)۔ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس ظہورِ عام کے بعد، ظہورِ خاص سے اُسے حقیقتِ انسانی کی خلعت پہناتا ہے اور جو کچھ جاننے کے قابل ہے اُسے بتاتا ہے، اور اس کے

باقی دو حصوں کی پرورش کی جاتی ہے، تو اُس وقت نفس کو نفسِ مُلہمہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ مرتبہ ولایتِ اولیا تک کا ہو سکتا ہے اور چونکہ اولیائے امت کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی واطاعت میں نبی کی ولایتِ معصومہ کے کمالات میں سے حصہ حاصل ہوتا ہے، اگرچہ حصہ ملنے کے بعد وہ نہ تو معصوم ہو گا اور نہ معصوم جیسا، اس لئے اللہ تعالےٰ، سنت کی پوری پوری پیروی کرنے کے طفیل، اُسے نُور سے منور اور پُر کر دیتا ہے اس مقام پر اس ازلی نیک بخت کو نفسِ مُطمئنہ کہتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اے نفسِ مُطمئنہ! اپنے ربّ کی طرف اس طرح لوٹ کہ تو ربّ سے راضی ہو اور ربّ تجھ سے راضی ہو۔

میرے عزیز! اس وقت یہ نادرِ زمانہ، نفسِ لطیفہ قابلِ تعریف و مدح ہو گا۔ کیونکہ جاہلیت کے وقت تمام رُوحانی لطائف پر اسمائے قہریہ کے مظہر کے قریب ہونے کی وجہ سے عناصر کو غلبہ حاصل تھا، اس وصل کے عالم میں دوریاں دور ہوتی جاتی ہیں۔ ایسے وقت میں کمال اطمینان کے بعد اسمائے لطیفہ کا مکمل مظہر ہونے کی بدولت، جو اس کی تخلیق کا مقصود ہے، وہ ذاتِ مقدس سے واصل ہو جائے گا۔ اور اس پر قربتوں کا دروازہ کُھل جائے گا۔ اس مقام پر اس حدیث کا مفہوم سمجھنا چاہیے کہ تمہارے جاہلیت کے نیک، اسلام کے بھی نیک ہوں گے ـــ اگر غور کیا جائے!

مکتوب: ۶۴

حاجی الحرمین حاجی محمدؐ امینؒ کے نام۔

حاجی الحرمین الشریفین حاجی محمدؐ امینؒ کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے۔ میں نے ایک سابقہ مکتوب میں لکھا ہے کہ کلمۂ صاحب نظر، حق الیقین نہیں، بلکہ

میں نے صاحبِ قدم اہل حق الیقین، صاحبِ نظر اہلِ عین الیقین یا اہلِ علم الیقین لکھا ہے اور چونکہ صاحبِ نظر کے لیے تتمّۂ سلوک باقی ہوتا ہے اور عین الیقین اور علم الیقین والے دونوں راہ میں ہوتے ہیں، اس لیے لاچار وہ ان دونوں میں سے ایک ہوگا۔ اور اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور وہ جو حضرت مجدّد رح نے مکتوب میں لکھا ہے، برحق لکھا ہے اور اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ ایک اصول ہے کہ سالک کو عروج کی راہ میں جو تفاصیل پیش آتی ہیں، اور جب وہ تیرگیوں سے گزر کر اصل تک پہنچ جاتا ہے، تو ایسے مقام پر حق، حق کی طرف ترقّی کرتا ہوا بڑھتا ہے۔ اگرچہ اس کی ابتدا سلوک یا جذبہ سے ہوتی ہے لیکن جذبہ و سلوک کے مرحلے طے کرنے کے بعد حق تک پہنچ جاتا ہے جبکہ ترقّی کا تتمّہ ابھی باقی ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ شروع سے اصل میں ہوتا ہے اور سلوک و جذبہ کو روک کر حق سے ابتدا کرتا ہے، حالانکہ اس جگہ تک پہنچنے کے لیے سلوک و جذبہ طے کیا ہوتا ہے۔ پس اس سے جذبہ و سلوک متحقق ہوگیا۔

اور مکتوب مع ہدیہ کے مل گیا، دعا اور فاتحہ پڑھی، توقع ہے کہ اس طرح معانی کی تحقیق اور بزرگوں کی عبارتوں سے آپ بہرہ یاب ہوتے رہیں گے۔ فقیر زادوں اور شیخ موسیٰ جیونؒ کی طرف سے سلام عرض ہے۔

مکتوب : ۶۵

اللہ سبحانہٗ کے کلام کی تحقیق کے بارے میں۔

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید[1]، سات حروف یعنی سات قراءتوں

---

[1] معلوم ہونا چاہیے، کہ قرآن مجید کے کلام کے سات مرتبے ہیں تین مرتبے وجوبی، اور چار مرتبے امکانی تین وجوبی مرتبے یہ ہیں۔ وجودِ کلام، نورِ کلام اور ظہورِ کلام متکلم پر، اور چار امکانی مرتبے یہ ہیں۔ اوّل نفسِ مدعا، کہ حرف و آواز اگرچہ نورانی ہوں اسکی گنجائش نہیں رکھتے۔ دوئم حرف و آواز نورانی جس سے حضرت جبرئیلؑ کو حصہ ملا، جیسا کہ کہا گیا جبرئیل نے آواز سنی۔۔۔الخ" یہ دو مرتبے اگرچہ مخلوق ہیں، لیکن ان میں کسی مخلوق کو کوئی تصرف حاصل نہیں۔ سوئم حرف و آواز حرفانی، جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا فرشتوں کی زبان میں بات کرنا جبکی سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو کوئی اطلاع نہ تھی چہارم حرف و آوازِ جسمانی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صحابہ کرامؓ سے اپنی طرف سے اضافہ کے ساتھ بیان کرنا۔

پر نازل کیا گیا ہے۔ چنانچہ تمام قاری حضرات کے نزدیک یہ تحقیق شدہ بات ہے اور اس کے معانی بھی سات طرح کے ہیں۔ اور علمائے ظاہر کے مطابق بھی یہ بات پکی ہے اور اہلِ باطن کی دو تحقیقات میں سے ایک تحقیق کے مطابق ہے اور ہفت بطن (معنی) کی دوسری تحقیق بھی اہلِ باطن کی ہے اور اس دوسری تحقیق کی تفصیل حضرت پیر بنوری قُدِّس سِرُّہٗ کے نزدیک اس طرح ہے: اللہ تعالیٰ کے کلام کے تین مرتبے ازلی اور قدیمی طور پر درجۂ وجوب میں ہیں، اور ان تینوں مرتبوں کا نام وجودِ کلام، نورِ کلام اور ظہورِ کلام ہے۔ ان تینوں مرتبوں کا متکلم اپنی تمام قابلیتوں کے ساتھ کسی اور کے وجود کے بغیر جانتا ہے۔ اور یہ تینوں مرتبے دوسرے چار مرتبوں کی مظہریّت کے ساتھ، جو مخلوق اور مُحدَث ہیں، عالمِ اصل الاصول، عالمِ انوار، عالمِ اجرام اور عالمِ اجسام میں ظاہر ہیں۔ ان میں سے دو مخلوق واسباب کے واسطے کے بغیر مخلوق ہیں، ایک نفسِ مدعا ہے جو حرف وصوت کے لباس کے بغیر ہے، نہ نورانی اور نہ غیر نورانی۔ یہ نورِ اوّل کی مظہریّت کے طفیل ہے اور مظہریّت اوّل کے ذریعے وہ تین مرتبے بغیر کسی پردے کے وجوب کے سامنے ہیں، چنانچہ اہلِ صفا پر "القاء سِرّی" (پوشیدہ القا) اس پر گواہ ہے۔ دوسرا نورانی حرف وصوت ہے، جو عالمِ ارواح میں ان مراتبِ وجوب کی جامعیت کا مظہر ثانی ہے، جسے حضرت جبرئیلؑ نے سُنا۔ چنانچہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کے کلام کو آواز سے سُنا، جیسا اللہ تعالیٰ نے چاہا، مثلاً اہلِ نور کے دل میں بات ڈالنے کی طرح، اور کلام کے چار مظاہر میں سے دو مخلوق کے واسطے سے مخلوق ہیں، ان میں سے ایک جسمانی حرف وصوت، جس کا حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ پر ظہور کیا۔ اگرچہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ظہور غیر کے واسطے سے نفسِ مُدعا کے لیے ہے، جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا، اور حدیث کہ "آدم کی بنیاد پانی اور کیچڑ پر رکھی گئی" اس مفہوم پر گواہ ہے اور دوسرے درجہ پر آنحضرت کے جسمانی حرف وصوت

ہیں، جن کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام بلند مراتب کے ساتھ اس کلام کو قیامت تک کے لیے تمام مخلوقات پر ظاہر کیا۔ پس جو کچھ ہمارے پاس محفوظ ہے، وہ مذکورہ بالا مظاہر کے طفیل ہے، وہی اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ کچھ اور نہیں اور اس کا محفوظ ہونا، قاری کی قرأت کے احاطہ سے پاک ہے۔ جس طرح ہمارے احاطہ کے باہر اللہ تعالےٰ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کو بے کم وکاست سمجھنا چاہیے۔ پس سمجھیے۔

مکتوب : ۶۶

"تحیّر فی ذاتِ سواہ" کے ضمن میں:

پاک ہے وہ ذات جس کے بارے میں کسی نے سوچ بچار کی، اور وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور پاک ہے وہ جو اپنی ذات کو چھوڑ کر اس کی ذات میں متحیّر ہے۔ یعنی اللہ سبحانہٗ کی جناب میں عین حالتِ ایمان میں مقام بلند کی "نایافت"۔ "تحیّر" کے معنی نایافت؛ (نہ پانا) ہے اس لیے نایافت سے پہلے جس کی آپ کو تعلیم حضوری تھی، اور وہ حضوری ظلی تھی اور "یافت" کے ساتھ جمع تھی اور چونکہ یافت کے معنی، ادراک (پانا) ہے اور ادراک کو اللہ تعالےٰ تک رسائی نہیں، خواہ یہ ادراک خفی ہو۔ اس کے بعد "نایافت" کی تعلیم نفیِ ذات کے لیے ادراک کا احتمال رکھتی ہے، نفیِ حضور کا نہیں، جس وقت سالک نفیِ یافت کی تعلیم کے بعد "نایافت" میں مشغول ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ حضوری کو کم کر دیتا ہے اس وقت پھر حضورِ تعلیم سے گزر کر عین نایافتِ حضور میں جو وصول سرّی کا خلاصہ اور اصلیت یا نایافت کے دائرہ میں داخل ہے، شامل ہو جاتا ہے، چنانچہ نایافت، آخرت میں روایتِ بصری حاصل کرنے کے بعد ثابت ہو جاتی ہے البتہ اس جگہ "یافت" ہے، جس کا تعلق تجلّی سے ہے، ذاتِ پاک سے نہیں۔ جب ذاتِ پاک

پاک سے تعلق ہو گیا، تو گویا نایافت کو ظاہر کر دیا گیا۔ اس لیے چاہیے کہ عین نایافت شہود میں نورِ ایمان کی بدولت اللہ تعالےٰ کی حضوری سے، جو حاصل ہونے والی یافت سے پاک ہے۔ بہرہ ور ہو کر غفلت سے احتراز کرے۔

پس تحریر: اگر کوئی شبہ ہے۔ تو انشا اللہ ملاقات کے بعد رو برُو دُور کر دیا جائے گا۔ مختصر یہ ہے کہ حضوری کی طرف توجّہ کیے بغیر محض "نایافت" میں وقت گزارنا چاہیے، یہاں تک کہ مطلوب کے بغیر توجہ قائم ہو اور حق کی حضوری غالب آجائے۔

مکتوب: ۶۷

میاں عبدالہادیؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

بے غرض دوست کی طرف سے مکتوبِ محبت آمیز نہایت اچھے وقت میں ملا مضمون سے آگاہی ہوئی۔ وبا کے پھیلنے کے متعلق لکھا گیا تھا۔ اور بچوں کی سلامتی مطلوب تھی۔ میرے مشفق! کوئی شے تقدیر سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔ اور موت ہر ایک کو ایک ایسے طریقے سے بہر حال آتی ہے، جو مقدر ہو چکا ہو۔ اس کا ٹالنا ممکن نہیں۔ ہاں اگر کم اندیشوں کی تسلی کی خاطر تعویذ یا علاج کرتے ہیں، تو یہ موت کا علاج نہیں، بلکہ وہ تسلی نامہ ہوتا ہے، جو اس کے حال کے لیے ہوتا ہے پوشیدہ امر کے ظہور کو رد کرنے کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس لیے کہ غم میں پریشان نہ ہو۔ دانا آدمی کو چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کا کوئی علاج نہیں، اس لیے وہ تعویذ طلب نہیں کرتا البتہ بعض امراض کا علاج اللہ نے دوا سے کیا ہے اور موت ہرگز کسی ایک شے میں نہیں۔ یہ ایک ہی بار ہے۔ بار بار نہیں آتی۔ ہم نے آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو خالقِ موت کے سپرد کیا۔ خدا آپ کو صبر و شکر عطا فرمائے۔

آپ نے چند مسائل کے متعلق لکھا ہے، تو میرے مشفق! فرائض ہر حالت میں فرض

ہوتے ہیں، کسی اور کی طرف سے ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتے۔ البتہ نوافل، جس کسی کے لیے چاہے، وہ اپنا ہو یا بیگانہ، خواہ تمام خواہ آدھے، خواہ تنہائی، عطا کرنے کے مطابق پہنچائے جاتے ہیں۔ اور ان کا ثواب پہنچتا ہے۔

وقتی نکاح (مُتعہ) ہمارے مذہب میں باطل ہے۔

بعض روایات میں دفن کرنے کے بعد راستے سے لوٹ کر کسی چیز سے میت کی امداد کرنا جائز سمجھا گیا ہے۔ لیکن جمہور کا یہ طریقہ نہیں۔

قبروں پر چراغ جلانا بدعت ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے، تو جائز ہے۔

جس عورت کو ایک بار دو بار، پانچ روز یا سات روز کی عادت ہو، اور بعد میں عادت سے تجاوز کر جائے، تو یہ دیکھنا چاہیے، کہ اگر مدتِ حیض اکثر اوقات کم ہو جائے، تو اس صورت میں پہلی عادت ختم ہو جائے گی اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اگر مدتِ حیض اکثر اوقات بڑھ جائے، تو پہلی عادت ہی معتبر رہے گی۔ ایامِ حیض عادت کے مطابق گنے جائیں گے۔ اور زیادتی کے دنوں کی نمازیں قضا ہوں گی اور ان کا ادا کرنا ضروری ہوگا۔ مثلاً عام عادت پانچ دن کی ہے اور بعد میں سات یا آٹھ یا دس دن میں پاک ہو اور پھر یہ عادت بن گئی۔ تو یہ تمام دن ایامِ حیض شمار ہوں گے اور باقی تمام دن ایامِ استحاضہ شمار ہوں گے۔

مُردے کے ساتھ کاغذ لکھ کر رکھنا منع ہے البتہ اگر خشک انگلی سے میت کی پیشانی یا سینہ پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنا چاہے، تو یہ برکت کے لیے ہے۔

ولد الزّنا کا جنازہ درست ہے۔

ہلال کی رات یا عید وغیرہ کے دن مبارک باد دینے کی تیاری میں غلو کرنا اور اسے لازم کرنا یا جمعہ کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا یہ تمام باتیں ممنوع ہیں اور لوگوں کو اس سے منع کیا گیا ہے ملاحظہ ہو شرحِ کافی باب "المکروہات"۔

مکتوب : ۶۸

میاں عبدالہادیؒ کے نام

برادرم میاں عبدالہادیؒ کی خدمت میں سلام۔ خط ملا۔ سفارش لکھ کر دے دی گئی۔

اور عنین (نامرد) کے بارے میں جو مسئلہ پوچھا گیا، تو عنین وہ ہوتا ہے جو عورت کے قابل نہ ہو، یا شادی شدہ عورت کے تو قابل ہو، مگر کسی دوسری عورت کے قابل نہ ہو۔ اس لیے اگر عنین خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دے، تو اس پر پورے حق مہر کی ادائیگی لازم ہے اور عدت واجب ہو گی اور اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت مجامعت کا انکار کرے، تو اگر وہ کنواری ہے، تو دوسری عورتیں اس کا ملاحظہ کریں، اگر اس کا کنوارپن زائل ہو گیا ہو، تو پھر مجامعت ثابت ہو گئی اور اگر عورت کنواری نہ ہو، تو پھر شوہر کی بات یا قسم مانی جائے گی۔ خلوتِ صحیحہ وہ ہے کہ عورت جو مرض سے اور حیض سے پاک، رمضان کے سوا دوسرے ایام میں اپنے شوہر کے ساتھ کسی خالی مکان میں، جہاں کوئی دوسرا نہ جا سکتا ہو، رہے۔ یہ خلوت حکمِ مجامعت رکھتی ہے اس لیے عدّت کے ایام لازمی ہیں۔

مکتوب : ۶۹

اللہ سبحانہ کی ذات وصفات کے مرتبہ کی تحقیق میں۔

اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کا مرتبہ اپنے تمام ذاتی اور صفاتی کمالات کے ساتھ ازلی و ابدی ہے اور ذاتی وصفاتی شانوں کے کمالات کے اسرار پوشیدہ ہیں اور صرف اللہ تعالےٰ کی بلند ذات کو معلوم ہیں، اور کوئی شے اس کی ذات سے دُور اور اس کی معلومات سے پرے نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے یہ مرتبے مختصر یا تفصیل کے

ساتھ ظہورِ خارجی کے لیے کسی شے کے محتاج نہیں، اور اس کے حُسن کا تقاضا اس کی ہر صفت اور ہر شان کے بارے میں عالم و بصیر ہے، لیکن چونکہ ہر صفت کا حُسن اپنی ظاہریّت کے باوجُود، خارجی ظہور کے تقاضا کرنے کی حد تک اللہ سبحانہ کے علم میں ہے، اور ہر صفت کے حسن کا یہ تقاضا ظہُورِ اظہر کا مقتضیٰ کہلاتا ہے، اس لیے اپنے انتہائی استغنا کے باوجُود، اس نے ذاتی و صفاتی شانوں کے اقتضا کے مطابق اپنے خارجی اور عدم سے وجود میں آنے والے مرتبے کو اس عالمِ شہُود میں ظاہر کیا۔

جاننا چاہیے کہ اللہ سبحانہ' کی صفات کے دو مرتبے (پہلو) ہیں۔ ایک لطیفہ اور دوسرا قہریہ۔ حُسنِ صفاتِ لطیفہ کے تقاضے کے مطابق، اس کے مظاہر دنیا میں ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اس دنیا میں ایمان و اطاعت اور اوامر کی تعمیل اور نواہی کے اجتناب میں سے جو کچھ ہے، وہ سب حُسنِ صفاتِ لطیفہ کا ظہور ہے اور اس ظہُور کی جزا آخرت میں جنّت الفردوس میں مستقل قیام اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے، اور اس مقام کی تمام نعمتوں میں افضل و اعلیٰ نعمت، اللہ سبحانہ' کا دیدار ہے۔

اسی طرح حُسنِ صفاتِ قہریہ کے مظاہر بھی اللہ تعالےٰ نے دنیا میں پیدا کیے ہیں، چنانچہ جو کچھ کُفر اور گناہ اور اللہ کے حکم کی نافرمانی وغیرہ دنیا میں ہے، وہ سب حُسنِ صفاتِ قہریہ کا ظہور ہے اور اس ظہُور کی جزا کے مراتب آخرت میں جہنّم میں مستقل ٹھکانہ اور طرح طرح کے عذاب ہیں، اور ان میں سے سب سے بڑا عذاب اللہ سبحانہ' کے دیدار سے محرُومی ہے۔

اے عقل مند باخبر دار۔ اگر تو اس ذاتِ پاک کی صفاتِ لطیفہ کے حُسن کمالات کے کا مظہر ہے، تو اس معرفت کو عرفاں کی نظر سے دیکھے گا اور قدم کو شریعت کے سیدھے راستے پر رکھے گا، ورنہ عین معرفت میں استقامت کے بغیر ظہورِ قہریہ کے سیدھے

راستے پر اپنے آپ کو الحاد کے گرداب میں پائے گا۔

الغرض مُلحد صفاتِ قہریہ کا ظہور ہے اور عارفِ صفات لطیفہ کا ظہور۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے ربّ کی تربیت سے ہٹنے کا چارہ نہیں اور اس سیاہ جنوُں کے ثمرات سے خلاصی نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات، اس فیض بخشی اور عدم اور مظاہر کے قریب ہونے کے باوجود مظہر میں حلول کرنے سے پاک اور مبرّا ہے پس اسے سمجھئے۔

فائدہ:۔ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے اپنے اللہ کو پہچان لیا اس سے کوئی شئے پوشیدہ نہیں، یعنی اسے معرفت میں کسی شئے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

فائدہ:۔ تیرے دو دانتوں کے اوپر تیرے دو فرشتوں (کرامٌ کاتبین) کی نشست گاہ ہے، تیری زبان اُن دونوں کا قلم ہے اور تیری تھُوک ان کی سیاہی، چنانچہ وہ پوری حکمت سے تیری زبان اور تیری تھُوک سے تیرے اچھّے اور بُرے اعمال کو لکھتے ہیں۔ ان میں سے تیری کوئی شئے نہیں۔ اور تو نے فرشتوں کے قدوقامت کے بارے میں سُنا ہوگا، لیکن اس عظمت وجلال کے باوجود تیرے دو دانتوں کی تنگ جگہ میں انہوں نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے، اور تجھے کچھ محسُوس نہیں ہوتا۔

چنانچہ ان لوگوں پر حیرت ہے، جو اس آیت کے مفہوم "حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ" (حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے) کو اللہ تعالےٰ کی قُدرت سے بعید سمجھتے ہیں، اور عقلی محال کو خدائی محال قرار دیتے ہیں۔

اے مومنِ سُنّی۔ آگاہ رہ۔ کہ ہم بندوں کے ساتھ قبر، عذاب اور حساب اتنا نازک اور پوشیدہ ہے کہ حساب وعذاب کا معاملہ عام انسانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور حساب کے معاملہ میں قبر کی زندگی اسی طرح ہے، جس طرح دنیاوی زندگی میں بیداری ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی مُردہ شخص کی قبر پر کوئی جانور بیٹھ جائے تو صاحب

قبر جانتا ہے کہ وہ جانور نر ہے یا مادہ۔ جو لوگ قبر کے معاملے کو ایک محسوس معاملہ نہیں پاتے، وہ فطری جہالت سے لاچار ہو کر اس معاملہ کو خواب کی طرح خیال کر لیتے ہیں، اور اس عقیدے کی وجہ سے اہلِ سنّت والجماعت کے مذہب سے دُور ہو جاتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں معلوم نہیں۔ ہم اس جہل مرکب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کرے، اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔

مسئلہ: حمل خواہ لونڈی کا ہو یا شریف خاتون کا، جب تک اس میں جان نہ پڑے، اس کا ضائع کیا جانا جائز ہے۔ لیکن جب اس میں جان پڑ جائے، تو پھر اس کو ضائع کرنا منع ہے۔ لیکن اس زمانے میں بعض عُلما نے کہا ہے کہ یہ فساد کا زمانہ ہے۔ اکثر اولاد بدکار ہوتی ہے۔ اگر جان پڑنے کے بعد بھی حمل ضائع کر دیا جائے تو جائز ہے۔ لیکن پہلی بات پر ہی عمل کرنا چاہیے یعنی جان پڑنے کے بعد ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کسی دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا ہے، تو حمل کا ضائع کرنا بالکل درست نہیں، خواہ اس میں ابھی جان نہ پڑی ہو۔

مسئلہ: کسی شے کا جو وزن میں برابر ہو، ہاتھوں ہاتھ اُدھار لینا دینا جائز ہے۔ لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ دو ماہ کے بعد اس سے اعلیٰ ادا کروں گا درست نہیں، کیونکہ یہ سُود ہے۔ الغرض ایک جنس میں زیادتی اور دوسری طرف سے وعدہ، دونوں منع ہیں۔ خواہ وزن میں برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن ایک چیز کا لینا اور دوسری کا وعدہ کرنا ایک ہی جنس میں منع ہے۔ اور دوسری جنس میں ایک طرف سے زیادتی جائز ہے۔ تاہم اُدھار اس وقت جائز نہیں، جب کہ دونوں وزن یا پیمائش میں برابر ہوں۔ اور اگر دونوں غیر جنس ہوں، ایک پیمائش میں اور دوسری وزن میں تو پھر اس طرح کا اُدھار جائز ہے۔

مسئلہ: سوتے وقت اگر قرآن مجید پاؤں کی طرف ہو، اور وہ انسان کے

قد کے برابر بلند ہو۔ تو پھر سونا جائز ہے اور اگر بلندی اس سے کم ہو۔ تو جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی صاحبِ ایمان سویا ہوا اور نماز کا وقت ہو جائے، تو اسے بیدار کرنا جائز ہے، اگر اس کی مرضی معلوم ہو۔ ورنہ اسے بیدار کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی مرضی یا غیر مرضی کا علم نہ ہو، تو اسے آخر وقت تک نہ جگائے۔ اور اس کے بعد اُسے جگا دے۔

مسئلہ:۔ اگر غسل خانہ کی چھت ہو، تو اس میں ننگے بدن ہونا اور غُسل کرنا جائز ہے۔ اگر اس کی چھت نہ ہو، تو اختلافِ روایت سے مکرُوہ ہے، البتہ دونوں حالتوں میں بات کرنا منع ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ کے وقت پاؤں کی انگلیوں کا رُخ قبلہ شریف کی طرف نہ ہو، تو ایک روایت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کے عُرف یا ذات کی وجہ سے حقیر جانے اور کہے کہ فلاں جولاہا ہے اور فلاں موچی ہے، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ نہیں مرا، جو مر گیا۔ ہاں البتہ وہ مر گیا جس نے موت سے پہلے موت کی آرزو کی۔ اگر وہ نیک ہے، تو وہ اپنی نیکی کی طرف جائے گا، اس لیے اس کی تدفین میں جلدی کی جائے اور اگر وہ گنہ گار ہے، تو بھی جلدی کی جائے، تاکہ اس کے گنہ کم ہوں۔

مکتوب: ۷۰

ایک عزیز کو ان ابیات کے جواب میں لکھا گیا:۔

چشمِ چشمانہ تواند دید نت ۔۔۔ در خیال آرد غم و خندید نت

ترجمہ:۔ ان آنکھوں سے تیری آنکھیں دیکھی جا سکتی ہیں، لیکن پھر اپنے غم اور تیری ہنسی کا خیال آتا ہے۔

من چہ باشم لائقِ ایں وصفِ پاک　　عاصیم، حیران ولاملجا سواک

میں اس پاک صفت کے لائق کہاں ہوں؟　　میں ایک گنہ گار ہوں جس کی پناہ تیرے سوا کہیں نہیں

خاک رابرداشتی از زیرِ پائے　　خود نہادی بر سرِ گنگ علا

تو نے اپنے پاؤں کے نیچے سے مٹی کو اٹھایا　　اور پھر اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا

نیاز مندانہ سلام اور مطالعۂ مکتوبِ گرامی کے بعد عرض ہے کہ اس مکتوبِ گرامی کا بیان اس سیہ رُو گنہ گار کے لیے ایک شہادت ہے اور دعا ہے۔ حضرت مولانا رومؒ کے بیت کے معنی خُوب لکھے گئے ہیں، لیکن دوسرے مصرع میں صرف تائے (ت) موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ اس کے معنی بہت عُمدہ ہیں اور میرے ناقص ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ پہلا مصرع استفہامیہ انکاری ہے۔ اور جس وقت عاشق نے اپنی آنکھوں سے اپنے جسم کو محروم پایا، تو مجبوراً تسلّی کے لیے غم اور خندۂ معشوق کا خیال کیا۔ یعنی اس کی ناراضی اور خوشی کے بارے میں خیال کرتا ہے اس لیے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ میری آنکھوں میں یہ بساط نہیں تاہم ناراضی و رضامندی کا مشاہدہ، جو بیم و رجا کا ثمرہ ہے۔ خیال میں لاتا ہوں تاکہ میں ان دونوں باتوں سے محروم نہ رہوں۔ چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے ؎

از ہر چہ در خیال، خیالِ تو خوشتر است　　وز ہر چہ در وصال، وصالِ تو خوشتر است

ترجمہ: جو کچھ بھی میرے خیال میں ہے، اس میں سے تیرا خیال ہی سب سے اچھا ہے، اور جو وصال بھی ہے، اس میں تیرا وصال ہی سب سے اچھا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ صحیح کیا ہے۔

مکتوب: ۱۷

صاحبزادہ میاں عبدالمجیدؒ کے نام لکھا گیا۔ ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد   فدائے یک تنِ بیگانہ، کآشنا باشد

ترجمہ: سینکڑوں رشتہ دار جو خدا سے بیگانہ ہوں، اس ایک اجنبی پر قربان، جو اللہ سے آشنا ہو۔

اے برخوردار، عزیز القدر، اس ملک کے لوگ اس طرح قربان و فدا ہیں اور یہاں کے صالح لوگوں کی ایک جماعت دن رات اللہ کی یاد میں اس طرح مصروف ہے، کہ میرا ان سے جُدا ہونا، جان سے جانے کے برابر ہے۔ بہر حال چونکہ دُور رہنے والے رشتہ دار بھی دُنیاداری کی وجہ سے خواہش رکھتے ہیں، اس لیے آنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، ایک ذاتی سبب کی وجہ سے پانچ چھ دن کے لیے رُک گیا ہوں۔ لہذا صاحبزادہ کو یہ خط لکھا ہے کہ آپ اتنے دن میرے غریب خانہ کو اپنے مبارک قدموں سے سرفراز کریں۔ اس طرف آنے کا ارادہ نہ کریں، اور آپ کو چاہیے کہ ہر طرح ان کی خدمت میں رہیں۔ اور آداب بجا لائیں۔ اس فقیر میں اتنی طاقت کہاں، کہ تشریف آوری کی خبر سُن کر رُک جاتا، لیکن ایک وجہ سے چند روز رُکنا پڑا ہے انشاءاللہ ان پانچ چھ دِنوں کے بعد خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ شیخ عبدالغنی جیوؒ اور شہر یار جیوؒ اور تمام حاضرینِ مجلس کی طرف سے دعا و سلام۔

مکتوب: ۷۲

میاں محمد فاروقؒ کے نام لکھا گیا۔

؎ گر شود عالم پُر از خوں مالا مال!   کے نترسد اہلِ حق غیر از جلال؟

(ترجمہ) اگر ساری دنیا بھی خُون سے لبریز کیوں نہ ہو جائے، اہلِ حق سوائے اللہ کے جلال کے اور کسی سے کہاں ڈرتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات کا ظہور اللہ تعالےٰ کے جلال کی تجلیات ہیں۔ جو لوگ اوامر کی پابندی اور نواہی سے پرہیز نہیں کرتے،

ان کی تنبیہ کیلئے اللہ تعالےٰ کے جلال کی ایسی شکلیں ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ تاکہ ان کے ظاہر ہونے کے بعد اگر لوگ توبہ اور ندامت کی طرف رجوع کریں، تو ایسی باتوں کا ظہور اُن کے حق میں جلال کے پردے میں جمال کا ظہور ہوگا، اور معاذ اللہ اگر وہ بے ادبی کے طریقے سے باز نہ آئیں اور دنیا اور آخرت کی رسوائی میں مبتلا ہو جائیں، تو اس قسم کے واقعات ان کے حق میں عذاب کی دلیل ہوں گے، جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا۔

ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ لوگوں کے پانی خون بن جایا کرتے تھے۔ میں بات کو مختصر کرتا ہوں کہ اس قسم کے واقعات غیب سے کسی واسطہ کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں یا جنوں کے ذریعے یعنی جنوں کو اس بات پر لگایا جاتا ہے کہ ان کو بازیچہ اطفال دکھائیں۔ چنانچہ جن لوگوں پر اس طرح کا واقعہ ہو جائے۔ انہیں چاہیے کہ وہ غسل کر کے تمام اہلِ خانہ کے ساتھ دل وجان سے توبہ اور ندامت کا اظہار کریں اور غسل اور وضو کے پانی کو کسی برتن میں جمع کر کے جس جگہ خون کے قطرے پائے جائیں، وہاں چھڑکیں اور مغرب کی نماز کے بعد اس گھر میں حضرت پیرِ دستگیرؒ پر درود بھیجیں اور تین دن تک خشوع و خضوع سے اس کام کو کریں اللہ نے چاہا، تو توبہ کی سچائی کی برکت سے ان آفات سے نجات کی امید ہے اور اگر خالص حلال مال میسر ہو، تو اس کا صدقہ کریں اور جتنی توفیق ہو فقیروں اور غریبوں میں خیرات کریں اگر اُس شخص نے کسی کا کچھ دینا ہو، تو اسے راضی کرنا پسندیدہ ہے۔

میاں محمد فاروقؒ کو جس کے نام یہ مکتوب لکھا گیا ہے، چاہیے کہ اپنا وقت اللہ تعالےٰ کے ذکر سے شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے ہاتھ نہ اٹھائے اور لمبی لمبی امیدیں نہ باندھے۔ اور اس حالت میں اللہ تعالےٰ کے ذکر سے جو کچھ میسر ہو اسے جمعیت دل کے ساتھ یا اس کے بغیر حال اور مستقبل کی جمعیت سمجھے۔ بہت سے لوگ زیادہ کی طلب میں تھوڑے بہت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ انہی کی طرح تم بھی

ہو جاؤ اور دونوں طرف سے محرُوم ہو جاؤ۔ تھوڑے کو بہت سمجھو، تاکہ عطا کرنے والے کا شکر ادا ہو سکے۔ اور یہی شُکر، کثیر کے حصُول کا سبب بن جائے۔ اگر یہ دولت ہزار سال میں بھی میسّر ہو، تو پھر بھی غنیمت سمجھو۔

مکتُوب: ۷۳

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

مکتُوب کے مطالعہ کے بعد سوالات سے آگاہی ہوئی، چونکہ دوسرے اہم مسائل میں سے اہم تر مسئلہ حق تعالےٰ کی ایجاد ہے، اس لیے سب سے پہلے اسی کی تحقیق سے شرُوع کرتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ مسئلہ ایجاد کی پہچان کا کمال، عذاب پانے والے کافر اور توبہ کرنے والے مومن کے لیے حقائقِ اشیا کی پہچان پر دار ومدار رکھتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اے ہمارے اللہ ہمیں حقائقِ اشیا اس طرح دِکھا، جس طرح کر دہ ہیں۔ بہت سے مذاہب حقائقِ اشیا کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے قضا و قدر کی تحقیق کی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ اور ایمان سے ٹوٹ کر کفر سے جُڑ گئے ہیں۔ تمہاری یہ ناقص عقل جو عدم ایجاد کو ترجیح دے کر کافر ہو گئی ہے، ایمان سے ٹوٹ کر کفر سے جُڑ گئی ہے۔ اس سے توبہ کریں اور تجدیدِ ایمان کریں۔ اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اس کی تحقیق دو قسم کی ہے۔ ایک مجُمل اور ایک مفصّل۔

مجُمل یہ ہے کہ جان لیں کہ اللہ تعالےٰ حکیمِ مطلق ہے اور اس حکیمِ مطلق کا کام پُوری حکمت سے ہے وہ ترجیح دیئے جانے سے پاک ہے۔ ایک طرف کو دو طرف پر ترجیح دینا، اس کے اختیار کے ماتحت اور اس کی حکمت کے مطابق ہے۔ اس کا اختیار دُوسری طرف کے تابع نہیں، یعنی ترجیح کے دو اطراف میں سے ترجیح شُدہ طرف اس کے اختیار اور ارادے سے ہے، نہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے ارادے سے قبل ہی وہ ترجیح شُدہ

طرف تھی، اور اختیار اس کے تابع تھا. یہ محض کفر اور واضح جہالت ہے۔

اور یہ کہ اگر عقل بعض دقیق باتوں کو نہیں سمجھ سکتی، تو یہ عقل کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے. اس میں اللہ تعالےٰ کی ایجاد و حکمت کا قصور نہیں، کیونکہ حکمت سے باخبر نہ ہونا ہماری اپنی کوتاہی ہے. یہ عجیب بے عقلی ہے کہ انسان خود اپنی عقل کے ناقص ہونے کا قائل ہے لیکن اس کے باوجود اس کی عدم دریافت کو نقصان کا سبب سمجھتا ہے. اور ایجاد میں نقصان کی تجویز کو نقصان سے پاک ظاہر کرتا ہے. اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس مجمل پر ایمان رکھے، کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے کیا ہے، وہی ہونا چاہیئے تھا اور متفرق خیالات کو شیطانوں کے تیر سمجھے، اور ان کے دُور کرنے کی کوشش کرے تا کہ راہِ راست سے نہ ہٹ جائے۔

اور مفصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات، صفات اور شانوں کے ساتھ ازلی اور قدیم ہے، نیز کہ اس کا ارادہ جمال و جلال کی صفات کے کمالات کے حُسن کے ظہُور کے لیے دوسرے درجے میں شہادت ہے، اور اس کے ظہور کے باوجود غیب ہونا درجۂ اوّل ہے، یعنی مرتبۂ صفات ہے اور استغنا کے باوجود اللہ تعالےٰ ظہُورِ ثانی سے ازلی ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا. کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے خلق کو پیدا کیا تا کہ وہ مجھے پہچانے۔ پس اللہ تعالےٰ کا ارادہ "لا" سے مخصُوص اور غالب ہو کر قہر کی نازک صفات کے حُسنِ کمالات کی صورت میں ظاہر ہوا. اور پھر مغلُوب و معدُوم ہو کر عدمِ ظہُور کی طرف آیا اور چونکہ جلال کی صفات کا حُسن اس بات کا مقتضی ہے، کہ مظہر سے حُسن سلب کر لیا جائے اور جمال کی صفات کا حُسن مظہر کو بخشا جائے. اس لیے لاچار ان دونوں کامل صفات کے تقاضے سے، کہ ان کی مخالفت ممکن نہیں، کافر، جلال کی صفات کا مظہر ہے، اور چونکہ اس کا وجود، صفتِ مذکور کے تقاضائے حُسن کے ظہُور کی وجہ سے

ازلی تھا۔ اس لیے سلوک کے حُسنِ ایمان کی وجہ سے کُفر مغلوب و معیوب ٹھہرا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا، تو صفتِ جلال کا حُسن ظہور میں نہ آتا، اور یہ بات غیر معقول ہے، کہ کافر کا وجود، حسنِ جلال کے ظہور کے لیے ازلی مراد کے تقاضے کے مطابق ازلی ہوتا اس لیے وہ کون صاحبِ عقل ہے۔ کہ اس کے ظہور کی نفی تجویز کرتا۔ مختصر بات یہ ہے کہ اگر صفات کے تقاضے کے لحاظ سے بھی نہ دیکھیں، اور عقل کو ہی اپنا حاکم بنا لیں، تو عقلِ سلیم بھی حُسنِ صفات کے وجود و ظہور پر حاکم ہو گی نہ کہ عدمِ ظہور پر۔ پس ہماری رمزوں کو سمجھئے۔ اے بھائی دامن کا غذ تنگ ہے۔ اس لیے مفصّل بات کو مجمل انداز سے بیان کیا ہے۔ اگرچہ اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ اگر اللہ نے چاہا، تو کسی دوسری ملاقات میں باقی ماندہ شُبہ بھی دُور ہو جائے گا۔

اضافہ:۔ ذبح اور صدقے کا مسئلہ میں نے لکھ کر بھیج دیا ہے۔ اور ترکہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت کا مہر شوہر کے ذمّہ ہے اور وہ شوہر کا ترکہ فروخت کر کے یا قیمت لگا کر اس میں سے مہر اپنے پاس رکھ لے، تو جائز ہے اور اگر اس کی قیمت مہر سے کم ہو، تو اتنا نقصان عورت کا ہو گا۔ اور اگر مہر شوہر کے ذمّہ نہ ہو، اور غلط طور پر شوہر کے ترکے کو بیچ دے، تو بالغ بچے بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے حِصّے کی بیع فسخ کر سکتے ہیں، خواہ وہ سب سلامت ہوں یا ہلاک ہو گئے ہوں۔ اور خریدار سے اپنا حصہ لے سکتے ہیں والسلام

مکتوب: ۴۷

فضیلت مآب محمد اکرمؒ کے نام

مجتبیٰ اکرمؒ۔ اس آیتِ عظیمہ کے نور سے کہ "اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔" آپ کے لکھے ہوئے شفقت آمیز

خط نے وہاں کے حالات سے مطلع کیا، اور یہاں کے حالات جاننے کی خواہش سے آگاہ کیا۔ میرے عزیز! چند دن کے لیے یہاں بھی بہت سی خرابی دیکھنے میں آئی۔ چنانچہ بہت سے لوگ اپنے قبیلوں کے ساتھ بے وطن ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اطلاع محض افواہ تھی۔ بعض لوگ اپنے گھروں کو لوٹ آئے ہیں۔ میں بھی شہر میں آ گیا تھا۔ ابھی تک اکثر لوگ خوف زدہ ہیں، دیکھیں غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ توقع ہے کہ دشمن و دوست کے خلاف جو بھی پیش آئے، اسے رضائے خدا سمجھ کر تمام امورِ عبادت میں پورے توکل اور صبر سے کوشش کرتے رہیں کہ دراصل یہی کام ہے اور باقی سب کچھ ہیچ۔ اگر آپ کو موقعہ ملے، تو کسی وقت قدم رنجہ فرمائیں۔

مکتوب: ۷۵

فضیلت مآب محمد اکرمؒ کے نام۔

اللہ کے پاک نام سے، اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بلند معانی سے لبریز آپ کے مراسلے کی آمد نے دل کو فرحت بخشی، اور سعادتِ ازلی کے آثار سے جو حقیقی اہلِ تقویٰ کا حصہ اور نبوتِ مصطفویؐ کے کمالات سے بہرہ ور ہیں، کا پتہ دیا۔ اے اللہ! جو مستعدین سے دانائی حاصل کرتے ہیں ان میں اضافہ کر، اور انہیں مرتبہ حق الیقین کے حاملین میں سے بنا۔ میرے عزیز! جو کچھ بلندیٔ نسبت کے متعلق لکھا گیا تھا، تو یہ سب کچھ نسبتِ سابقہ کا ماحصل ہے ہر چند سابقہ نسبت درجے کے اعتبار سے زیادہ روشن اور زیادہ کامل نیز زیادہ لطیف اور زیادہ غالب ہے، لیکن چونکہ بعض مستعد حضرات ذاتی مناسبت کی بدولت تنہائی کے مرتبہ سے آگاہی پانے کی وجہ سے تفصیل اور مظہریت کے درجہ سے بالکل قطع تعلق

چاہتے ہیں اور تخلیص کا یہ مرتبہ، مقامِ تفصیل کا محیط و مرکز ہے اور حقیقی مظہریت اس
مقام پر بے تامل حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر تنہائی کی اس حیثیت
کے، جو معلوم ہو چکی ہوتی ہے، اور اس سعادت کے، جو مل چکی ہوتی ہے، سپرد کر دیتے
ہیں، اور فکر و اندیشہ سے رہائی پا لیتے ہیں، کیونکہ یہ نسبتِ عالی، سابقہ معانی کو اپنے دامن
میں لیے ہوتی ہے، اور ذاتِ حقیقی کے وصال سے بہرہ اندوز ہو کر لا انتہا قابلیتوں کی
مالک بن جاتی ہے، اس لیے سابق مرتبہ، صفات کی پیوستگی سے باخبر ہوتا ہے،
کیونکہ معدوم الکیفی کی نسبت حقیقت میں غیرت رکھتی ہے لیکن چونکہ مرتبۂ خلو کے
بعض حقائق سے آگاہی دینا ملاقات پر موقوف ہے، اس لیے انشاء اللہ اگلی ملاقات
پر ان باریک نکات سے بھی واقفیت دی جائے گی۔ اس لیے چاہیے کہ اپنے آپ
کو اسی مختصر حیثیت کے، کہ یہی مرتبۂ خلو ہے، سپرد کر کے اوقات کو اسی طرح مرتب
کریں، کہ کوئی وقت بھی اس مقصد سے خالی نہ رہے اور مسلسل ترقی ہوتی رہے اور
اعمال کی درستی، اور اخلاق کی بلندی کے لیے انتہا درجے کی احتیاط روا رکھی جائے۔
اور توکل کی کمر مضبوط باندھ کر، اور فقر و فاقہ کو اہلِ طریقت کا خلاصہ جان کر ظاہری
اور باطنی نظر کو ہر لحاظ سے اہلِ جہاں سے پوری طرح پاک رکھیں۔ حیف، صد حیف
اس شخص پر، جو اصل سے ملنے والا ہو، مگر مظہریت، وصولِ صفاتی اور درجۂ تفصیلی اس
کے لیے حجاب بن جائیں، اور اللہ تعالےٰ کے بغیر یہ سب تقصیریں اور گناہ ہیں۔

میرے عزیز! آیا یہ کوئی کمال نہیں ہے کہ اہلِ صفا ظاہری اعمال کی آراستگی
اور تہذیبِ اخلاقی کریں۔ اور ظاہر کی آراستگی اسی بات کی خبر دیتی ہے اگرچہ باطنی کمال
کے بغیر، ظاہری آراستگی اس کے مشابہ ہوتی ہے، لیکن اس کا مقام اور ہے۔ اور
اس کا مقام اور۔

اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیں اور اگر موقع ملے تو تمام اعزہ

کو بھی سلام پہنچائیں۔ میاں پیر محمد کو ایک اسم کی یاد داشت سے واقف کرایا تھا۔ اگر قلتِ صحبت کی وجہ سے کوئی شک رہ گیا ہو تو اس کو جلدی سے پورا کر دیں اور اپنی صحبت کے ذریعے اس پر توجہ کرنے سے دریغ نہ کریں۔ زیادہ وقت تنہائی، خاموشی اور مراقبہ کو دیں اور بہت تھوڑا، بلکہ بہت ہی تھوڑا وقت مسائل ضروری کے بارے میں کلام کریں۔ اکثر باوضو رہیں، کیونکہ ظاہری طہارت باطن سے اتفاق کرتی ہے۔ اور جب صورت یہ ہو جائے، تو معاملہ نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ والسلام والاکرام

مکتوب: ۷۶

محمد فاروقؒ کے نام لکھا گیا۔

برادرم محمد فاروقؒ خدا کی تائید سے حق و باطل میں فرق کرنے والا بنے۔ انہوں نے ہمارے حضرتِ ایشاںؒ کے چند مبارک کلمات کے بارے میں جو بہت دقیق اور گہری عبارت میں لکھے گئے تھے، اس احقر سے اُن کے معانی کی تحقیق کے لیے تکلیف فرمائی جس سے مجھے سعادت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس حقیر میں اتنی طاقت کہاں، کہ اتنے دقیق اور گہرے کلمات کے معانی میں دخل دے۔ لیکن سوال کرنے والے کو جہاں تک ممکن ہو، جواب دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق چونکہ ان کی اصطلاحات سے قدرے واقف ہوں۔ اس لیے ہر کلمہ کے معانی الگ الگ بیان کرتا ہوں، ذرا توجہ سے سنیں۔

لکھتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا ہے "کہ حق تعالےٰ میرے معاملے میں اتنی غیرت رکھتے ہیں، کہ وہ نہیں چاہتے کہ میری تربیت میں کسی غیر کا واسطہ ہو" اس عبارت سے حضرت سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کی نفی ہوتی ہے، اور یہ ممنوع ہے۔

میرے مُشفِق! واسطہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مُثبتُ الحجاب (حجاب برقرار رکھنے والا) اور دوسرا مُرتفع الحجاب (حجاب اٹھانے والا)۔ مُثبتُ الحجاب وہ واسطہ ہے، جس میں کسی زبان کی تعلیم پیشوا و سردار کی وحی اور تعلیم کے ذریعے ہوتی ہے اور مرتفع الحجاب پیشوا و سردار کی اطاعت کا واسطہ ہے۔ جب حضرت سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی پیروکار کمال پیروی کے واسطے سے مکمّل استعداد پیدا کر لیتا ہے اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ حضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانی اور رُوحانی تعلیم کے واسطے کے بغیر علم لدنّی کی تعلیم سے تربیت پا لے، تو اللہ تعالےٰ اس قدر اطاعت کی استعداد رکھنے والے کی تربیت خود فرماتا ہے۔ اور یہ تربیت درحقیقت پیشوا کی پیروکاری کے واسطے کے تحت ہوتی ہے اور اس سے نبی کے معجزہ کا اظہار ہوتا ہے، جو ان کے پیروکار کی پیروکاری کی بدولت ظہور میں آیا۔ اگرچہ بظاہر کوئی واسطہ نہیں لیکن حقیقت میں حقیقی واسطہ ہے، جو پیشوا کی پیروی کا واسطہ ہے۔

چنانچہ جب ہمارے حضرت ایشاںؒ کو کمال پیروی سے، جو اللہ تعالےٰ نے حضرت ایشاںؒ کو عطا کی، مذکورہ بالا استعداد میسر آگئی اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ تعالےٰ کے سپرُد کر دیا، تو غیرتِ خداوندی کا ظہور ہوا، اور علم الدنّی کے ذریعے اصلی تعلیم عطا فرمائی؛ تاکہ یہ محبُوبِ خدا کا محبُوب، راستے میں نہ رہ جائے اور اس کے پیشوا کی بزرگی ظاہر ہو جائے۔ سُبحان اللہ یہ کتنا عظیم الشان پیرکار ہے اور بُرہانِ عظیم کا محبُوب ہے کہ اس نے اپنی تعلیم سے پیروکار کو حریم کبریا کے قابل بنا دیا اور اس کی تعلیم کا کام اللہ تعالےٰ کے سپُرد کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ کی غیرت نے اپنے محبُوب کی عزّت افزائی کے لیے اس کے پیروکار کو کسی اور کے حوالے نہ کیا۔ یہ بزرگی درحقیقت پیشوا کی بُزرگی ہے، بے بضاعت پیروکار کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اس بارگاہ کے قابل ہو۔ حقیقت میں یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کا فیض ہے، کہ

انہوں نے مہربانی کی۔ اللہ کے فضل نے اس خادم پیر دکار کو پیشوا کی فیض بخشی کے طفیل، اور اُسے اللہ تعالے کے سپرد کرنے کی بدولت اپنے پیشوا کی طرح تعلیم دے کر سرفراز کیا، جیسا کہ مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

با مریدانیم و شاگردانِ حق   علم ما از علمِ حق گیرد سبق

(ترجمہ) ہم اللہ تعالے کے مرید اور شاگرد ہیں۔ ہمارا علم اللہ تعالے کے علم سے سبق لیتا ہے۔

نیز اس دولتِ تعلیم سے وہ اپنے پیشوا کا ساتھی بن گیا اور ساتھی بننے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ برابر ہوگیا، کہ ایسا ہونا معدوم ہے۔ البتہ وہ شرکت، جس سے برابری کا سوال پیدا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص سبق میں شرکت ہے، نہ کہ ایک معلم کی تعلیم میں شرکت۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالےٰ کی سنتِ ایجاد میں عام و خاص شریک ہیں لیکن مخصوص موجودیت اور خاص تربیت میں وہ باہم شریک نہیں اور پہلی شرکت میں برابری ملحوظ ہے، لیکن دوسری شرکت میں برابری نہیں۔ سبحان اللہ۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ نے، اللہ اُن کی خطا معاف فرمائے، حضرت ایشاںؒ کے قول کی حقیقت پر، جو شرکت سے ظاہر ہوتی ہے، اس گروہ کی اصطلاحات کو نہ جاننے کی وجہ سے اعتراض کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا جو کچھ کہا۔

اور یہ جو محبتِ حقیقی کے وصولِ اوّل کو مرکز سے تعبیر کرتے ہیں، تو وہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا کا حصّہ ہے اور وصولِ ثانی کو دائرہ تماثیل میں دکھاتے ہیں، جو اصل میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مقام ہے۔ چنانچہ حضرت ایشاںؒ نے، جو حضرت خاتم الانبیا اور حضرت خلیل اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے، اسی پیروی کی مناسبت سے اس دائرہ محبّت میں راہ پیدا کرلی۔ اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم، جو عالی مرتبہ ہونے کی وجہ سے مرکز سے وصل کرنے والے، اور مکمّل تفصیل ہیں، مرکز میں اپنا مقام رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ دائرہ کی تفصیلات حاصل کرنے کی طرف توجّہ

نہیں رکھتے۔ اس لیے ہمارے حضرت ایشاںؒ کی حیثیتِ تفصیلی سے پیوستگی، جو دائرہ سے عبارت ہے، "جس نے ان کی سُنت کو روشن کیا، اس کے لیے اجر ہے، اور جس نے اس پر عمل کیا، اس کے لیے بھی اجر ہے" کے حکم کے مطابق مرکز کے مجمل کمال کے باوجود، جو خاتم الانبیاء کے لیے ثابت و مسلّم ہے، آنحضرت کی طرف لوٹ کر آتا ہے، اور ضمنی امانت صاحبِ امانت کو پہنچ جاتی ہے۔

نیز حضرت ایشاںؒ کے اس قول کی تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیلی محبوبیت کا مرتبہ میری بدولت، جو کہ اُن کا کمترین غلام ہوں، حاصل ہوا، محبت کے مرتبے کی تحقیق سے واضح ہوگئی اور اس میں کوئی مشکل نہیں۔ اور چونکہ ولایت ظلی کا مرتبہ شہودِ حق ہے اور جو شہود ہے، وہ وصلِ پوشیدہ اور ظہور کے دائرہ میں داخل ہے اور جب تک شہود سے غائب میں نہیں آتا۔ ظاہرِ حقیقی کا وصول وصلِ یاس سے میسّر نہیں ہوتا۔ اس لیے اربابِ شہود کے لیے ظاہرِ حقیقی کے وصل کو کل پر اٹھا رکھا گیا ہے اور چونکہ ہمارے حضرت ایشاںؒ نے مرتبۂ شہود سے گزر کر مرتبۂ غیب تک ظاہرِ حقیقی کے مطابق اور علمِ لدنی کی تعلیم سے، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، پہنچنے کا شرف حاصل کر لیا ہے، لہٰذا اصحابِ شہود کے لیے جس شے کی امید آخرت میں ہے، وہ انہیں دُنیا ہی میں حاصل ہے۔ چنانچہ غیب سے شہود میں آنا ظاہرِ حقیقی سے حجاب میں ہونا ہے، اس لیے واصلانِ غیب کے حق میں یہ معنی لینا محض شرک ہے۔ پس اسے سمجھئے۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ حقیقتِ محمدی صلعم سے حقیقتِ کعبہ افضل ہے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرتِ کعبہ کی دو حقیقتیں ہیں۔ ایک حقیقت مرتبۂ مخلوق کی ہے اور یہ نورِ اوّل کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے۔ نورِ اوّل نورِ محمدیؐ ہے اور دوسری حقیقت مرتبۂ وجوب کی ہے، جو معبودیت یعنی جس کو سجدہ کیا جائے، کی حقیقت ہے

اور کعبہ کی یہی حقیقت اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرنے کی مقتضی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بھی دو حقیقتیں ہیں، ایک حقیقت مرتبۂ مخلوق کی ہے۔ جو نورِ اوّل کی ذات ہے اور تمام قابلیتوں کو جمع کرنے والی ہے اور کعبہ بھی ان قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے اور دوسری حقیقت مرتبۂ وجوب کی ہے جو ذات کی قابلیت ہے۔ اور علمی اعتبار سے ہے، تاکہ تمام شیون وصفات کو اجمالی طریقے سے جمع کرنے والی بنے۔ اور یہ قابلیت معبودیت کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے، چنانچہ ہمارے حضرت ایشاںؒ کا قول فضیلتِ کعبہ کے متعلق دوسری حقیقت ہے نہ کہ پہلی پس اسے سمجھئے۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ میری تخلیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سرشت کے بقیہ میں سے ہے، تو جاننا چاہیے کہ ہر نبی کی حقیقی انسانیت کی تخلیق کا الگ مرتبہ ہے، جس میں اپنے کمال کے تمام تابع حقائق شامل ہیں۔ اور انسانی حقیقت، علمی قابلیت ہے، اس لیے ہر نبی کو اس حقیقت سے ایک مخصوص بلکہ نہایت مخصوص حصہ ملا ہوتا ہے، اور ان کے پیروکاروں کو بھی باقی ماندہ میں سے کچھ حصہ میسر ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت ایشاںؒ کا قول بھی آنحضرتؐ کی بقیّہ طینت میں سے حصہ لینے کا مطلب اس فقیر کے نزدیک یہی ہے۔ اور اس کے بارے میں حدیث نبوی بھی ہے: اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمْ لِاَنَّھَا مِنْ بَقِیَّتِ طِیْنَتِ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَام: "بزرگوں کی عزت کرو کیونکہ وہ حضرت آدمؑ کی طینت کے بقیہ میں سے ہیں" مناسبت انسانی کی خبر دیتی ہے اور وہ جو لکھا ہے کہ بعض اولیا، بعض صحابہ کرام سے، بلکہ کئی ایک انبیا سے افضل ہیں اور ان کو تمام اولیا پر شرف حاصل ہے، تو میرے مشفق! یہ تحقیق خبر کے سلسلے میں ہے اور اس کا جواز حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہم السلام سے ظاہر ہے، جو

کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ آنحضرت کے چاروں یاروں میں سے ہیں ہر ایک کے درجے سے آگے گزر گیا، اور درجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفیاب ہوا۔ اور میں نے اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگا ہوا پایا۔ اس قول کی تحقیق اس طرح ہے، کہ بعض اولیائے کمال کو کسی مقام پر متمکن ہو جانے، استعداد کی فراوانی اور راہِ سلوک کی سیر سے فراغت کے بعد یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام اور انبیائے علیہم السلام کے مقامات کا معائنہ کیا جائے تاکہ پیروکاروں کے مرتبے کی پستی اور پیشواؤں کے مرتبے کی بلندی کے حقیقی فرق کو معلوم کر کے اس تقلیدی اور سماعی عقیدے کی، جو ان کی نسبت رکھا جاتا ہے، تحقیق کی جائے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان بلند مراتب کا معائنہ، ادنٰے پیروکار کو ان مراتب کی نورانیت کے تھوڑے بہت رنگ سے محروم نہیں رکھے گا اور دریائے اشارہ کے طے کرنے کا مطلب اپنی استعداد کی تنگی کا آنحضرت کی استعداد سے مقابلہ کرنا ہے، جو بے شمار مراتب حاصل کرنے کے بعد بھی مزید ترقی کے خواہاں ہیں، چنانچہ "قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" کی آیت اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، سُبحان اللہ کیسی بات کہی ہے کہ اس میں ایسے معنوی اشارے بیان کر دیے گئے ہیں کہ اکثر ظاہر بیں انہیں نہیں سمجھ سکے، بلکہ انہوں نے اس کے برعکس مطلب لیا ہے ؎

بس کنم، خود زیرکاں را ایں بس است (ترجمہ) اسی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ سمجھ داروں کے لیے یہی کافی ہے۔

مکتوب : ۷۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس کی ہر روز ایک نئی شان ہوتی ہے، اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ، کی کئی شانیں ہیں۔ اور ہر شان ایک مخصوص تعیّن کو پیدا کرتی ہے، اور تمام تعینات ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان میں سے بعض انتہائی ادنٰے ہیں۔ اور یہ مناسب نہیں کہ ان میں سے بعض کو کثیر واسطوں کے بغیر حاصل کر لیا جائے، اور بعض کے لیے یہ مناسب ہے کہ انہیں واسطوں کے بغیر پا لیا جائے۔ اور وہ لوگ جو بغیر وسیلے کے پا لیتے ہیں، وہ انبیا ہیں۔ دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں، جو اولیا ہیں اور ان کے درمیان بھی درجات کا فرق ہے بعض ہمیشہ کئی وسائل کے محتاج ہوتے ہیں اور بعض صرف ایک وسیلے کے۔

معلوم ہونا چاہیے، کہ کثیر واسطوں والوں کی ابتدا سلوک سے، اور انتہا جذبے سے ہوتی ہے۔ اور ان کے درمیان بھی بعض میں ابتدا ہی سے فرق ہوتا ہے۔ بعض میں وسطےمیں، اور بعض میں آخر میں۔ جو لوگ ابتدائے جذبہ میں ہوتے ہیں، وہ ولایت خاصہ کے سایہ میں ہوتے ہیں، جسے ولایتِ اولیا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور بعض محققین کے نزدیک وہ ولایتِ صغریٰ میں ہوتے ہیں۔ اور ابتدا کے لوگوں کے لیے یہ عجب نہیں کہ وہ مسنونہ عبادات میں کوتاہی کریں۔ چنانچہ وہ بظاہر بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں اور احتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یہ مرتبہ، مراتبِ قیود میں سخت پابند مرتبہ ہے۔

اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک اس مقام سے رہائی پا کر درمیانے جز کے ظہور کے ذریعے ولایتِ خاصہ، نفس کے کمالات سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس مقام پر اگرچہ وہ بدعات کے ارتکاب اور ترکِ نماز سے محفوظ رہے گا، لیکن توحیدِ وجودی سے مغلوب ہو جائے گا۔ اور سکر کے غلبہ کی حالت میں کبھی کبھی فرائض پنجگانہ سے قاصر رہے گا، کیونکہ یہ محفوظ صورت ہے، اور حیب خاص فضل سے بغیر کسی بہانے کے اس سے خلاصی مل جائے گی اور مرتبۂ انتہا کو پہنچنے والے جز کا ظہور ہوگا۔ تو وہ

شخص توحیدِ شہودی کا مالک بن جائے گا، اور اہلیتِ نفس سے ولایتِ خاصہ کی بزرگی حاصل کرے گا۔ اور ان دونوں مراتب پر پہنچ کر علمِ مطلق کے کمالات یعنی معلوماتِ ازلی کے ظہور سے، مختلف درجات کے حساب سے آئینۂ عرفانیت میں ظاہر ہو گا۔ پس اس کے وصول کا تعلق ولایتِ کامل کے وسط میں محصول الکیفیت کے علم سے اور ولایتِ کامل کے آخر میں مجہول الکیفیت کے علم سے ہو گا۔ اس اثنا میں اس کا علم، ظلی علم لدنی سے جو عرفان کی تعبیر کرنے والا ہے، منسوب ہو گا۔ اور علمِ حضوری اور اصلی علمِ لدنی آئینۂ عرفان میں ظہور نہیں کرے گا اور جب بے حد خاص فضل کا ظہور ہو گا، تو اصلی علم حضوری کے ظہور سے غیب کی معلومات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اگرچہ اس مرتبہ پر پہنچ کر معلومِ حصولی اور مجہول الکیفی سے ترقی کر کے اور معلوم سے معدوم الکیف تک۔ جو معلومات کی حقیقت ہے، غیب کی حقیقت پا کر اصل کے مرتبے پر پہنچ جائے گا، لیکن ابھی اس کا علم ادھورا ہو گا۔ چنانچہ اس اثنا میں علمِ حضوری کی ابتدا سے مشرف ہو گا اور یہ ابتدا انبیا کی ولایت ہے۔ اس مرتبہ پر علم کے کمالات میں سے کچھ حصہ میسر ہو جائے گا۔ لیکن ابھی اس حضوری کی حقیقت بہت آگے ہے اور جب اللہ تعالےٰ کا فضل مدد فرمائے گا، تو اللہ کی صفتِ علم تک پہنچ سکے گا اور اس حضوری کو اللہ تعالےٰ کے علم سے حضوریِ ذات پائے گا۔ اس مقام پر علم محض اور معلوم ہیچ ہو گا۔ اس مقام و مرتبہ کو حضوریِ علم کا نام دیتے ہیں اور یہ مرتبہ ولایتِ انبیا کے وسط سے تعلق رکھتا ہے اور جب یہ پتہ چل جائے گا۔ کہ ذات خود علیم ہے۔ اور علم اس کی ذاتی قابلیت ہے اور ذات پر زائد امر نہیں، تو اس اثنا میں نبوت کے کمالات میں سے وہ کچھ حصہ پا لے گا۔ (ہمارے اور تمام انبیا پر صلوات) اور اس مرتبہ کو حضوری میں حضور کہتے ہیں اور کمالاتِ نبوت اور ولایتِ انبیا میں سے کچھ حصہ پانے کے بعد وہ کمال کو پہنچ جائے گا۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب: ۷۸

شیخ محمد اکرم درویش کے نام جو ان دنوں مکّہ معظمہ میں سکونت رکھتے ہیں۔

اے اللہ مجھے متقیوں میں سے آگے بڑھنے والا بنا، کیونکہ ہم نے تیرے ہاں کے متّقی لوگوں کو بزرگ مانا ہے۔

اور صلاح پیشہ اور سعادت اندیشہ شخص اپنے مقصود کی طرف کوشش کرنے میں مخلص و صادق ہوتا ہے، اور اس کے صدق کی علامت یہ ہے کہ وہ جس شے کی کوشش کرتا ہے، اسے پالیتا ہے، اور اس کا مقصود کعبۃ المکرّمہ اور مدینۃ المنوّرہ ہوتا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی علامت پُر سکون آبادی اور اس پُر نُور دیار میں وقار کا وجود ہے۔ اور اس کی استقامت اور اس کا تقویٰ روز بروز بڑھتا ہے جیساکہ اہلِ ہدایت شیخ اعظمؒ پر پوشیدہ نہیں۔ اے میرے اللہ! اُسے صراطِ مستقیم پر قائم رکھ اور اس معاملے میں اس کا اتباع کرنے والوں میں بنا، تاکہ ہم بھی اس کی طرح مقصودِ معرفت تک پہنچ جائیں۔

اے شیخِ قوم! ہم آپ کو السلام علیکم کہتے ہیں، اور اس میں کوئی تکلّف اور ریا نہیں، اور پھر ہم آپ سے قیام شریف کے اوّل مناسک میں ہمیں یاد رکھنے کی درخواست کرتے ہیں، تاکہ اللہ تعالےٰ ہمیں خواہشات۔ اور گناہوں کے اندھیرے سے نکالے جو اس طویل عمر کے دوران سرزد ہوئے ہیں، اور جن کا کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ سے ان کے عفو کی اُمید رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس گنہ گار کا ایک متّقی بھائی مقام شریف پر اس کا ذکر کرے گا۔ اور وہ ذکر قبولیت سے خالی نہیں ہو گا۔ اور ہم اس بات کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اے اللہ! اسے خالص توبہ کرنے والوں میں بنا، اور اس دیارِ امن میں ایمان پر خاتمہ کر۔ اس عریضہ کا حامل، ایک مُخلص درویش و قلندر ہے، اس نے صرف دلی محبت کی وجہ سے حرمینِ شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا ہے۔ اسے شرفِ ملاقات

بخش کر دعظ و نصیحت سے سرفراز فرمائیں۔

فائدہ :۔ مرتبۂ ولایتِ خاص میں نایافت مطلوب ہے، اس لیے توجہ معدوم نہیں، بلکہ گم ہے۔ یعنی معمولی سے توجہ ہے، لیکن معلوم نہیں ہوتی۔ جانتا ہے کہ معدوم ہے، اور جب اللہ تعالےٰ کا فضل رہبری کرتا ہے، تو توجہ مفقود یعنی توجۂ خفی پر اطلاع پا لیتا ہے۔ اس وقت سمجھ جاتا ہے کہ ابھی توجہ باقی ہے، اور جب توجہ باقی ہوتی ہے، تو اس کا حصول بھی اللہ کے فضل سے باقی ہوتا ہے۔ ولایتِ انبیا کا آغاز ظہور فرماتا ہے اور توجۂ خفی کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔ چنانچہ جب ولایتِ اخص (خاص الخاص) میں علمِ لدنی کی تعلیم سے ابھی بہرہ مند نہیں ہوتا، تو علمِ حصولی، خفی ہوتا ہے، اور علمِ حصولی سے کام نامکمل ہوتا ہے، اور ولایتِ انبیا میں علمِ حصولی ہر لحاظ سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور حقیقی علمِ حضوری سے شرف یاب ہوتا ہے، اور مجبوراً توجہ معدوم ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

میرے عزیز! مفقود و معدوم توجہ کا بیان لکھنا اور کہنا آسان ہے، لیکن اس کی پوشیدہ بصیرت کو اگر اللہ کا فضل بے توجہی کی نسبت بخش دے، تو یہ ایک نادر بات ہے، چنانچہ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا ہے۔ تنہائی کی متخیلہ بات کو کہنا آسان ہے، لیکن اس تک پہنچنا میرے نزدیک بہت مشکل ہے۔

مکتوب: ۷۹

شیخ عبد الغنیؒ کے نام جو حاجی حرمین الشریفین میاں فیروز شاہؒ کے مخلصین میں سے ہے، لکھا گیا۔

تمام تعریف اللہ کے لیے، جو جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب پر، جو اُسی شے کا علم رکھتا ہے، جسے اللہ نے دیا ہے۔ سلام اس

کی آل پر اور صحابہ پر جو امت کے بہترین لوگ ہیں جنہوں نے کشف العلا کے ذریعے حق کو پایا۔

میرے مشفق بھائی شیخ عبدالغنیؒ، سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ اس حدیث کی تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں "احمد بلا میم" ہوں اور اس کی شرح میں بعض عزیزوں نے فرمایا ہے کہ جب لفظ احمد سے حرف 'م' کو نکال دیا جائے تو لفظ احد رہ جاتا ہے اور میم حلقہ، حلقۂ عبدیت کو ظاہر کرتا ہے، اور ثبوت فراہم کرتا ہے اور جب آنحضرت کی ذاتِ پاک نے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لی اور اضافات و نسبتی سے فارغ ہو گئی، تو پھر دوئی نہ رہی، اس وقت سوائے 'احد' کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ عینیت کے قائلوں نے یہی کہا ہے۔ چنانچہ اس معنی میں آنحضرت کو عینیت کے قائلین پر جوڑ لیا ہے متاخرین ہیں، کوئی بزرگی نہیں رہتی۔ اور ہمارے طریقۂ عالیہ کے بزرگوں نے (خدا ان کے اسرار پاک رکھے) نے بھی اس حدیث کے یہی معنی لکھے ہیں۔

میرے عزیز! اس بے سروسامان کو اتنی طاقت کہاں کہ اس قسم کی عبارت میں جو رموز و اشارات پر مبنی ہے، کوئی دخل دے، تاہم میں نے اپنے بزرگوں سے جو کچھ سنا ہے، اور امانت رہ گیا ہے اسے بیان کرتا ہوں، معلوم ہونا چاہیے، کہ حضراتِ انبیاء کی ذات مغلوبیت، اور عینیت کے مرتبے سے ماورا ہے۔ وہاں صرف صحوِ خالص، عبدیت اور التجا ہے، اس لیے جاننا چاہیے کہ اس حدیث کا مطلب صحوِ خالص کے اعتبار سے یہ ہے۔ کہ "میں تمہاری طرح ایک بندہ ہوں، فرق صرف اتنا ہے، کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنے فضل سے غیب کا علم مجھ پر وحی کرتا ہے، اس لیے علمِ لدنی کے مخصوص علم کی تعلیم سے میں "احمد بلا میم" ہوں اور میم سے مراد مثل ہے۔ یعنی میں اللہ کی حمد کرنے والا ہوں، جس کی کوئی مثل نہیں، اور جس کا حمد میں کوئی شریک نہیں، بلکہ جو شخص بھی

اللہ کی حمد کرتا ہے، وہ میری حمد کے کمالات میں سے ایک کمال کا ظہور ہوتا ہے۔ اور میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔

حاشیہ: میں احمد بلامیم ہوں یعنی میں اپنی آرزو اور امید سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اس وقت میں حق کے ساتھ ہوں۔ اس لیے حق کے ساتھ باقی ہو گیا ہوں۔ اب جو کچھ میں کہتا ہوں، حق کے فرمان کے مطابق کہتا ہوں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ چنانچہ اللہ کے ساتھ باقی ہوں۔ اس طرح عینیت لازم نہیں آتی۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔

مکتوب : ۸۰

فضیلت مآب شیخ عبد الغنیؒ کی خدمت میں بعض سوالات کے جوابات میں۔

اول و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے، سلامتی صرف اس کے لیے ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اس عقیدت مند اور سعادت کیش کی طرف سے جو فقر کی نعمت سے صاحب افتخار ہے، دو خطوط یکے بعد دیگرے وصول ہوئے جن میں بعض امور کی کشائش اور دل جمعی کا حصول شامل تھا۔ اللہ تعالی اسے روز بروز ترقی عطا فرمائے۔ دوسرے کے عروج میں پہلے کا نقصان پورا ہو۔ اور جو کچھ شرافت کے سایہ سے مطلوب ہے اس کی حقیقت کھل جائے، اور اسے ترقی ملے۔ پہلا واقعہ جس نے دل پر ہجوم کیا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے گناہوں کی عادت پڑ گئی ہے۔ قرآن مجید کی آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (اللہ تعالے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دے گا) سے کچھ حصہ عطا کیا ہے اور اس آیت کے آخر میں کہ "جو بعد میں ہوں گے" امیدوار ہیں"۔ ایک عمدہ واقعہ ہے، اور یہ جو بھیڑ کو آپ کے سامنے چیر پھاڑ کیا گیا ہے، تو اس سے آپ کی مثال حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح ہے۔ وہ شدید تکلیفیں جو آپ کے وجود

پر نازل کی گئیں۔ گویا فدیۂ ذبح پر اکتفا کیا گیا، یہ ایک خوش خبری ہے، لیکن اس انعام کے باوجود ریاضت و محنت کو عبادت کا لازمی جُز سمجھ کر جہاں تک ممکن ہو بجا لانا چاہیے۔ اس گنہ گار کے بارے میں آپ جو اعتقاد رکھتے ہیں، وہ ہمارے بزرگوں کے نور نے نیک گمان سرایت کرکے اس فقیر کے ذریعے آپ کے عقیدے میں جگہ پیدا کرلی ہے۔ اس تمام واردات کو ہمارے بزرگوں کی طرف منسوب کریں اور اس فقیر کے واسطہ کو درمیان میں نہ لائیں اور اللہ آپکو اپنی رضا پر چلنے کی توفیق دے اور اسی طرح سے لوگوں کو عجیب و غریب حالات و واردات سے روشناس کرایا جاتا ہے، تاکہ ربط و ضبط میں اضافہ ہو۔

مکتوب : ۸۱

میاں اللہ دینؒ کے نام تحریر ہوا

سعادت شعار، قائم خدمت، صاحبِ ہمّت میاں اللہ دین جیو کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی صُلح ہو چکی تھی چنانچہ سوار دں اور بند وقچیوں کو رخصت کر دیا گیا۔ انشاء اللہ تعالےٰ چند روز کے بعد فقیر خود حاضر ہوگا اور شہر کے بزرگوں کی خدمت میں حاضری دے گا۔ اور استفادہ کرے گا۔ آپ اس طرف آنے کی زحمت نہ کریں فقیر وہیں آپ سے ملاقات کرے گا۔

مکتوب : ۸۲

اس امر کی تحقیق میں کہ ہر شئے کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل "سُورہ یٰسین" ہے۔

اول و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ میر بھائی میاں اللہ دینؒ، دینِ مستقیم پر قائم رہے اور راہِ حق کی تلاش میں میرے جیسے پیر کی قید میں نہ رہے، کیونکہ اس

کی صحبت میں اس کے کام میں ترقّی نہیں ہوگی اور اس طرح کے مقید انسان سے راہِ طریقت کے بزرگ راضی نہیں، ضرورت بہتری کے دن کی ہے نہ کہ اس مریدی کی، جو رسمی، بیکار اور غفلت میں مبتلا ہو۔ خط مع سوال کے ملا۔ میرے بھائی! ہر شے کے دل سے مراد اس شے کا خلاصہ ہے، جس پر جسم اور روح کے تمام مراتب کی ترقّی کا انحصار ہو، لیکن چونکہ اس خلاصہ کا علم اللہ تعالیٰ کا خاصّہ ہے اس لیے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اس کی تعلیم کے بغیر اس کے بیان میں اپنی زبان میں نہیں کھولتے اور جب ہم نے انسان اور دوسرے حیوانات میں دل کو آیتِ قرآنی اور حدیثِ رسُول کی رُو سے جسم کا خلاصہ معلوم کرلیا ہے اور اسی طرح جمادات، نباتات وغیرہ میں دِل کے ہونے پر ایمان لاتے ہیں، کیونکہ ان کا بھی خلاصہ ہوتا ہے اور اس خلاصہ کو دل سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن چونکہ اس قسم کے تمام جسمانی اجزاء کے خلاصہ کی تعلیم نہیں دی گئی، لہٰذا ہم اس پر غور نہیں کرتے اور ایمان لے آتے ہیں۔ جب ہم نے یہ طے کرلیا اور سمجھ لیا کہ قرآن مجید کا خلاصہ سُورۂ یٰسین ہے اور اس سورت کے قرآن کا خلاصہ ہونے کا باعث حدیث یا آیت ہا نہیں، بلکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے اور ایسا سمجھنے کی وجہ پر ہم غور نہیں کرتے، دوسری بات یہ کہ کلامِ خداوندی، کلام کی ذات اور اس کلام مطلق کی برحق آیات کے کمالات کا نام ہے چنانچہ نفسِ کلام کے ساتھ کلام کی نسبت "لاھو" اور "لاغیرہ" کی نسبت سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود کمالات کو اطاعت پذیر اور کلامِ مطلق کو قابل اطاعت سمجھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ نفوسِ کمالات کو حقیقت کی نظر سے "لاھو" اور "لاغیرہ" جانتے ہیں اور ظہور کے اعتبار سے بعض کمالات کے ظہور کو قید کے مرتبے میں ظہور کے برابر اور بعض کو بعض پر برتر اور بہتر سمجھتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی آیت کو اس وقت تک منسوخ یا فراموش نہیں کرا دیتے، جب تک اس سے بہتر یا ویسی ہی

آیت نازل نہیں کر دیتے۔ یہ فرق آیات کے ظہور میں ہے۔ مثلاً کسی وقت دو بہنوں کا بیک وقت ایک کے نکاح میں ہونا حلال تھا۔ پھر بعد میں حرام ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے کمال کا ظہور، پہلے کمال کے ظہور سے بہتر ہے۔ اور پہلا کمال اپنے ظہور کے کمال پر بہتر ہونے یا دوسرے کمال سے متفق ہونے کی وجہ سے اس کے ماتحت ہے" چنانچہ فضیلت مآب میاں محمد فاضل جیو نے آیات کے ظہور کے بارے میں ان کی کمی اور بیشی اور افضل یا غیر افضل کے متعلق کہا ہوگا، ان کی حقیقت کے بارے میں نہیں کہا ہوگا۔ کیونکہ آیات کی حقیقت اصل میں "لا ھُوَ" اور "لا غیرہٗ" کی نسبت سے ہے۔ پس اسے سمجھئے۔ فقیر زادوں اور فقرا کی طرف سے سلام۔

مکتوب : ۸۳

صلاح آثار صوفی بلندؒ کے نام جو حاجی محمد فیروزؒ کے مخلصین میں سے ہے۔

سعادت شعار صوفی بلندؒ کی ہمت ارجمند ہو۔ جب فقیر کمالِ فقر کو پہنچ جاتا ہے تو غیرِ حق کی خواہش اس کے پوشیدہ دل میں کانٹوں پر چلنے کے برابر ہوتی ہے، اور انتہائی غنا کا کمال، حقیقی غنی پیدا کرتا ہے، اور اس وقت اس کی استعداد کو کُن فَیَکُون، کے قول کا مظہر بنا دیتا ہے لیکن اس میں یہ صفت اللہ کے حکم "کُن" کے ظہور کی مقید ہوتی ہے، کیونکہ حق تعالےٰ مطلق ہے۔ اور وہ ہر وقت اور ہر آن اس امر کا حاکم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے۔ اس معنی میں کہا گیا ہے، کہ فقیر وہ ہوتا ہے، جو کسی شئے کو جب کہے ہو جا، تو وہ ہو جائے، اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے آپ سے خالی ہو جائے۔ اور اپنے آپ سے خالی ہونے کے دو مرتبے ہیں، ایک ولایتِ خاص کے مرتبہ میں، جب اللہ کے سوا ہر شئے کو بھلا کر نشۂ محبت سے مغلوب ہوتا ہے، اس وقت امرِ "کُن" کا ظہور

اس کے وصفِ غنا کی بدولت کائنات کے امور میں تصرف کرتا ہے، لیکن تصرفات
ہیں، تحقیقِ علمی کی رُو سے اسے اللہ تعالیٰ کے مراتب سے کوئی نسبت نہیں، جب
تک محض توجہ سے علوم کے مراتب مناسب تحقیق کے بعد واضح نہ ہو جائیں اور
ظلمت کے لباس سے الگ نہ ہو جائے، کیونکہ اثرِ کُن کا مظہر اس مفہوم میں حقیقی
متخیلہ کے خالی ہونے پر موقوف ہے، اور ولایتِ خاصہ کے مرتبہ میں خلوئے متخیلہ
ایک صورت ہے۔ یہ عرفان ہے علم نہیں اور اس کے پوشیدہ مراتب خیال کے
تصرفات سے الگ نہیں، چنانچہ حضرت پیر (اللہ ان کے راز کو پاک رکھے) کی بات
صحیح ہے کہ خلوتِ متخیلہ ضروری ہے، یعنی علمِ حقیقی میں تصرفات کے حصول کی تحقیق خلوتِ
متخیلہ پر موقوف ہے، اور یہ مقام حضراتِ انبیاء کے مرتبۂ ولایت میں داخل ہے اور
ولایتِ خاصہ کے مرتبے میں سالک کو توجہ سے ملتا ہے۔ یہ بات متحقق ہے۔ اس
حالت میں عرفان حاصل ہوتا ہے، اور ولایت اخص کے مرتبے میں صرف نایافت
کی طرف توجہ رہ جاتی ہے، اور خاص الخواص کے مرتبے میں نفسِ توجہ معدوم ہے۔
جان لینا چاہیے کہ خلوتِ متخیلہ میں جب خاص الخواص کی ولایت میں علمِ ازلی کی جانب
توجہ حاضر ہوتی ہے، تو ایسے شخص کو غالباً صفاتی وصل حاصل ہوتا ہے، اور
وہ صاحبِ علم ہوتا ہے، لہٰذا وہ علمِ حق سے حاضر ہوتا ہے نیز اس کے دل میں
کمالات و خلافت کا ظہور ہوتا ہے اور خلافت کے کمالات کے ظہور کی وجہ سے
یہ مرتبہ، امامت کا مرتبہ ہوتا ہے۔ ابھی یہ شخص خلافت کے مرتبہ کا امیدوار ہوتا ہے۔
جب وہ اس مرتبے سے ترقی کرے گا اور اخص الخواص کے مرتبہ کو حاصل کرے
گا، تو اس کی خلوتِ متخیلہ ایک اعلیٰ شان کی مالک ہو گی، اور وہ اللہ کے علم کی
بجائے ایمان باللہ کو دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اور خلافت کے منصب پر علم کے
ذریعے قائم ہو کر علمِ مطلق تک پہنچتا ہے اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ

شخص نایاب ہے، اور مکمل و کامل ہو کر فقیر بہرہ ور بن جاتا ہے اور صفات و ملالات کی ذاتِ جامع کے سوا راہِ وصل میں کوئی شئے حائل نہیں ہوتی۔ یہیں سے فقرا کا یہ قول درست معلوم ہوتا ہے کہ میری ذات "ہو اللہ" ہے۔ اگرچہ اُسے ولایت خاصہ، ولایت اخص اور ولایتِ خواص الخواص میں نیز اس کے مرتبے کی مناسبت سے فقر میں کاملیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس کی کاملیت اخص الخواص کے مرتبے میں طے شدہ ہے، اور نکات الاسرار میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ یعنی اس کے علم کے بارے میں سوائے ایک تصوری اور مثالی حیثیت کے اور کچھ نہیں، اور محض دخل و تصرف، ایک خیال ہے اور وہ علم کے سامنے معلوم ہے۔ لیکن یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ وہ خلافت کے ظہور میں معلوم ہے، لیکن اس کے غیر کی طرح اس وقت تک نہیں، جب تک وصل و شہود نہ ہو جائے اور نفسِ خلافت کے مرتبہ میں، جو حضور در حضوری کا مرتبہ ہے، اس کا علم بھی ظہور ہے اور ایمان محض ہے۔

کاغذ تنگ ہے اور معنی زیادہ۔ ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ داناؤں کے لئے یہی کافی ہے۔)

مکتوب : ۸۴

پُرخلوص حافظ عیسیٰ کے نام چند سوالات کے جواب میں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے مشفق بھائی حافظ جیو کے نام، جس پر اللہ کا لطف ہو، ان کے نامۂ مہربان کے لکھے ہوئے خطوط، جو حافظ جیو، نواب اعز خاں الحال نواب صاحب عنایت اللہ خاں اور مشفقی عطا اللہ خاں کے نام تھے، پہنچ جائیں گے

نیز میاں اسمٰعیلؒ کا لکھا ہوا مکتوب بھی موصول ہو جائے گا۔ یہاں ہر طرف سے تسلی رکھیں۔
سابقہ سوالوں کے جوابات مفصل لکھے گئے، اُن کا مطالعہ فرمائیں۔ اثبات کی نفی میں
حضورِ معنیٰ ضروری ہے، اگر لطیفۂ قلبی کی توجہ کے وقت لطیفۂ روحی کی توجہ الٹ ہو
جائے، تو بہتر ہے، اگر اتنی طاقت ہو تو مختلف مخصوص رنگوں کے لطائف کا مشاہدہ
بابرکت ہوگا۔ ذکر کی لذت کی ضرورت ہے، اگر نفس کا تصور نہ بھی ہو، تو مضائقہ نہیں۔
اگر کوئی جانور اُونچے گھونسلے سے گر پڑے، تو دیکھنا چاہیے کہ اس کے اعضائے
جسمانی درست ہیں، خواہ اس کے پر و بال نہ نکلے ہوں اور زندہ ہے، تو ذبح کر لینا
چاہیے، تاکہ وہ مُردار نہ ہو جائے۔
تلاوت کے وقت اگر معانی کا علم نہ ہو، تو اتنی توجہ سے ضرور کام لے کہ اللہ
سبحانہٗ متبرک الفاظ کے ذریعے کلام ازلی سے بول رہا ہے، اور سمجھے کہ اللہ تعالےٰ
کے دربار میں کلام سن رہا ہوں۔
فنافی الشیخ کے بارے میں یاد رکھنا چاہیے کہ مبتدی کسی معاملے میں کبھی اپنی
حد تک شیخ کی رضا کے خلاف کوشش نہ کرے، متوسط کی حالت یہ ہوتی ہے کہ شیخ
کی محبت کا غلبہ اس کو اس حال پر پہنچا دیتا ہے، کہ جدھر نظر کرتا ہے، صورتِ شیخ
نظر آتی ہے حتیٰ کہ خود کو شیخ کی صورت میں دیکھتا ہے، یہاں تک کہ شیخ رہ جاتا ہے۔
اور وہ خود محو ہو جاتا ہے اور پھر اس دید کا علم بھی پوشیدہ ہو جاتا ہے۔
جس وقت نمازی، نماز کے لیے کھڑا ہو گیا تکبیرِ تحریمہ کہہ کر اللہ تعالےٰ کے
کلام کی طرف متوجہ ہوا، تمام دنیاوی تعلقات سے فارغ ہو گیا، اب ان گزرے
ہوئے اوقات کی نسبت جب اس کا تعلق غیر سے تھا، اس کے لیے معراج کا وقت
ہے۔ معراج عالی اور بلند وقت کو کہتے ہیں۔
اگر بے علمی میں معاش میں کوئی فساد پیدا ہو جائے، اور ایسا مال، حلال مال

ہیں مل جائے اور ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے، تو سارے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور ایسی ادائی بھی ثواب سے خالی نہیں۔

بعض دفعہ جب محنت کم ہوتی ہے، تو یہ استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن اگر استعداد محنت میں پختگی نہ پیدا کرے، تو کسی وقت پختگی پیدا ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں امید پختہ ہے، خوف نہ کرے۔ استقلال سے کام کرے۔

اگر کسی شخص کی منکوحہ گناہ کی مرتکب ہو جائے، تو بہتر یہ ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دے۔ یہی اچھی بات ہے، سوائے اس کے کہ جب کلماتِ کفر کا ارتکاب کرے، تو اس وقت اسے چھوڑ دینا بہتر ہے۔

سوالات کے جواب جلدی جلدی لکھے گئے ہیں، ان کا اچھی طرح مطالعہ کریں۔

مکتوب: ۸۵

سالک کے قبض و بسط کے بیان میں

پاک ہے وہ ذات، جس نے سالکین کے لیے بسط کے بعد قبض اور قبض کے بعد بسط بنائی۔ اولاً اگر کسی کوتاہی یا واضح گناہ سے قبض ہو جائے، اور سالک کو اس کے سبب کا علم نہ ہو، تو دونوں صورتوں میں احتمال تقصیر کی وجہ سے استغفار واجب ہو جاتا ہے۔ اور وہ استغفار کرتا رہے، حتیٰ کہ رضائے ایزدی سے بسط ظاہر ہو جائے۔ اور ثانیاً اگر اس کے بعد پھر پہلے کی طرح قبض ہو جائے، جیسا کہ اس کا امکان ہے، تو وہ ظلال و محیط کی قید میں ہے۔ اور اس کے بعد قبض ممکن نہیں، گویا وہ اس قید سے رہا ہو گیا، اور جو اس قیدِ ظلال میں ہوتا ہے، اُسے قعرِ نسیان میں گرا ہوا کہا جاتا ہے، اور جب یہ قید ختم ہو جاتی ہے، تو اس کا بشریت کی طرف اعادہ ممکن ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کا تتمہ باقی رہتا ہے۔ اور جو قیدِ ظلال سے ترقی کر جاتا ہے اُسے قعرِ نیستی میں گرا

ہوا کہا جاتا ہے۔ اور جو اس سے نکل کر اصل فنا تک جا پہنچے، اس کا بشریت کی طرف لوٹنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ نہ اُسے لوٹایا جاتا ہے اور نہ وہ امن کے طریقے سے واپس ہوتا ہے۔ اور یہاں اس کی مراد بشریت سے ہے، وہ بشریت جو اصلی ہے۔

مکتوب : ۸۶

حقایق آگاہ میر محمدؒ کے نام

حمد وصلوٰۃ و تسلیمات کے بعد، صاحب دانش و آگاہی، میر محمدؒ کی خدمت میں سلام محبت کے بعد عرض ہے، کہ خاکسار کے عریضہ کے جواب میں آپ کا مکتوب شریف ملا۔ اور اس کے مطالعہ سے لکھی ہوئی باتوں سے اطلاع ملی۔ ان کا لبّ لباب یہ معلوم ہوا، کہ چونکہ اس فقیر نے اپنے کسی گزشتہ خط میں غیبت سے منع کیا تھا، کیونکہ یہ شریعت میں ممنوع ہے، تو اس سے یہ قیاس کر لیا گیا، کہ امر بالمعروف سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی وہ آیت لائی گئی، جو مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے کہی گئی ہے۔ کہ "وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور بدی سے روکتے ہیں"۔ یہ نہیں سمجھا گیا کہ میں نے منکر (بدی) سے منع کیا ہے۔ کیونکہ غیبت مسلمانوں کی جماعت کی طرف بدگمانی اور ان کے حالات کی ٹوہ لگانا ہے، اور یہ وہی بات ہے، جسے آپ نے خود بھی لکھا ہے۔ "اور جو بدی سے روکتے ہیں" اور اس بات کا خیال نہیں کیا کہ بدی سے روکنا دراصل نیکی کا حکم دینا ہے، اور اس مہربان کی عبارت جو مکتوب شریف میں درج تھی، اسی طرح یہاں نقل کرتا ہوں، تاکہ آپ معروف و منکر میں فرق معلوم کر سکیں اور وہ عبارت یہ ہے " اور وہ لوگ جو تمہارے ہاں پسندیدہ ہوتے ہیں، اُن میں سے اکثر دنیا کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اور وہ اکثر دنیا کی مرادوں کے لیے اللہ کی عبادت

کرتے ہیں۔ اور وہ اس غرض کے سوا نہیں ملنے کے لیے نہیں آتے۔ اکثر کا حال اسلام کو کمزور کر دیتا ہے۔ اور یہ منافقین کا حال ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کہا ہے، کہ "وہ ایمان نہیں رکھتے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام لائے ......" اور یہ نہ صرف غیبت کی طرف اشارہ کرتی ہے، بلکہ اس کی تصریح کرتی ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ غیبت کیا ہے۔ یعنی کسی مومن بھائی کی غیر حاضری میں اس کے گناہوں کا ذکر کرنا، اور اگر معاصی نہ ہوں، تو غلط طور پر گناہوں سے متہم کرنا۔ اس لیے آپ کی یہ عبارت دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو اس فقیر کے پاس آنے والے گناہ گار ہوتے ہیں یا گناہگار نہیں ہوتے۔ اگر وہ گناہ گار ہوتے ہیں، تو ان کی غیر حاضری میں اُن کی یاد گناہوں سے کرنا غیبت ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید گناہ ہے، کیونکہ اس گروہ کا نام منافق ہے۔ اور بدگمانی غیبت سے بھی بڑی ہے۔ "اے صاحب بصیرت لوگو، عبرت حاصل کرو"۔ اور اگر وہ لوگ گناہ گار نہ ہوں، تو یہ صریح جھوٹ ہے، بلکہ منافقوں سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے کفر کا خوف ہے۔ "یہ دیکھو کہ کیا کہا گیا ہے اور یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے"۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ایک دفعہ جب کہ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، اور وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف رکھتی تھیں، دیکھا کہ ایک شخص جا رہا ہے۔ جب وہ نظروں سے غائب ہو گیا، تو بی بی عائشہؓ نے فرمایا، "اے اللہ کے رسول، یہ آدمی کتنا لمبا تھا"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "عائشہ رضؓ تو نے ایک مسلمان کی غیبت کی ہے، گویا تو نے مُردار کھایا ہے"۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا، "یا حضرتؐ میں نے سچی بات کہی ہے کیونکہ میں نے صرف لمبے کو لمبا کہا ہے"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، "عائشہؓ غیبت یہی تو ہے کہ کسی شخص کے عیب کو اس کی غیر حاضری میں حقارت سے بیان کیا جائے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر ایسا ذکر جھوٹ

ہوگا" مزید یہ کہ ایک دفعہ بعض صحابہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی غیر حاضری میں انہیں سبز قدم (منحوس) کہا تھا۔ اس کے بعد جب وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارے منہ سے مُردار کے گوشت کی بدبو آرہی ہے۔ صحابہ نے متعجب ہو کر پوچھا "یا حضرت ہم نے تو مُردار نہیں کھایا" آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے کسی مومن کی غیبت کی ہوگی۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔

"میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اے ایمان لانے والو۔ ظن سے بے حد بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ٹوہ نہ لگاؤ اور غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے" پس اس سے کراہت کرو۔"

میرے عزیز امر اور نہی کے ظہور کا جو مقام ہے، تو یہ تحریر کسی بھائی کی غیبت میں اس کے گناہوں کا ذکر ہے اور ہر کوتاہی میں شامل ہے اور حکم معروفات میں داخل ہے۔ پس اسے سمجھئے اور گمان سے بچیے، اور اس گمان سے بچیے جو تم نے میرے اور میری پسندیدہ جماعت کے بارے میں قائم کر رکھا ہے، اور وہ جھوٹ اور غیبت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ تم شکر گزار ہو، کیونکہ ہمارے علم کے مطابق تم نے ایک عطا کردہ نعمت کو جھٹلایا، اور نعمت پر شکر واجب ہے، اس لئے تم کوتاہی کرنے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ، اور یاد رکھو، نبوت کی وردشائیں ہوتی ہیں۔

مکتوب : ۸۷

حضرت میر محمدؒ کے نام۔

اس ذاتِ پاک کے نام سے اس کی مدد چاہنے کے بعد۔ شاید میں نے جواب میں کوئی کوتاہی کی ہے، جس کی وضاحت آپ نے طلب کی ہے۔ اور میں کہتا ہوں،

"اے رب! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں" اور میں مزید کہتا ہوں، کہ سمجھ لو، کہ عبادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک روح کے ذریعے اور دوسری بدن کے ذریعے۔ روح کے ذریعے کی عبادت زیادہ تر مرتبۂ ولایت پر واجب ہے، اور روح اور بدن کی ملی جلی عبادت انبیا اور ہمارے نبیؐ، سب پر صلوٰۃ و تسلیمات، پر واجب ہے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں کہا ہے ؎

اے بسا ناآوردہ استثنا بگفت　　جان شاں با جان استثنا است جفت

ترجمہ: اکثر ایسا ہوا، کہ استثنا کئے بغیر بات کی گئی۔ حالانکہ ان کی جان استثنا کے ساتھ پیوست ہوتی ہے۔

اولیا اللہ کا حال یہ ہے کہ ان میں سے بعض اکثر اوقات عالم سکر میں رُک گئے ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو علم نہیں، کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوّت کے عطا ہونے سے پہلے غارِ حرا میں چھ ماہ تک مقیم رہے، اور نزولِ احکام کے نہ ہونے کی وجہ سے ان پر بدنی عبادت واجب نہ تھی۔ اور وہ اس زمانے میں باطنی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور جب انہیں علم ہو گیا، اور ان کا دل مضبوط ہو گیا، تو انہیں طریقۂ عبادت کا پتہ چل گیا۔ اس وقت تک ان کے دل میں طریقۂ انبیاؑ مسلّم اور متحقق تھا۔ لیکن اسے زبان پر لانا موجبِ عتاب تھا، کیونکہ اس کے بارے میں احکام واضح نہیں تھے، اور یہ توقف خطا کے احتمال کی وجہ سے تھا، اور یہ لغزش کوئی بڑی لغزش نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ معصوم عن الخطا تھے۔ اور توقف کی یہ حالت چالیس دن تک رہی۔ اس توقف کی دو قسمیں ہیں، پہلی جسے شفقت و کرم کی جہت سے بیان کیا جاتا ہے، تاکہ اس کے بعد وہ آداب میں کوئی کوتاہی نہ کر جائیں، اور دوسری یہ کہ وہ ان کی قدرت میں نہیں تھی۔ کیونکہ دعوتِ نبوّت کا ظہور چند گنتی کے دنوں میں لازم تھا۔ جیسا کہ معلوم ہوا کہ عدمِ ظہور اور ظہورِ نبوّت کے درمیان ساٹھ دن کا عرصۂ جاہلیت تھا، تاکہ اس اثنا میں وہ اس امر پہ قدرت حاصل کر لیں۔

اور یہ حسنِ جلالی کے ظہور کا تقاضا ہے، بالخصوص جن کو دعوت دی گئی ہو۔ اور آپؐ کے حزن پر کوئی تعجب نہیں، کیونکہ آپؐ کا حزن والم عدمِ اطلاع کی وجہ سے تھا۔ کہ وحی میں کیوں رکاوٹ پڑ گئی ہے، اور اس حزن والم کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو اتنا عرصہ دعوت نہ دی جا سکی، اس کا لازمی تقاضا حزن تھا، کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ حزن کسی نقصان پر ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ آنحضرتؐ کی طرف توجہ نہ کی گئی تھی، اور نبوت کا ابھی پوری طرح ظہور نہیں ہو رہا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، کہ اللہ تعالےٰ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے، اور آپ سلسلۂ نبوّت کو ختم کرنے والے اور آخری نبی تھے۔ اور اسی طرح سورۃ اسریٰ میں فرمایا گیا "لوگ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ روح امرِ ربّی ہے، اور تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے، وہ بھی واپس لے لیں، اور پھر تو ہم پر کوئی زور نہیں ڈال سکے گا، سوائے اپنے ربّ کی رحمت کے بے شک آپ پر اس کا فضل بہت زیادہ ہے" اور جیسا کہ تحریر کیا گیا، اس سوال کا جو تم نے "سرّ استغنا" کے بارے میں کیا تھا، جواب لکھ دیا گیا ہے، جیسا کہ اس ضعیف نے اپنی استعداد کے مطابق ظاہر کر دیا ہے۔ اور میں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ لوگوں کے حال کو ان پر واضح نہیں کرتا، اور قاصر رہتا ہے، ہم اللہ تعالےٰ سے اس کے بیان میں خطا کرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

اے اہلِ عقل، سمجھ لو کہ ساری کائنات ایک جملۂ واحدہ ہے، جو اس کی دو حسین صفات یعنی صفتِ جمال اور صفتِ جلال کا مظہر ہے۔ اور اس کی ہر صفت کا خاصہ اس کا ظہور ہے، اور صفتِ جمال، "میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی" کے مطابق ہے، اور ہر وجود کا سبب اور ہر مظہر کا ثبوت، مظہر کے اندر ہوتا ہے، جو ظاہری اور باطنی طور پر اس کی ذات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے

قبل کہا گیا، وہ تقاضائے حسن کے مطابق وجود کے ظاہر اور باطن سے ظہور میں آتا ہے۔

اور صفتِ جلال کا ظہور ایک خیرِ محض ہے، جو مظہر کے اندر ظہورِ اطلاقی کی حیثیت سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے بنانے سے قبل تھا، اور وہ ظہور کی حیثیت سے خیر تھا۔ اور وہ ظاہر جو کہ اس کے حقیقی فعل کی طرف منسوب ہے، اس کی تخلیق کے اندر خیرِ محض ہے۔ جیسا کہ باطنی ظہور کے وقت تھا، جبکہ اس ذات پاک کے لیے مخلوق کا نفسِ مقید، شرِ محض تھا، اور اس میں صرف عذاب دیے جانے اور انعام واکرام سے محروم رہنے والے ہی نہیں تھے، بلکہ ان پر زیادتی بھی کی گئی۔ نعمتوں کا سبب جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، کہ "ہم نے ان کی جلدوں کو دوسری جلدوں سے بدل دیا، تاکہ وہ عذاب چکھیں"۔ اور یہ صفتِ جلال کا تقاضا تھا، کہ ان کو نعمتوں سے محروم رکھا جائے۔ اور ان پر آناً فاناً عذاب نازل کیا جائے۔ اس طرح اس کے کمالاتِ حسنہ کے مطابق اس کے وجود اور آثارِ شر کا نام لیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] بے شک جنہوں نے حق کو چھپایا۔ اور توحید کے دلائل، قرآن کی آیات اور پیغمبر کے معجزات کے باوجود اس کی طرف مائل نہیں ہوئے، ہم جلد ہی ان کو ایسی آگ میں ڈالیں گے۔ جو ان کی کھالوں کو پکا دے گی، یا جلا دے گی۔ اور ہم ان کی کھالوں کو بغیر اس کے کہ وہ پختہ ہوں یا جل جائیں، دوسری کھالوں میں تبدیل کر دیں گے، اور یہ تبدیلی ایک ساعت میں سو بار ہوگی۔ حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ یہ جلدیں گیارہ سو بیس ہزار مرتبہ تبدیل ہوں گی۔ ان کی تحقیق ہے کہ جلدیں جب جل جایا کریں گی، تو پھر اصلی حالت میں آجایا کریں گی۔ یہ تبدیلی صفت میں ہوگی، ذات میں نہیں ہوگی۔ اور یہ عذاب کی صورت ہوگی۔ یعنی انسان کو ہر لحظہ تازہ کیا جائے گا۔ اور اسے عذاب کا مزا چکھایا جائے گا۔ اور یہ عذاب دائمی ہوگا۔ بے شک خدا غالب ہے، اور کوئی اُسے عذاب دینے سے منع نہیں کرسکتا۔

اور جب میں نے دونوں مذکورہ متصل ظہوروں کو دیکھا، اور ان پر غور کیا، تو میں نے معلوم کیا کہ ان کے قریب رہنے والے لوگوں پر واجب ہے، کہ وہ ہر وقت ظاہری ظہور کی طرف دیکھیں، اور کبھی اس باطنی حقیقت پر نظر نہ کریں جس کو شرک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اس طرح شرک کے ساتھ صدق ثابت ہو جاتا ہے۔ سوائے اس وقت کے جب کوئی شرعی ضرورت لاحق ہو جائے، یا انہیں ودا کا حکم دیا جائے، یا جب حدود اور اس طرح کی کوئی شے شریر کے ساتھ واقع ہو جائے۔ اور اس وقت عارفوں کے لیے واجب ہو جاتا ہے کہ وہ حدود کے اندر رہ کر اس کے حق میں دعا کریں۔ اور وہ مصیبت میں مبتلا ہونے کا خوف طاری کرے۔

جب مجھے اس بات کا علم ہو گیا، تو میری زبان اور دل پر سکوت واجب ہو گیا، تاکہ اس کے گناہ میرے دل پر نہ پڑیں، یا دل میں مذکورہ ضرورت سے پہلے اس کی عیب چینی کرنے لگ جاؤں اور جب تمہیں اس بات کا پتہ لگ گیا جو میں نے کہی، تو تم پر بھی ضرورت سے پہلے خاموشی واجب ہو گئی۔ کیونکہ ان میں سے اکثر فقراکو میں نے بلا ضرورت غافل پایا ہے، پس اس نے اولیاء کی اصطلاح میں مرتبۂ کل سے گرا دیا ہے، اور جب یہ لغزش طویل ہو جائے، تو پھر گزشتہ احوال پر توبہ لازم ہو جاتی ہے، اور مستقبل میں استغفار بغیر عمل کے زبان سے ترک کرنا ضروری ہے۔

اے دوست! ہم نے عربی زبان میں قدرت حاصل نہیں کی، اور اب ارادہ ہے کہ فارسی میں لکھیں، اور جب ہم نے قلم اٹھایا، تو لوحِ محفوظ سے عربی کے کلمات ٹپکے جس طرح کہ خشک زمین پر بارش کے قطرے گرتے ہیں، اور اس کے حسن و نعمت میں اضافہ کر دیتے ہیں اور اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ کہ تو نے اس اُمی سے پوچھا، اور اللہ کا شکر ہے کہ میں ان علوم کے ظہور کا سبب بنا ہوں تاکہ ہدایت پانے

والے نفع پا سکیں، اور سوال کرنے والے دوست کو اس کی جزا عطا ہو۔

مکتوب : ۸۸

فیضِ عام و خاص کے بیان میں تحریر کیا گیا۔

پاک ہے وہ ذات، جو دونوں جہانوں پر دو طرح سے فیض کرتی ہے، ایک فیضِ عام اور دوسرا فیضِ خاص۔ فیضِ عام والے لوگ وہ ہیں، جو جلال و جمال کی مشترکہ خصوصیت کے ظہور سے وقتاً فوقتاً فیض یاب ہوتے ہیں، اور اس کے جمال کے انوار کے مظاہر ان کے وجود و ثبوت کے لیے ہیں۔ لیکن وہ اس قابل نہیں، کہ ان سے شریعت کے پردے اٹھا دیے جائیں، اور انہیں بخشتے ہوئے وجود عطا کیے جاتے رہیں، یہاں تک کہ وہ مقامِ قرب تک ان ظلماتی اور نورانی حجابات کو اٹھاتے ہوئے پہنچ جائیں، جو حکمتِ بالغہ سے صفتِ جمال کے تقاضے کے پیشِ نظر اللہ تعالےٰ اور ان کے درمیان پڑ گئے تھے۔ شاید رعبِ جلال اور ذاتِ پاک کی اس پاکیزگی کی وجہ سے وہ کہیں مضمحل نہ ہو جائیں، جو ان پر پڑ رہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ تعالےٰ نور و ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں ہے ..... تا آخر" اور یہ فیضِ عام کے لوگ ہیں، جو بشری وجود میں موجود ہیں۔ ان کے عروج میں اللہ تعالےٰ کے جلال کی سطوت مانع ہے۔ یہ لوگ برگزیدہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں لباسِ بخشش عطا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے فیضِ خاص کے ظہور سے اللہ کے رنگِ اخلاق میں رنگے جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالےٰ کے خاص جمال کا ظہور ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی، تو پھر انبیا، اولیا اور اہلِ جنت پر ایک نگاہ ڈالیں، اس لیے کہ انہیں دوسری مرتبہ زندگی دی گئی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے فرشتے آسمانوں میں اس وقت تک داخل نہیں ہوتے، جب تک انہیں دوسری زندگی نہیں دی

جاتی۔ اور بشری وجود اور اس کے کمالات سے وہ ہر طرح خالی ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں اس طرح کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اور وہ اللہ پاک کے اخلاق پیدا کر لیتے ہیں۔ پس اب یہ لوگ اس طرف نہیں لوٹ سکتے، جو ایک حدیث میں اس کلمہ کی صورت میں واقع ہے" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالے کے اخلاق پیدا کر لیے ہیں"۔

جب یہ ثابت ہو گیا، تو یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ سارا عالم انوارِ جمال کے فیض سے عالمِ وجود میں ہے، اور جلنے سے محفوظ ہے۔ چونکہ جلانا۔ اللہ تعالے کے جلال کے انوار کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے، اور اس کا ظہور حجاب کے اٹھنے کے بعد ہوتا ہے اور وہ لوگ جو مرتبۂ عام میں ہوتے ہیں، ان کا حجاب اٹھایا نہیں جاتا۔ جمال و جلال کے مشترکہ انوار کا اظہار ان کے اس مرتبہ میں تربیت کے لیے صفتِ جمال کے ساتھ کہا جاتا ہے، اور تربیتِ جمال اس وقت تک منقطع نہیں ہوتی جب تک وہ انوارِ جلال کے برداشت کرنے کے قابل رہتے ہیں، اور جب وہ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتے، تو پھر انہیں بخشے ہوئے وجود کے ساتھ زندگی نہیں دی جاتی۔ اور نہ ہی انہیں اللہ تعالے کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے" بے شک اللہ سبحانہ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے"، یعنی ان لوگوں سے جو وجودِ بشری سے باہر نہیں آئے، اور اس کی صفات کے ساتھ اپنے آپ کو متصف نہیں کرتے۔ اور جب وہ متصف ہو جاتے ہیں، تو اللہ سبحانہ، اُن کے حق میں فرماتے ہیں کہ" میں (ایسے بندے کا) کان ہوں، اس کی آنکھ ہوں، اس کا ہاتھ ہوں اور اس کا پاؤں ہوں، وہ میرے ساتھ سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ بولتا ہے اور میرے ساتھ چلتا ہے"۔ اس لیے وہ مردِ کامل ہوتا ہے۔ وہ دو مرتبوں پر فائز ہوتا ہے۔ ایک مرتبۂ مظہریت، جو کہ وجودِ بشریت کی جہت سے ہے، اور دوسرا مرتبہ مظہریت، جو اس کے اخلاق میں رنگے جانے کی وجہ سے ہے۔

مرتبہ بشریت کی حیثیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میں بھول جاتا ہوں جس طرح کہ تم بھول جاتے ہو۔ چنانچہ جب میں بھول جاؤں، تو مجھے یاد کرا دیا کرو"۔ اور اللہ کی صفت سے متصف ہونے کی بدولت آپ نے فرمایا: "میں احمد بلا میم ہوں۔ اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب اللہ میرے ساتھ ہوتا ہے، اور کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل وہاں نہیں ہوتا"۔

پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی شریک نہیں، اور انبیا اور اولیا میں سے کوئی اس ذاتِ مقدس تک نہیں پہنچ سکتا، سوائے بخشے ہوئے وجود کے، اور اس کی صفات سے متصف شخص کے۔ پس ایسے شخص کے لیے کوئی خوف نہیں، سوائے اس کے کہ اس کی تجلی سے جل جائے۔ ع۔ بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ) اس پر ختم کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ اس فقیر درماندہ کی اتنی بساط کہاں کہ احادیث کی حقیقت کے بارے میں تحقیق کی جرأت کروں۔ لیکن سوال کا جواب دینے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لیے چند باتوں کا دروازہ کھولا۔ اگر کوئی شبہ باقی رہ گیا ہو تو دوبارہ لکھ بھیجیں تاکہ مجھے پتہ چل جائے۔

مکتوب : ۸۹

حضرت خواجہ بزرگ کے قول کی تحقیق میں۔

روحِ انسانی، اللہ سبحانہ، کو غیر سمجھتی تھی، لیکن پہچانتی نہیں تھی، کیونکہ پہچان شہود سے پیدا ہوتی ہے اور وجود، شہود کے منافی ہے، اس سے خواجہ (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) صاحب کی مراد بشریت اصلی ہے، لیکن عارضی بشریت، بشر کے لیے لازمی ہے اور انبیائے کرام سے بھی بشریتِ الگ نہیں۔ غرض یہ ہے

کہ علم مختصر طور پر، عقل کا نام ہے اور رُوح تخلیق سے پہلے اور جسم کے ساتھ تعلق ہونے سے پہلے اللہ سبحانہ، کو جانتی تھی، کہ وہ میرا خالق ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے اسما اور صفات کے ظہور کے طریقے سے اپنی ذات و صفات کی حقیقت کی تفصیل کو نہیں جانتی تھی؛ مظہریت کی حقیقت، اور بشریتِ اصلی کی مظہریت، جو ایک وجود در دانا ہے، ایک مسلّمہ بات ہے، اور یہ مختصراً کسی شے کے جاننے کو کہتے ہیں، اور جب اُسے اپنی مظہریت اور اللہ تعالےٰ کے اسماء وصفات کی مظہریت کے بارے میں علم دیا گیا، اور اس نے اپنے ہر مرتبہ پر خواہ وہ اسم ہو، خواہ صفت، اسماء اور صفات کا مشاہدہ کر کے، اور اس کے ان آثار کو جو بشریت کی وجہ سے اس سے منسوب تھے، اللہ تعالےٰ کے آثار کا مظہر پایا، تو بشریت کے وجود کو فنا پذیر پایا۔ اس کو پہچاننا کہتے ہیں، چنانچہ رُوح کو شہود سے نسبت، جسم کے تعلق کے بعد عطا کی گئی۔ تعلق سے قبل کو جاننا کہتے ہیں، پہچاننا نہیں، کیونکہ اس کا انحصار شہود پر ہے۔

مکتوب : ۹۰

خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔

سعادت شعار اس بات پر شکر ادا کرتے ہیں، کہ ایک ہی صحبت میں جمعیتِ خاطر حاصل ہو گئی، اور ترکِ دنیا منظورِ نظر بن گیا، اور اسے اللہ کا فضل سمجھتے ہیں۔ دنیا اور دنیا داروں کی صحبت مُبتدی اور متوسط کے لیے زہرِ قاتل ہے، اور جو صاحبِ کمال مُنتہا پر پہنچا ہوا ہو۔ وہ دنیا داروں کی صحبت میں بھی اور مال و دولت کے جمع کرنے میں بھی اہلِ دنیا اور مالِ دنیا سے الگ تھلگ ہوتا ہے۔ ایسا صاحبِ کمال شخص اللہ کا نائب ہوتا ہے، جو غافلوں کو تربیت دیتا ہے، اور تربیت بلا صحبت حاصل نہیں ہوتی، حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے بعض بندے ایسے

ہوتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا ہمارے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔ اور دنیا سے دلی تعلق پیدا کرنے میں آنکھیں بند کرلینی چاہیں۔ گویا دنیا سے الگ ہیں۔ دوسرے پر نظر نہیں ڈالنی چاہیئے، سوائے نیک گمان کے۔ اور اپنے بارے میں جتنی کوشش کی جائے، نیک بختی ہے۔

رہا دوسرا اور تیسرا واقعہ کہ، آپ نے اپنے آپ کو ہماری صورت میں پایا، تو یہ عقیدے کے کمال کی دلیل ہے اور شیخ میں گم ہو جانے کو "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں۔ یہ ذکر کا نتیجہ ہے کہ مرید، پیر میں فنا ہو جائے۔ اور رہا اپنے آپ کو کم دیکھنا، تو یہ دل کی نورانیت کی دلیل کا آفتاب ہے۔ چونکہ کام ابھی ترقی پر ہے، اس لیے آپ نسبتاً کم حصّہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ بات مبارک ہے اور جتنا زیادہ حصّہ ملے گا۔ اتنی ہی ترقی کی علامت ہے۔ کوشش کرنے جائیں کہ اپنے آپ کو گم کردیں، تاکہ حق کی ہستی اور مرشد کی مرضی کے سوا کچھ بھی پسند نہ رہے۔ والسلام۔

مکتوب : ۹۱

مذکورہ بالا عزیز کے جواب میں لکھا گیا۔

تیسری بات کہ جب دل ذکر سے معمور ہو جاتا ہے، تو جو شخص جتنی دیر تک ناپختہ رہتا ہے، جوش میں رہتا ہے، جب پختہ ہو جاتا ہے، تو جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ القصہ اپنے آپ کو اس طرح پیش کریں کہ دل ان مقامات کی طرف متوجّہ نہ ہو۔ یہ مقام کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، منتہیٰ مقامات کے سامنے اس کا مرتبہ ایسا ہے، جیسا دریا کے سامنے قطرے کا۔ والسلام۔

واقعہ اوّل کی تعبیر۔ اس شخص کے ٦ لطائف اس طرح ہیں، جیسے قلب اور رُوح اس واقعہ میں تجلیات بخشتے ہیں۔ کبھی ستارہ کی شکل میں، کبھی چاند کی صورت میں اور

کبھی آفتاب کی مانند۔ یہ تمام دل کی صفائی کی علامتیں ہیں، بہت اچھی بات ہے۔
دوسرا واقعہ۔ اس صفائیِ دل کا ثمرہ ہے، اور لوگوں کو پھول دینا اس بات کی بشارت ہے، کہ جو ثمرہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملا ہے، اُسے عوام میں تقسیم کیا جارہا ہے۔ اور تیسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے۔ کہ یہ دونوں لطائف یعنی روح اور دل دو شمعوں کی طرح ہیں۔ اور ہماری صُورت دیکھنا اس بات کی بشارت ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کے لیے موجُود ہیں تاکہ شیطان دخل نہ دے سکے۔ ان تمام بشارتوں کو سعادت مندی سمجھ کر مراقبہ کے کام پر کمر بستہ ہو جاؤ: تاکہ انوارِ سفلی، انوارِ لطیفہ کی صُورت میں ظاہر ہوں، اور یہ کیفیّت ختم ہو جائے۔

مکتُوب : ۹۲

خواجہ فیض اللہ کو تعبیرِ واقعات کے ضمن میں تحریر کیا گیا۔

جو لوگ اللہ کا شُکر ادا کرتے ہیں، انہیں سولی پر چڑھایا جاتا ہے، اس سے مُراد طریقت میں مجاہدہ و ریاضت ہے، اور آپ جو خوف زدہ نہیں ہوتے، تو یہ بلندیِ استعداد ہے۔ کیونکہ آپ مجاہدہ کو راہِ محبت سے اختیار کرتے ہیں، اور وہ جو انوار کم ہو جاتے ہیں۔ اور آپ خدا کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، تو یہ کلامِ حق کی تجلیات ہیں، اور وہ جو اپنی تمنّا کو گھٹاتے ہیں، تو سالک کی انتہائے فنا یہ ہوتی ہے کہ سب کو گم کر دیتے ہیں، یہ سُکر و مستی کی ابتدا ہوتی ہے۔ روٹیوں کا آجانا حق تعالےٰ کا انعام ہے۔ جو آپ کو عطا ہوتا ہے، اور لوگوں میں تقسیم کرنا، اس امر کی خوشخبری ہے کہ اللہ کی نعمت کا ذکر عام کرو جو کچھ آپ کو ملتا ہے، دوسروں کو دو۔ یہ تمام بشارات (خوشخبری) ہیں جو سالکوں کو ملا کرتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا شُکر ادا کر کے اس کے حضُور متوجّہ ہونا چاہیئے۔

مکتوب : ۹۳

مذکورہ بالا سائل کے جواب میں لکھا گیا۔

میرے مشفق، سلام عرض ہے۔ ایک نورانی برتن ہے، جسے کھینچا نہیں جاتا۔ یہ تمام معاملہ جو تحریر کیا گیا ہے، اسی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی اطلاع نہیں ملتی۔ اور دوسرا برتن جو سیاہ بھی ہے اور نورانی بھی، آپ نے اس کا بیان طلب کیا ہے اور اس کے ٹوٹنے اور جُڑنے تک پہنچے ہو۔ دوسرے ظرف کا بیان ظاہر ہے چاہیے کہ پہلے صرف نورانی برتن کے بارے میں اطلاع دیں، اگر آپ جانتے ہیں، تو تفصیل سے لکھیں، تاکہ دوسرے ظرف (برتن) کے بارے میں لکھا جائے اور آپ کو آگاہ کیا جائے۔

مکتوب : ۹۴

سائل کی درخواست پر شبہات کے جواب میں۔

مشفق عزیزا چونکہ آپ نے سوال کے مطابق جواب نہ لکھا اور اس برتن کے بارے میں کچھ نہ بتایا، جو بالکل نہیں ٹوٹتا، اور وہی پرانی کیفیت لکھ دی، اس لیے معذرت کر دی گئی، ورنہ ضرور جواب لکھتا۔

میرے عزیز! سب سے پہلے آپ کو شہودِ اوّل، شہودِ ثانی اور شہودِ ثالث کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ جاننا چاہیے کہ شہود غیب کے مقابلے میں ہے، مرتبۂ غیب اللہ تعالےٰ کی قدیمی، ازلی اور بے کیف ذات وصفات کا مرتبہ ہے، شہودِ اوّل، نورِ اوّل کا مرتبہ ہے، جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے۔ اگرچہ یہ مرتبہ حادث ہے، لیکن یہ مخفی البدائت اور مخفی الکیف ہے۔ لہذا اس مرتبے کو یعنی شہودِ اوّل کو، غیب نسبی، قدیم نسبی اور مجہول الکیف بھی کہتے ہیں، اور شہودِ ثانی

رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم یعنی شہودِ اوّل کی عظیم رُوح ہے اور شہودِ ثالث ان کا جسم مُبارک ہے جو عرشِ اعظم کے اُوپر ہے۔ اور تمام اصُولِ مفصّل کا عنصرِ اوّل اور عنصرِ مجمل ہے اور اس جسمِ مبارک سے جو محض نُور ہے۔ تمام مراتبِ مجمل اور عناصرِ مفصّل نے ظہور پایا ہے، پس جو سالک فنا کا رُخ کرتا ہے۔ احاطۂ عناصر جو مخلوقات کے اجسام کے مراتب کو احاطہ کرتا ہے، لطافتِ محض سے راہِ حق کے سالک وطالب کو اپنی ذات میں جذب کر لیتا ہے، اور سالک تمام داخلی اور خارجی مراتب اس سے حاصل کرتا ہے اور کسی طرف سے بھی اس کو نسبت نہیں دی جا سکتی۔ چونکہ ظرفِ شہود سے یہ تعلق قائم رہنے کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے سالک کو اس شہود سے آگے ترقی کرنی چاہیے، اور اس سے وہ جو کچھ حاصل کرتا ہے، سابقہ علم کی وجہ سے ٹُوٹ پھُوٹ جاتا ہے، اور ظرفِ شہود اس کو شامل کرنے والا اور جائے بازگشت ہوتا ہے۔ اسے جو کچھ ملتا ہے، یہیں سے ملتا ہے، اسی طرح ترقی کے مدارج ہیں، جو اسے جا بجا ملتے ہیں۔ وہ پہلے سے بے اختیار ہو کر دوسرے میں جذب ہو کر ترقی کرتا ہے اور آخر کار تمام مراتبِ شہود تک پہنچ جاتا ہے، اور وہ شہودِ اوّل ہے اور یہ شہودِ اوّل کا مرتبہ ہے، جب کہ اس سے اُوپر کوئی شہود نہیں۔ اور اصحابِ شہود پر باقی رہتا ہے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس شہود سے ترقی کر کے کوئی غیبِ حقیقی سے جا ملے۔

چونکہ کاغذ تنگ تھا، اس لیے اتنے پر ہی اکتفا کیا۔ کچھ باقی رہ گیا ہے، تو سمجھنا چاہیے کہ یہ شہود جو ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ ولایتِ اولیا کے سایہ میں شامل ہیں اور اس ولایت کو بعض "ولایتِ خاصّہ" اور بعض "اولیا صغریٰ" کہتے ہیں۔ یہ شہود اپنی اصل کا کچھ رنگ رکھتا ہے، لیکن اپنی اصل سے بہت دُور ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کس کو اس سے باہر نکالا جاتا ہے۔

مکتوب : ۹۵

سوال : مشفق عزیز! آپ نے جو تحریر کیا ہے، وہ سالکوں کے سلوک اور مجذوبوں کے جذب کے متعلق لکھا ہے، اور یہ سائل کے کام کی بات نہیں کہ وہ ظرف چھوٹا ہے۔ مخلوق ہے، بنیا ہے، اور دوسری اطراف سے آنے جانے والا ہے۔ وہاں ہر مستحق کو اس کے استحقاق کے مطابق پوشاک پہناتے ہیں اور اس ظرف کو توڑ دیتے ہیں۔ اس معاملے پر غور کر کے مسائل کے جواب لکھیں۔

جواب : مشفق عزیز، میں نے جو کچھ لکھا تھا، اس میں سے کیا مرتبۂ جذب اور کیا مرتبۂ سلوک، کوئی شئے خارج نہیں۔ چنانچہ اپنی تحقیق کے ضمن میں آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ہر ایک کو پوشاک پہناتے ہیں اور اس ظرف کو توڑ دیتے ہیں، یہ جذب کتنی ہے۔ تعجب ہے کہ میری تحقیق کو نظر انداز کیا ہے اور اپنی طرف سے بات کو مختلف معانی پہنا دیئے ہیں۔ یہ طریقہ خلافِ حدیث ہے۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی والے ہو، نہ کہ تنگی والے" اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لباس کے متعلق تھوڑی سی بات کی جاتی ہے، تو یہ ایک امتحان ہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ آزمانے والا محروم رہتا ہے۔ اس سلسلے میں تین اشخاص کی ایک کہانی بیان کی جاتی ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے دو کی نیت بزرگ کو آزمانے کی تھی۔ اس لئے وہ بے نصیب واپس آئے، تیسرا خوش اعتقاد تھا، وہ مقبول ہوا۔ جب کبھی میں نے سلوک، جذب، توبہ، اجتہاد، اور اصطفا کے مراتب کے بارے میں کوئی جامع اصول پیش کیا ہے، تو سمجھا نہیں گیا، میں کیا کروں۔ پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ سلوک کیا ہے اور جذبہ کیا؟ اور کس مقام میں ہوتا ہے اور توبہ کیا ہے اور قبولیتِ توبہ کیا؟ اس مقام کے حامل کون ہوتے ہیں؟ اصطفا کیا ہے؟ اور کس مقام کا کیا خاصہ ہے؟ اگر آپ لکھ بھیجیں تو بہتر، ورنہ لکھ بھیجو کہ معلوم نہیں۔ اس وقت ان پانچوں

مراتب کی تفصیل لکھ کر بھیج دوں گا۔

اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ ایک برتن اسی قسم کا ہے۔ تو معلوم ہونا چاہیے، کہ سلوک و مراتب کی راہ میں قرب ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب مراتب کی تفصیلات ہیں، جنہیں کم فہمی کی وجہ سے سالک، مرتبۂ لطیف، کو تقبل صورت، مثلاً برتن میں دیکھتا ہے۔

مکتوب: ۹۶

میاں محمد کاظم کو صدائے ہویت کے استفسار کے جواب میں لکھا گیا۔

"کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے اس کے کہ اُسے وحی کی جائے یا پردے کے پیچھے سے ......" اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا، کہ جو کچھ آواز کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے، وہ یا تو نورانی آواز ہو گی یا جسمانی آواز۔ تمام لباس حادث وفانی ہیں، بلکہ آواز و حرف کے مرتبے سے پرے ہے جو مقصد و مدعا ہے۔ اور کلامِ مطلق کا پہلا لباس بھی تقید و حدوث کے مرتبے میں ہے لیکن کلام کرنے والا یا تو قدیم ہے یا حادث، اگر قدیم ہے، تو وہ ذات وصفات کے اعتبار سے، ذات وصفات کی جامعیت سے وحدت وکثرت کے بغیر، زمان و مکان کے بغیر کئی لباسوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس ظہور کے بھی دو مرتبے ہیں۔ ظہورِ اطلاقی یا ظہورِ تقیدی۔ اگر یہ ظہور اطلاقی ہے، تو یہ جامع حقیقی کی ذات کا حقیقی ظہور ہے اطلاقی طور پر اپنی پوشیدہ صفات کے کمالات کا ظہور ہے، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے۔ کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اگر یہ ظہور تقیدی ہے، تو یہ کمالاتِ مخفی کا ظہور ہے۔ "پہلے ظہورِ اطلاقی کی مظہریت کے لیے متکلم ازلی کا یہ بیان دو مرتبوں سے ہے۔ اگر متکلم

حادث ہے، تو پھر اس کی تقسیم کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ وہ ہر لحاظ سے حادث ہے، اور کمالاتِ مخفیہ کے ظہور میں داخل ہے، اور اسے پہلے مرتبہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ متکلم دو طرح کے ہیں۔ واجبی کلام کے ظہور نفس والے، اور ان کانوں کے لیے یہ بات غلط نہیں کہ وہ علمِ لدنی اور اصلی کی تعلیم سے ہے، اور ان کے اتباع میں بعض اولیا کو بھی یہ مقام حاصل ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں، جو نچلی ولایتوں کے درجات سے ترقی کر کے مرتبۂ ولایتِ انبیا تک پہنچ جاتے ہیں، اور یہ کلامِ نفس کے ساتھ مرتبۂ ثانیۂ حادثیہ کہلاتا ہے، جو کہ شہودِ اوّل میں درج ہے، اور جسے نورِ محمدیؐ ہی سے موسوم کیا گیا ہے۔

عزیزِ من، اس بیان میں میں اصل آواز ہوں۔ اور جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں اُسی کی ذات سے موجود ہوں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب: ۹۷

ایک عزیز کے نام تحریر ہوا۔

شروع اس ذاتِ پاک کے نام سے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو میرا رب ہے، جس کی تجلیات اور ذات و صفات سے اولیاء تربیت پاتے ہیں، اور جو پھر صفات کی تربیت سے لوگوں کی تربیت کرتے ہیں، اور ان کے اکثر معاملات تجلیاتِ ذاتی کی بدولت ہیں۔ اگرچہ وہ تجلیِ ذاتی سے بہت کم بہرہ یاب ہوتے ہیں، اور اس تجلی کو ان کے حق میں ترقی کہا جاتا ہے۔ اگر تجلیِ ذاتی اور تجلیِ صفاتی کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا جائے۔ تو میں کہوں گا کہ جب رب اپنی تجلی کرتا ہے، اور اپنے لباسِ صفات میں صورتِ معنوی کو جلوہ گر کرتا ہے، جو اس صفت کے لیے مخصوص ہے، اور وہ شخص اس معنیِ محض کی خصوصیت تک پہنچ جاتا

ہے اور پھر دُوسرے وقت دُوسرے معانی کے ساتھ اس طرح، جیسا کہ اللہ چاہے۔
اور اسے صفات کے اندر سیر در سیر کہا جاتا ہے۔ اور جب اس کی استعداد کے بعد
اُسے یہ سیر حاصل ہو جاتی ہے، تو یہ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک یہ کہ سیر کرنے والا
ایک مقام پر کھڑا رہے اور حالتِ خوف میں رہے، اور یہ معانی بیان ہو
چکے ہیں، اور موت تک اس میں قید رہے، اور دوسرا یہ اُسے اپنی استعداد کے
مطابق سیر حاصل ہو جائے، اور اس پر ذاتِ متجلّی تک پہنچنے کا ذوق و شوق غالب
آجائے، اور اس کا باطن کثرت سے وحدت کی طرف آنے سے کراہت کرے۔
اور پھر یہ بھی دو طرح سے ہے۔ ان میں سے بعض مقامِ دنیا پر کھڑے رہتے
ہیں، اور بعض اس کے بَین بَین رہتے ہیں، اِلّا ماشاء اللہ۔ اور بعض اس مرتبۂ فضیلت
سے بلا توقف ترقی کر جاتے ہیں، اور یہ مراتب تجلیات و صفات سے مرتبۂ اجمال
تک ہوتے ہیں۔ اور یہ تجلّیٔ ذات کا مرتبہ ہے، اور اس پر مقامِ اجمال کثرتِ معانی
کے بغیر جامع واحدہ کی تجلّی کے ساتھ ہے، جیسا کہ تجلّیات و صفات کی شان ہے۔
جب یہ بات سمجھ میں آگئی، تو یہ بھی سمجھ لیں، کہ واصلِ اوّل مقیّد ہے، اور یہ
ولایتِ خاصّہ کے کمالات کے مرتبے میں ہے، جسے بعض کے ہاں ولایتِ اولیا
اور بعض دوسروں کے ہاں ولایتِ صُغریٰ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ولایتِ مذکورہ
کے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اس ولایت کے لوگ صراطِ مستقیم کی شرط سے
مشروط ہیں۔ اور جو کوئی اس مقام پر ہوتا ہے، وہ تجلیاتِ صفاتیہ والوں میں سے ہوتا
ہے۔ اور اس مقام پر ان کی قید کا سبب اغراض سے عدمِ خلوص ہے، چاہے
وہ مخفی ہو۔ اور یہ اہلِ فنا مقیّد ہیں۔ اور ان کے لیے فنا میں فنا داخل نہیں ہوتی
وہ دونوں مرتبے جن کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ گروہ ظلال کے فرق کے ساتھ مراتبِ
ظلال کے لوگ ہیں، اور اس مرتبے کی قلت ہے، کیونکہ وہ سب تجلیات سے

مغلوب ہیں۔ مثلاً کیا تم جانتے ہو کہ تجلی کیا ہے؟ وہ کس چیز کی صفت کا ظہور ہے؟
یا کوئی ذات ہے، جو حجاب میں ہے چاہے وہ اہل تجلیات کے ہاں قلیل ہو یا کثیر۔
جب آپ نے یہ بات سمجھ لی، تو بس باقی بھی سمجھ لیں۔

مکتوب ۹۸:

ایک عزیز کے نام تحریر کیا گیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ اور سب تعریف اُسی کے لیے ہے، جو دو مرتبوں میں "حامد اور محمود" ہے، ایک قدیم اور ازلی، اطلاق کے مرتبے پر، جو حدُوثی تقیدی اور شہُودی ہے، اور کسی واسطہ کے بغیر اوّل ہے، اور دوسرا احدوثی مظاہر کے واسطے سے۔

پاک ہے وہ ذات، جس نے خلقت سے بذریعہ نُور حجاب کیا، اور جو نُور کے ظہور کی شدّت سے پوشیدہ رہا۔ اور وہ ایسا ظاہر ہے، جس سے بڑھ کر کوئی ظاہر نہیں، اور وہ ایسا پوشیدہ ہے۔ کہ اُس سے بڑھ کر کوئی پوشیدہ نہیں۔ وہ ایسا اکیلا ہے جو پوشیدگی میں ظاہر ہے اور ظاہر میں پوشیدہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ لطیفۂ مشفقانہ کو معانی مل گئے اور سینہ کھُل گیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

مکتوب ۹۹:

چند واقعات کی تعبیر کے بیان میں

ایک عزیز نے فرمایا ــــ

خاک شو خاک تا بر دید گُل — کہ بجز خاک نیست مظہر گُل

(ترجمہ) خاک ہو جا خاک تا کہ پھول اُگیں، کیونکہ خاک کے بغیر گل کا مظہر اور کوئی نہیں، خاک کے چھڑکنے سے پھُولوں کی افزائش ہوتی ہے، خُوب بات ہے، اس

سے مراد طفلِ نفس ہے۔ وہ جب موافقت پیدا کر لیتا ہے، اور سرکشی سے باز آ جاتا ہے، تو علم و معانی کی کثرت کا امیدوار ہو جاتا ہے۔

دُودھ سے مراد علم کا خزانہ ہے۔ جو شخص خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ میں دُودھ پی رہا ہوں، تو حدیث میں آیا ہے کہ اسے کثرتِ علم کی بشارت ہو۔ حق تعالےٰ اس بشارت کو کہ مقدمہ فنا ہے، منتہٰء ظہور میں لاتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے اے اللہ نُور کو میرے اُوپر، میرے نیچے، میرے سامنے اور میرے پیچھے پیدا کر دے یا مجھے نُور بنا دے، یہ نُورٌ علیٰ نُور کی بشارت ہے۔

سالکانِ طریقت کے حق میں یہاں دریا سے مُراد وحدت و معانی کا دریا ہے، اور ظاہر ہے کہ دریائے معانی حق تعالےٰ کے لاانتہا اسرار میں سے ہے۔ لہٰذا قرآن شریف میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے فرمایا گیا "کہہ! اے رب، میرے علم میں اضافہ کر"!

کشتی اپنے پیر کا وسیلہ ہے۔ کہ اس وسیلہ در وسیلہ کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے

اور آبِ حیاتِ دائمی سے مراد دریائے معانی کا پانی ہے، اور دل میں ظلمت کے گمان ہونے کے مطلب یہ ہے کہ انوارِ الٰہی کی ظلمت ایک پوشیدہ لطیفہ ہے کہ سالک آخرکار اس نُور تک جا پہنچتا ہے، اور آپ کو شروع ہی میں اس کا نظر آنا عالمِ مثال کی تمثیل میں استعدادِ قوی کی خوش خبری ہے۔

یہ واقعات اور ان کے جوابات جو لکھے جا رہے ہیں، ایک الگ کاغذ پر نقل کر کے رکھ لیں۔

شبِ برات کا دیکھنا، یہ مطلب رکھتا ہے، کہ حساب سے چھٹکارا دے دیا گیا ہے، سُورج کے کم دکھائی دینے سے مراد یہ ہے۔ کہ اس میں بعض مکروہ اور

بعض مُباح داخل ہو گئی ہیں۔

گھوڑے سے مراد نسبتِ قلبی ہے، اور قبلہ رُو ہونے سے مطلب قوّتِ ایمانی ہے، اور دریائے نُورِ وحدت ہے، جو قریب سے قریب تر آ رہا ہے تاکہ گھیرے۔ گھوڑے کے پانی پینے کا مطلب نفع بخش نظر نہیں آتا، یہ جذبِ غیبی ہے کہ اس میں اختیار نہیں۔

آپ کو جو خوف آتا ہے، وہ اس خاکی جسم کا تقاضا ہے، جس نے رُوح کے حکم کو قبُول نہیں کیا اور جو وحدت کے سمندر میں اپنے آپ کو سپرُد نہیں کرتا۔ اور جو دنیا میں تمہیں نُور کا احاطہ نظر آتا ہے، وہ تمہاری تسلّی کے لیے ہے۔

وہ نُور جس میں دھواں ملا ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ سائے کے مراتب ہیں اور حقیقت کا ظہُور سائے کے لباس میں ظاہر ہو رہا ہے اور صاف نُور کا معاملہ ابھی دُور کی بات ہے ؎

تو مباش اصلا، کمال اینست بس   گُم شُدن گُم کن وصال اینست بس

(ترجمہ) کمال بس یہی ہے۔ کہ تو قطعاً کچھ نہ رہے، وصال بس یہی ہے کہ تو گُم ہو جائے اور اپنے آپ کو گُم کر دے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہدایت دے، اور اپنے فضل و کرم سے مراتبِ ظلال کی طرف اور اصل اصول کی طرف روز بروز ترقی دے۔

جوابِ واقعہ:- یہ سب لطائفِ روحی کے انوار ہیں، جو ان تجلیات کے لباس میں نظر آتے ہیں، اور یہ اس امر کی علامت ہیں، کہ لطائف، جسم کے غبار کے زنگ سے صاف ہو چکے ہیں، جواہرات سے بھرے ہوئے طبق سے مراد، قُربت کے مراتب کا درست ہونا ہے۔ اور عَلَم (پرچم) نشانِ پیر کی علامت ہے جو آگے آگے چلتا ہے اور مرید کا رہبر ہے، تاکہ وہ غلطی سے کسی اور طرف نہ چلا جائے۔

اور غرق ہونے والے آدمی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شریعت کے

تابع اور سنّت کے پیرو کو اس حالت میں دیکھے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر فنا فی اللہ ہے اور اگر گاہے گاہے دیکھے، تو معاملہ وسط میں ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ شخص بدعتی ہے۔ اور شرع کے خلاف چلتا ہے، تو یہ اس کی مکمل گمراہی اور کامل محرومیِ سنّت کی علامت ہے الغرض اگر ان واقعات سے پہلے اور بعد میں تضرع و زاری ہے، اور غیر حق کی خواہشات کی نفی ہے۔ تو یہ رحمانی ظہورات ہیں، اور اگر اس سے پہلے یا بعد میں دل میں پراگندگی اور اندیشوں کی کثرت ہے، تو ایسے اُنوار سے دست کش ہو کر استغفار کرنا چاہیے کہ ان سے غیر رحمانی (شیطانی) باتوں کی خبر ملتی ہے۔" ان کو سنا دو، کہ میرا داؤ بڑا سخت ہے" اللہ تعالےٰ نے اسی دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ پس اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ ظلمت و نور میں سے جو کچھ نظر آئے، اُسے شرع کے ترازو پر تولنا چاہیے۔ اور غافل لوگوں میں شمار نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ نورانی اور دوسرے واقعات اچھے ہیں، لیکن ہر واقعہ کے ظہور سے پہلے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں سر جھکا دینا چاہیے۔ اور کسی واقعہ کا انتظار یا اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اگر یہ خود بخود ظہور فرمائیں، تو نور بخش ہیں۔

مکتوب : ۱۰۰

واقعات کے جواب میں۔

پہلا واقعہ کہ رحمتِ الٰہی کا پانی حق کا ذکر کرنے والے شخص کے دل اور جسم پر گراتے ہیں، اس امر کی علامت ہے کہ یہ آبِ رحمت، جو دائیں طرف سے آتا ہے اور زمین پر نہیں گرتا، بلکہ تمام کا تمام بدن میں چلا جاتا ہے۔

دوسرے واقعہ کا جواب۔ یہ ایک نورانی خلعت ہے، جو میرے وسیلے سے تمہیں

عطا ہوتی ہے۔ اور تمہارے سر پہ باندھتے ہیں۔ اور وہ نورِ سفید لطیفۂ رُوحی کا نُور ہے کہ اس کے ظہور سے شہود کے سامنے محو ہو جاتا ہے، اور بدن پر دانوں کا گرنا جواہر کی طرح ہے کہ ان کی تاثیر سارے بدن میں ہوتی ہے۔

تیسرے واقعہ کا جواب یہ ہے۔ کہ کبوتر نفس ہے، جو اس شکل میں ظاہر ہو کر فریفتہ کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالٰی کی مدد تمہارے شامل حال ہے، حقیقت باپ کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے، اور تمہیں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کی تعلیم دیتی ہے تاکہ تم زینتِ نفس کے دھوکے میں نہ آجاؤ۔

چوتھے واقعہ کا جواب کہ پہاڑ پر چڑھ رہے ہو، عروج و ترقی کی خوش خبری ہے، اور راستے میں پتھر کا حائل ہونا ذکر کا چھوٹ جانا ہے، اور ان چیزوں کے بعد دُوسری چیزوں کا ظہور یعنی پہاڑ کو پھاڑنا اور نُور کا ظاہر ہونا رفعِ قبض اور نُور کے ظہور کی علامت ہے، اور پتھر کا اڑنا عروج کی رکاوٹوں کے دُور ہونے کی علامت ہے۔ اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

پانچویں واقعہ کا جواب بَین بَین ہونا چاہیے۔ نماز کی رعائت کی وجہ سے، ہر اختیار مختارِ حقیقی کے پاس ہے، اس لیے اگر بے خودی کے عالم میں رکوع و سجود کی خبر نہ رہے، تو اس نماز کی قضا دُوسری نماز کے وقت ادا کر لینی چاہیے۔

دُوسرا جواب یہ ہے، کہ آپ نے واقعہ میں فرمایا ہے کہ میں عاشق کو قتل کر رہا ہوں، چھری کا ظاہر ہونا اور اس کا قبول ہونا، تمہارے مرتبہ عشق کی تصدیق کرتا ہے، ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر۔

تیسرے واقعہ کا جواب بہت خوب ہے۔ یہ شرع کی پیروی کی خبر ہے۔ اور بچے کا حکم دینے کی کوشش کے قبول ہونے کی علامت ہے اور نفس و شیطان کے علم سے حفاظت اور رسالت پناہ ﷺ کی طرف آنے اور عقیدے کو یاد رکھنے کا نشان ہے۔

اور پتھر کے اندر سیر کرنا، تصرفِ اولیا کا نمونہ ہے۔

دُوسرے واقعہ کا جواب اللہ کی جناب میں گریہ وزاری اور نیازمندی کی حقیقت، پانی کی طرح ہے، جو موتی بن بن کر آنکھوں سے ٹپکتا ہے اور چونکہ جو پانی زمین پر گرتا ہے، وہ ضائع اور برباد ہوجاتا ہے، اس لیے یہ عاشقوں کی آنکھ کا پانی جسم میں غرق ہوکر ہر عضو کو نُورانی مدد پہنچاتا ہے اور سستی اور کاہلی کو باہر نکال پھینکتا ہے۔ یہ اللہ تعالے کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

ایک اور واقعہ کا جواب نُورِ پُرنُور، لطیفۂ قلبی سے ظہور فرماتا ہے اور کشتیٔ غیبی امداد ہے کہ اس سے دریا کی مسافت آسانی سے طے ہوجاتی ہے اور ہر طرف سے اللہ تعالے کے حضور میں لاتے ہیں، اور جو کچھ حق کے خلاف ہوگا، اسے سینے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ "نہ آنکھ چُندھیائی، نہ حد سے تجاوز کیا" کو شاملِ حال جانیں۔ اس واقعہ سے کثرتِ انوار اور غیبی واردات کی خبر ملتی ہے۔ ترقی کی امید رکھیں۔ ؎

تو مباش اصلا، کمال این است و بس   گم شدن گم کن وصال این است و بس۔

(ترجمہ) کمال بس یہی ہے کہ تو قطعاً کچھ نہ رہے۔ وصال بس یہی ہے کہ تو گُم ہوجائے اور اپنے آپ کو گُم کردے اسی لیے چاہیے کہ ہر خلافِ شرع بات کو نقصان وہ سمجھیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ جو کچھ بھی نقش و کیفیت حاصل ہو، اللہ تعالے کو اس سے پَرے سمجھیں، اور اس کی نفی میں کوشش کریں اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا تھا، فی الحال اخلاص و یقین و عشق کے اسی طریقہ پر قائم رہیں۔ چونکہ معاملہ سابقہ کی طرح پیروی شرع ہے اس لیے یہ بھی عرُوج و ترقی کی بشارت ہے۔ فی الحال اسی قدر سمجھ لینا چاہیے کہ جس واقعہ کی تاویل سمجھ میں نہ آتی ہو اور مشکل ہو، اُسے ضرور لکھ بھیجا کریں اور اپنا زیادہ تر وقت مراقبہ میں گزار لیں۔ جس واقعہ کی سمجھ نہ آئے اُسے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ واقعہ کا جواب نیک

بشارت ہے۔ وہ ظلمت و غبار جو نفسِ سفلی کی وجہ سے دل پر جمع ہو گیا تھا، رحمت کے پانی نے اسے دھو ڈالا ہے اور دل کو صاف کر دیا ہے۔ تاکہ دل میں وسوسے پیدا نہ ہوں۔ اچھی بشارت ہے۔ مبارک ہو۔

واقعہ کا جواب اچھا ہے۔ دل جمعی سے اپنے کام میں مشغول رہیے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور بڑا فضل کرنے والا اور عظمت والا ہے۔ یہ نعمتیں آپ کی استعداد کی خوبی کو ظاہر کرتی ہیں۔ حضور پُر نور اس مقام پر دوسروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے لیے شروع میں اللہ کی تعریف بجالاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر طرح سے حضور کے سپرد کر دیتے ہیں۔ تمام دنیا حضور پر نور کے سامنے اس طرح گم ہو جاتی ہے جیسے ستارے آفتاب کے سامنے، اور حضور اپنے آپ کو اس طرح محو کر دیتے ہیں، کہ اپنی ہستی درمیان سے اُٹھ جاتی ہے۔

دوسرے سوال کا جواب، کہ عاشقوں کا دل خواب میں بھی بیدار رہتا ہے یہ ہے:۔ مسجد سے مراد اللہ تعالےٰ کا قُرب ہے۔ اور آخر کار سالک کا قرب اپنی اصل سے ہو جاتا ہے، اور باپ سے ملاقات سے مراد اپنی اصل سے ملاپ ہے، اور باپ کی مہربانی سے مراد اُس ملاپ کا حاصل ہے۔ اور جب کوئی شخص اپنی اصل سے مل جاتا ہے، تو اس وقت حجاب اٹھ جاتا ہے، اس مقام پر حجابات کا مقصد حضور محض ہے۔ بے حجاب اور محو ہو جانے سے مُراد بالکل اصل رنگ میں رنگا جانا ہے۔

اور دو فقیر جو راہ میں دیکھے گئے، وہ دربان ہیں، جو بیگانوں کو روکتے ہیں جب وہ راستہ عبور ہو گیا، تو ان سے یگانگی پیدا ہو گئی۔ اور پاؤں کھینچ لینے سے یگانگی کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان دو کو مہربان پایا اور اپنی خصوصیت بیان کی، کیونکہ انہوں نے ایک دوسرے سے نیکی کی بات کی اور کہا کہ ایک کی خاطر اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں، اور اُمید دلائی، تاکہ ہمت سے اس راہ کو طے کریں۔ یہ اللہ تعالےٰ

کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، اُسے عطا کرتا ہے۔

اور واقعہ کا جواب جاننا چاہیے، کہ تلوار کو ڈاکوؤں اور کافروں کو ختم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ سلوک کے راستے میں شیطان ڈاکو ہوتا ہے۔ اور اس کو ختم کرنے کے لیے سالک کی ہمّت بلند ہوتی ہے، جو نفس اور شیطان کے کسی فریب سے بھی ترقّی سے نہیں رُکتا۔ اور ہمّت کی تلوار سے نفس اور شیطان کے ہر فریب کو ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک عزیز نے ڈاکوؤں سے جہاد کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے انہیں صاحبِ ہمّت قرار دیا ہے، اور یہ خوشخبری ہے کہ اس واقعہ کے مالک کی فطرت میں ہمّت رکھ دی گئی ہے، تاکہ وہ حرص و ہوا کو کاٹ کر رکھ دے۔

اور وہ جو برہنہ تھا، اس سے مُراد اضطراری ہمّت ہے۔ جب قُربت کے مرتبہ میں ترقّی کی، تو اسے ہمّتِ اختیاری دی گئی۔ اور غلاف سے مراد اس مقام پر سالک کے اختیار کا غلاف ہے، تاکہ ہمّت سے کام لے، اور غلط طور پر خرچ نہ کرے ۔

رونقِ عہدِ شباب است اگر بُستاں را می رسد مژدۂ گُل بُلبُلِ خوش الحاں را

مشو اے بُلبُل ایمن زخود از بادِ خزاں کہ نیاید فرح از رونقِ گُل، مُرداں را

(ترجمہ) اگر باغ میں عہدِ جوانی کی رونق ہے، تو سریلی بُلبل کے لیے پھول کی خوشخبری ہے۔

اے بُلبل تو اپنے آپ کو خزاں سے محفوظ نہ سمجھ، کیونکہ مرجانے والوں کو پھولوں کی رونق سے کوئی فرحت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا "مت اِتراؤ، کیونکہ اللہ تعالٰے اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔

مکتوب : ۱۰۱

سوال : فیض اللہ بیگ لاہوریؒ کی طرف سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے. خداوند کریم کی مہربانی سے، اور حضرت کی برکت سے ہر طرح دل جمعی ہے. حضرت جی کے فضل و کرم سے اُمید ہے، کہ اس خاکسار کی ترقی کے لیے آپ اپنی ظاہری اور باطنی توجہ فرمائیں گے. آپ سے بات پوشیدہ نہ رہے، کہ

(۱) حالتِ مراقبہ میں کئی واقعات دیکھنے میں آتے ہیں. میں ایک روز مراقبہ میں تھا کہ سُوتی کپڑا لایا گیا، اور میرے لیے کُرتہ سیا گیا. اس کی تعبیر لکھیں.

(۲) نیز اکثر مراقبہ کی حالت میں قبلہ گُم ہو جاتا ہے، اس کی تعبیر کیا ہو گی ؟

(۳) ایک اور دن جب میں مراقبہ میں تھا، تو ایک مور میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا. وہ مور بے حد خوبصورت تھا. اس کے چند بچے بھی تھے. اتنے میں ایک جانور آیا اور اس کا ایک بچہ اٹھا کر لے گیا. مور ہوا میں اڑا اور جانور کے پنجے سے اپنا بچہ چھین کر لے آیا اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ مور کس طرح اتنی جلدی اڑا اور جانور کے پنجے سے اپنے بچے کو چھڑا لایا. ابھی میں اس واقعہ پر تعجب ہی کر رہا تھا. کہ کیا دیکھتا ہوں کہ چھ یا سات مور ہیں اور ان کے کئی بچے ہیں. اس کی تعبیر لکھیں.

(۴) ایک روز میں رسالت پناہؐ کی طرف توجہ کیے ہوئے تھا کہ میرے دل نے یہ آواز سُنی. کہ حضورؐ تشریف لاتے ہیں. زیادہ دیر نہ گزری تھی، کہ سیام کی طرف سے کئی شعلے اٹھے. اس وقت مجھے ایک باغیچہ نظر آیا جو نُور سے معمُور تھا. اسی اثنا میں رسالت پناہؐ میری طرف تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے مُلاقات کی.

(۵) ایک اور دفعہ میں مراقبہ میں تھا، کہ مجھے ایک بہت بڑا عَلَم دیا گیا. اس کا سرا آسمان تک پہنچتا تھا. میں ہر ایک کو کہتا پھرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے

بہت بڑا جھنڈا دیا ہے۔ اس پر ایک شخص نے مجھے کہا کہ نوابوں کے پاس علم ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے تو یہ جھنڈا اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اور نواب تو اپنا جھنڈا خود بنایا کرتے ہیں۔ براہِ کرم اس کی تعبیر فرمائیں!

جواب: فیض اللہ بیگؒ کو واقعات کی تعبیر میں لکھا گیا۔

فقیروں کے دوست مرزا فیض اللہ بیگؒ کی خدمت میں سلام۔ آپ کا خیریت کا خط، جس میں واقعات درج تھے، موصول ہوا۔ میرے مشفق یہ تمام واقعات تجلیاتِ الٰہی کا ظہور اور روحانی ترقیات کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں تضرع اور فقر کی حالت طاری ہو، اور خوشی و مسرت محسوس ہو۔

پہلے واقعہ کی تعبیر حق تعالےٰ کی طرف سے انعام و نوازش کی علامت ہے۔ کرتہ کے لباس سے مراد تقویٰ کا عطا کیا جانا ہے دوسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ اپنے آپ کو گم کرنا مقدمۂ فنا کی نایافت ہے، اور اس کی بشارت تقویٰ ہے۔

تیسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے: خوش نما اور دلکش موروں کا آنا مختلف قسم کی تجلیات ہیں۔ جو حق تعالےٰ کی جامع صفات کے ظہور سے، ہر صفت میں اپنی خصوصیت کی وجہ سے جلوہ نما ہے۔ ان کے بچوں سے مراد تجلیات میں مزید نسبت اور ترقی ہے۔ کیونکہ بعض صفات جمادات کی طرح ہوتی ہیں کہ ان میں نشو ونما نہیں ہو سکتی۔ اور وہ اسی مرتبہ پر انحصار رکھتی ہیں۔ جبکہ بعض نباتات کی طرح مزید ترقی کی مقتضی، اور مفصل سیر کو پہنچانے والی ہوتی ہیں، اور بچے کو لے جانا جو ترقی میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے، شیطان کا کام ہے، لیکن چونکہ ان اہل تجلی کی استعداد میں ترقی کا تقاضا ہے، اس لیے وہ فعل، جو رکاوٹ کی وجہ ہے صاحبِ واقعہ سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لیے شیطان کا منصوبہ کامیاب نہیں ہوتا۔

چوتھے واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا آغاز آنحضرت

پر اعتقاد و خلوص کا کمال ہے؟

شاید کہ تیرے رب کی رحمت تیری سچائی کے مطابق تجھ پر چھا جائے، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب بن جائے۔

اور اسی طرح ظلمت کے مقام سے ترقی، تجلی کی نشان دہی کرتی ہے اور بزرگی کے مراتب کی طرف لے جاتی ہے۔ اور سبام کی طرف سے شعلوں کا اٹھنا، اس فقیر کی نااہلی کے باوجود سلسلۂ نقشبندیہ کے انوار کی بدولت ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کے اسرار کو پاک کرے اور عَلَم کی نمود، ولایتِ محمدیؐ کے عَلَم کے ماتحت ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلاطین و امرا کے جھنڈوں کو آنحضرتؐ کی ولایتِ نورانی کے علم سے کیا نسبت؟ یہ جوہرِ نفیس ہے، جبکہ وہ ایک حقیر سی ٹھیکری۔ الغرض ان تمام مشاہدات سے اپنے باطن کو خالی کر کے قوتِ متخیلہ کو حق تعالےٰ کی جنابِ بے کیف کی طرف متوجہ کرنا چاہیے، اور جو کچھ نظر آئے، اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے اور اسی کی طرف مشغول ہونا چاہیئے اور قلب و نفس کی عدم تفریق کی وجہ سے جو فرحت و لذت حاصل ہوتی ہے، اسے باہر نکال دینا چاہیے، اور حضورِ حق میں زاری کرتے رہنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۱۰۲

فیض اللہ بیگؒ کے نام جس میں مُبتدی اور منتہی کو تعلیم مراقبہ دی گئی اور عادات سے دُوئی کو دُور کرنا، کہ یہی حجاب ہے، سکھایا گیا۔

خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی طرف سے ایک گرامی نامہ ملا جس میں چند عجیب واقعات کا ذکر سُنا اور ان کی تاویل طلب کی گئی تھی۔ ان واقعات سے آپ کی استعداد معلوم ہوئی جس میں کئی کمالات پوشیدہ ہیں۔ حق تعالےٰ واقعات سے نظر آتا ہے۔

چنانچہ میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق ہر واقعہ کی تاویل و تحقیق لکھ بھیجی جو مطالعہ میں آچکی ہوگی۔ محض واقعات پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بہت کوشش کرنی چاہیئے تاکہ محبوب کا نظارہ آئینۂ عالم کے واسطے کے بغیر حاصل ہو سکے۔

دُوسرے عزیزوں، بالخصوص چھوٹے بھائی کو، جو اس طریقہ میں شامل ہے، سلام پہنچائیں، اور یارانِ محفل کو بھی سلام کہیں۔ مراقبہ کیا کریں۔ آنکھیں بند، پاؤں کھلے، مراقبہ کریں۔ مراقبہ کے دو درجے ہیں ایک درجہ مراقبۂ سالک اور دوسرا درجہ مراقبۂ مُنتہی، سالک کا مراقبہ اغیار کے دخل اور مزاحمت کو دُور کرتا ہے اور مُنتہی کا مراقبہ سینہ و دل سے دخلِ اغیار کی تیرگی کو دُور کرتا ہے۔ اس سے اغیار کی مزاحمت کے بغیر وہ مطلوبِ حقیقی کی حضُوری حاصل کرتا ہے، حتیٰ کہ تمام ظاہری اور باطنی حواس مطلوبِ حقیقی کی حضُوری و موجودگی پر متفق ہو جائیں ؎ شاہی بارگاہ میں سوائے جلال کے اور کچھ نہیں رہتا۔ چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

چنداں بِرواِیں رہ کہ دوئی برخیزد	در ہست دوئی بر سر روئی برخیزد
تو او نشنوی ولے اگر جہد کنی	جائے برسی کز تو توئی برخیزد

ترجمہ: اس راہ پر یہاں تک چلتا جا، کہ دوئی ختم ہو جائے۔ اگر دوئی ہوگی بھی، تو ہر طرح سے ختم ہو جائے گی اگرچہ تو وہ نہیں ہو سکتا، لیکن اگر تو کوشش کرے۔ تو ایسی جگہ ضرور پہنچ جائے گا کہ تو خود ختم ہو جائے۔

بہترین بات وہ ہے، جو مختصر اور مدلّل ہو۔

مکتوب: ۱۰۳

حضرت پیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق نفسانی و شیطانی خطرات کے بیان میں۔

پیرِ دستگیرؒ، اللہ ان کے راز کو پاک کرے، کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خیال و اندیشہ یا تو نفس کا کام ہے یا شیطان کا کام۔ جب تک دِل غالب نہیں ہوتا، دل کا نُور، اندیشہ کے بعد تمیز نہیں کرتا کہ یہ اندیشہ باہر سے آیا ہے یا نفس سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو مکرُوہ سمجھا جاتا ہے، اور اسے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ جب تک دل غالب نہیں آتا۔ نفس اور شیطان اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اگرچہ اندیشوں کی کثرت کی نسبت جمعیّتِ خاطر کم ہوتی ہے، لیکن جب دل کا نُور تمیز کر لیتا ہے کہ یہ اندیشہ شیطان کی طرف سے ہے، یا نفس کی طرف سے، اور اسے مکرُوہ سمجھتا ہے، تو اس کا سارا وبال ان دونوں پر پڑتا ہے اور اس شخص کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلُوم ہو گیا کہ عناصرِ اربعہ میں عدمِ اعتدال کی وجہ سے یہ دونوں دشمن دخل دیتے ہیں۔ اور اگرچہ عناصرِ اربعہ کا اعتدال پر رہنا کمال پر موقوف ہے، لیکن دل کا نُور اس کے آنے کے بعد اس کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے، اس لیے اسے مکروہ سمجھنا چاہیے۔ اور دِل کے نُور کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنے دینا چاہیے اور اس سے بیزار رہنا چاہیے۔

حضرت کی تحریر سے معلُوم ہوا، کہ کمال سے پہلے اور بعد بھی اندیشہ آتا رہتا ہے، لیکن کمال کے بعد اور جب تک عناصرِ اربعہ میں اعتدال ہو، قدم آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ اور ناقص مقبُول نہیں ہو سکتا۔ اور جب دِل کے نُور سے تمیز ہو جاتی اور دُشمن کا خطرہ و اندیشہ معلُوم ہو جاتا ہے، تو اسے مکرُوہ سمجھتے ہیں، اگرچہ اس کا روکنا ممکن نہیں، لیکن اس کے تابع نہیں ہو گا۔ جب یہ معلُوم ہو گیا تو پھر اس خیال سے کہ میں کاملوں کی طرح کیوں نہیں، تاکہ اندیشہ ہرگز دل میں داخل نہ ہو، پریشان نہیں ہونا چاہیئے اور مجاہدہ کرتے رہنا چاہیے۔ جب تک کہ اللہ چاہے۔ تمام کام اپنے وقت کے پابند ہوتے ہیں، چنانچہ اس خیال سے دل کو تسلّی دے لینی چاہیے کہ اکثر

لوگ اندیشوں سے مغلوب ہو کر خود اندیشہ بن جاتے ہیں، اور اسے پسند کرتے ہیں کہ دل کا وہ نور جو تمیز کر سکتا ہے، ابھی ان میں ظاہر نہ ہوا ہوتا۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ دل کے نور سے تمیز پیدا ہو گئی ہے اور دل اندیشہ کو اندیشہ ہی سمجھتا ہے۔ اپنا مقصود نہیں سمجھتا۔

مکتوب : ۱۰۴

اللہ تعالے ایمان لانے والوں کا دوست ہے، وہ ان کو تاریکی سے نکال کر اپنی قدرت کے کمال سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور وہ اس کے کمال قدرت سے امید کرتے ہیں کہ وہ نور سے نور کی طرف عروج بخشے گا۔ اور اس کا حصول شیخ المشائخ عبدالقادر نقش بندیہ کے کمالِ توجہ کے طفیل ممکن ہے۔ اللہ تعالے انہیں اس مدد اور تقویت کی جزائے خیر دے۔ اور سلام ہے ان کے ہم نشینوں اور نزدیکیوں پر، اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے۔

مکتوب : ۱۰۵

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

حق تعالے کے پاک نام سے، اس بے بضاعت کی طرف سے، اس جامعِ علوم پیر و مرشد کے نام، جو اللہ کی مشیت سے حکمتِ دینی کے رہبر و رہنما ہیں، سلام۔ دعا کرتا ہوں کہ اس پیاسے کا سرمایہ تنقید و دلیل کے مرتبے سے گزر کر ان مظہر عجائب کی توجہ سے تحقیق تک پہنچ جائے، اور وہاں سے بسہولت آگے نکل جائے۔ اور یہ بات اللہ تعالے کے لیے کوئی مشکل نہیں، اور ان کے ہم نشینوں کو سلام اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے اور میں آپ سے قربت رکھنے والوں سے دعائے خیر

کی اُمید رکھتا ہوں۔

فائدہ:۔ "وہ اللہ ہی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ صاحبِ بصیرت لوگوں کے ضمیروں سے یہ بات پوشیدہ نہیں، کہ اہل ظاہر کی اصطلاح میں جو ولایتِ عامہ سے واقف ہیں، خدائے باطل کی نفی کرنے والی یہ آیت آفاقی ہے۔ کیونکہ کافروں نے سورج، چاند اور تاروں کو مستحقِ عبادت سمجھ کر ان کے لیے خدائی آداب اختیار کر رکھے ہیں۔ حالانکہ ان کے بے استطاعت ہونے کے بارے میں تھوڑا سا غور کرنے سے بھی پتہ چل جاتا ہے، اور اس کام کے لیے کوئی زیادہ مجاہدے کی ضرورت نہیں، اور ولایتِ خاص کے لوگوں کے نزدیک کثرت کا وجود، بلکہ کثرت کا ثبوت، خدائے باطل کے اعتراف میں شامل ہے، چنانچہ اس ولایت میں آیت کریمہ میں کثرت سے تعلق کی نفی کی جاتی ہے، یہاں تک کہ اُس صاحبِ ولایت کی ذات وصفات کو بھول جانا، اس علمِ نسیاں کے نسیاں سمیت ضروری ہے، بلکہ وہ کثرت کے مراتب میں عینِ وحدت کو پاتے ہیں، بلکہ کثرت کو عین وحدت سمجھتے ہیں۔

اور یہ حالت فیضِ عام کے ظہور کے غلبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ ایسے شخص کی نظر میں کثرت، وحدت کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور غلامی کے دائرے سے نکل کر خدائے باطل کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے اور جب سالک کی نظر میں کثرت، آدمی کی توفیق کے مطابق وحدت کا حکم اختیار کر لیتی ہے اور وحدت کا نور ہر شخص کثرت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، تو اس پابندی سے تعلق توڑنا مجاہدات واقعی بلکہ خصوصی فضل سے تعلق رکھتا ہے، یہاں تک کہ اس طریقے سے عارف کا جوش وخروش اعتدال کی حد پر آجاتا ہے۔ اور غلامی کا وہ داغ جو قلتِ بصارت کی وجہ سے پوشیدہ ہوتا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے، اور غلبہ

کا وہ غبار، جو دل کی بصیرت پر پڑ گیا ہوتا ہے، فضلِ اخص سے مٹ جاتا ہے۔ سمجھ لو کہ یہ وہ بندہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کا خالص بندہ ہے اور وہ عبد اور معبود میں تمیز کر سکتا ہے اور وہ ولایتِ اخص سے اس طرح تعلق رکھتا ہے، جیسا کہ کوئی دوسرا ولایتِ خاص سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر وہ غیب پر ایمان لانے والا بن جاتا ہے اور ترقی کر کے مرتبۂ شہادت وشہود و کثرت پر پہنچ جاتا ہے، اور کوئی پردہ نہیں رہتا۔ اور یہ تحقیق شدہ بات ہے۔ لیکن چونکہ ابھی اس کا وصل توجہ سے وابستہ ہوتا ہے، خواہ یہ توجہ بے کیفی کی ہو، اس لیے اس کا تعلق توجہ کے ذریعے خدائے باطل کے تعلق کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جب ایسے شخص کی توجیہ بے کیفی کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے، تو اس توجہ کو قطع کرنے کے لیے مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب توجہ ختم ہو جائے، تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ وہ "عبدہٗ" رہ جاتا ہے اور اس کا تعلق ولایتِ خاص الخواص سے ہوتا ہے، اور یہ ولایتِ انبیا ہوتی ہے، ہمارے نبیؐ اور تمام نبیوں پر درود وسلام ہو۔ اس موقع پر یہ شخص حقیقی شرک کے تمام اثرات سے آزاد ہو جاتا ہے، اور وہ ایمان بالغیب والا مومن بن جاتا ہے، جیسا کہ کوئی اور مومن ایمان بالغیب والا ہوتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے، جن کے حق میں کہا گیا ہے کہ "علما انبیا کے وارث ہوتے ہیں"۔ پس اس فرق میں، جو ولایتِ اربعہ میں ہوتا ہے، جا ملتے ہیں۔ لیکن ابھی حقیقی صفات کا لباس، پاکیزہ ذات کے وصال پر موقوف ہوتا ہے۔ چنانچہ اس دوران میں اس کا تعلق پاکیزہ صفات سے ہوتا ہے، اور چونکہ وہ صفات، جو قائم نہیں ہوتیں، دو پہلو رکھتی ہیں۔ ایک پہلو ذات کی حیثیت سے وجوب کا، اور دوسرا پہلو نفوس کی حیثیت سے امکان کا۔ اس عارف کا تعلق ان نفوس کے ساتھ غالبانہ ہوتا ہے۔ اور اس غلبہ کا سبب خواہشات کی باقی صفات کی خوشبو ہے، اور خواہش اگرچہ

تھوڑی ہو، لیکن پھر بھی اسے ایک خدائے باطل کا درجہ دیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا، جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا تھا" اس لیے اس خواہش سے قطعِ تعلق کرنا اور اس ذاتِ جامع کی طرف ترقی کرنا، اخص الخواص سے وابستہ ہوتا ہے۔ اس میں مجاہدہ کو کوئی دخل نہیں۔ اور جب یہ مرتبہ مل جاتا ہے، تو یہ محض اللہ کا فضل ہوتا ہے اور وہ خود اطاعت کے ذریعے کمالاتِ نبوت سے جا ملتا ہے۔ لیکن اس شخص کو بُت نہیں کہا جا سکتا۔ جب اس آخری مرتبہ کے بارے میں تحقیق کی جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہ حق سبحانہٗ کے فضل و کرم سے عام نبیوں کے انوارِ نبوت میں سے ایک حصہ ہے، جو ہمارے نبیؐ اور ہمارے نبیؐ کی پیروی میں دُوسرے انبیا کے درمیان فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ ان تمام انبیا پر سلام و درُود۔ پس معلوم کیجیے، کہ تمام انبیا اور اولیا اس ذاتِ جامع سے ملنے والے ہیں۔ لیکن ہمارے نبیؐ کی نسبت، حصولِ ذات کی طرف سے ہے، جس میں صفات کی طرف تھوڑا سا میلان ضروری ہے، اور یہ تھوڑا سا میلان تھوڑی سی خواہشات کی وجہ سے ہے، اور اگر یہ خواہشات اباحت و عزیمت کے مرتبے تک ہیں، تو اس کے کٹنے کی متقاضی ہیں، اور یہ شانِ عزیمت ہمارے نبی اکرمؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

"اے اللہ ہمیں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات سے ان کی تھوڑی سی متابعت کی برکت سے سہولت بخش۔"

مکتوب: ۱۰۶

میاں الہ دینؒ کے سوال کے جواب میں

اللہ تعالےٰ کی صفات کے فیض کا ظہُور عام و خاص ہے، اور اس کے ظہُورِ عام

کا رُخ خاص طور پر مظہر کی طرف ہے، جس طرح انسان کی صفات مثلاً سُننا، دیکھنا، بات کرنا وغیرہ کو حق تعالےٰ کی صفات کا فیض کہتے ہیں۔ لیکن ہم اُنہیں صفاتِ حق نہیں کہتے، صفاتِ انسانی کہتے ہیں۔ اور ظہُورِ خاص میں ان کا تعلق اللہ تعالےٰ سے جوڑتے ہیں۔ اسے انسانی صفت نہیں کہا جا سکتا، جیسا کہ کلامِ حق کی صفت ہیں، جو متعدّد کتبِ آسمانی میں ظاہر ہوا ہے اور حرف و آواز کے لباس میں سامنے آیا ہے۔ ان سب کو ہم کلامِ حق کہتے ہیں۔ اور حقیقت اس طرح ہے کہ انسان کو جو صفات ملی ہیں، ان کے فیض سے ان کا ظہُور انسان کی صفت کا فیض قرار دیا گیا ہے، جس طرح کہ انسان کا بات کرنا، اور دیکھنا، اور انسانی علم وغیرہ اور ان دُوسری صفات کا یہی ایک پہلو ہے، جو کلام کی صفت کے خلاف ہے، کیونکہ یہ صفت دو طرح سے ظہُور میں آتی ہے۔ ایک عام اور ایک خاص۔ عام صفت کے ظہُور سے انسان میں کلام کی صفت پیدا ہوتی ہے، اور اس سے وہ کلام کرتا ہے صفت کا یہ ظہُور اور کلام کرنا انسان سے منسُوب ہے۔ بشر کے کلام کو، جو کلامِ حق کا مظہر ہے، ہم کلامِ حق نہیں کہتے۔ کیونکہ بات کرنا انسانی صفت ہے اور انسانی کوشش سے تعلق رکھتا ہے۔ حرف اور آواز انسان کی کوشش اور حصُول سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ظہُورِ خاص کی بدولت اُن آسمانی کُتب سے، جو انبیا علیہ السلام پر نازل ہوئی ہیں، حق تعالےٰ کلام کرتا ہے، یہ کلام حرف و آواز کے لباس میں ہے، اور اس لباس میں جو کلام میں مدعا کی شکل میں ہے، نورانی حرف و آواز ہے۔ اس میں مخلُوق کی کوشش کا کوئی حصّہ نہیں، بلکہ حق تعالےٰ نے اپنے کلام کو کسی واسطہ کے بغیر حرف و آواز کے لباس میں ظاہر کر کے اسے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں فرمایا، "ہم آپ کو بہترین قصّہ سناتے ہیں"۔ اور اگرچہ شہُودِ اوّل مخلُوق کے واسطہ کے بغیر ہے، لیکن اس جامۂ شہُودیہ

کے مرتبے کو حق تعالےٰ نے ہرگز اپنی ذات وصفات نہیں فرمایا، بلکہ مخلوق فرمایا کہ ہماری مخلوق ہے اور جو کچھ ذات وصفات میں سے پہلی مخلوق موجود ہے، اُسے حق تعالےٰ کی ذات وصفات نہیں کہتے، بلکہ اسے ذات وصفات کا فیض کہتے ہیں۔ جیسا کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ دنیا میرے نُور سے ہے اور میں اللہ کے نُور سے ہوں، یعنی اپنے آپ کو ذات اللہ نہیں کہا، بلکہ نُور اللہ کہا۔ اور اس طرح عالم کو اپنا نُور کہا، اس طرح میں دُنیا کے ہر انسان کو حضرت کی ذات یا نُور نہیں کہتا، بلکہ نُور کا فیض کہتا ہوں۔ سوائے کلامِ مطلق کے کہ اس کو ظہورِ خاص کی صفت جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا، مخلوق حرف و آواز کے لباس کے باوجود ذاتِ حق کا کلام کہتا ہوں۔ اور یہ نسبت صفتِ کلام کا محض خاصّہ ہے، جو صفات کے فیض کی طرح، فیضِ عام سے مستفیض ہے اور فیضِ خاص سے دُوسری صفات کے فیض سے ممتاز ہے۔ جو محض کلام نفس سے ظاہر ہے اور کسی بھی صفت کو اس معاملہ میں شرکت نہیں۔ اس بات کو میں زیادہ وضاحت سے کہتا ہوں کہ فیضِ عام سے ہر صفت، صفت کی ایجاد اور انسان کی صفات میں سے ہے اور اس صفت کے ذریعے انسان خود عالم کی بنیاد اور کلام کرنے والا ہے۔ اور انسان کی یہ صفت کلام کرنے کا باعث بنی، اور انسان کے کلام کی حیثیت میں کلام کرنا ایک اضافی بات ہے۔ اور حق تعالےٰ اپنے فیضِ خاص سے نفسِ مدعا کے لباس میں خود بخود کلام کرتا ہے جبکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم مظہرِ خاص ہیں۔ اور نُورانی حرف و آواز کے لباس میں حضرت جبرئیل مظہر ہیں۔ اس تکلّم میں کلام کی صفت نہ غیر ہے نہ کوئی غیر متکلم ہے۔ کلام کرنے والا خود اپنے نفس سے کلام کرتا ہے، پس اس طرح حق تعالےٰ کی صفاتِ کاملہ کی توحید کے شہُودِ اوّل کا فرق ظاہر ہو گیا۔ ان کا خلاصہ انسانی حقائق ہے، اور اس مقامِ حقائق پر انسانِ کامل یعنی

آنحضرتؐ کی حقیقتِ انسانیہ اور انسانوں کے حقائق شہودِ اول میں درج ہیں۔ اور شہودِ ثانی میں تمام انسانوں کے حقائق ہیں، جن میں سے ہر ایک انسان کے رُوح اور جسم پر حاوی ہے، اور اس نے خارج میں مفصل ظہور کیا ہے، بالخصوص اس اثنا میں ہر ایک کو مقررہ اوقات پر رُوح اور جسم کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام پر روح اور جسم کی جامعیت پر وہی حقیقت ایک نشان پر موجود ہوتی ہے، اور اس مقام پر روح اور جسم کے اسرار خصوصیت خاص سے مقررہ اوقات پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ابدالآباد تک رہتے ہیں۔ اسرار کے ظہور کا یہ معاملہ اس دوسری جامعیت کی بدولت واقع ہوتا ہے۔ اہلِ جنت کے لیے جنت میں اور اہلِ دوزخ کے لیے دوزخ میں۔

شہودِ ثانی کے بعد ہر وہ حقیقت جو اس شہود میں ہوتی ہے، اپنی خاصیت کے ساتھ ظہور میں آتی ہے اور آتی رہے گی۔ تاہم یہ تمام ظواہر، واجبی اعتبار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن ہر حقیقت دُوسری حقیقت سے جُداگانہ ہوتی ہے۔ تاہم اس فیض کے ذریعے جو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصّہ ہے، یہ حکمت بالغہ سے فیض یاب ہیں اور کسی کو بھی اس سے گریز نہیں۔

مکتوب: ۱۰۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

آپ کا گرامی نامہ جس میں کئی معانی و اسرار مع چند سوالات درج تھے، وصول ہوا، اور اس کے مطالعہ سے شرحِ صدر حاصل ہوئی۔ لیکن چونکہ اس مکتوب میں بعض عبارات حضرت پیر دستگیرؒ کے طریقۂ احسنیہ کی اصطلاح کے مطابق نہیں، اس لیے ان کی تحقیق میں عرض خدمت ہے۔ کہ ان کی ثابت شدہ تحقیق کے مطابق عالم کو موہوم

کہنا غلط ہے۔ کیونکہ عالم کی موجودگی صفتِ حقیقت کے اظہار کے لیے ہے نہ کہ صفت موہوم کے لیے۔ اور جو لوگ عالم کے عدم استقلال کے پیشِ نظر اسے موہوم کہتے ہیں۔ اور ہر لحظہ اسے تیزی سے موجود و موہوم دیکھ کر اس پر اس بات کا اطلاق کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ موجود ہونے اور معدوم ہونے کے دونوں پہلوؤں میں سے ایک پہلو بھی موہوم نہیں؛ بلکہ وجود کے پہلو سے اپنے وقت پر حقیقی وجود ہے۔ اسی طرح عدم کا پہلو اپنے وقت پر حقیقت کا وجود ہے، اور وجودِ عالم سے مراد، وجود کا پہلو ہے نہ کہ معدوم کا پہلو ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

چنانچہ اس لیے ہم وجود کے پہلو کو جو حقیقت کا عالم ہے، جانتے ہیں لیکن یہ غیر مستقل اور ہر لحظہ متبدّل و متغیّر ہے، ہم جانتے ہیں، کہ یہ تغیّر و تبدّل حقیقی ہے، ہم نہیں اس لیے تغیّر و تبدّل وہمی نہیں۔ پس جس پر دو واقعات گزر سکتے ہیں، وہ وہم کیسے ہو سکتا ہے یہ عجیب تحقیق ہے۔ کہ جانتے ہیں کہ یہ شہود و غیب دُوسرے مرتبے میں مطلق ہے تاکہ اس شہود میں صفتِ حقیقی کا ظہور ہو۔ اس لیے شہود جو حقیقت کا منظہر ہے، کس طرح وہم ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ استقلال لازم نہیں، اس لئے اگر اسے وہم کہیں، تو ضروری نہیں کیونکہ اس کا تغیّر و تبدّل صاف صاف عدم استقلال کی نشان دہی کرتا ہے، اس لیے ہم عالم کو حقیقی کہتے ہیں۔ اور عین تغیّر و تبدّل میں جو نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ وہ بھی وہم نہیں ہوتے۔ نکات و خلاصہ کی کتابوں میں غور کریں، تاکہ اُن کی اصطلاحات سے واقف ہو جائیں، دوسرا یہ کہ آیت کریمہ "ملتِ ابراہیم کی پیروی کرو" کو پیشِ نظر رکھو۔

میرے عزیز، آنحضرتؐ اگرچہ تمام مخلوقات میں سے افضل اور تمام انبیاء کے سردار ہیں، اور دراصل میں ان کے شہودِ اوّل کی تخلیق سے علوم و معانی اُن کے

حصّے میں دیئے گئے ہیں، لیکن ان کی اطلاع وقتِ مقررہ پر رکھی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے خلافت کے طریقے سے علوم و معانی کے حساب سے، جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہیں، شہودِ اوّل میں اپنے مرتبۂ مخصوصہ میں ظہور فرمایا ہے۔ اور جامعیت مذکور کو ملّتِ ابراہیمی سے منسوب فرمایا ہے اور دُوسرے انبیا کو بعض کمالات و معانی کے حساب سے خلافِ ظلیّت رکھا ہے۔ اور ایک منفرد ملّتِ جامع پیدا کی ہے، اور اس جامعیت و انفرادیت کے مطلب کی اطلاع اللہ تعالےٰ کے علمِ حقیقی پر موقوف تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم نے تجھے وہ علم دیا، جو تو نہیں جانتا تھا"، نیز یہ بھی فرمایا "اور ہم نے تجھے نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا" اور جب آپ کے ظہور کا وقت آیا اور آپ ظاہر ہوئے۔ اور بشریّت کے تقاضے کے مطابق لباس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی ملّت کو اختیار کرتے لیکن چونکہ ان کی جامعیّت کا سرچشمہ ملّتِ ابراہیمی تھا، اس لیے ان کی پیروی پر مامور ہوئے، تاکہ اس کے مطابق جامعیّت کے تمام مرتبے وضع کریں اور مرتبۂ تفصیل پر جلوہ نمائی کریں اور "وَاتَّبِعْ" (پیروی کرو) کا لفظ معاملے کو آگے بڑھانے کے لیے ہے تاکہ جامعیّت کی تفصیل کے مرتبے کو حاصل کیا جا سکے۔ ورنہ حقیقت میں مقدمہ جامعیت کی تفصیل کے تحت ہے اور مقدمہ سے مقصود تفصیل ہے اور جب تم نے اسے سمجھ لیا تو یہ بھی سمجھ لو کہ حضرت ابراہیمؑ اور ہمارے نبی کریمؐ پر درود شریف ان کے مقدمے کی شان کی وجہ سے ہے۔ اور ہمارے نبیؐ پر ان کی شان اور جامعیّت، جو کہ اصل مقدمہ ہے کی وجہ سے ہے اور مقدمہ سے مراد اس کا اجمالی ظہور ہے، اور نبوّتِ ابراہیمی تو اپنی انتہا کو پہنچ گئی، لیکن ہمارے نبی کریمؐ کی نبوّت یوم قیامت تک قائم رہے گی۔ اور اسی طرح ان پر قیامت کے دن تک درود شریف رہے گا۔ اور امّتِ مُسلمہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے نبیؐ کے حق میں، اُن کی شان کی بلندی

اوران کی دلیل کی جامعیت کی وجہ سے قیامت تک درُود شریف پڑھتے رہیں۔

مکتوب : ۱۰۸

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اللہ تھا، اوراس کے سوا کوئی نہ تھا۔ اللہ کی ذات ظاہری کمال کی صفات کی جامع ہے اوراس کی ہر صفت اس کے مخصوص حُسنِ ازل، جس میں مظاہر سے بے نیازی بھی شامل ہے، کے مظاہر کا تقاضا کرتی ہے، پس اس نے اللہ کی قدرت کو غیب الغیب میں ظاہری وجُود کی جہت کی تخصیص سے دو فعلوں کی تصحیح کے ساتھ دیکھا، کسی نے بھی اس کی موجودیت کے اوقات کو جس طرح وُہ جانتا تھا، نہیں جانا۔ جس طرح اس کی ہر صفت اپنے تقاضنے سے پہلے علم سے متعلق ہے، اس طرح اس کے ساتھ علم کا تعلق ہے اور یہ مرتبۂ غیب الغیب ہے، یہ ایک مخفی خزانہ ہے اور یہ حقیقتِ عالم ہے، جو کہ اس حیثیت سے مقدر ہے، اور مرتبۂ تقدیر میں وجودِ علمی نہ کہ تقدیری کے نام سے معرُوف ہے، اور خارج میں اصلی اعتبار سے موجُود نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ نے ارادہ کیا، کہ وہ موجود ہو، تو پھر اس نے غیب الغیب کے مرتبے سے تعلق کا ارادہ کیا۔ صفتِ تخلیق اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ ہے، جو اوّلاً مجموعی اعتبار سے منظورِ محض ہے اور یہ جامع ظہور ہے، جس کی ترتیب میں اطلاقی طور پر تمام صفات شامل ہیں۔ اب یہاں وہ ایک ایسی مقدُور اور معلُوم و موجود ذات ہے، جو کسی شے میں نہیں، سوائے ایک شئے کے، اوراس مرتبہ کو دو ناموں یعنی معلُوم، اور مُراد سے موسُوم کرتے ہیں اور مقدُور تعلقِ قدرت کی وجہ سے ہے۔ اوراس کے ساتھ ارادہ و علم ہے، اور مخلُوق و موجود،

تخلیق و ایجاد کے تعلق کی وجہ سے ہے۔ جب یہ پوچھا جائے، کہ عالم کی حقیقت کیا ہے، تو جواب میں کہا جائے گا، کہ یہ اللہ تعالےٰ کی ان صفات کے تقاضوں کا ظہور ہے، جو پوشیدہ تھیں۔ اور جو عین پوشیدگی میں دنیا کے خارج کے ابتدائی اوقاتِ مقدرہ میں ظہور کے لیے مطلوب و مراد و معلوم تھیں۔ اور نورِ محمدی کی تفصیل نکات میں مذکور ہے اور یہ طریقۂ احسنیہ کے بانی کی روشنی اور تحقیق سے حاصل کیا گیا ہے، کیونکہ ہمارے پیر و مرشد کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی صفات، ذاتِ واجبی کی طرح ظاہر ہیں۔ اور ظاہر کی ظاہریت تحصیلِ حاصل کو دہرانا ہے۔ بلکہ غیب الغیب میں ضمنی تقاضے خارجِ دنیا میں اس ثواب و عذاب سے بلاشبہ و نادیل، تعلق کے ظہور کا تقاضا کرتے ہیں، اور صوفیائے کرام، جو اہلِ ولایتِ خاصہ ہیں، کے نزدیک صفات عین ذات ہیں، اور ذات اضافات سے خالی ہے، اور صفات علم واجبی کے مرتبہ کے سوا، ذات سے علیحدہ ہیں، اور ان کے نزدیک تمیز دو طرح کا ہے، اجمالی اور تفصیلی۔ پہلے کو وحدت، اور دوسرے کو واحدیت کہا جاتا ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ پہلا عکس اجمالی ہے اور دوسرا عکس تفصیلی ہے، اور دوسرے کو اعیانِ ثانیہ کا نام بھی دیتے ہیں، اور بعض دوسرے کو صورِ علمیہ کا نام بھی دیتے ہیں۔ اس مرتبۂ ثانیہ کو حقیقتِ عالم اور عالمِ انعکاس بھی کہتے ہیں۔ یہ دوسرا مرتبہ ظاہری وجود میں نور کا آئینہ ہے، اور اس تحقیق میں ثواب و عذاب مشکل ہے، سوائے دور از کار تاویلوں کے، جیسا کہ اہلِ سکر کی شان ہے، اور اسے علمی اعتبار سے حق اور عالم سے خارج قرار دیتے ہیں، اور انہیں اس سلسلے میں کوئی شبہات واقع نہیں ہوتے، جیسا کہ "تقابل الصفات فی نکات الاسرار" میں ذکر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک عالم کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی ان صفات کا عکس ہے، جو عدم کے

کے آئینے میں ہیں۔ اور عالم اس کے وجود کا فیض ہے، جو ان تمام سایوں اور عدم کے ساتھ اور وجود اور صفت کی حیثیت سے، وہم کے مرتبہ میں ہے، اور وہم کا یہ مرتبہ صانع کی ایک قسم کی صفت سے پیدا ہوا ہے، جسے دُور نہیں کیا جاسکتا، یہاں عذاب و ثواب کا ترتیب پانا، تاویلات سے بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان نکات اور تحقیقات کے درمیان فرق کو معلوم کیجئے۔ اہلِ بصیرت کے نزدیک ان کی اصل ایک ہی ہے۔

مکتوب: ۱۰۹

حضرت صوفی بلندؒ کی طرف لکھا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے، حمد و ثنا کے بعد محبِ صادق، طالبِ حق اور بلند ہمت کی خدمت میں سلام پہنچے۔ آپ کا شفقت نامہ ملا۔ جس میں حضرت کی عبارت کے بعض نکات کی شرح کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔ ہم بے مایہ کو اتنی جرأت کہاں، کہ وہ کلام جو مرتبۂ خلافت سے تعلق رکھتا ہو، اسے بیان کریں۔ اور اپنے خیال سے اس حقیقت کے متعلق لکھیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ وہ بزرگ خلافت و نبوت تک پہنچنا آسان نہیں سمجھتے۔ لیکن جو کچھ بزرگوں سے سُنا ہے اور جو کچھ مری ناقص سمجھ میں آیا ہے، اُسے بیان کر دینا چاہیے۔ جان لیجیے کہ ولایتِ خاصہ میں علم کے ذریعے پہنچنا اور اس سے فیض یاب ہونا معلوم الکیف اور ولایتِ اخص میں علم کے ذریعے پہنچنا حضوری ہے۔ لیکن اس علم میں سے تھوڑا سا باقی رہتا ہے۔ اور اس کا حاصل مجہول الکیف ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی توجہ میں معلوم اور دوسری توجہ میں مقصود ہے، اور ولایتِ انبیا کے کمالات میں علمِ حضوری تک پہنچنا حصول کی بُو نہ

رکھتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر یافتِ مطلوب، ادراک کی یافت کے بغیر ہے۔ اس کے برخلاف مرتبۂ اخص، جو توجۂ خفی کے ذریعے بھی معلوم ہو جاتا ہے، جیسا کہ توجۂ خفی کی شان ہوتی ہے۔ پس یہ اصل سے ملنے والا اللہ کے علم کے ساتھ اللہ کے علم کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ مرتبہ، توجۂ معدوم کا ہے، عرفان بھی غیر موجود ہوتا ہے، کیونکہ عرفان علمِ حصولی سے تعلق رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر یافت بلا ادراک بھی تحقیق شدہ ہے۔ اور چوں کہ علمِ ازلی کے ساتھ حاضر ہے، علم کا جاننا ضروری ہے۔ پس حق علم سے معلوم ہے اور اس کے سوا نہیں۔ یعنی نہ اہلِ ولایتِ خاصّہ کی طرح، کہ وہاں معلوم، حصول کے طریقے سے ہوتا ہے اور نہ ہی اہلِ ولایت اخص کی طرح کہ وہاں معلوم مجہول الکیف ہوتا ہے اور ولایتِ انبیا میں، یہ اگرچہ معلوم ہے، لیکن مجہول الکیف نہیں۔ بلکہ معدوم اور معدوم الکیف ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ معلوم ہیچ نہیں، نہ محصول تو مجہول کے معنی کو ظاہر کرتا ہے، اور مشیّت معلومِ معدوم الکیف ہے اور یہ امامت کا مرتبہ ہے جو علم کے حضور میں حاضر ہے، اگرچہ وہ واصلِ اصل ہے، لیکن واصلِ صفات بھی ہے، اور ابھی وصولِ ذات میں صفات کا حصول ہے اور یہ جو فرمایا ہے "معلوم ہیچ نہیں، نہ محصول نہ مجہول۔ اور اللہ تعالےٰ کی، جیسے تعریف کی جاتی ہے، مجہول الکیف ہے لیکن معلوم بلا کیف ثابت ہوا ہے۔ اور انبیاءؑ کے کمالاتِ نبوت میں سے اسے حصہ حاصل ہے، کیونکہ ذات، اپنی ذات کے ساتھ حاضر و علیم ہے اور علم اس کی قابلیتِ ذاتیہ ہے، اور ولایتِ انبیاءؑ کے مقام پر علم کے ساتھ حاضر ہے، اور علم کے ساتھ حاضر ہونا گویا، ایک زائد صفت، صفتِ علم، کے ساتھ حاضر ہونا ہے، اور یہ صفت زاید یہ عجیب معلوم ہوتی ہے اور ذات کا اپنی ذات کے ساتھ حاضر ہونا، قابلیتِ ذاتیہ کے علم کا محقق ہونا ہے اور یہ اس پر زائد نہیں

اور جب ذاتی طور پر حاضر ہو اور تعلق معلوم ہو تو یہ علم ہے، چنانچہ "معلوم" کچھ نہیں جیساکہ مرتبۂ ولایت میں ہوتا ہے کہ علم حاضر ہے اور بے کیفی کی معلومیت موجود، اور مرتبۂ نبوت میں کہ ذات خود حاضر ہے اور معلومیت غیر متحقق۔ معلومیت تین اقسام کی ہوتی ہے اور مرتبہ خلافت میں اس کا آنا متحقق ہے۔ کیا حق اور کیا غیر حق، کمالِ خلو موجود ہوتا ہے۔ خلو غیر حق سے ظاہر ہوتا ہے، اور حق یعنی مرتبۂ خاصہ واخص سے جو کچھ ملتا تھا، اُسے حقیقی حق سے جا ملنا چاہیئے، اور عرفان کے مرتبے سے آگے نکل جانا اور ادراک کے ماحصل کو پا لینا، ولایت انبیا میں پسندیدہ ہے، اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور خلافت میں بہتر طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جو کچھ میاں محمد شریف (اللہ انکے راز کو پاک کرے) نے فرمایا ہے، تو جاننا چاہیے کہ یہ معلومیت کی نفی حضرتِ ذات کے حصول میں علم کے ظہور کی بدولت ہے۔ نہ کہ وجودِ علم کی راہ سے، یعنی جو کچھ حضور و ظہورِ علمی میں معلوم ہوتا ہے اُس کا خود حضورِ ذات پر اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم صفتِ وجودِ علم کے قابل ہونی چاہیے۔

میرے عزیز، سوالات کے تتمہ کا جواب اس عبارت میں درج کر دیا گیا ہے، اسے غور و فکر سے سمجھ لو اور اسے اسی طرح یاد کر لو۔ اسی تھوڑے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مکتوب : ۱۱۰

فضیلت پناہ شیخ خان محمدؒ وغیرہ کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

اوّل و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے، آپ کی ذات بابرکات ہمیشہ سیدھے راستہ پر رہے۔ سوالات اور روایات کے مطالعہ، نیز اللہ تعالےٰ کی کمالِ قدرت

کے بیان میں مسودہ تصنیف، اور اس کے استثنا سمیت جو اس کی قدرت میں ہے، کا ملاحظہ کرنے سے پُوری حقیقت واضح ہوگئی، اور ان دوستوں کی زبان سے بھی جو استفتاء لے کر آئے تھے، آپ کی خواہش وطلب معلُوم ہوگئی، تاکہ اُسے پُورا کیا جائے۔ اس فقیر کے خیال میں حقیقت یہ معلُوم ہوتی ہے کہ جس شئے کو قُدرت کے تحت دینا، قادرِ مطلق کے کمال میں نقصان ہو، اسے قُدرت کے تحت دینا غلطی ہے، چنانچہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات اور اس کے عدم ممتنع الوجود میں، جو باری تعالےٰ کا شریک ہو، اگر اس کے ماننے سے اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو نقصان نہ پہنچے، تو بعض حالات میں محض قبُول، جیسا کہ ممکنات ہیں۔ اور بعض حالات میں سکُوت جیسا کہ محال عقلی باتوں میں، اور اس کا علم اس علام الغیوب پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا اگر اس بات سے اہلِ مجلس کی تسلی ہو جائے، تو ٹھیک ہے ورنہ آپ خود دانا ہیں، کسی اَور کی ضرُورت نہیں۔

مکتُوب : ۱۱۱

مذکورہ بالا بزُرگ کے نام ہی تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے، اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔ آپ کے نوازش نامہ کے موصُول ہونے سے گمان وقیاس واضح ہوگیا، ہر مبتدی اور متوسط اپنے کمال سے جو کچُھ حاصل کرتا ہے، اُسے ظاہر کر دیتا ہے۔ ولایتِ عالیہ کی انتہا تحصیل علم کے ذریعے اجتہاد کے درجے تک ہے۔ اس ولایت کے کمال کے لیے جمعیتِ باطن شرط نہیں ہے۔ اگر جمعیت مل گئی، تو اس مرتبہ کے مناسب ہے اور ولایتِ خاصہ کے سایہ کی انتہا، انوارِ روحانی کا سایہ ہے، اور روحانی کمالات کا ظہُور اور اس کا آرام ظاہری، باطنی اور نُوری تجلیات میں ہے۔ اس کا پالینا اس

پر منحصر ہے۔ اگر تجلیات کے ظہور میں توقف ہو جائے، تو وہی وقت بے آرامی کا ہے اور وہ نور کو بعید سمجھتا ہے اور اہلِ ولایتِ خاصہ کے وصل کی انتہا انوار نفس کا ظاہر ہونا نیز مراتب ارواح کا پا لینا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ شیوخ نے فرمایا کہ میں تیس سال تک خدا کی جگہ رُوح کی پرستش کرتا رہا۔ اگر اللہ تعالےٰ کا فضل میری دستگیری نہ کرتا، تو اس ہلاکت خیز مقام سے نجات پانا محال تھا۔ اور اُن کا کاروبار شہود سے متعلق ہے۔ اور ان کے اکثر بلکہ تمام معارف بے شہود اور بے آرام ہیں، اور ان کا کچھ حاصل نہیں، ان کا اکثر یہ کہنا ہے ؎

بخود مشغول بودن کفرِ راہ است دمے بے حق زدن محض ایں گناہ است

ترجمہ (حق کے بغیر ایک سانس بھی لینا محض گناہ ہے، اپنے آپ میں مشغول رہنا، راہ حق سے ہٹ جانے کے مترادف ہے۔)

شہود کے مقام پر غیریت کا ثبوت دینا، اُن کے نزدیک کفر اور زندیقی ہے، اور اس مقام پر ان کی منزلِ مقصود، اپنے مطلوب سے مل جانا ہے۔ اور ان کا وصل، وصلِ تلبیس ہے، یعنی تلبیس کے بغیر، انہیں اپنے مراتب نہیں ملتے۔ اور اہلِ ولایت کی آخری منزل ملائے اعلیٰ ہے، جو انوار رُوحانی کے مراتب سے پرے ہے۔ اور اس کی معرفت محسوساتِ خمسہ سے بہت آگے ہے، اور شریعت کی زبان سے بڑھ کر جو بات کی جائے، ہرگز پسندیدہ نہیں ہوتی، اور یہ اس حد تک ہے کہ اگرچہ اس مقام پر عرفان مطلوب ہوتا ہے، لیکن ابھی اس کا مُعلّم بھی موجود نہیں۔ اور اس مرتبے کے لوگ اہلِ جہالت ہوتے ہیں، کیونکہ وہ حقیقتِ مطلوب سے ناواقف ہوتے ہیں اور اکثر کی زبان پر یہ ترانہ ہوتا ہے ؎

عنقا شکارِ کس نشود، دام باز چیں کانجا ہمیشہ باد، بدست است دامِ ما۔

ترجمہ عنقا کسی سے شکار نہیں ہوتا۔ اپنا جال اٹھا لیجئے، کیونکہ اس جال سے صرف

ہوا ہی قابو میں آتی ہے۔

اور ان کا وصل، عریاں وصل کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ ان کا باطن ظلی، کشفی، نوری اور شہودی حیثیتوں سے خالی ہوتا ہے۔ اور ان کا مقصد ہمیشہ اپنے مطلوب کو نہ پایا ہوتا ہے، اگر ایسے شخص کے باطن میں کشفِ شہودی کی کوئی بو آجائے، تو وہ حد درجے کا انکار و استغفار کرتا ہے اور اس مقام پر حدیث "جب میرے دل میں کشمکش برپا ہوتی ہے......" کا سہارا لیتا ہے۔

ولائیتِ انبیا کے اہلِ کمال کی آخری منزل سایوں سے پرے، اور جہالت سے پاک ہے۔ بلکہ عرفانِ ظلی مفقود ہے اور علم اصلی موجود۔ اپنے آپ میں بے خود ہے۔ لیکن کسی تعریف کے بغیر۔ ایسا شخص عقل کے دائرے اور کشف ظلی سے دُور ہوتا ہے۔ اور اشیائے خاصّہ کی حقیقت تک پہنچنے میں یگانۂ روزگار ہوتا ہے۔ اور ایسے عزیز کا وصل یاس سے ہوتا ہے اور اس وصلِ سعید میں نایافت کی حقیقت میسّر ہوتی ہے

وصفِ ترا چنانچہ توئی، چوں کنم بیان کز ہر چہ در خیال من آید زیادہ ای

ترجمہ۔ تو جیسا ہے میں اس کا وصف کس طرح بیان کروں۔ کیونکہ جو کچھ بھی میرے ذہن و تصور میں آتا ہے۔ تو اُس سے کہیں زیادہ ہے۔

اہلِ کمالاتِ نبوّت کی اہلیّت کے بارے میں کیا بیان کروں، اور جو کچھ بیان ہوگا، بہت کم آدمیوں کی سمجھ میں آئے گا۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ متقی لوگوں کے لیے یہ مناسب نہیں، کہ وہ ان لوگوں کے لیے دعائے نجات یا استغفار کریں، جنہوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو، ان کی مثال مُردہ لوگوں یا نشہ بازوں کی ہے یا ان کی، جو دُوسروں کا مال جان بُوجھ کر یا ظلم سے ہتھیاتے ہیں، جب تک وہ توبہ

نہ کرلیں اور اصلاح نہ پالیں۔ بے شک اللہ بخشنے۔ وہ امور کے بعد آسانیاں پیدا کرتا ہے ”جس طرح کہ وہ ظلم کرتے تھے، اور آپ ان کو سمجھنے والے تھے“

مکتوب : ۱۱۲

بحقائق آگاہ محمد نافع کے تسمیہ کے سوال کے جواب میں۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے



(ا) چشمۂ اوّل میں حرف لام کی طرف سے تین سو اسماء، جو زبور میں درج ہیں، ملاحظہ فرمائیں:۔

(ب) رحمٰن کے نام کے اسرار کتبِ انبیا میں ایک ہزار ہیں۔ اور ان کے علاوہ چار اور مذکور ہیں، جن میں ہمارے نبی ؐ پر تسبیح کی گئی ہے۔

(ج) رحیم کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں جن کی تسبیح ملائکہ کرتے رہتے ہیں، اور ہر اسم کا تعلق ایک دوسرے کے خط سے معلوم ہوگا۔

(۴) جیم ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ اُن کا ذکر انجیل میں ہے اور اللہ کے نام میں چار انبیاء کا ذکر ہے۔ ہمارے نبی پر سلام و درود۔

(۵) لام ثانی میں تین سو اسماء ہیں، کہ اُن کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

(۶) اور لام اوّل میں قرآن میں مذکور ۹۹ نام ہیں۔ اور یہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔

(۷) لام کے ساتھ میم کے اتصال سے اسم اعظم ملاحظہ ہو کر الف میں تمام اسماء جمع ہیں۔

اور جان لینا چاہیے کہ اسم رحیم کے ایک ہزار اسرار بھی الف اور لام اوّل مندرج ہیں۔ کیونکہ اسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں، اور اسم رحیم کے مراتب، لام کے حقائق کا ظہور ہیں۔ اور حقیقت میں تمام اسماء کا رجوع الف ہے، کیونکہ یہ غالباً اسمِ اعظم کا مظہر ہے۔ اس مختصر کو جا بجا ملاحظہ کیا جانا چاہیے۔ اگرچہ ان سب کا ملاحظہ علمِ حضوری سے ہے۔ تاہم جس قدر میسر آ جاتے، قرآنتِ تسمیہ کا ملاحظہ غنیمت ہے۔ دوسرا یہ کہ ابیاتِ تسمیہ کے بارے میں سمجھنا چاہیے، کہ الف، لام اور میم سے مراد ذات، صفات اور کمالات ہے۔ الف سے مرتبۂ ذات اور لام سے مرتبۂ صفات، اور میم سے مرتبۂ کمالات۔ اور اس کے ساتھ پہلے بیت یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں الف لام میم کے نقطۂ تدبر میں (گولائی) میں ذات کا بیان ہے، اور نقطہ، اور دائرہ، اور محیط کہ جو لکھا گیا ہے، اطاعتِ ذات کی مثال ہے۔ کیونکہ تسمیہ کو اس معنی میں الف لام میم کا نقطہ تدبر کہا گیا ہے، اور تدبر کا ذکر محیط کے ساتھ رمزیہ ہے، کیونکہ ذات کا مرتبہ، صفات اور کمالات کے تمام مراتب کا سردار ہے اور دونوں مراتب بے کیفی کے تابع ہیں۔ چنانچہ نقطہ سردار اور مقدم ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ دائرہ کے وجود اور اس کے محیط کی حقیقت ہے، اور چونکہ تسمیہ اللہ تعالےٰ کی ذات کا مظہرِ کامل ہے۔ اس لیے تسمیہ (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کو کمالِ ذات کے مظہر کی حیثیت سے

نقطہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ان تینوں حروف مقطعات کو اس کے ماتحت کیا گیا ہے،
کہ سیدھا الف درمیان میں لایا گیا ہے اور دوسرے بیت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم
الف لام میم کے محیط کا نقطہ ہے۔ کیونکہ اگر یہ ذات کی نسبت سے کمالات کو مرتبہ
نقطہ حاصل ہے، لیکن کمالات کی نسبت سے خود بمنزلہ نقطہ ہے۔ اور چونکہ کمالات
کو محض پوشیدہ رکھا گیا ہے اور ذات وصفات ظاہر، اس لیے نقطہ سے
ذات کو اور محیط سے صفات کو یاد کیا گیا ہے اور محیط کا ارشاد کمالات کی طرف
خطاب کرتا ہے اور تیسرے بیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں الف لام میم کے نقطہ
کے دائرہ کا ارشاد کمالات کی طرف ہے۔ اور چونکہ کمالات صفات کے اندر درج
ہیں، اور دائرہ بھی نقطہ اور محیط کے درمیان درج ہے، اس لیے کمالات کو دائرہ
میں بیان فرمایا گیا اور چونکہ ذات، صفات اور کمالات میں بے کیفی کی نسبت
ہے، تینوں ابیات میں الف لام میم لائے گئے ہیں، حالانکہ خصوصیت کے
لحاظ سے ہر ایک حرف میں "لاہو" اور "لاغیرہ" سے حضرت جیو قدس سرہ کی
مراد یہی ابیات مفصل ہے۔

آں جناب نے ان ابیات کے معنی خوب سمجھے ہیں اور اس مختصر کو اس
تفصیل کے ساتھ جمع کر کے حاضر ہوتے ہیں۔ چونکہ تسمیہ کے گرد حرف اللہ اور دوسرے
اسما ہیں جن کا تسمیہ میں اشارہ کیا گیا ہے، تین ہزار اسما کا اندراج کیا گیا ہے۔ اس
لیے ہر ایک حرف اور اسم پر سے خاص خط کھینچ دیا گیا ہے۔ شاید اس کے
دیکھنے سے سمجھ میں نہ آتے۔ اس لیے اس بات کو تفصیل سے عبارت میں بیان
کرتا ہوں۔

تسمیہ میں اللہ کا نام ہزار اسماء کا جامع ہے اور یہ چار انبیا یعنی حضرت سرور
کائنات، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام

پر سلام و درود) اس نام کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ۹۹ نام جو تمام کے تمام اسمائے قرآنی ہیں، الف لام میں درج ہیں۔ لیکن غالباً پہلے لام میں اور تین سو تسبیحی نام، جن کی تعلیم حضرت موسیٰؑ کو دی گئی توریت میں مذکور ہیں۔ اور لام ثانی میں حقیقت کے کمالات ہیں۔ اور تین سو اسماء، جن کی تسبیح کا حکم حضرت داؤدؑ کو دیا گیا تھا، زبور میں بیان فرمائے گئے ہیں، چشمۂ اول "ہو" کے کمالات حقیقت میں اسم اللہ میں ہیں، جو لام کی طرف ہیں اور تین سو نام، جن کی حضرت عیسٰیؑ تسبیح کیا کرتے تھے انجیل میں درج ہیں۔ اور حرف "ہ" کے چشمۂ ثانی میں جو طرفِ رحمٰن میں ہے، حروف درج ہیں۔ اور چشمۂ ثانی کے کمالات حقیقتِ حروف ہیں۔ اور اسم اعظم الف اور لام اول میں ہے، لیکن غالباً اسم اللہ کے الف میں ہزار نام درج ہیں، جو اسم اللہ کے بیان میں آتے ہیں۔ ایک ہزار اسماء جو چار مذکورہ انبیاء کو تسبیح کے لیے دیئے گئے، وہ اسم رحمٰن کے اسرار ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور ایک ہزار اسم جن کی تسبیح کی جاتی ہے، اسم رحیم کے کمالات ہیں۔ اور اسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں، اور اسم رحیم کے مراتب لام اور ہا کے حقائق کے ظہور ہیں، اور تمام اسماء جو تعداد میں لا انتہا اور ان گنت ہیں، اللہ کے الف سے رجوع کرتے ہیں، جو غالباً اسم اعظم کا مظہر ہے۔

چنانچہ اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ جو کوئی تسمیہ پڑھتا ہے، بظاہر تمام اسماء کو پڑھ لیتا ہے۔ اندراج کرنے میں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اضطراراً اور دوسرے جہلاً۔ ہم میں سے بعض عالم ہیں اور بعض جاہل۔ اور یہ فرقِ مراتب ہر ایک کے لیے ہے، جو یا تو جماعت کی تقلید کے لیے اضطراری طور پر بولا جاتا ہے یا اختیاری طور پر۔ اور اسی طرح بزرگی کے بھی تعلیم مرشد کی وجہ سے دو مرتبے ہیں۔

جیسا کہ پہلا بتا دیا گیا ہے امکانی ہے، اور یہ بھی تقلیدی سا ہے، اور ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یا حضورِ بیتری یا علمِ حضوری کا اطلاق ہوتا ہے، اور یہ عارف ہے جو تنزیہ کا کلام حضورِ علم سے کرتا ہے، اور تسمیہ نہ تمام اسمائے الٰہی حقیقی طور پر لفظ کیفیت اور تنزیہ کے شامل ہیں۔

آپ کا خط بہت انتظار کے بعد میسر کر ملا۔ جو کچھ میری ناقص فہم میں آیا اور جو کچھ میں نے حضرت پیر جی سے سنا، اسے پیش کر دیا۔ اس نعمت کی تحقیق کے لیے دور دراز نزدیک سے لوگ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔

مکتوب: ۱۱۳

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اگر سالک نے تمام لطائف کی سیر کر لی ہو، اور بے کیفی کی حالت کو پہنچ گیا ہو، اور اس کی نظر اوپر کی طرف ہو۔ پھر بھی وہ اگر یہ جاننا چاہے گا کہ اسی طریقے سے دوبارہ نزول کرے گا، اور تفصیل معلوم کرے، تاکہ اس طریقہ کی خصوصیت میں شامل ہو جائے تو دو تین گھنٹے کے طور پر پانچ روز تک۔ ہر ایک لطیفہ کی سیر کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی لطیفہ میں مبتلا ہو کر نہ رہ جائے۔ اور اگر اسم ذات کی تکرار میں زبان اور دل کو اس بے کیفی کی طرف متوجہ رکھے جسے اس نے حاصل کیا ہو۔ تو یقین ہے کہ ساری ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب اسم ذات کی یاد داشت پر پہنچ جائے، تو رفتہ رفتہ اس طرح عروج کرے گا۔ کہ نظر اسم پر بھی رہے گی۔ اور اس کا مطلوب محض بے ابعد ہوگا۔ تکرار یہ کہ نظر اسم پر ہو گی، اور مسمّٰی کو بھی نظر رکھے گا۔ اور اسم کی یاد داشت میں۔ نظر اسم سے مسمّٰی کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اور جب بے کیفی پر نظر [illegible]

نظر لطائف سے اٹھ جائے گی، اور اس کا تعلق جسم کے پرے سے ہو جائے گا۔
اور جب یہ جسم سے پرے متوجہ ہو گی، تو پھر یہ نظر روحانی ہو گی۔ اور اگرچہ یہ
مراتب بے کیف ہوں گے پھر بھی ایک طرح داخلِ وصل ہو گی، اور اس مرتبہ
کو نفسِ ولایتِ خاصہ کے ناموں سے منسوب کیا جاتا ہے، یہ فضلِ خاص ہے۔
اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسی مقام پر کئی سال گزر جاتے ہیں۔ اگر مرشد صاحب
اصل ہو، تو اس مرتبے سے کسی کو توجہ کے ذریعے اور اکثر کو تعلیم کے ذریعے
باہر نکال دیتا ہے۔ سالک اس کی تعلیم سے آگاہ ہوتا ہے، اور صاف صاف دیکھتا
ہے کہ میرا وصل فی الواقع نفلی وصل تھا۔ اور جہاں تک ہمارے علم میں ہے، اگرچہ
یہ تنزیہ معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل سایہ ہوتا ہے اور دور سمجھا جاتا ہے کہ مستوی
کے بغیر کسی اور میں الجھا ہوا ہوں، اور حق کے فیض سے مرشد کی توجہ خفی سے
یا تعلیم جلی سے اس شہود و معلوم کی نفی میں جو ہوتا یا سایہ ہے، کوشش کرتا ہے۔ جو
کچھ ملتا ہے، وہ دانش ہے اور حقیقت میں نفی کے تحت لا ہوتا ہے۔ اگرچہ
نفیِ شہود حاصل ہوتی ہے، لیکن آخر کار ایک طرح بے کیفی کے لباس میں اس کی
معلومات میں پوشیدہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس بے کیف نمائی کی وجہ سے وہ اس
کا دامن نہیں چھوڑتا۔ جب تک یہ سالک سایہ کی مزاحمت میں مبتلا ہوتا ہے
اور اس کی نفی کرنے میں لگا ہوتا ہے، وہ نایافت کا طلب گار ہوتا ہے اور جب
اکثر سایوں کی مزاحمت سے فارغ ہوتا ہے سوائے آخری سایہ کے، جو نورانیت
کی توجہ کا مطلوب ہوتا ہے، تو اس کو صاحبِ نایافت کہتے ہیں۔ اور وہ صاحب
ولایتِ اخص ہوتا ہے اور اس پر فضلِ اخص ہوتا ہے۔ پہلے مرتبہ میں متوسط، اور
دوسرے میں منتہی اخص۔ یہ مقام برزخ کا ہے۔ جو ولایتِ الخاصیہ اور ولایت خاص
الخواص کے درمیان ہے اس مقام پر مرتبۂ نایافت میسر ہوتا ہے، لیکن یافت

کی حقیقت غیر حاصل ہوتی ہے اور وہ صفات سلبیہ سے وصل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور سلب سے کام میں نقصان ہوتا ہے، اگرچہ انسان سے منقصود حقیقی معلوم ہوتا ہے، لیکن ابھی خاص الخواص کا فضل میسر نہیں ہوتا اس مرتبہ سے نکل کر اثبات حقیقی تک پہنچا دے۔ ولایت خاصہ میں معاملہ ہوتا ہے اور اس مقام میں حصول نفی، کیونکہ حضوری کا لباس پہن کر سالک اس طرح مستعد ہوتا ہے، کہ لباس کی حضوری کو بھی نفی میں شمار کرتا ہے، لیکن حضور حقیقی سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے ع قلم ایں جا رسید، سر بشکست (قلم یہاں تک پہنچا تھا کہ اُس کا سر ٹوٹ گیا۔)

دوسرا جواب

تجدد امثال کے جواب میں، کہ ثواب و عذاب کی خاطر ان کی توجیہات لکھی گئی ہیں، لیکن ان توجیہات سے کہ باوجود نفس مرنے کے بعد نفس با ذات کی حیثیت سے کوئی خبر نہیں دیتا سوائے اس المتجدد کے، جو مرنے کے بعد متجدد الاوّل کے علاوہ ہو اور یہ بیان، بیان اللسانی پر مبنی ہے اور چونکہ تجدد امثال کا مسئلہ مشکل اور نازک ہے، اور صاحب حصول کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچتا، خواہ متجدد کا مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس لیے مشاہدۂ تجدد اور علم کے باوجود اس کی کیفیت صحیح طور پر اہل حق اور اصل صاحبان علم حضوری کے سپرد کر دینی چاہیے۔ تجدید پر اعتقاد رکھنا چاہیے، اور عذاب و ثواب اخروی کا قائل ہونا چاہیے۔ اور علم کیفیت جس کو عذاب و ثواب اخروی کا پیدا کرنے والا سمجھنا چاہیے، اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنا چاہیے تاکہ صوفیا اور علما کے ظاہر دونوں کی بات درست شمار ہو۔
والسلام

مکتوب : ۱۱۴

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

خدائے تعالےٰ کی حمد اور اس کے رسول پر درود و سلام کے بعد اور سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپ کا شفقت نامہ موصول ہوا۔ اور اس نے اللہ تعالےٰ کی عنایات سے اپنے اور یارانِ محفل کے بارے میں اطلاع دی۔ میرے عزیز! اس فقیر کی طرف سے اگرچہ دنیا کنارہ ہے اور اس کی وجہ سے فقرا کا نام باعثِ ننگ ہے، یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمام انبیا ذاتِ جامع صفات سے واصل ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے متابعت کی وجہ سے تو اللہ کے نام کا الف قابلِ اطاعت ہے۔ اور دوسرے نبوں حروف اس کے متبع ہیں۔ چنانچہ قابلِ اطاعت تو الف کے حرف سے اطاعت حاصل ہوتی ہے۔ اور اطاعت کرنے والوں کو باقی حروف کے بارے میں اس لیے جان لینا چاہیے کہ اللہ اسم ذاتی ہے اور رحمٰن و رحیم اسم صفاتی ہیں۔ چنانچہ تمام انبیاء کے وصول کے باوجود اور سب کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابع ہونے کے باوجود بعض کا وصولِ ذاتی غالب ہے۔ ان کو غالباً اسم ذات کے حرف سے حصہ حاصل ہے۔ اگرچہ انہیں اسم صفاتی کا کچھ حصہ بھی حاصل ہے، اور یہ نسبت زیادہ تر حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو حاصل ہے۔ لہٰذا وہ اسم ذات کے ہر حرف کے اسرار سے بہرہ یاب ہیں اور چونکہ ان کی نسبت دوسروں کو وصول صفاتی کا حصہ زیادہ حاصل ہے، اس لیے وہ اسم رحمٰن اور اسم رحیم سے زیادہ بہرہ ور ہیں۔ اور ان کی مبارک کتابوں میں ان دونوں متبرک ناموں کے اسرار کا ذکر زیادہ ہے۔ اسی طرح چونکہ اللہ کے نام کی حقیقت

متبوع ہے اور دوسرے حروف تابع ہیں۔ اور ذات متبوع ہے اور صفات تابع، اس لیے مجبوراً ذات جامع صفات کا وصول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آیا ہے، اور ان کی نسبت ہے چونکہ دوسروں کو صفات سے جو تابع ذات ہیں حصہ ملا ہے، اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے وہ صفات سے منسوب ہوئے ہیں، اگرچہ انہیں وصول ذاتی بھی حاصل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے تین ہزار ناموں کی تفصیل حق تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ یا حضرت کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم خاص کے ذریعے حاصل ہے۔

مکتوب : ۱۱۵

جناب میر محمد کے نام لکھا گیا۔

آپ کے نوازش نامہ سے یہ گنہگار بے حد مستفید ہوا۔ اور اس کے مطالعہ نے حیران کر دیا، کہ اس قدر متقی انسان صاحب، فنا لوگوں کے متعلق بے موقع بات کرتا ہے۔ اور اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ ہم جیسے کم حوصلہ لوگوں کے لیے تو پُرحکمت ہونا چاہیئے خصوصاً غیبت آمیز بیان سے بہت صدمہ ہوا۔ بلکہ آپ جیسا صاحب وعدہ شخص جو ستر بار خدا کے ساتھ باتیں کرتا ہو، تو سکوت کو ضروری سمجھ کر وعدہ پر قائم رہنا چاہیے۔ وعدہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وعدہ الہامی، جو مخصوص ہوتا ہے اور دوسرا وعدہ وحی جو عام ہوتا ہے۔ ہر وعدہ الہامی خاص ہوتا ہے جو عارفوں کے لیے مخصوص ہے اور وہ پورا ہو کر رہتا ہے وعدہ وحی عام ہوتا ہے ہر ایک کے لیے، چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اجتنبوا لوگ بعض کی غیبت کرتے ہیں اور اس کا ترک کرنا جس کا سب کو حکم ہے۔ لازم ہونا

چاہیئے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے، زبان تو درکنار اگر دل کے اندر بھی اس کا خیال آئے، تو وہ بھی ایک مسلمان کی غیبت ہوگا۔ پس قلم اور زبان کی تو بات ہی مشہور ہے۔ بس اسی پر ختم کرتا ہوں، کہ عاقلوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب : ۱۱۶

میر محمد جیو کے نام لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے، کہ حضرت ایشاں کلاںؒ نے اپنے ایک مکتوب میں، جو قلب کی تحقیق کے بارے میں ہے، اس کا بیان مختصر طور پر کیا ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کی مدد سے اس کی تعبیر وضاحت سے بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے اس طرح فرمایا ہے۔ کہ حضرت ایشاںؒ کا دل ایک مرتبہ ہے، اور اس دل کے دائرے میں چار اور دل ہیں، دائرہ در دائرہ۔ چنانچہ پہلا دل چھ لطیفوں پر مشتمل ہے، یعنی لطیفۂ نفس اور لطیفۂ قلب تو ہیں ہی۔ لطیفۂ روح، لطیفۂ سرّی، لطیفۂ خفی، اور لطیفۂ اخفیٰ بھی ہیں۔ ہر مذکورہ قلب میں مذکورہ لطائف موجود ہیں لیکن اس قلب میں جو پہلے قلب کے بعد ہے، تنگی کی وجہ سے لطیفۂ نفس اور لطیفۂ اخفیٰ ظاہر نہیں۔ اور تیسرے قلب میں لطیفۂ خفی بھی ظاہر نہیں اور چوتھے قلب میں لطیفۂ سرّی بھی ظاہر نہیں، اسی طرح پانچویں قلب میں لطیفۂ روحی بھی ظاہر نہیں، اور یہ آخری قلب۔ جسے پانچواں قلب کہا گیا ہے، سوائے اس قلب۔ کے، جس کی طرف تمام قلوب۔ ہیں، کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو کچھ تمام قلوب میں اسرار وروایات کی طرح کا ظاہر ہے، اس پانچویں قلب میں عارف پر ظاہر ہوتا ہے، اور اس مرتبہ کو باقی تمام مراتب۔ کی انتہا سمجھا جاتا ہے، اور اس کی مظہریت کے لائق اور کمال کی مناسبت۔ کے اعتبار

سے کسی اور شے کو پیدا نہیں کیا گیا، انہوں نے اسے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے؛ تاہم حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق اس بیان کی انتہا سے جو پانچویں لطیفہ قلب کے بارے میں ہے اور ولایتِ ملائے اعلےٰ تک جو نبوتِ انبیا کے تحت ہے، ولایت اخص کے نام سے موسُوم ہے، اور ولایتِ کمالاتِ انبیا کے بیان کے بارے میں خاموش ہے۔ اللہ ہی اس راز کو جانتا ہے، اور اس کا بیان نہیں ہو گا۔

حضرت بنوریؒ (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) کی اصطلاح کے مطابق قلب چھ ہیں۔ پہلا قلب حقیقتِ انسانی ہے، اور باقی تمام قلوب کی اصل اس کے تحت ہے۔ اور دُوسرے پانچ قلوب، پہلے قلب کے سایہ میں ہیں، اس لئے ولایتِ عامہ کا تعلق دیکھنے میں قلبِ اوّل سے ہے اور اس قلب اوّل کا ظرف مُضغہ ہے۔ اور ولایتِ خاصہ کا سایہ اس قلبِ اوّل سے متعلق ہے، اور نفسِ ولایتِ خاصہ کے صاحبانِ کمال، قلبِ ثانی سے، جس کا ظرف قلبِ اوّل ہے، تعلق رکھتے ہیں اور نفسِ ولایتِ خاصہ کے اہلِ کمال تیسرے قلب سے تعلق رکھتے ہیں، اور ظاہر ولایتِ اخص کے صاحبانِ کمال اس چوتھے قلب تک، جس کے ایک طرف تیسرا قلب ہے، پہنچتے ہیں۔ اور وہاں سیر کرتے ہیں اور نفسِ ولایت، جو ولایتِ ملائے اعلےٰ کے نام سے مشہور ہیں، کے صاحبانِ کمال پانچویں قلب کے لوگ ہیں کہ اُن کے ایک طرف چوتھا قلب ہے۔ اور پانچویں قلب کے لوگ تمام چاروں نچلے مراتب کو طے کرکے اصل کی طرح صاحبِ مرتبہ ہو جاتے ہیں۔ اور چاروں نچلے قلوب کے مراتب حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ظلِّ تک پہنچ جاتے ہیں، اور پھر نچلے سایوں سے خلاصی پاکر وصل سے وصل تک اور یافت سے نایافت تک پہنچ جاتے ہیں، اور

صاحبِ کمال ہو جاتے ہیں۔ گویا وہ اپنے نچلے مرتبوں سے سو مرتبہ اُوپر اُبھرتے ہیں، اور حصول کی یافت سے اس میں کوئی بُو نہیں رہتی، لیکن یافت کے بارجود، توجہ کی بُو باقی رہتی ہے۔ کیونکہ علمِ حضوری کے ظہور کے بعد توجہ سے قطعِ مطلق ضروری ہے۔ اور ایسا شخص نفسِ ولایتِ اخص کا عالی منزلت صاحب ہوتا ہے اور یہ ولایت انبیاؑ کا خاصّہ ہوتا ہے، اور علمِ حصولی اور علمِ حضوری کے مرتبے میں برزخ کی طرح ہے۔

اسی لیے حضرت پیرِ دستگیر بنوری قُدس سّرہ نے اس مرتبے کے حق میں فرمایا ہے کہ پوشیدہ توجّہ سے وہ رنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے البتّہ ایسے عالی ہمّت کا کوئی ثانی نہیں ہوتا۔ چنانچہ چھٹے قلب والے کا مرتبہ، کہ وہی حقیقت انسانی ہے، نچلے تمام پانچوں قلوب سے واصل ہوتا ہے اور کمالاتِ ولایت انبیا، اور کمالاتِ نبوّت، انبیا کے صاحبان کا خاصّہ ہوتا ہے (ہمارے نبیؐ اور تمام نبیوں پر سلام و درُود) اور چونکہ یہ دونوں مرتبے تمام نچلی ولایتوں پر شرف رکھتے ہیں، اس لیے ان دونوں مرتبوں کے صاحبان قلبِ وصلی پر ہوتے ہیں۔ اور یہ شرافتِ حقیقت، میں مرتبہ نایافت کو پہنچ کر، علمِ حصولی سے گزر کر، علمِ حضوری سے، حضورِ علم اور حضور در حضور پہنچ جاتے ہیں اور تمام قلوبِ تحتانیہ کے مالک ہو کر تمام قلوب کو آخری قلب کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں، اور ان قلوب میں علمِ حصولی کی بُو تک نہیں چھوڑتے۔ سوائے علمِ حضوری کی مظہریت کے، اور ان تمام چھ لطائف کے حقائق و معانی کے مالک بن جاتے ہیں لیکن ان پانچوں قلوب میں علمِ حصولی کی بدولت ان مراتب کے حقائق کی اطلاع ہو جاتی ہے، اور اس آخری دل کے مالک کو تمام اُوپر اور نیچے کے حقائق کا علم ہو جاتا ہے۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے کہ بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست

تابکجا (اور دیکھئے ان دونوں میں کہاں سے کہاں تک کتنا فرق ہے) ، اور وہ جو لطائف خمسہ کی پوشیدگی کا قلب کے علاوہ مختلف مقامات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی تحقیق یہی ہے

مکتوب : ۱۱۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اے ہمارے رب، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا کر، اور انہیں وہ مقامِ محمود دے، جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، اور قیامت کے دن ہمیں ان کی شفاعت عطا فرما۔ بے شک، تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مقامِ محمود اور "مقامِ نصیرا" کے دو مرتبے ہیں۔ ایک وہ مرتبہ جو آنحضرتؐ کو زندگی میں دنیا ہی میں عطا ہوا۔ اور اس مرتبے کے بھی دو حصے ہیں۔ کمالِ مرتبۂ نصیرا اور کمالِ مرتبۂ بصیرت سِرّی، آنحضرتؐ کو دائمی طور پر عطا کیے گئے۔ اور یہ بصیرت تمام انبیا میں عام اور آنحضرتؐ میں خاص ہے۔ دوسرا مرتبہ رویتِ بصری کا ہے، جو آپ کو معراج میں میسّر ہوا، اور آنحضرتؐ کو اس مرتبے سے سرفراز کیا گیا۔ چنانچہ اسی کی دو نشانیں سِرّی اور بصری ہیں یعنی بصیرت اور رؤیت۔ اس مقام پر آنحضرتؐ نے فرمایا "اللہ سے میرے تعلق کا ایسا وقت آتا ہے، جب کوئی مقرب فرشتہ، کوئی نبی اور کوئی مرسل درمیان نہیں ہوتا"۔ اور جو دائمی ہے، وہ مقامِ محمود ہے، جس کا آنحضرتؐ سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہ دعا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کی ہے، اور مرتبۂ شفاعت میں ہے جو امت کے حق میں آخرت میں بوقتِ حساب ہے۔ اسی وقت کسی شخص کو شفاعت کی جرأت

نہیں ہوگی۔ تمام دوسرے انبیا اور اولیا خدا کے حضور "نفسی نفسی" کہہ رہے ہوں گے اور آنحضرتؐ "اُمتی اُمتی" پکار رہے ہوں گے۔ اللہ اللہ کیا بزرگ شان ہے۔ اور یہ جو بعض فقرا کہتے ہیں کہ عرش کے اُوپر دو مقام ہیں۔ تو یہ ایک کمزور بات ہے۔ جس جگہ آنحضرتؐ معراج کے وقت پہنچے ہوں گے۔ وہاں نیچے اور اُوپر کے مقام کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ پس اسے سمجھنے والو، بات کو سمجھو۔

مکتوب : ۱۱۸

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ آپ کو سلامت رکھے۔ فقرا سے مراقبہ کی تحقیق کے بارے میں پُوچھا گیا تھا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مراقبہ کی چار قسمیں ہیں۔ مراقبہ کی صُورت ہے، معنی ہیں، حقیقت ہے، اور حقیقت الحقائق ہے۔ مراقبہ کی صورت یہ ہے کہ دل کا ذکر جاری کرنے کے لیے سر کو جُھکا لیا جائے۔ مراقبہ کے معنی انتظار کرنے کے ہیں، اور اس کے دو مرتبے ہیں ایک ولایتِ خاصہؐ میں یعنی تجلیات کے وارد ہونے کا انتظار، دوسرا ولایت اخص میں یعنی نایافت کی حقیقت کا انتظار اور مراقبہ کی حقیقت علم حضوری میں اور حضورِ علم میں ہے کہ وہ ولایتِ انبیا میں ہے اور حقیقت الحقائق یہ ہے کہ حضور در حضور میں ہوا جائے اور یہ نبوتِ انبیا کے کمالات میں سے ہے۔ ہمارے نبی اور تمام انبیا پر سلام و درُود۔

معلوم ہونا چاہیے کہ انتظار کا مطلب توسط میں ہے، اور ظلال، حقیقت اور حقیقت الحقائق، انتہائے حقیقی میں ہیں۔ اور یہی اصل مرتبہ ہے۔ اس لیے جن عزیزوں نے مراقبہ کے مطلب کو صرف انتظار پر ٹھہرایا ہے، انہوں نے صرف ولایتِ خاصہؐ کے مراقبہ کا ذکر کیا ہے اور مراقبۂ ولایتِ انبیاء اور کمالاتِ

نبوت انبیاء کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ اکثر ولایت خاصہ سے ہی گزرے ہیں اور بہت کم نے اوپر کی ولایتوں تک رسائی حاصل کی ہے اور "نادر معدوم ہوتا ہے" کے مصداق اُن کا بیان حذف کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی صحیح علم رکھتا ہے۔

مکتوب : ۱۱۹

عالی قدر بیگم جیو کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ عالی قدر مکرمہ حضرت بیگم جیو کا نوازش نامہ مبارک وقت پر موصول ہوا اور اس سے ذاتِ مبارک اور برخوردار عالی قدر خواجہ محمد یوسف جی اور چھوٹی بیگمات کی خیریت کی اطلاع ملی۔ اور اطمینان قلب حاصل ہوا۔ بالخصوص یادِ حق کے بیانِ شوق سے اطاعت گزاروں کی خیریت معلوم ہوئی۔

چاہیے کہ اللہ (جل جلالہٗ) کے نام کو دل پر نقش کیا جائے اور سر کو نیچا کر کے، زبان کو تالو سے چپکا کر، پوری طرح یقین کر کے اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آفتاب کے ایک نیزہ بھر اوپر آ جانے تک اسی طرح متوجہ رہیں۔ اور تقویتِ ذکر کے لیے کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللّٰہ" کا وِرد بھی نمازِ اشراق کے بعد کریں۔ اور یہ اس طرح ہو کہ آنکھیں بند کر کے، خیال کی نظر ناف پر ڈالیں۔ 'لا' کے لفظ کو ناف سے اوپر کھینچ کر اپنے سانس کو بند کر کے اس کی مد کو سینے کے راستے پیشانی تک لے جا کر 'الٰہ' کا اشارہ دائیں طرف خیال کریں اور لا الٰہ کا مطلب غیر حق کی نفی میں تصور کر کے 'اِلا اللّٰہ' کو دائیں بازو سے کھینچ

کر دل پر جو بائیں پستان کے نیچے ہے، خیال میں ضرب لگائیں، اور مطلب یہ
لیں کہ میرا مقصود اللہ ہے، اور سانس کو ناک سے گزار کر قلب کے اوپر اللہ کے
نقش کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے بعد پھر خیالی نظر ناف پر ڈال کر سانس کو روک
کر لاالہ کو اوپر کھینچیں۔ اس طرح نمازِ اشراق کے بعد مسلسل اکیس بار کر کے دعا پڑھیں،
اور زبانی وظیفہ جتنا ہو سکے، کریں۔ اگر شوق ہمت دے، تو اسی طرح پھر اکیس
بار سانس کھینچ کر اور دل کو ہر شئے سے خالی کر کے دعا کریں۔

مکتوب : ۱۲۰

صوفی بلندؒ ساکن جلال آباد کو تحریر کیا گیا۔

مشفق و مہرباں جناب صوفی صاحب، سلام کے بعد عرض ہے کہ حضرت پیر دستگیر
میاں محمد شریف جیوؒ نے اللہ ان کے راز کو پاک کرے اس عبارت میں جو کچھ بیان
فرمایا ہے، وہ صاف صاف ہے۔ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اور عزیز نے
اس کی جو شرح لکھی ہے۔ وہ بھی عارف کی نسبت سے اور عارف کی نظر سے ہے۔
اور ذات وصفات کی حقیقت کی نسبت سے بالکل خاموش ہے۔ جیسا کہ حضرت
پیر دستگیرؒ فرماتے ہیں۔ رباعی ے

حق ہستیِ مطلق است بالذات وصفات   بادی زقیاس وجملگی مفہومات
عینیّت وغیریّت، مفہوم الکیف   او پاک تراز تحقیق این اطلاقات

(ترجمہ) حق اپنی ذات وصفات کے ساتھ ہستیِ مطلق ہے۔ اُس کے بارے
میں یہ قیاسات اور مفہومات، عینیت، غیریت اس کی ذات سے دور ہیں۔ اور
کیف کے مفہوم سے پرے ہیں۔ وہ ان تمام اطلاقات سے پاک ہے۔

چنانچہ اس رباعی کے مطابق حضرت میاں محمدؐ شریف جیوؒ نے نور کو لاھو،
اور لاغیرہ کی صفات سے نسبت دی ہے۔ اور یہ درست ہے، لیکن نورِ ذاتی

کے ظہور کو جو عینِ ذات فرمایا ہے وہ اُوپر درج شُدہ رباعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے مذکورہ بالا رباعی میں کیا "عین" اور کیا "غیر" کے اطلاق کو مفہوم الکیف بیان فرمایا ہے۔ حقیقتِ ذات اَور ہے، اور حقیقتِ ذات و صفات اور ہے، صفات مفہُوم الکیف سے آزاد ہیں کیا "عین" اور کیا "غیر" اور اس میں کوئی کلام نہیں۔

اور وہ جو لازمیہ اور متعدیہ کہا گیا ہے، وہ عارف کی نظر سے ہے۔ ذات و صفات کی حقیقت کی شان، اطلاقِ محض سے علیم و عالم حقیقی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ' نے فرمایا، "اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہیں تھی۔ یعنی وہ اطلاق محض سے علیم اور عالم تھا اور اب تک جیسا تھا اسی طرح بلا تفاوت اور بلا قید وہ علیم و عالم ہے۔ اور یہ بات عارف پر اصلی علمِ لدنی کے ظہور کے بعد دو طرح سے ثابت ہوئی۔ ایک ذات و صفات کے حضور در حضور میں تعلقِ معلوم سے خلوِ محض کی بدولت اور دوسری صفات مع کمالات اور اس کے مقتضیات کے بلا کیف تعلق معلوم اور حضوری علم اور علم حضوری کے نقص سے، اور علمِ حضوری کے ظہور کی کیفیت سے جو علم حصولی کے آئینہ میں عرفان کے لیے عرفان ہے۔

چنانچہ حضرت محمدؐ شریف جیوؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی ذاتِ پاک کا ظہور عارف کی نظر میں دو قسم کا ہے۔ آثار یا احکام کی حیثیت سے حقیقت الذات وجودِ محض ہے اور وحدت حقیقی سے ظاہر و اظہر ہے۔ یہ عارف کی نظر میں ظہور ہے۔ اور ظہور سے ظاہر تک پہنچنا ہے پہلے ظاہری صفات سے مراتب کی ترتیب کے حساب سے، اور حقیقی واحد کے مرتبۂ اطلاق میں کوئی ترتیب نہیں۔ اور پھر یہ کہ ذات نُورِ محض ہے اور صفات بھی نُورِ محض ہیں۔ اور نُورِ اوّل کو جو ذات ہے، نُورِ ثانی کے ساتھ جو نفس صفات ہے، "لاہوٗ" اور "لاغیرہ" کی نسبت تحقیق شدہ

ہے۔ اور نورِ اوّل کو جو ذاتِ محض ہے اپنے ساتھ عین کی نسبت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ وہ مقولۂ کیف سے ہے۔ چنانچہ ہر دو عین کی نفی، اور ذات کے ساتھ سوائے صفات کی نسبت کے، اُسی طرح لازم ہے۔ جس طرح وحدتِ ذات کے مرتبہ میں عین کی نسبت کیفیّت کے اعتبار سے ممنوع ہے والسّلام۔

سوال کی قُربت کے اعتبار سے جواب اسی خط کی پشت پر تحریر کر دیا گیا ہے، اس سے کچھ اور نہ سمجھیں۔

مکتوب : ۱۲۱

میاں محمّدؒ نافع کے نام تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے اسم نافع کی مظہریت کی وجہ سے آپ نافع المسلمین تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کے مطالعہ سے دلی طور پر اُس سے کہیں زیادہ نفع حاصل کریں، جو آپ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے اور حقِ سبحانہ آپ کو حروفِ مقطعات کے اسرار سے واقف کرے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ الف، لام، میم اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور کمالات کے حقائق کے اسرار ہیں۔ تسمیہ شریفہ ان حقائق کا مجموعہ اور ان کا بیان کرنے والا، بہت درست ہے۔ اور یہ معنی کہ آپ جیسے حقائق آگاہ نے تیسرے شعر کے معنی میں جس میں مصنف نے تسمیہ کو الف، لام، میم کے نقطہ کا دائرہ فرمایا، فی الاصل الف۔ لام، میم سے تسمیہ میں زیادتی بیان کی ہے۔ اس میں پریشانی اور تردّد کی کوئی بات نہیں، کیونکہ کسی شے کے مجموعہ میں اور اس کے بیان کرنے

والے کے درمیان کسی شئے میں رمز کے طور پر زیادتی صریح ہے، اس لیے کہ رمز میں کسی شئے کا ملانا، اور بیان کرنا سوائے اشارہ کرنے کے اور کچھ نہیں، اور تسمیہ میں صاف صاف زیادہ کرنے اور جزا دینے کے معنی درج ہیں۔ اور اس کے ساتھ مصنف علیہ الرحمۃ کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔ ان تین اشعار کے ذکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حروفِ مقطعات کے ہر حرف سے ذات، صفات اور کمالات کا الگ الگ مفہوم نکلتا ہے اور ہر حرف دوسرے حرف کی حقیقت کی زیادتی کی خبر دیتا ہے۔ اور تسمیہ شریفہ ہر حرف کی حقیقت پر زیادہ سے زیادہ حقیقی معانی کی اطلاع دیتا ہے جو "لا ھُو" اور "لا غیر ھُو" میں شامل اور بیان کرنے والے ہوتے ہیں مثلاً تسمیہ مرتبۂ ذاتیہ کی حیثیت سے حرف حقائق ذاتیہ کا نقطہ ہے، نیز حقائق دائرہ اور محیط دائرہ کا۔ اور دائرہ اور محیطِ دائرہ سے مراد مرتبۂ کمالات صفات ہے۔ یہ بے کیف اور بلا زیادتی کے ہیں جیسا کہ اہل الکلام کہتے ہیں اور بے عینیت ہیں، جیسا کہ وہ اہل تصوف کہتے ہیں، جو کثرت میں وحدت کے قائل ہوتے ہیں اور یہی تسمیہ کمالاتِ صفات کی حیثیت سے تفصیلاتِ ذات کے ظہور کا دائرہ ہے۔ اور وہی تسمیہ مرتبۂ صفاتی کی حیثیت سے الف لام میم کے محیط کا نقطہ ہے یعنی ان کمالات کا جن پر دائرۂ تحتانیہ مشتمل ہے اور میم اس کی رمز ہے۔ چونکہ میم حروفِ ثلاثہ میں شامل ہے، اس لئے حروف ثلاثہ کے ذکر میں مصنف مرحوم نے یہاں میم کا ذکر کیا ہے، اور وہی تسمیہ موصفاتِ دائرہ کے کمالات کی حیثیت سے ہے۔ صفات کی تفصیل کا ظہور ہے۔

اس لیے تسمیہ شریفہ محض بے کیفی کی معیت میں الف لام میم کے حقائق پر، اور مراتب کے حقائق کے ظہور پر بے عینیت اور غیریت کے اطلاق کی بدولت

مشتمل ہے۔ اور اس کے ساتھ تینوں بلند مراتب یعنی ذات، صفات اور کمالات کی تفصیل بھی ہے۔ اور یہاں حضرت مصنفؒ کے ابیاتِ ثلاثہ اور الف لام میم کے حروف کا ایک اور مطلب لکھا گیا ہے اور ابیاتِ ثلاثہ کا مطلب ایک الگ حاشیہ میں تفصیل سے بڑی تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے آپ لطف اندوز ہوں۔ اور اس حاشیہ کو آپ کے نامۂ مبارک کی پشت پر اس لیے لکھا گیا ہے تاکہ سوال و جواب آمنے سامنے رہیں۔ والسلام۔

مکتوب : ۱۲۲

میاں محمد نافعؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کی نعمت کی وجہ سے سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ اور درود اس کے رسول اور وسیلۂ کونین اور وسیلۂ متحیرین پر ہو۔

صاحبِ استعدادِ عالی، اور مظہر انعامات الٰہی، اللہ تعالےٰ اسے نفع کثیر سے مالا مال کرے، فقیر حقیر عبد الغنیؒ کی طرف سے سلام کے بعد عرض ہے، آپ کا نوازش نامہ مع ایک الگ کاغذ کے جس میں بڑے اہم سوالات درج تھے، موصول ہوا۔ ہر لطیفہ کا سلوک واردات سے پُر تھا اور آپ کی استعداد کی خوبی کی خبر دیتا تھا۔ آپ اللہ تعالےٰ کا شکر بجالائیں کہ ہر لطیفے کے استعمال سے پانچ دن کے اندر اس کے عجائبات آپ کو نظر آئے، اور انہوں نے آپ کو لذت بخشی۔ اور اسی طرح یاد داشت کے تعلق سے اسم کو ترقی دے کر مسمّٰی کر دیا گیا، اور مسمّٰی کی لذت

سے اسم کی یاد کی فرصت نہیں ملتی بجز تکلف کے۔

اے مشفق! یہ تمام سلوک جو تکرار سے لطائف اور جلوہ مسمّٰی کے لیے یادداشت ہے، جب جلوہ مسمّٰی حقیقت میں عطا کیا گیا، تو اسے پھر تکرار اور یادداشت میں لانا شرک انگیز ہے۔ اس حالت میں محض بے کیف ذاتِ حقیقی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جسے بے جہتی اور لامکانی کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے، کہ "جس نے وصول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے اللہ تعالےٰ سے شرک کیا"، سبحان اللہ کیا لطیف بات کہی جو پُرمعنی اور تمام مراتب کی حامل ہے اور جو مبتدی اور متوسط کے حسبِ حال ہے اور انہوں نے ہر وصولی و کامیابی کے نچلے مرتبے کو عبادت سمجھا۔ اور اوپر کے مرتبے کو نسبتہً یا حقیقتہً وصول سے تاکید کیا۔ وہ اس طرح کہ جب مسمّٰی کو جلوہ سے غلبہ کرے، تو ماتحت کو سلوک و مقدمات سے سمجھے، اور حتی الامکان اپنا چہرہ ہر وقت مسمّٰی کی طرف رکھے۔ اور بزرگی کے لیے کوشش کرے، تاکہ مسمّٰی کے شہود سے ترقی کر کے، غیبِ حقیقی کو کہ دراصل وہی مسمّٰی ہے، نفیِ توجہ اور بے توجہی سے حاصل کرے۔ اور عین بے توجہی میں نظر ڈالنی چاہیے، تاکہ، توجہِ خفی رخصت ہو جائے اور نایافت سے نایافت کی حقیقت مل جائے۔ اور بے توجہی کا پھل علم حضوری کی صورت میں مل جائے۔ اور اس حقیقی علم حضوری کو حضورِ علم سے زیادہ واجب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ حضورِ علم کا مرتبہ علم حضوری سے بلند ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے ؎

علمِ حضوری کجا، وحضورِ علم کجا　　　بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ۔ کہاں علم حضوری اور کہاں حضورِ علم، دیکھئے ان دونوں میں کہاں سے کہاں تک فرق ہے۔

لیکن ابھی علمِ واجبی کا واسطہ جو وصولِ صفات میں داخل ہے، باقی ہے۔ اور زاہدیت

لُو ظاہر ہے اگرچہ یہ زاہدیت کی لُو علمائے ظاہر کی زاہدیت کی لُو سے بہت مختلف ہے، اور اس مرتبہ کے حاصل کرنے والے نفسِ ولایتِ انبیا کی پیروی کی بدولت بہرہ مند ہیں، چنانچہ اگر وہ مہربانی کریں اور اخص الخواص کے فضل سے رہبری کریں تو سالک اسے بصیرت کی نظر سے بغیر توجہ کے حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ ذات، اپنی ذات میں علیم ہے، اور علیم اس کی ذاتی قابلیت ہے، اور ذات اپنی ذات میں بصیر ہے اور بصر اس کی قابلیت ذاتی ہے اور باقی تمام صفات کا بھی اسی طرح قیاس کر لیجئے۔

اس مقام پر ایسا شخص مرتبۂ نبوتِ انبیا کی مقبولیت سے بہرہ مند ہوگا، اور اس کے بعد اگر وہ مشربِ محمدی پر ہے، تو مرتبۂ نبوتِ محمدی سے بہرہ مند ہو کر کمالاتِ مرتبۂ نبوت سے بہرہ ور ہوگا اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ میں پھر یادداشتِ مستی کے مرتبہ کی تاکید ہوں، کہ جب مستی اور بے کیفی کی یادداشت کی لذت ظاہر ہوتی ہے، ارادے سے نچلے مرتبے کی طرف رُخ نہیں کرنا چاہیے اور اگر بلا ارادہ ایسا ہو جائے، تو اسے اُوپر اٹھانا چاہیے اور مستی سے مل جانا چاہیے۔

میرے عزیز، وصل غیر کا تقاضا کرتا ہے، اور یہ وصل اپنے آپ سے چھٹکارا پانا ہے۔ اور وہ جو الگ کاغذ پر سوالات لکھے ہوئے تھے، میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناقص مقلدانہ عقل سے خاص تحقیق کر کے ہر سوال کے آگے اس کا جواب لکھ کر اس مکتوب کے ساتھ ملفوف کر دیا ہے اگر اتفاق سے کسی سوال کا جواب رہ گیا ہو، تو اس کی اطلاع دیں۔

مکتوب: ۱۲۳

میاں محمد اللہ دینؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

اچھی طرح سمجھ لیجئے، کہ صورتِ متخیلہ صرف خیال کی تراشں خراش ہے جان

لینا چاہیے کہ صورت، رنگ، شکل جو کچھ دانش وبینش میں آتا ہے، وہ سالک کے لیے دید ودانش کی لامِ نفی ہے۔ لیکن صورتِ متخیلہ سے خود صورت تراشش سے قربت ومعیت کی وجہ سے بے کیفی کی نسبت صاف صاف معلوم ہوتی ہے۔ احاطہ ومعیت کا کیا مطلب، صورت تراشش کی صورت سے ظاہر ہے۔ کہ کسی صورت کا تراشنا قربت، تعلق وغیرہ کے بغیر محال ہے، کیونکہ صورت تراشش اگر صورت سے دُور رہے گا، تو وہ کس طرح تصرّف کر سکتا اور صورت بنا سکتا ہے اور معیّت اور احاطہِ بے کیفی کے بغیر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ صورت تراشے۔ اس کے باوجود کہ کمال کی قربت کی بدولت اس نے صورت کو تراشش لیا، وہ خود تمام صورتوں میں اپنے جیسا کسی کو نہیں پاتا۔ "اس جیسا کوئی نہیں"۔ جب تراشنے والے کے لیے معیت وقربت کی حقیقت، تراشش کی بدولت ثابت ہوگئی، تو یہ تحقیق ہوگیا۔ کہ ماسوائے حق کوئی شے حق سے مماثلت اور مجانست نہیں رکھتی۔ اس لیے صورت تراشش کی، اس کی اپنی تراشی ہوئی صورتوں سے کوئی مماثلت نہیں۔ پس یہ ثابت ہوا کہ صورت اور صورت تراشش کو ذہن سے دُور کر کے محض بے کیفی سے حق تعالےٰ کی ذات وصفات کو پہچان کر بے توجہی سے اللہ سبحانہ کی ذات وصفات کے ذکر میں لگا رہنا چاہیے۔

اگر یہ عبارت آپ کی سمجھ میں آجائے۔ تو بہتر، ورنہ رُو برُو بات ہوگی۔

مکتوب: ۱۲۴

میاں گُل محمدؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اس محمودِ حقیقی کے لیے ہے، جس نے اس پریشاں اور حرص سے معمور تعلقات میں اپنے ذکر و فکر سے اس سچے عاشق کو لذت و شوق عطا کیا، اور معطر خوابوں کے باغِ اسرار سے بہرہ ور کیا، اور حمد پر حمد کا اضافہ کیا، اور جو سانس نہیں آتا اُسے واپس لایا جاتا ہے۔ اگر اچھے واقعات حالتِ بیداری میں بارور ہوں، اور رائے کو آناً فاناً بُرے تعلقات کی قید سے باہر لے آئیں، اور اس شخص کے عیوب سے واقفیت رکھیں، تو یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر اسی خواب کو معذور رکھیں اور غیر ضروری امور سے دُور رہیں، تو یہ مصیبت پر تنبیہ ہے۔ اور اس نعمت کا شکر ادا کریں اور حالتِ بیداری میں اللہ کی اطاعت، اور اللہ کے حبیب کی پیروی میں کمرِ ہمت مضبوطی سے باندھیں، اور کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں۔ "اے اللہ مجھ سے محبت کرنے والے کو، اس ذات کی حرمت سے جو اوامر و نواہی کے ظہور کا وسیلہ ہے، وہ کچھ کرنے کی توفیق دے، جس کا تو نے حکم دیا ہے۔" ذکر میں لفظ کا تصور اس وقت کا ہے، جب تک ذکرِ قلب سے جاری نہیں ہوتا۔ جب ذکر جاری ہو جائے تو تصور کی بجائے ذکر کی پاسبانی زیادہ ضروری ہے اور ذکر کے ساتھ تعلق اس وقت تک ہوتا ہے، جب تک ذکر کیے جانے والے کا ظہور نہ ہو۔ جب ظہور ہو جائے، تو تصور اور ذکر، مذکور کے حضور میں مضمحل ہو جاتے ہیں، بلکہ اس جگہ تو ذکر بھی عین شرک بن جاتا ہے، اگرچہ یہ شرکِ طریقت ہے، لیکن طالب کو جو کچھ پیر سے حاصل ہو جائے، اسے اس کی نشو و نما میں کوشش کرنی چاہیے، اور وہ اس معاملے میں ہرگز پس و پیش نہ کرے، کیونکہ وہی پہلا دانہ جو مرید کے دل میں پیر کا بویا ہوا ہوتا ہے آہستہ آہستہ درخت بن جاتا ہے اور پھل لاتا ہے۔ اگر باغباں دانہ کی پرورش نہ کرے، تو درخت کس طرح بن سکتا ہے؟

اے سعادت شعار! آپ کے خواب، نور بخش اور ترقی کے امید دار ہیں۔ اور

ذکر جتنی بھی حالتِ استغراق پیدا کرے، اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنا چاہیئے
ے از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وش این چنین زیبا روش ہا کم بود اندر جہاں
(ترجمہ) اندر سے آشنائی پیدا کر، باہر سے بیگانہ رہو ایسا اچھا طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔

خوف کے خطرے کو دور کرنے کے لیے آیت کریمہ "اِنَّ اَولیاءَ اللہِ لا خوفٌ علیہم ولا ھُم یحزنون" "بتحقیق، اللہ کے اولیا کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم کرتے ہیں" کا وِرد کرنے کے بعد وضو کے بعد کا چلو بھر پانی پی لیا کریں۔

مکتوب: ۱۲۵

میاں گل محمد کو لکھا گیا۔

اوّل و آخر سب تعریف اللہ ہی کے ہے۔ عقیدت مند اور سعادت کیش گل محمدؒ کے خط نے خوشی بخشی۔ واقعات کی حقیقت نور بخش ہے، اور واقعات کی درستی، ذکر اور اعمال صالحہ سے لذت حاصل کرنا بیداری کا دروازہ ہے۔ امید ہے کہ واقعات کا نور براہِ راست حالتِ بیداری میں ظاہر ہوگا، اور خودی و انانیت سے نکال کر نیستی میں لے جائے گا۔ چونکہ یہ سب کچھ ذکر اور نفی ماسوا کا ثمرہ ہے، اس لیے لازم ہے کہ اس کی آمد و رفت اور نشست و برخاست کا سلسلہ جاری رکھیں، کیونکہ ذکرِ عالی سے انفاس کی پاسداری مستحکم ہو جاتی ہے۔ اور تمام تعلق ذکر سے قائم ہوتا ہے۔ ہمتِ بالغہ سے صبر کو طریقہ بنانا چاہیے اور اپنے تمام اوقات احکام بجا لانے میں غنیمت جاننے چاہئیں۔ اور حواس کی سلامتی کے لیے فاتحہ پڑھتے رہنا چاہیے۔ اور وضو کے بعد بچے ہوئے پانی میں سے تھوڑا

سا بی لینا چاہیے۔ اور گیلا ہاتھ سر پر ملنا چاہیے۔ برادر عزیز شیخ اسفندیارؒ کی خیریت کی اطلاع دیں اور فقیر زادہ، جماعتِ فقرا بالخصوص محمد فاضلؒ اور محمد عیسیٰؒ کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

مکتوب : ۱۲۶

میاں گل محمدؒ کو تحریر کیا گیا۔

مکتوبِ خلوص کے آنے سے جو پھول کی طرح تھا، طبیعت میں فرحت پیدا ہوئی۔ اور آپ کی خیریت کے لیے دعا کے ہاتھ بلند ہو گئے، جس کام میں حصولِ رضا کی آرزو ہو، اس میں مشغول ہو جائیں۔ میرا بھائی گل محمدؒ، محبتِ محمدی کی خوشبو سے ہمیشہ خوش دماغ رہے۔

مکتوب : ۱۲۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

میرے مشفق! آپ نے یہ جو لکھا تھا، کہ بعض عزیز، جو اپنے آپ کو طریقۂ احسنیہ سے وابستہ کہلاتے ہیں، وہ اپنی اصطلاح میں عالمِ مثال کے دائروں کو ایک سَو سے زیادہ شمار کرتے ہیں، افلاک کو بھی عالمِ مثال کہتے ہیں، اور پھر حق تعالےٰ کو جزئیاتِ مفصل کا عالم نہیں سمجھتے، تو اُن کی یہ بات طریقۂ احسنیہ کے اصُول میں سے نہیں۔ وہ یہ بات اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ طریقۂ احسنیہ کے بانی نے (خدا ان کے بلند راز کو پاک کرے) سورہ فاتحہ کی تفسیر میں رَبّ العالمین کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے

کہ عوالم قیاس سے باہر ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ شبِ معراج کو جب حضورؐ آسمانِ بالا پر گئے، تو انہوں نے ایک قطار اونٹوں کی دیکھی، جو چلی جا رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا، اے جبرئیلؑ یہ قطار کب سے رواں دواں ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ جس روز سے میں پیدا ہوا ہوں میں اس قطار کو اسی طرح رواں دواں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے رب العالمین کی درگاہ میں عرض کیا کہ خداوندمیں چاہتا ہوں کہ اونٹوں پر جو کچھ ہے، میں اس کی حقیقت سے واقف ہو جاؤں، حکم ہوا کہ ایک اونٹ کو بٹھایا جائے۔ جب بٹھایا گیا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر اونٹ پر دو صندوق ہیں۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے حکم سے ایک صندوق کو کھولا گیا، اور اس کے اندر دیکھا گیا، تو معلوم ہوا کہ ہمارے اس عالم کی طرح صندوق میں ایک اور عالم ہے اور اس عالم کے اندر ظہورِ سرورِ کائناتؐ ہے۔ اور ہر عالم کا حشر و نشر ہے۔ چنانچہ اس قول سے معلوم ہوا، کہ عالموں کی تفصیل کا علم صرف حق سبحانہ' کا خاصہ ہے، اور وہ بیان سے باہر ہے۔

مزید برآں طریقۂ احسنیہ کے صاحب نے "نکات الاسرار" میں اللہ تعالےٰ کو عالم جزو کل فرمایا ہے۔ اور انکار کرنے والے کو، جو علم جزئیات نہیں رکھتا، ملحد اور بدعتی قرار دیا ہے، اور سموات کی تخلیق پر آیاتِ ناطق موجود ہیں جیسا کہ "اس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کو چھ دن میں پیدا کیا، کی آیت کریمہ میں فرمایا۔ اور اسے عالم خلق میں داخل کیا ہے، نہ کہ عالم مثال میں پس سمجھ لینا چاہیے کہ ممکن ہے، اس بات کے کہنے والے نے طریقۂ احسنیہ سے کوئی سند لے لی ہو، لیکن جیسا کہ ہونا چاہیے، وہ اس سے واقف نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ احسنیہ ہو، لیکن یہ اصطلاح، جس کو وہ طریقۂ احسنیہ سے منسوب کرتا ہے، ناپختگی کی وجہ سے

ہے۔

اور وحدتِ وجُودی اور وحدتِ شہُودی کے بارے میں، جو لوگ باتیں کرتے ہیں اور دونوں حالتوں کے بیک وقت قائل ہیں، تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر وہ لوگ اس ایک واحد میں دونوں نسبتوں کو جمع کرنے سے منع کرتے ہیں، تو بات ٹھیک ہے، کیونکہ اوّل سے بے عرُوج، نسبت ثانی کا ظہور، ایک تحقیق شدہ بات ہے، اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص وحدت الوجُود کی نسبت سے معلُوم ہوگیا، اس پر وحدت الشہُودی کی نسبت قائم نہیں کی جاسکتی اور اسی طرح اس کے برعکس، تو یہ ایک ناممکن قید ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وحدت الشہُود کی نسبت ہوتی ہے اور وحدت الوجُود کی نسبت نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح اس کے برعکس، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص پر پہلے وحدت الوجُودی کی نسبت ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے بعد اُسے عرُوج میسر آتا ہے اور وہ وحدت الشہُودی کی نسبت سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص پہلے وحدت الشہُود کی نسبت پر فائز ہوتا ہے، وہ وحدت الوجُود کی نسبت پر نیچے نہیں اُترے گا۔ سوائے کسی استثناء کے اور استثناء کا درجہ معدُوم کا درجہ ہے۔ وہ اس لیے کہ توحیدِ وجُودی کی نسبت لطیفۂ قلبی سے اُٹھتی ہے، جو تمام لطائف سے مقدّم ہے اور توحیدِ شہُودی کی نسبت لطیفۂ رُوحی سے ظہُور فرماتی ہے، جس کا مقام لطیفۂ قلبی سے اُوپر ہوتا ہے۔ توحیدِ وجُودی، عنصری رنگ کی وجہ سے ہے۔ جو قلب ہے، اور وہ کثرت کا ملاحظہ کرنے کے بغیر وحدت کا رستہ نہیں پاسکتا۔ اس لیے وہ وجُوداتِ کثیر کو وجُودِ واحد سمجھتا ہے۔ اس جگہ سالک پر حق کی تجلّی پڑتی ہے اور یہ تجلّی اسم رحیم کی ہوتی ہے، جو اپنی حکمت بالغہ سے اپنے آپ کو سالک کی استعداد کے پیشِ نظر کثرت میں ظاہر کرتی ہے۔ اور جب سالک اس مقام سے ترقی

کر کے لطیفۂ روحی کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، تو لطیفۂ روحی جو رنگِ عناصر سے ممیز ہوتا ہے، تعلقِ بدن کی عین حالت میں عناصر سے ممیّز ہو کر اور عناصر کے غلبہ سے جو کثرت کی طرف کھینچتے ہیں، الگ ہو کر عناصر کے امتزاج کے بغیر اُسے وحدت کی طرف لے آئے گا اور کثرت کو نظر سے گزار دے گا۔ اور صاحبِ وحدتِ الشہود بن جائے گا۔ اور کثرت کو چھوڑ کر وحدت الشہود میں ظہور فرمائے گا۔ اس مقام پر حق کی تجلّی بجا طور پر تجلّی ہو گی۔ اور یہ تجلّی، اسم رحمٰن کی تجلی ہو گی۔ اس کے بعد سالک نے جس طرح لطیفۂ روحی میں کثرت کے تعلّق سے چھٹکارا پایا تھا، اسی طرح وہ ترقّی کر کے شہود کے مقام سے خلاصی پا لے گا۔ کیونکہ صاحبِ شہود نے اگرچہ کثرت سے رہائی پالی ہوتی ہے لیکن اُسے آخر کی خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے ابھی اس نے کثرت سے جو شہود کے اندر رہ گئی ہوتی ہے ضعفِ استعداد اور قلتِ بصیرت سے رہائی نہیں پائی ہوتی۔ اور چونکہ دُوسرے لطائف کا بیان طوالت چاہتا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ قلم کو ادھر سے کھینچ کر کسی اَور طرف لے جاؤں، کہ اس سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے مشفق! وہ جو لکھا گیا تھا۔ کہ اگرچہ توبہ چار قسم کی ہوتی ہے، لیکن مبتدی کے لیے جو طریقہ بھی ہو گا، اس سے توبۂ عام کی خبر نہیں ہو گی۔ تاہم توبۂ عام کے بھی درجے ہیں۔ جس کا مُرشد توبۂ حقیقی تک نہ پہنچا ہو، ایسے مُرشد کے مریدوں کی توبہ تین نچلے درجوں کی ہو گی اور یہ تینوں قسم کی توبہ، نسبتی توبہ ہو گی۔ اور ایسا کوئی مُرشد حقیقی توبہ کے تینوں مراتب میں سے ایک بھی اپنے مرید کے سینے میں داخل نہیں کر سکے گا۔ اس لیے حقیقت میں وہ توبہ اعتبار کے درجے سے گری ہوئی ہو گی۔ اور جس کا مُرشد توبۂ حقیقی کے مقام پر پہنچا ہوا ہو گا۔ اور اصلی قبولیت حاصل کر چکا ہو گا، بلکہ اپنی استعداد کے اعتبار سے کمالات کے مراتب

سے بہرہ یاب ہوگا، وہ اپنے مریدوں کے سینوں میں حقیقی توبہ داخل کر سکے گا، اگر اللہ چاہے، اس لیے سلوک دراصل مذکورہ توبہ سے ہوگا، خواہ فی الحال وہ سلوک کی اسی صورت میں ظاہر ہو، پس اسے سمجھیے۔

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ جس طرح عذاب اپنی ذات کے لیے تیار ہوتا ہے، اسی طرح دوست کے لیے بھی تیار ہوتا ہے، تو میرے مشفق، یہ اس وقت ہوتا ہے جب میں حبیب کو ساری خلق کا عین کہوں، بلکہ ایک دوسرے کے سوا۔ لیکن اگر میں تمام عالم کے بارے میں کہوں جیسا کہ خلق کی مظہریت اور غیریت میں حق تعالیٰ کا ذکر ہوا اور جیسا کہ رسول اللہ کے بارے میں ذکر ہوا کہ عالم اُن کے کمالات کے ظہور کا مظہر ہے، ان کے کمالات کا کوئی ثانی نہیں اور عین کے قول پر عذاب کا وقوع ہوتا ہے۔ جب عینیت میں اُٹھ گئی، تو حبیب پر عذاب کا شبہ بھی اُٹھ گیا۔

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ ولایتِ خاصہ میں پرانے اولیا مثلاً حضرت جنیدؒ وغیرہ تھے، تو ان کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہیں علم حضوری اور علم اصلی کا حضور حاصل نہیں، میرے مشفق اصول بیان کرنا چاہیے نہ کہ نام۔ حضرت جنیدؒ کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جو کوئی ولایتِ خاصہ میں، جو حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، اور ولایتِ اخص اور خاص الخواص کے تحت ہے، وہ یقیناً علم حضوری اور حضورِ عالم ظلی میں ہے۔ حضرت جنیدرح، ولایتِ ظلی سے یقیناً ترقی کر گئے ہوں گے۔ کیونکہ انہیں ولایتِ خاصہ جو حضرت پیر قدس سرہ، کی وضع کردہ اصطلاح ہے، میں شمار کرنا چاہیے، اور اس سے کم میں نہیں۔ اور وہ جو کمالاتِ صفات کی تحقیق میں دوبارہ لکھا گیا تھا، تو پہلے یہ حضرت ایشانؒ اور حضرت پیر قدس سرہ، کی تحقیق اور فرق کے پیش نظر لکھا تھا۔ اس پر غور کر کے بات کو سمجھیں اسے

مختصر طور پر دوبارہ تحریر کرتا ہوں۔

جس وقت صورِ علمیہ اور اعیانِ ثابتہ، جو اُن صوفیائے کرام کی اصطلاحات ہیں، جو ولایتِ خاصہ کے رہنے والے ہیں، دوسرے مرتبہ میں، جو نورِ محمدی ہے۔ ہوتے ہیں، اور ازل کی معلومات کے کمالاتِ غیب، جو حضرت پیرؒ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، کے پہلے مرتبہ میں ہوتے ہیں، تو اُن اعیانِ ثابتہ کا، جو صوفیائے کرام کی وضع کردہ اصطلاح ہے، کمالات و معلومات کی اس اصطلاح سے، جو حضرت پیر قدس سرہ نے وضع کی ہے، مقابلہ کرنا دانائی سے بعید ہے، وہ مرتبہ ظل (سایہ) سے اور یہ مرتبۂ اصل میں ہے اور ان دونوں میں اتنا بڑا فرق ہے، جتنا کہ زمین اور آسمان میں ہے۔ غیب کے پہلے مرتبہ میں صرف کونیّہ (جو شے وجود میں آچکی ہو) اور امکانیہ (جس کے وجود میں آنے کا امکان ہو)، معدوم ہوتے ہیں اور دوسرے مرتبہ میں نورِ اوّل شامل ہے۔ فوقِ امکانیہ کی نسبت اور اپنے ماتحت کی نسبت، جو موجودات ہیں، وہ محض کونیہ ہیں۔ اس لیے حضرت پیر قدس سرہٗ کی تحقیق کے مطابق یہ ثابت ہے کہ کونیّہ بے ثبوت اطلاق ہے۔ اور امکانیہ تقیّد (بندش ہے) اور صوفیہ کی تحقیق میں جو مرتبۂ ثانیہ ہے، امکانیہ بندش محض ہے۔ اگرچہ شہادت کو غیب سمجھتے ہیں اور مقیّد کو مطلق جانتے ہیں اور یہ عقل کی کمزوری ہے، جیسا کہ اس مرتبہ خاصّہ کی شان ہے۔ پس حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے جب حقیقتِ عالم کو عدمِ محض فرمایا، تو اس معنی میں کوئی ثبوت نہیں اور حضراتِ صوفیہ نے جب حقیقتِ عالم کو اعیانِ ثابتہ اور صورِ علمیہ کا نام دیا، تو امکانیہ مقیدہ کا ثبوت کونیتہ المطلقہ کے تحت تحقیق کیا اور حضرت پیر قدس سرہٗ کے نزدیک، عالمِ کونیّہ کی حقیقت مطلق الثابتہ تحقیق ہوئی، اور قدرتِ ازلی ایسی ہے کہ اس میں عدم کا دخل یا شرکت نہیں، جیسا کہ مجدد الف ثانی قدّس سرّہٗ نے فرمایا ہے عالم کی حیثیت

میں عدم کو مع ارادت، شریک کرنا ثابت ہے۔ امکانیہ میں ثبوت کا کوئی نشان نہیں اس لیے مرتبۂ امکانیہ میں شہود ہے اور مرتبۂ ثانی میں ظہور ہے۔ اور صوفیائے کرام یہی خیال کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ کونیۂ عالم کا غیب میں ہونا ایک امر ثابت ہے، جو علم اور قدرت سے ہے اور عدم اور اعیانِ ثابتہ کی شرکت کے بغیر ہے۔ صوفیہ کی تحقیق کے مطابق پہلا ظہور نُورِ محمدی کے مرتبہ میں ہے، اس سے تینوں مذاہب میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اس لیے کہ صوفیہ کی تحقیق نُورِ محمدی کے مندرجات میں ہے اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کا بیان برزخ میں ہے تاکہ وہاں سے ترقی کی جا سکے۔ اور حضرت پیر قدس سرہٗ کی تحقیق مع اللہ تعالےٰ کی صفات کے کمالات کے مرتبۂ اصل سے ہے۔ میرے عزیز اس تمام وضاحت کے باوجود چوں کہ اس کا مطلب بہت بلند ہے، اس لیے متخیلہ کو چھوڑنے بغیر اس کے سایہ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

مزید براں بعض عزیزوں نے اللہ تعالےٰ کے کلام پر بھی بات کی ہے، اور اس سلسلے میں وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے فقیر سے پوچھا گیا تھا۔ میرے مشفق و حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق سات حروف کی تحقیق اس طرح ہے۔ سات حرفوں یا سات درجوں میں مرتبۂ وجوب کے تین درجے مقرر ہیں۔ نفسِ کلام، نورِ کلام اور اس کلام کا متکلم پر ظہور۔ یہ تینوں مراتب کلام ازلی ہیں۔ اور عدد و کثرت کے بغیر، حرف اور آواز کے بغیر، اور کیفیت کے بغیر ہیں، اور یہ کلام، ظہورِ ثانی سے مرتبۂ شہودِ اوّل میں بغرض مدعا و مطلب ہیں۔ اس جگہ حروف اور ان کی آوازیں بھی نہیں، تاہم ایک ناقابلِ فہم کیفیت ضرور موجود ہے، اس جگہ اطلاقی اور تقیدی ظہور ہے۔ نفسِ کلام کا ظہور، جو ظاہر ہے، اطلاقاً ہے اور کلام کے مخفی کمالات کا ظہور بذاتِ خود پوشیدہ ہے، اور یہ ظاہری مرتبہ ایک ناقابلِ فہم کیفیت میں مقید

ہے۔ اور یہ مرتبہ شہودِ اوّل کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں، خواہ وہ حق تعالےٰ کا مقرّب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب حق تعالےٰ نے اپنے فضل سے یہ چاہا، کہ اس نفسِ مدعا کو نُور کے حرف وصَوت کا لباس پہنائے، تو اسے حرف سب سے بزرگ فرشتے حضرت جبرئیلؑ پر ظاہر کیا، جیسا کہ فرمایا گیا "بے شک جبرئیلؑ نے آواز سُنی"، جو اللہ تعالےٰ کے کلام اور ارادے پر دلالت کرتی تھی۔ اور یہ دونوں مرتبے یعنی نفسِ مدعا اور نُورانی حرف و آواز، مخلوق کے واسطہ کے بغیر مخلوق ہیں، اور ان میں کسی مخلوق کے دخل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس نُورانی حرف و آواز کے مرتبے کو سوائے جبرائیلؑ کی سماعت کے کسی فرشتے یا کسی رُوح کے سننے کا یارا نہیں تھا، کیونکہ اس کا مرتبہ بہت بلند تھا، اور جب اس وحی کے پہنچانے کا حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوتا تھا، تو وہ اپنے جسم کے حرف، و آواز کے لباس میں انبیا حضرات اور ہمارے نبیؐ پر، اور وہ مخصوص اوقات اور ضرُوری حالات میں امت کی تعلیم کے لیے انسانی حرف و آواز میں خود بیان فرماتے تھے۔ اور ان ملکوتی اور جسمانی حرف و آواز میں پہلے حضرت جبرئیلؑ اور پھر حضراتِ انبیاء کا تصرّف ہوتا تھا۔

حضرت جیو قدس سرہٗ نے سات حرُوف کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ حضرت پیرؒ کی اصل عبارت دیکھے، تو وہ ان کی تصنیف "خلاصۃ المعارف" میں دیکھ لے۔

مکتوب : ۱۲۸

میاں عبدالقادرؒ کے نام دنیا کے اندر رویتِ باری کے عدم وقُوع کے بارے میں لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تحقیقِ علم کا سالک علمِ حضوری کے مرتبے میں ہوتا ہے، تو وہ تین مرتبوں سے جبلّی طور پر ملا ہوتا ہے۔ اور جب وہ حضورِ علم میں پہنچ جاتا ہے، تو جانتا ہے، کہ یہ حضوری اللہ تعالےٰ کے علم سے ہے اور مجھے اللہ تعالےٰ کی مظہریتِ علم سے نوازا گیا ہے۔ اس وقت مظہریتِ علم بلکہ تمام صفات اس طرح غلبہ کرتی ہیں، کہ مظہریتِ بصری کے غلبہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ حق کو دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس دید سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ نہیں دیکھتا۔ چنانچہ ایسے شخص نے علمِ حضوری کے مرتبے میں علمِ حضور کو اپنا علم جانا۔ جاہل لوگ حضورِ علم میں پہنچ کر سمجھتے ہیں کہ علم سے اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور پرانی جہالت، جسے وہ علم سے جانتا ہے ختم ہو جاتی ہے، لیکن یہ جو کچھ مظہریّت کے غلبہ کی وجہ سے جانتا ہے، کہ وہ دیکھ رہا ہے، ابھی تک اس کی بصیرت پر جہالت چھائی ہوتی ہے چنانچہ علمِ حضوری میں علم پر جہالت ہوتی ہے اور جب وہ حضور کے حضور میں باریاب ہو گیا، تو اس نے جان لیا کہ ذات خود ہی علیم ہے اور ذات خود ہی بصیر ہے، اور اس خبر کا یقین ہو جاتا ہے کہ ذات خود ہی بصیر ہے۔ کسی اور کا حصّہ نہیں، اور ہمارے دیکھنے کی خصوصیّت جو اللہ تعالےٰ کے دیدار سے شرفیاب ہوگی۔ اُسے آخرت میں بہشت میں اُٹھا رکھا گیا ہے۔ اس میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ اس اثنا میں مظہریّت سے ترقی کر کے صاف صاف، یقین پر پہنچ کر سوائے یقین صاف کے، کہ وہ خود دیکھنے والا ہے، حق تعالےٰ کے بارے میں کامل یقین کی خبر نہیں ہوتی۔ اور مظہریّت کے ظہور کو آنکھوں سے دیکھنے کی طاقت کو آخرت پر اٹھا رکھا جاتا ہے۔ اس وقت آنکھوں سے دیکھنے کا گمان، جو اسے تھا ختم ہو گیا اور وہ مرتبہ اخص الخواص پر فائز ہو گیا ہوتا ہے۔ یہ عارفِ محقق اگر اس وقت ذات میں جامع صفات کا غلبہ رکھے گا، تو مظہریت

کو وصولِ ذاتی میں داخل و شامل پائے گا۔ اور خلوتِ خاص سے معزز ہوگا اور اس کے ساتھ جلوتِ خاص سے بھی، جو مظہریت ہے۔ اور مظہریت کے وقت خلوتِ خاص یقینی ہوگی۔ لیکن اس جہالت کے ختم ہونے سے، کہ جس سے دیکھنے کا گمان تھا، اس شخص کو ہر وقت دو عیدیں حاصل ہوں گی۔ یعنی ایک یقینِ خاص کے مرتبے پر، اور دوسری مظاہر کے مرتبے پر، اور اخص الخواص حقیقی کے مرتبے کی دلیل یہ ہوگی کہ وہ جو رؤیت بصری کا گمان پیدا ہوگیا تھا، اور رؤیت کی حقیقت کا خیال کیا تھا، تو اس سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ مومنوں کے حق میں اللہ تعالےٰ کا دیدار بہشت پر منحصر ہے، اور مظہریت کی خصوصیت کا ظہور یقیناً جنت میں ہوگا۔ اور اگر کوئی یہ جانے، کہ میں دیکھتا ہوں۔ تو اسے جان لینا چاہیئے کہ اُس کی دید میں ابھی شہودِ خفی کا تتمّہ باقی ہے، جو نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ولایتِ اخص کی طرف توجہ باقی رہتی ہے، لیکن وہ اسے نہیں پاتا۔ اسی طرح حضورِ علم کے مرتبہ میں شہود کا تتمّہ باقی رہتا ہے، وہ رؤیت کا قائل رہتا ہے اور عقل کی کمی کی وجہ سے اسے نہیں سمجھتا۔ اُس مستحاضہ عورت کی طرح، جو ایامِ طُہر اور ایامِ حیض سے واقف نہیں۔ وہ استحاضہ کو کہ اُسے حیض سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہوتی ہے، ناواقفیت کی وجہ سے حیض ہی سمجھتی ہے، اور جب اُسے علم ہو جاتا ہے اور ایامِ طُہر اور ایامِ حیض میں واضح فرق پاتی ہے، تو پھر وہ استحاضہ کو استحاضہ ہی جانتی ہے اور حیض کو مخصوص ایام تک ہی محدود سمجھتی ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۱۲۹

فضیلت مآب شیخ محمدؒ اکرمؒ کے نام لکھا گیا۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے ، جس نے ہمیں ہدایت دی ، تاکہ ہم ہدایت یافتہ ہوں۔ اور اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی، تو ہم کچھ بھی نہیں تھے اور ہمارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آئے۔

مخلصِ دانا ، صاحبِ تمیز ، فضیلت مآب شیخ محمد اکرمؒ کو خداوند تعالےٰ شرع سے زائد باتوں سے خلاصی دے ، اہلِ تحقیق نے حضرت پیر دستگیر بنوریؒ (اللہ ان کے راز کو پاک رکھے) کے "رسالہ دربیانِ اصطلاح" پر اپنی تحقیق بیان کی ہے، اور اپنے خیالات کے مطابق اکثر قواعد پر بحث کی ہے۔ چونکہ اکثر مقامات ، حضرت پیر کی اصطلاح کے خلاف ہیں، اور اصطلاح کے خلاف بیان کیا گیا ہے ، اور بعض جگہ تو بالکل غلط ہیں ، ان کی تحقیق اور حق و باطل میں فرق کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ اور انبیا علیہم السلام کی برکت سے اور حضرت پیرؒ کی دُعا سے اپنے فہم کے مطابق اہلِ دانش کے سامنے چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اپنوں اور بیگانوں کے لیے لازم ہے کہ سیدھے راستے سے اِدھر اُدھر نہ جائیں ، اور نگاہِ عبرت سے ان چند باتوں پر نظر ڈال کر اصل حقیقت سے آگاہی حاصل کریں۔

میں شیطانِ مردود سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کسی ظاہری اور باطنی قوّتِ ادراک میں کَل کی آرزو باقی نہیں رہتی۔ اس تحقیق کے مقصد اور اس بیان سے یہ ظاہر ہے کہ ہمارے پیرؒ نے خلاصۃ المعارف ، فصل سوئم ، فصل دوئم اور قسم ثانی میں علمِ حضوری کی حقیقت کے بیان میں فرمایا ہے کہ "جس وقت وجود سوائے حق کی ذات وصفات سے خود سے اور غیرِ خود سے اٹھ گیا ، تو محض خدائے تعالےٰ کے حضور میں تحقیق اور یقینِ صادق سے اس نے بلا تردّد قرار حاصل کر لیا۔ لیکن وہ یقینِ

جو صرف کشفی و باطنی نہ ہو، بلکہ اس میں ظاہری اور باطنی حواس نے عقلی قلبی اور علمی بافت سے ایک مقام حاصل کر لیا ہو، ...." ظاہر ہے کہ یہاں ظاہری سے مراد خیالی، عقلی وجدانی اور قلبی ہے۔ نہ کہ ظاہری آنکھوں سے دید، مراد یہ ہے علمِ حضوری کے مرتبے کا ایقان و اطمینان، صرف تخلیص بشری سے حاصل نہیں ہوتا۔ تاکہ خلوت متخیلہ جمع نہ ہو جائے، اور متخیلہ راز کی حیثیت اختیار نہ کرلے۔ چنانچہ کلام کا خلاصہ جان سے بھی زیادہ روشن ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح یقین و ایمان میں سماعی تقلید برابر کی شریک ہوتی ہے اسی طرح اس یقین و ایمان میں اللہ کی دین بھی برابر، بے شک و شبہ اور بلا تردد ضرور شامل ہوتی ہے...... الخ۔

جہاں تک غور کیا جائے کہ کچھ معلوم ہو جائے، مگر اس سے اپنے حصّے میں سوائے یقین کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ علم الیقین ہے، مرتبۂ ولایت انبیا کے اہلِ کمالات کا۔ ان پر صلوٰۃ و تسلیم — لاقولہٗ

پس یہ علمِ حضوری ہوتا ہے۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کے ادراک کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا۔ اس لیے جان لیا کہ حقیقت میں یہ اس نفسِ علم کے مرتبۂ پاک میں حضوری ہے، جو اللہ تعالےٰ کی ذات کی صفات کملہ ہے۔ انتہیٰ۔

اے میرے عزیز! یہ وہ عین الیقین ہے جو ولایتِ انبیاؑ کے مرتبہ کے اہلِ کمال کو حاصل ہے اور علم مطلق کی نفسِ صفت کے حضور سے تعلق رکھتا ہے — انتہیٰ، فرماتے ہیں کہ حضور در حضور کے خالق کی دریافت ایسی ہے کہ جس وقت اس نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ علم ذات کے بغیر نہیں، کیونکہ حضوری ذات میں رکھی گئی ہے، نیز یہ کہ ذات اپنی ذات سے علیم ہے، نہ کہ غیر ذات کے وصف زائدہ سے۔ الیٰ قولہٖ پس کمالات کی ذات خود بخود حاضر ہوتی ہے۔ وہ غیر ذات کی صفت نہیں، کہ

اُسے ذات سے جانا جائے۔ یہ ہے حضور در حضور اور یہ ہے مرتبۂ ولایتِ انبیاء
کے اہلِ کمالات کا حق الیقین، جو صرف حضور ہے۔ انتہیٰ۔

اور ظاہر ہے، کہ جنہوں نے اس سلسلے میں مذکورہ تینوں مرتبوں سے کسی مرتبہ
میں بھی دنیا میں رؤیت کا ثبوت اور آنکھوں سے دیکھنے کے بارے میں کوئی اشارہ
یا کنایہ نہ کیا ہو، بلکہ اس کی ممانعت میں صاف اشارہ کیا ہو۔ اور پھر اسرار کے اس
منبع اور پاک انوار کے مطلع سے کسی قسم کا کوئی اشارہ یا کنایہ بھی اس بارے میں نہ کیا ہو،
بلکہ اس کی مطلق ممانعت کی ہو، اور حبیب پیر پیراں حضرت ایشاں قدس سرہ نے بھی اس
معاملے میں سختی سے منع فرمایا ہو، تو پھر اس قسم کی باتوں کو کس سے منسوب کیا جائے؟
اور کس طرح کہی جائیں؟ پھر یہ بھی ہے، کہ اس قسم کے کشف و یقین کا ظہور اور حصول،
کہ آنے والے کل کی کوئی آرزو نہ رہے، دو لحاظ سے خالی نہیں، یا تو مرتبۂ علمِ حضوری
کے لیے مطلقاً لازم ہے، یا حضورِ علم کے لیے۔ اور اس میں ان دونوں مرتبوں کا ہر سالک
شامل ہے۔ عبارت کا سیاق و سباق اس بات کا گواہ ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء اس
کشفِ بصری یا حجاباتِ خارجی کو دُور کرنے کی بدولت دنیا میں سب سے زیادہ
لائق ہیں، اور اس پردے کے اُٹھ جانے، اور کل کی تمنا نہ رکھنے کی وجہ سے وہ
زیادہ شایاں و مستحق ہیں، اور حالت یہ ہے کہ وہ یہ تمنا ہی لے کر چلے گئے۔ حضرت موسیٰ
اسی آرزو کی وجہ سے دنیا میں "لن ترانی" (تو نہیں دیکھ سکتا) کی ڈانٹ سے معتوب
ہوئے، اور حضرت شعیبؑ تین بار آرزوئے دیدار کرنے کی وجہ سے آنکھوں سے محروم
ہو گئے۔ اور انہیں "رد پھر رد اور پھر رد" کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اور پھر میں کہتا
ہوں، یہ مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو اپنے نبی کی وراثتِ خاص
میں ملا ہے اور وہ حضور در حضور ہے۔ درجہ علمِ حضوری اور حضورِ علم میں نہیں کیونکہ اُن
میں مشترک ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ یہ عارفِ کامل اسے انہی دو میں بلکہ پہلے میں ثابت

کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ علمِ حضوری کا حصولِ مرتبہ، حالِ کامل کے بغیر ہے۔
چنانچہ کل کی آرزو باقی نہیں رہتی اور یہ بھی ظاہر ہے، کشف بصری کے حصول کے بغیر
کل کی آرزو باقی رہتی ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے باقی کے دو مرتبوں سے بھی بے نیازی
پیدا ہو گئی، اور یہ بات متضاد ہے۔
معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے پیرؒ نے (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) جس طرح
سابقہ عبارات میں دنیا ہی میں خارجی حجابات کے اٹھنے کے بارے میں، سوائے
ہمارے نبیؐ کے، اشاروں میں منع فرمایا ہے، اسی طرح انہوں نے دوسری عبادتوں
میں بھی ممانعت کی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ حالتِ مخصوص، معراج شریف
کے موقعہ پر حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے خلاصۃ المعارف کی پہلی فصل، دوسرے
باب اور دوسری قسم میں لکھا ہے۔ کہ خارجی حجابات کو دور کرنا کسی کے بس میں نہیں،
سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے، کہ انہوں نے جسم و روح کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ لیکن
جسم و روح کے ساتھ جبکہ جسم بے بصر ہو، بعض دوسرے انبیاءؑ اور امتِ محمدی
کے بعض افراد کو بھی حجابات دور کرنے کا شرف حاصل ہے، خواہ یہ شاذ و نادر ہی
ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "علماء وارثانِ انبیا ہیں" اور
"میری امت کے علما ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیا"۔
نیز انہوں نے باب ثانی کی دوسری فصل کے دوسرے قول میں فرمایا ہے کہ
طویل راہِ سلوک کے بعد کئی اذکار و افکار، اور تصورات، صوری، نوری اور معنوی تجلیات
کی مدت تک سیر کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں ..... الی قولہ
چنانچہ اس جگہ سے اکثر لوگ باہر نہیں آتے سوائے چند ایک کے۔ یہی وجہ
ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا کو اسی دنیا میں سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔
اس لیے جو کچھ منظور و محسوس ہے، وہ بے کیف نہیں، خواہ اسے بے کیف ہی کیوں نہ

سمجھا جائے۔ انتہیٰ۔

اور باب ثانی کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ چونکہ انتہائی دُوری کی حالت میں قدامت کو پانا، ظاہری اور باطنی طور پر صرف معراج سے مخصوص ہے، اس لیے ادائے نماز کی حالت میں بھی آنحضرت کے کمال کی بدولت اس کمال کو پا لینا کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ اور ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے اندر رؤیت صرف آنحضرت صلعم کا خاصہ ہے اور اُن کے سوا کسی اور کو ہرگز جائز نہیں۔

اور صفات کی مظہریت کے ثبوت کے معنی یہ ہیں، کہ جب بھی علم کی صفت اپنے آپ کو یا اپنے بغیر دیکھتی ہے، تو اُس کے ساتھ علم حق تعالےٰ ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ اس کا ظہور ہوتا ہے اور جس وقت مخلوق کی نظر پہ نظر ڈالتا ہے، تو اللہ تعالےٰ کی نظر کو ظاہر و حاضر پاتا ہے۔ اور اپنی نگاہ کو اس کے ظہور کے وسیلے سے مرتبۂ کمالات پر پاتا ہے، اور اسی طرح اور قیاس کر لیجئے۔

قولہ ذاتیت ایک معین ذات ہے۔ اسے برداشت کرنا چاہیے، اگر یہ کہوں کہ اس سے تعین اور اکی مراد ہے، تو وہ خود علم حضوری کے مرتبے سے پیچھے رہ گیا ہے، اس مقام پر یہ گنجائش کس طرح ہو سکتی ہے، کہ اُس سے پیچھے ہٹا جائے۔ اور اگر "ہُوِیت" نا قابل فہم مراد رکھتی ہے تو یہ دُرست نہیں۔ کیونکہ ذات، صفات اور کمالات کے مرتبۂ جمع کو اس کی تمام خصوصیات سمیت بلا کیف جاننا لازم ہے۔ دُوسری عجیب بات اس قائل رؤیت کی دانائی کی ہے، جسے اپنے آپ کو ذات وصفات وکمالات کا مظہرِ کامل سمجھ کر اور اللہ تعالےٰ کے علم کی مظہریت کی وجہ سے اپنے آپ کو علیم و بصیر قرار دے، اور کہے کہ جس طرح حق تعالےٰ جامع صفات ہونے کی وجہ سے بصیر ہے، اسی طرح میں بھی جامع بصر ہونے کی بدولت بصیر ہوں، اور اس نے یہ نہ سوچا، کہ حق تعالےٰ تو تمام عالمِ خلق اور عالمِ امر کا دیکھنے والا

ہے، اور میں اپنے آپ میں ان اُمورِ عقیدہ میں سے کسی کا انکشاف نہیں کر پاتا، اس لیے وہ ذات، جو صرف بے کیف ہے اور غیبِ محض، اِس خاکی آنکھ سے کس طرح نظر آ سکتی ہے۔ اور جب تک آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، کو مَیں اہلِ بہشت کی طرح نہیں دیکھ سکتا، میرا یہ سمجھنا درست نہیں، اور حق سے بعید ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سے ترقی کر کے اپنے آپ سے کہتا ہے۔ اگر میں عالمِ ملکوت کو بھی دیکھنے لگ جاؤں اور ہمنشینوں کی طرح مظہریت کے رستے بدنی اور بصری لطافت مجھے بھی عطا فرمائی جائے، تو کیسا ہو، جیسا کہ دنیا میں بعض علما اور بعض صحابہ کے مطابق اللہ تعالےٰ کی رؤیت سے، ایک یا دو مرتبہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرف ہو چکے ہیں۔ اس طرح ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں ہماری یہ دید محض وہم ہے اور یہ وہم اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف اور گمراہی کا باعث ہے۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ "سمجھے نہیں، لیکن سمجھے کہ سمجھ گئے"۔ ایسا شخص جہلِ مرکّب میں گرفتار رہتا ہے۔ اس قسم کے قائلین کو جہلِ مرکّب سے نکالنا اور صاحبِ بصیرت لوگوں کی طرح بنیا کرنا چاہیے۔ علمائے اہلِ سنّت کے منفقہ عربی منظوم اشعار میں انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے ؎ ترجمہ

جس شخص نے یہ کہا کہ اُس نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھا، وہ زندیق ہے۔ اس نے بغاوت کی اور سرکشی کی۔

(۲) اس نے اللہ کی کتابوں اور تمام رسُولوں کے برخلاف کہا، اور وہ شرعِ شریف سے بھٹک گیا، اور دُور رہ گیا۔

(۳) اور جس نے یہ کہا کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا، قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

اور چونکہ یہ بات کہنے والا ایک سُنّی اور اہلِ جماعت میں سے ہے، اس کی بات

سُکر و شہود کی حالت میں گمان کرنی چاہیے اور غیبیت کے قائلوں کی طرح اسے معذور سمجھنا چاہیے، کیونکہ شہود کو بھی بے نسبتی اور بے کیفی بلکہ بے کیف حقیقی کا شہود سمجھ لیا گیا ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ صاحبِ حال اختلافِ رؤیت کی وجہ سے معذور اور مقلد مغرور یا مقہور ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اہل صحو کہلاتا ہے اور دنیا کے تقلید کرنے والوں کو جو چنداں علم نہیں رکھتے اور سنت و واجب سے بے خبر ہیں، کھلم کھلا رؤیتِ بصر (سر کی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھنے) کی تعلیم دیتا ہے۔ اے ہمارے اللہ ہمیں سیدھے رستے کی ہدایت دے۔

ہاں اگر پوشیدہ بصارت کے قائل ہوں، تو بظاہر بعض دُوسرے اولیا کے موافق ہوں گے۔ اگرچہ پوشیدہ بصارت کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے بھی دلیل کی ضرورت ہے، تاہم وہ اہلِ سُنّت وجماعت میں داخل رہتا ہے۔

قولہٗ: حضور در حضُور کے مرتبہ میں جو وصُولِ ذاتی ہے، شرک کے تین مراتب سمجھے جاتے ہیں، ..... عبارت کے آخر تک۔

اس بیان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، عجیب ہے۔ اس بات کو مانا گیا ہے کہ ولایات کے مرتبوں سے گزر کر، اور علم حضُوری اور حضُورِ علم سے ترقی کا بیان کر کے اپنے آپ کو حضُور در حضُور میں پہنچا ہوا سمجھ کر، اور مکمل مظہریت کا قائل حتیٰ کہ آخری رؤیت تک دنیا ہی میں پہنچ کر اُس نے اپنے آپ کو آنحضرت کی مکمل پیروی سے منسُوب کر دیا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ جو کوئی یہاں پہنچا، وہ پیروی سے پہنچا۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ انبیاءؑ اور آنحضرت صؐ تین قسم کی شرک کی نفی کے پیچھے رؤیت دائمی کے باوجود، جیسا کہ اُس نے خیال کیا ہے، سالک کی منزل آخریں تک ہیں۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ یہ عجیب قسم کی رؤیت ہے، جو تین شرکوں

سے متحقق ہے۔

جب میں اس مقام پر پہنچا۔ تو اس فاسد عقیدہ کی وجہ سے میں نے قلم کو روک دیا، اور دُوسری عبارتوں کے بیان سے کہ اکثر و بیشتر ہمارے پیر کی اصطلاحات کے خلاف ہیں، خاموشی اختیار کر لی۔ اللہ تعالےٰ اُسے توفیق دے، اور ایسے غلط عقائد سے مُنہ موڑ کر اُسے سیدھے راستے پر ڈال دے۔ اے ہمارے ربّ اگر ہم سے کوئی بھُول ہو جائے یا ہم غلطی کر جائیں، تو گرفت نہ فرما۔

مکتوب: ۱۳۰

حاجی خداداد کے نام تحریر کیا گیا۔

سیّد الطائفہ حضرت جُنید قدّس سرّہٗ نے حضرت ابوبکرؓ کے قَول کو توحید میں بزرگ ترین کلمہ قرار دیا ہے۔

"پاک ہے وہ، جس نے اپنی مخلُوق کے لیے اپنی پہچان کا عجز کے سوا اور کوئی رستہ نہیں بتایا۔"

میرے عزیز! حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس قول میں معرفت کا بیان ہے، جو ادراک و کیفیت کے اعتبار سے ہے، نہ کہ معرفت کے اعتبار سے، جو اس کے اسما و صفات سے کیفیت و درک کے اعتبار سے ہے، اور ایمان بالغیب بلا فرق متحقق ہے۔ کیونکہ اُن کی جناب میں کیفیت و درک معدُوم ہے۔ اور کلمۂ عجز جو بیان کیا گیا ہے، اُس میں کیفیت معدُوم تھی۔ عجز کس سے ہے؟ عجز اس نورِ محمّدی میں ہے، جو مجہُول الکیفیت ہے۔ عجز اس کیفیت کو پا لینے کو کہتے ہیں، جو مجہول الکیفیت ہے۔ اور کسی عاقل کی عقل اس میں جتنا بھی غور کرے، اسے معلوم نہیں کر

سکتی۔ سوائے اس مجہول الکیفیت کے جس کیفیت کا علم صرف اللہ تعالےٰ کے علم کا خاصہ ہے۔ چنانچہ یہ بات درست نکلی، کہ غیب حقیقی کی معرفت ممکن ہے۔ اور نورِ محمدیؐ کی معرفت اپنی کیفیت کے اعتبار سے مجہولُ الکیفیت ہے۔ اور اللہ سبحانہ کی ذات وصفات میں ہے، جو بے کیف اور غیبِ حقیقی ہے۔ چونکہ عجز کا کلمہ طلبِ کیفیت کا آئینہ دار ہے، اس لئے جس جگہ کیفیت معدوم، وہاں عجز کا اطلاق کس لیے، اور نورِ محمدیؐ میں عجز کا اطلاق اس معنی کی کیفیت کو نہ جاننے کے سبب ہے۔ چنانچہ اس تحقیق سے عجز کے سلسلے میں، جو نا ویلات بیان کی گئ ہیں، ان کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے جس قول میں عجز کا کلمہ واقع ہوا ہے، اس کا علم آنحضرتؐ کے سپرد کرنا چاہیئے ے

زدریائے شہادت، چوں نہنگِ لا بر آرد ھُو

تیمّم فرض گردد نوح را درعینِ طوفانش

ترجمہ:۔ جب دریائے شہادت، لا کے نہنگ ھُو کو باہر نکالتا ہے۔ تو ایسی حالت میں عین طوفان کے عالم میں بھی نوح کے لیے تیمّم فرض ہوجاتا ہے۔ اس تمثیل کے معنی یہ ہیں کہ دریائے شہادت سے مراد فنا کا مرتبہ ہے، نہنگ سے مراد سالک ہے، اور "ھُو" سے مراد نشۂ فنا ہے، یعنی جب سالک فنا کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو وہ امُور جن کی شرع نے ممانعت کر دی ہو، عذر کی وجہ سے ان کا ارتکاب جائز ہوجاتا ہے۔ چنانچہ دریا کی موجودگی میں اگرچہ وضو کرنا فرض ہے، لیکن اس کے باوجود ضروری عذر کے بعد تیمّم کرنا فرض ہوجاتا ہے۔ مرض کے خوف سے وضُو کا استعمال ممنوع ہوجاتا ہے۔

مکتوب : ۱۳۱

میاں اللہ دینؒ کے خواب کی تعبیر میں لکھا گیا ۔

شیر موذی ہے ، نفس اس سے بھی موذی ہے بفس ایک بہت بڑے شیر کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اچھا ہوا ، کہ مارا گیا۔ ورنہ اپنا مطیع کر لیتا۔ الغرض جب کسی مسلمان کو اس کا نفس خفیہ فریب کاری سے مغلوب کرنا چاہتا ہے ، تو اگرچہ اس کے فریب مخفی ہوتے ہیں ، تاہم غلبہ نہ پا کر اپنی تمام طاقت سے شیر کی صورت میں ظاہر ہو کر اس نے مسلمان کو ہلاک کرنا چاہا۔ حق تعالےٰ نے اس مسلمان کو جس طرح اس کے خفیہ فریب سے محفوظ رکھا تھا ، اسی طرح اس کے کھلے فریب سے بھی محفوظ رکھا۔ بلکہ امید ہے کہ اسے مطمئن کر دے گا اور نفس کے مر جانے سے مراد اس کا مطمئن ہو جانا ہے ، نیک بشارت ہے خواب دیکھنے والے کو اطمینانِ نفس کی امید رکھنی چاہیے ۔

مسئلہ : بیعِ سلم کے جواز میں سات شرائط لازمی ہیں۔ ایک یہ کہ کپڑے کی جنس بیان کرے ، دوسری یہ کہ کپڑے کی صفت بیان کرے تیسری یہ کہ کپڑا ردی ہو یا صحیح ، چوتھی یہ کہ وہ گاڑھا ہو یا باریک ، پانچویں یہ کہ کیا سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔ چھٹی یہ کہ بیچنے والا خریدار کے گھر پہنچائے گا یا خریدار خود اٹھا کر لے جائے گا۔ اور ساتویں یہ کہ اسی مجلس میں اس وقت بیچنے والے کو قیمت ادا کر دے ، کیونکہ قرض میں سلم جائز نہیں (اشارہ۔ بیعِ سلم وہ ہے جس کی قیمت اس کی تیاری سے سے پہلے ادا کر دی جائے)

مکتوب ۱۳۲:

حقائق و معارف آگاہ حاجی محمد امینؒ اور حاجی خداداد کو واقعات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

سلام فقیرانہ کے بعد عرض ہے، کہ اس خواب میں آپ نے جو آگ دیکھی، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ "جو آگ میرے دل میں بھڑکتی ہے، اس سے میں ہر روز ستر مرتبہ (اور ایک رات کے مطابق سو مرتبہ) اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں" سمجھنا چاہیے، کہ خود آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں یہ فرمایا ہے اور یہ حالت آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تھی۔ اور اس زمانے کے اکثر لوگ تو گناہِ کبیرہ میں اتنے مبتلا ہیں کہ آنحضرتؐ کے دل کی آگ اس حد تک بھڑکتی ہے کہ ظاہری آگ کی صورت اختیار کر کے روضۂ مبارک کی چھت تک جا پہنچتی ہے، اور یہ سب امت کا غم ہے، چنانچہ قیامت کے روز آنحضرتؐ "میری امت میری امت" پکاریں گے۔ چونکہ حاجی جیوؒ کے بعض اعمال خلقت کے فائدے کے لیے ہیں، اسلئے اُنہوں نے آنحضرتؐ کے غم کی آگ کو پانی کی طرح تھوڑا سا کم کر دیا ہے، حاجی جیوؒ کو چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر خلقِ خدا کے ظاہری و باطنی، اور دنیاوی و اُخروی منافع کے لیے مشغول رہیں، تاکہ اس سے آنحضرتؐ کی رضامندی حاصل ہو۔ اور اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے اُن کا غم غلط ہو۔ کیا خبر اس طرح اُن کا غبارِ خاطر دُور ہو جائے اور آنحضرتؐ اُن پر رحمت کریں اور اس شخص کے حق میں ظاہری رحمت کا واسطہ بن جائیں۔

اور یہ جو حاجی خدادادؒ کو برہنہ دیکھتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے تقویٰ کے درمیان کچھ فرق پڑ گیا ہے، جیساکہ کہا گیا ہے "ایمان عریاں کیفیت ہے اور تقویٰ اس کا لباس ہے"۔ اس کا علاج استغفار ہے اور استغفار تقویٰ کے نقصان کو پُورا کر دیتا ہے۔

اور یہ جو حاجی خداداد نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے مُرشد، حاجی محمد امین ان کی پیشانی پر بوسہ دے رہے ہیں اور پُوچھ رہے ہیں۔ کہ کیا تم حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو دوست رکھتے ہو؟ تو یہ استفہام نہیں، بلکہ واقعی ہے کیونکہ پیشانی پر بوسہ دینا اس حقیقت کی خبر دیتا ہے اور حاجی خداداد سے یہ بھی پُوچھتے ہیں کہ کیا نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ دوست رکھتے ہیں؟ تو یہ بات بھی تحقیقی ہے نہ کہ استفہامی۔ اور اس کی دلیل وہی پیشانی پر بوسہ دینا ہے۔ لیکن اس خواب سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت صدیق رضؓ کے کسی شخص کو دوست رکھنے سے، اس شخص کا مرتبہ پست ہے، جو حضرت صدیق رضؓ کو دوست رکھتا ہے، کیونکہ اُس شخص کے حضرت صدیق رضؓ کو دوست رکھنے سے یہ لازمی نہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسے دوست رکھیں۔ اس دوستی کا عدم قبول، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اس شخص کو دوست رکھنا، دونوں کی باہمی دوستی کی علامت ہے۔ فقیر کے نزدیک ایسے خوابوں کی تعبیر یہی ہے اور اللہ ہی صحیح جانتا ہے۔

مکتوب : ۱۳۲

استدعائے توجہ کے جواب میں میاں اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

میرے عزیز کشُودِ مقصود کا کیا مطلب ہے؟ سمجھ لینا چاہیے کہ کشُود یہ ہے کہ یہ یقین پیدا ہو کہ جو کچھ ہے، اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ اور جو کچھ بھی ہے، اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: "اے اللہ مجھے دائمی ایمان عطا فرما، جو میرے دل کو یقین اور صدق کی بشارت دے یہاں تک کہ میں جان لوں، کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، سوائے اس کے جو میرے مقدر

میں ہے، اور اس رضا کے جو میری قسمت میں ہے"۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ قسمت پر رضامندی نہیں، بلکہ قسمت کے ساتھ جنگ ہے۔ قسمت پر راضی رہنا چاہیے، سابقہ قسمت پر عین رضا کے ساتھ، حال میں طلب کے ساتھ اور مستقبل میں ترقی کے ساتھ۔ جنگ قسمتِ قہریہ کے ظہور کے ساتھ ہے اور رضا لطیفہ کے ظہور کی قسمت سے ہے، پس اسے سمجھیے۔

میرے عزیز، جو کچھ میں نے کہا، آپ اسے نہیں سمجھے، اللہ کا شکر ادا کرو اس پر، جو اس نے دیا ہے، اور مزید کی امید رکھو، اور اپنی بلندی اور تمہاری بلندی کے نقصان کے مقابلے میں حضرت پیر قدس سرہٗ کے کمالات کے بارے میں جو کچھ کہا تھا۔ وہ میں نے ادب سکھایا تھا، اور اپنے آپ کو بزرگوں کے مقابلے ایک کمزور چیونٹی کی طرح سمجھنا چاہیے، اور اپنی استعداد کو کمزور جاننا چاہیے۔ چونکہ توجہ کا وقت نہیں تھا۔ اس لیے میں نے بات ختم کر دی۔

سوال تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللہِ (اللہ تعالےٰ کے لیے اخلاق پیدا کرو۔) کے معنی طے شدہ ہیں، یعنی اللہ تعالےٰ کی صفات کی مانند صفات پیدا کرو۔ اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو اللہ تعالےٰ سے بندہ کی مشابہت لازم ہو جاتی ہے، کیونکہ جب بندہ اللہ تعالےٰ کے سے اخلاق پیدا کرنے والا ہو جاتا ہے، تو وہ حق تعالےٰ کی شبیہ بن جائے گا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اُس کی طرح کوئی نہیں اور وہ کسی کی طرح نہیں، اور کوئی شے اس سے مشابہ نہیں۔

مکتوب : ۱۳۴

فضیلت مآب شیخ عبد الہادیؒ طالب علم کو "تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللہِ" کے بارے میں لکھا گیا۔

میرے عزیز! اس عبارت کا مطلب ہر ولایت کے مرتبے کے لوگوں کے مناسب حال ہے۔ اور حضرت جیوؒ کی اصطلاح کے مطابق ولائتیں پانچ قسموں کی ہیں:۔ (۱) ولایتِ عامہ (۲) ولایتِ خاصّہ (۳) ولایتِ اخص (۴) ولایتِ خاص الخواص اور (۵) ولایتِ اخص الخواص۔ صاحبانِ ولایتِ عامہ کے نزدیک، جو علمائے ظاہر ہیں، اور اپنے رسوخ سے مرتبہ شریعت کے کمالات کو پہنچ جاتے ہیں، یہ مقام وہ ہے جہاں وہ ہر لحاظ سے "نقل" کے پیرو ہوتے ہیں، عقل وہوا جو بشریت کا تقاضا ہے، ہر لحاظ سے نقل کے تابع ہے، ان میں نقل کی مخالفت کی ذرہ برابر بھی بُو نہیں ہوتی، اور صاحبانِ ولایت خاصّہ کے نزدیک جو اللہ تعالےٰ کی صفات کے جذبات میں ڈوبے ہوتے ہیں، یہ مقام وہ ہے جہاں نسب اور افعال سے جو ولایتِ عامہ میں منسوب تھا، حق تعالےٰ کی صفات کے جذبات کی تجلیات میں پہنچ کر سب کچھ مضمحل ہو جاتا ہے اور حقیقی فاعل سوائے اس واحدِ حقیقی کے اور کوئی نہیں، جس میں صفات کاملہ ہیں، اور جو اپنے افعال وصفات وذات کی مظہریت میں حقیقی مظہرات کے سوا کسی اور طرح ظاہر نہیں ہوتا، یہاں تک کہ مظاہرِ مذکور نظر سے اُٹھ جاتے ہیں اور مظہرات کے عین منظورِ نظر بن جاتے ہیں بلکہ مذکورہ مظہرات واحدِ حقیقی کی ذات میں عین وحدت ذات بن جاتے ہیں، اور ان ولائتوں کا انجام تعینات کا اضمحلال ہے۔ یہ تعینات دنیا کے ہوں یا وجوبیت کے، ان اسرار میں کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس مضمحل تشخص سے وہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں کہ ان میں اور اُن کے اندر والوں کے بارے میں کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو تین مراتب باقی رہ گئے ہیں ان میں اہلِ عقل کے بیان کا کوئی دخل نہیں، اس لیے ان کا بیان کرنے سے گریز کرتا ہوں۔

مکتوب : ۱۳۵

سعادت شعار نور حسینؒ کے نام لکھا گیا۔

مشفقِ مہرباں، نور الحسینؒ کو فقیر عبد النبیؒ کی طرف سے سلام ہو۔ آپ نے آیت کریمہ "والذین فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللہ مرضاً (وہ ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں مرض ہے، اور اللہ نے ان کے اس مرض کو بڑھا دیا) کے معنی پوچھے تھے۔ میرے مشفق مرض دو قسم کا ہوتا ہے ایک مرضِ موت اور دوسرا مرضِ اوقاتی۔ مرضِ موت ان لوگوں کا خاصہ ہے جنہوں نے میثاق کے دن اوّل و آخر سجدہ نہ کیا، ان کے حق میں یہ مرض آخر کار کفر کا متقاضی ہے۔ وہ روز بروز کفر میں گرتے جاتے ہیں اور آخر کار کفر کی حالت ہی میں مر جاتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے شروع میں تو سجدہ نہ کیا، لیکن آخر میں سجدہ کر دیا، ان کے مرضِ اوقاتی کا خاصہ سلامتیِ ایمان ہے۔ وہ موت تک گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ گناہوں سے توبہ اُن کے نصیب میں نہیں، وہ وقتی طور پر عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ ایمان کی برکت کچھ مدت کے بعد خواہ وہ قلیل ہو، یا کثیر، انہیں بہشت میں لے جائے گی۔ اور صالح مومن بھی مرضِ اوقاتی کے مریض ہیں۔ اگرچہ گناہوں کا امکان ہوگا، لیکن گناہوں سے توبہ کی توفیق پا لیں گے اُمید رکھیں گے کہ بغیر عذاب کے جنت میں جائیں۔ اور یہ تینوں گروہ سوائے انبیاءؑ کے امکانِ مرض رکھتے ہیں، لیکن تیسرا گروہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی عذاب کے بغیر جنت میں جائے گا۔ چونکہ حدیثِ قدسی ہے "میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں"، انشاء اللہ تعالیٰ، ہر مومن کا اعتقاد تیسرے گروہ پر ہے اور وہ اس میں کوئی شک نہیں رکھتے۔ والسلام

اور اس حدیثِ قدسی کو دوبارہ لکھا گیا "میں اپنے بندے کے گماں پر ہوں۔ اگر اچھا ہے تو اچھا، اور اگر بُرا ہے تو بُرا"

مکتوب: ۱۳۶

حاجی خداداد کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے عارفوں کے دلوں کو اپنی معرفت کے نور سے منور کیا، اور ان کے مراتب کے شایانِ شان الہام کیا۔ جیسا کہ غوث اعظمؒ نے اللہ کی طرف سے ہونے والے الہام میں فرمایا " اے غوثِ اعظم، حال میری طرف سے ہوتا ہے۔ جسے بولنے والے کی زبان سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، جو اس پر ایمان لایا، اُسے کہا گیا، اور جس نے حال کو رَد کیا، اس نے کُفر کیا، اور جس نے اصُول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے اللہ کے ساتھ شرک عظیم کیا۔ میرے عزیز! فقیر کی سمجھ میں حال کے دو مرتبے ہیں۔ ایک وہ جس میں حقیقتِ لطیفہ کے کمالات کا ظہُور ہوتا ہے۔ اس کا قبوُل واجب ہے، اور دوسرا صفتِ جلال کے کمالات کے ظہُور کا حال، جس کا انکار واجب ہے۔ حالِ لطیفہ کی علامت یہ ہے کہ صاحب حال ہر طرح سے شریعت کا پابند ہوتا ہے اور حال قہر یہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدعتی مومن کا حال جس کے ردّ اور قبوُل میں سکُوت افضل ہے، اور دوسرا حال، کافر متکبّر کا ہے۔ اور یہ حال قابلِ رَد ہے اور اس کا ماننا کفر ہے، اور اس سے اللہ کی ضرور پناہ مانگنی چاہیے۔

میرے عزیز! اللہ جل شانہ کی عبادت دو مرتبے کی ہے۔ پہلا مرتبہ مبتدی اور متوسّط کا ہے کہ ابھی درمیان میں پردہ ہوتا ہے۔ اور اس کو عبادت کہتے ہیں متوسّط اگرچہ ایک لحاظ سے حضوُری رکھتا ہے، لیکن ابھی حقیقت میں غائب ہوتا ہے۔ اس غائب کے لیے ضرُوری ہے کہ وہ دل یا زبان سے اللہ کی عبادت کرے، تا کہ مرتبۂ عبوُدیت کو پالے۔ صاحب عبوُدیت کو پالے۔ صاحب عبوُدیت اللہ کو کسی پردے

کے بغیر موجود پاتا ہے اور اس کی ذات اور اس کی صفات کو جو اس ذات سے متعلق ہوتی ہیں، پوشیدہ بصیرت کے ذریعے مکمل خاموشی سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے رب کی طرف دیکھتا ہے، تو اس کی ذات کو، صفاتِ کمال کے ساتھ کسی نقصان کے بغیر متصف پاتا ہے۔ اس مقام پر اپنے رب کا یہ بندہ شرک و کفر سے سے متصف ہو سکتا ہے، جس کا ترک کرنا اس مرتبہ معبودیت پر لازم ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضرت و مولانا نے ایک فارسی شعر میں کہا ہے۔ بیت

تذکرِ غیرِ خواہش، غیرِ مطلق   بذکرِ حُبِّ حق، شرک است الحق

ترجمہ: کسی خواہش کے بغیر غیر مطلق کا ذکر کرنا اور پھر حُبِ حق جتانا، یقیناً شرک ہے۔

مکتوب: ۱۳۷

حقائق آگاہ شیخ عبد القادر جہاناآبادیؒ کے نام لکھا گیا۔

حقائق سے آگاہی رکھنے والے، اللہ کے الطاف کے مظہر اور محبت سے معمور نے اس فقیر سے صلوٰۃ و مراتب کے معانی دریافت فرمائے ہیں۔ شیخ صاحب! صلوٰۃ و مراتب کے معانی ایسے ہیں کہ حکمت سے تعلق رکھتے ہیں، اور حکمت سے ناواقف ہونا عبث ہوتا ہے۔ صلوٰۃ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کے معانی کو پا لینا کامل لوگوں کا خاصہ ہے، ہم جو اہل کمال کے خوشہ چیں ہیں۔ اتنی طاقت کہاں رکھتے ہیں کہ اس کے بیان میں زبان کھولیں۔ لیکن اسی عقیدہ کے مطابق کہ "اس کی حکمت سے ہم آگاہ نہیں" ہمیں پورا یقین ہے۔ اور اس کا ظاہر، علمائے ظاہر سے تعلق رکھتا ہے، لیکن چونکہ سوال کا جواب دیئے بغیر چھٹکارا نہیں۔ اس لیے ظاہر کے بارے میں تھوڑا سا عرض کرتا ہوں:

معلوم ہونا چاہیے کہ چونکہ انسان رات کے وقت خواب میں مبتلا ہوتا ہے، اس لیے اللہ کے فضل نے دو رکعت سنّت (موکدہ) اور دو رکعت فرض. فجر کی نماز میں مقرر فرمائے ہتاکہ اس کے ادا کرنے میں سستی نہ کر جائے یا کرتا ہی نہ ہو جائے. فجر کی نماز سے سورج کے سر پر آنے تک اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے وقت کو معاش کے ضروری کام کے لیے خالی چھوڑ دیا اور جب معاش کے ضروری کاموں سے فراغت ہو گئی، تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے فجر کی دو رکعت کی نسبت ظہر اور عصر کے وقت دو رکعت کا اضافہ کر دیا، لیکن ظہر کے وقت کی وسعت کے پیش نظر چار فرض سے پہلے چار رکعت سنّت (موکدہ) اور بعد میں دو رکعت سنّت (موکدہ) مقرر فرما دیں اور چونکہ عصر کا وقت تنگ ہوتا ہے، اس لیے چار رکعت فرض کے سوا سنّت (موکدہ) کی تکلیف نہ دی۔ اور چونکہ مغرب کا وقت عصر کے وقت سے بھی تنگ ہوتا ہے، اس لیے مغرب میں فرض میں ایک رکعت کی تخفیف کر دی۔ اور وقت کی تنگی کے پیش نظر فرض کی ادائیگی پہلے قرار دی گئی۔ اور تنگیٔ وقت کے پیش نظر دو رکعت سنّت (موکدہ) کو بعد میں کر دیا۔ اور چونکہ عشا کا وقت کھانے پینے کا وقت ہے۔ اور سستی ضروری ہوتی ہے، اور اگرچہ عشاء کے وقت میں وسعت ہوتی ہے، پھر بھی فرض کو سنّت پر مقدم قرار دیا گیا۔ چونکہ سستی کا وقت تھا۔ دو رکعت سنّت (موکدہ) کا حکم دیا گیا۔ مزید برآں چونکہ روز و شب کی نمازوں کی رکعتوں کا طاق ہونا ضروری سمجھا گیا، اور مستحب ہے اس لیے مغرب کی نماز میں تین رکعتیں مقرر کی گئیں۔ اور رات کے باقی ماندہ حصّہ کو نوافل کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ اور چونکہ قیام کرنا، نیاز و مناجات کے لیے ہے، اس لیے قرأت کا حکم دیا گیا اور چونکہ رکوع و سجود میں سر کا جھکانا ہے، اس کے لیے مناسب تسبیح ہے۔ اور چونکہ قومہ اور جلسہ میں سر اوپر اٹھانا ہوتا ہے، اس لیے تکبیر کا تقاضا ہوتا ہے اور خاصّہ حق سمجھ

کر "اللہ اکبر" کہنا چاہیے، اور جب بندے نے حمد و ثنا ادا کر لی، اور حق تعالےٰ نے یہ حمد و ثنا سُن لی، تو ضروری ہو گیا کہ "سمع اللہ" کہنے کے لیے کہا جائے اور جب "سمع اللہ" پر اعتقاد ہو گیا، تو اس کے ساتھ ہی "ربنا لک الحمد" مقرر فرمایا۔ اور جب تمام مراتب و فرائض سے فارغ ہو گیا اور "نماز مومن کی معراج کہی گئی ہے"، تو مناسب ہوا کہ نماز کا اختتام تشہد پر کیا جائے، تاکہ "الصلوٰۃ معراج المومن" سے آگاہی ہو جائے اور جب نماز کے تمام مراتب سے فارغ ہو گیا، تو آفات سے سلامتی کی خبر دی، اور تمام مومنین جماعت کو مبارک باد دی گئی۔ اور وہ السلام علیکم ہے، جو کہی جانی چاہیے اور سلام تم پر اور اُس پر جس نے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔

مکتوب: ۱۳۸

اخلاص مندوں کے واقعات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

اے مشفق! ذکر کو پانی سے تشبیہ دینا اور اس کا بلندی سے نیچے آنا جسم کی آرائش کے لیے ہے۔ اور وہ جو روح کے ذکر کو راحت کہا گیا ہے، تو اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ رُوح سے مراد رُوح کا لطیفہ بدنی ہے، اور یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکرِ قلبی کے مرتبہ میں محض تکرار ہوتی ہے، لیکن شہودِ وحدت کا مرتبہ ظاہر نہیں ہوتا، اور اگر ظاہر ہوتا بھی ہے، تو وحدتِ وجُودی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ اور وحدتِ وجُود کے مرتبہ میں کثرت سے تعلق باقی رہتا ہے لہذا راحت توحیدِ شہُودی پر موقوف رہتی ہے اور کثرت کا انتظار رہتا ہے۔ اور نظر محض وحدت پر لگی رہتی ہے۔ اس لیے شہُود میں راحت میسّر ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ راحت شہُود میں ہے، لیکن اس

راحت میں نفس اور خیال کی شرکت باقی رہتی ہے۔ اللہ سبحانہ کی توفیق سے اس سے بھی آگے نکل جانا چاہیے، اور عدم راحت سے مل جانا چاہیے۔ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے "خوشی مت مناؤ، اللہ خوشی منانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" دوسرا یہ کہ رُوح سے مراد حقیقتِ انسانی ہے، جو لطائفِ تحتانیہ میں ہے اور اس سے انسانی حقیقت کے کمالات کا ظہور ہے۔ راحت خیال کی شرکت سے ہوتی ہے اور انسانی حقیقت کے اندر چھ[۶] لطائف طے کرنے کے بعد حقیقی راحت ہوتی ہے جس میں خیال کی شرکت نہیں ہوتی، اور چونکہ حقیقی بندگی کے مرتبے میں بندے کے لیے خوف اور ڈر لازم ہے۔ اس لیے "خوشی مت مناؤ" کا حکم دیا گیا، اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور دو مرتبوں سے ہے ایک سالک کو محنت و ریاضت کا شوق دلاتا ہے، اور یہ مرتبہ اوسط ہے، لیکن یہ کسی کے اختیار میں نہیں، یہ محض خدائے تعالیٰ کا فضل ہے۔ دوسرا محض مہربانی اور نوازش کے لیے ہے، اور یہ مرتبہ کمال میں قطبیت و غوثیت کے صاحبان میں ہے، اور ان اہل مناصب کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے ظہور کی تحقیق کریں۔ اور جب تک آنحضرتؐ کا ظہور نہ ہو، خدمات ادا کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوتی۔ الغرض راحت کے مبادیات ظہور پاتے ہیں، لیکن انہیں محض آنحضرتؐ کی رضا کے حصول کے سپرد کرتے ہیں، اور ذکر میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور مضطرب نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام

مکتوب : ۱۳۹

میاں اللہ دینؒ کے نام اس سوال کی تحقیق کے جواب میں لکھا گیا، کہ قلب جسے شیطان نے استعمال کیا ہے۔ کس طرح اللہ تعالےٰ کی معرفت کے لائق ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ابلیس (میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) کے دعوے کے جواب میں فرمایا "میرے بندوں پر تمہیں کوئی غلبہ نہیں ہوگا سوائے اُن گمراہوں کے، جو تیری پیروی کریں گے"، چنانچہ قرآن کی رُو سے ظاہر ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں. ایک مظہرِ جلال اور ایک مظہرِ جمال اور قلب بالخصوص جمال کا مظہر ہے اور جلال کے مظہر کو قلب میں کوئی دخل نہیں. سوائے کچھ وقت کے. اور وہ وقت بھی دو قسم کے ہیں. ابتدائی اور انتہائی. ابتدائی شرکت غیر معتبر ہے اور انتہائی شرکت معتبر اور اس کا خاتمہ اخیر میں بخیر ہوتا ہے۔ اور شرک کی دو قسمیں ہیں جو جمال سے حصہ لیتی ہیں اگرچہ ابتدائی گناہ کی نسبت زیرِ عذاب ہوں گی اور آخر میں ثمرۂ جمال پیدا ہوگا. مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مظاہرِ جمال کو درحقیقت انبیاؑ کے ماتحت کیا ہے اور مظاہرِ جلال کو ابلیس مردُود کے ماتحت. مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے حُسنِ ظن سے اپنے آپ کو خاتمہ بالخیر مظہرِ جمال سمجھیں، اور مظہرِ جلال کے بارے میں حق سبحانہٗ سے استفادہ کی خواہش کریں. استفادہ کا یہ عمل بھی نیکیوں میں شمار ہوگا. اور اگر خدانخواستہ خاتمہ بالخیر نہ ہوا، تو عہدِ اسلام میں جو استفادہ کیا تھا، وہ اس عذاب میں تخفیف کا باعث بنے گا. انشاءاللہ تعالیٰ. اور اگر ساری عمر کفر میں گزر گئی، اور استفادہ سے محرُوم رہا. تو پھر عذاب در عذاب میں مبتلا رہے گا. جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اُن کے اعمال سراب کی طرح ہیں، جس کو پیاسا اپنی زندگی تصور کرتا ہے"۔

مکتوب: ۱۴۰

نیک اطوار ولی محمدؒ کے نام تحریر کیا گیا.

برادرِ مشفق میاں ولی محمد کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام. وہ نوازش نامہ جس

میں جواب طلب مسائل کا بیان تھا، ملا۔ خوشی ہوئی آپ نے اپنے باطن کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، مطالعہ میں آیا۔ برادرِ مہرباں، جب اللہ تعالےٰ کے بارے میں بے کیفی کی تعلیم مل گئی، تو پھر زنگار رنگ کی تجلیات کے دیکھنے کو اس سے کیا نسبت؟ شاید ان کا ظہور پہلے ہو چکا ہو گا۔ بے کیفی کی نسبت الوان و تجلیات کی ممانعت کرتی ہے۔ البتہ جب تک بے کیفی کی نسبت احاطہ نہ کر لے، اگر تجلیات اور ان کے زنگار رنگ کے معائنے ہوں، تو ایسا ممکن ہے۔ ضروری ہے، کہ حق تعالےٰ کو تمام چھ (۶) اطراف سے پاک اور منزّہ سمجھا جائے اور علمِ حضوری اور حضورِ علم کی شان بہت بلند ہے۔ جب تک بے کیفی کی نسبت، پوری طرح جگہ نہیں پکڑتی، علمِ حضوری کہاں؟ اور علمِ حضوری کے بعد ہی حضورِ علم، مرتبۂ کمال رکھتا ہے۔ اور یہ ولایت انبیاءؑ میں تحقیق شدہ ہے۔

اور وہ جو اسما کی تفصیل لکھی گئی ہے، تو وہ بے کیفی کے بحرِ محیط کی نمود اری بے کیفی کے اندر ایسی قوت بخشتی ہے، جو دماغ کے خلل کو دور کرتی ہے۔ تمام مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھی جائے، اللہ پاک شفا بخشے گا۔ ذکرِ سلطان کی تعلیم کے بعد علم کی تعلیم کی جائے۔ علم سے مراد علمِ حضوری نہیں ہے۔ ابھی علم کا وقت کافی ہے، علم حصولی، مخلوق کا علم ہے اور علمِ حضوری اور حضورِ علم، جدید تعلیم پر موقوف ہے، اللہ سبحانہٗ کی ذات اپنی تمام صفات کے ساتھ مجہول الکیف ہے، اور نورِ محمدیؐ، مجہول الکیف ہے اور تمام مخلوقات معلوم الکیف ہیں۔ اور احدیت، واحدیت اور وحدت کا بیان بھی صحبتِ جدید پر موقوف ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات واجب الوجود ہے اور علوم، جائز الوجود ہیں۔ کہ ان کا موجود ہونا اللہ سبحانہٗ کے اختیار میں ہے اور موجودہ مخلوقات، ممکن الوجود ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہے، تو انہیں عدم کر دے اور اگر چاہے، تو انہیں موجود رکھے۔ اور باری تعالےٰ کا شریک ہونا ممتنع الوجود ہے کیونکہ وہ ہرگز وجود میں نہیں آسکتا۔ وہ ہمیشہ کے لیے معدوم ہے اور متقی، غیب پر ایمان لانے والے لوگ

ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بے کیفی پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ اللہ پاک کو چھٹوں اطراف سے پاک و منزّہ سمجھ کر اس کی بے کیفی پر مکمل یقین رکھیں۔ بے شک اللہ تعالےٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ والسّلام۔

مکتوب : ۱۴۱

حقائق آگاہ میاں عبد القادرؒ کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے، ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ نماز پنج گانہ کے اوقات کے بارے میں آں جناب نے جو سوال کیا تھا، موصول ہوا میرے مشفق اس فقیر کے نزدیک چونکہ فجر کی نماز کا وقت انتہائی غفلت کا ہوتا ہے، اس لیے بطور احسان اور کمی، اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر دو رکعت نماز فرض کی کیونکہ اس سے کم نماز کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اور ظہر کے وقت کو وسیع کیا گیا ہے۔ اور یہ وقت طبیعت کی کشادگی کا ہے۔ اس لیے چار رکعت فرض کیے گئے۔ اور چونکہ عصر کے وقت میں بھی بہت فراخی اور کشادگی ہے اور طبیعت بھی خوش ہوتی ہے، اس لیے چار رکعت کا حکم دیا گیا، اور چونکہ مغرب کے وقت دن بھر کے کام کاج سے بے حد تھکن ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے بطورِ احسان ایک رکعت کی کمی کر دی گئی ہے اور چونکہ عشا کا وقت بھی کسل مندی کا وقت ہوتا ہے، لیکن چونکہ عشا کے وقت کے لیے کثرتِ کمال کے لحاظ سے ساری رات نماز عشا ادا کی جاسکتی ہے اس لیے اسے ظہر اور عصر سے مشابہت دی گئی اور اس میں چار رکعت کا حکم دیا گیا۔ یہ بطور احسان و کرم ہے۔ اور دن کی آخری نماز یعنی مغرب کی نماز کو حکمت بالغہ سے طاق کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کثرتِ وقت کے اعتبار سے

احسان وکرم سے رات کو سنّت کی تعلیم دے کر وتر کو بھی طاق ادا کرنے کا حکم دیا۔
اور اللہ ہی ٹھیک سمجھتا ہے۔

مکتوب : ۱۴۲ (الف) سوال

(سوال) فقیر صحبت اللہ دینؒ کی طرف سے لکھا گیا۔
حضرت موسےٰ نے ایک دفعہ راستے میں ایک گڈریے کو دیکھا کہ اللہ تعالےٰ سے اس طرح کلام کر رہا تھا کہ "اے میرے اللہ! اگر تو میرے پاس آئے، تو میں تجھے دُودھ دُوہ کر پلاؤں، اور تیرے جوتے سیوں، اور اسی طرح اور باتیں کر رہا تھا جو حق تعالےٰ کی شان میں کفر سے مشابہ تھیں۔
جناب والا، حضرت موسیٰؑ نے جو امر و نہی کے حکم کے پابند تھے، اس کو اس بات سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسی باتیں اللہ تعالےٰ کی شان میں مناسب نہیں۔ جب وہاں سے چلے گئے، اور اللہ تعالےٰ سے ہم کلام ہوئے، تو حق تعالےٰ نے ان پر غصہ فرمایا کہ تو جوڑنے کے لیے آیا ہے نہ کہ توڑنے کے لیے۔
جناب من، حضرت موسیٰؑ نے اللہ کی مخلوق کو امر کی دعوت دی تھی۔ وہ عالم غیب نہیں تھے، کہ معتوب ہوئے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ کمالِ محبت سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا، اور یہ اللہ تعالےٰ کا خاصّہ ہے کہ انہیں یہ کلمات پسند آئے۔ اس سے دعوت و احتساب کے کام میں تعطل پیدا ہو جاتا ہے، جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے خواہ کوئی ہوا میں اُڑے، اور پانی اور آسماں پس چلے، لیکن اگر اس میں رتّی بھر کوئی بات خلاف شرع پائی جائے، تو اسے جھوٹا اور مُفتری ہی سمجھنا چاہیئے۔
اس لیے حضرت موسیٰؑ نے اُسے ایسے کلمات کفر سے منع کیا تھا، نہ کہ حکم جواز سے، کہ وہ

اس طرح موردِ عتاب ہوئے، یقین ہے، کہ حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کا کیا سبب ہے، اس کے بارے میں ارشاد کیا جائے۔ زیادہ آداب۔

مکتوب : ۱۴۲ (ب) جواب

(جواب) میاں اللہ دینؒ کے خط کے جواب میں، حضرت موسیٰؑ پر عتاب کی حقیقت میں تحریر کیا گیا۔

ہر عقل مند پر اس کی عقل کے مطابق توحید واجب ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید کی حد تک عقل، بمنزلۂ نبی ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے اوصاف اور معرفتِ مفصّل کی حد تک عقل کا قیاس کافی نہیں۔ آنحضرتؐ نے اللہ تعالےٰ کی صفات کے تفصیلی امُور اور دوسرے واجب احکام کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ جب تک اس گڈریے کو صفات اور احکام کی تفصیلی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس وقت تک وہ بے شک و شبہ اللہ تعالےٰ کی توحید پر قائم تھا۔ اس لیے وہ معذُور تھا کیونکہ اس پر توحید کا غلبہ تھا، اور احکامِ حق اس پر لازم نہیں تھے۔ نیز اس کی بے ادبانہ باتوں پر بھی کوئی الزام وارد نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے یہ عتاب حضرت مُوسےٰؑ پر تھا، اور عتاب کے بھی دو درجے ہوتے ہیں ایک عتابِ لطیفہ اور دوسرا عتابِ قہر۔ یہ عتاب ایک طرح سے لُطف آمیز عتاب تھا۔ جیسا کہ کسی نادان بچے کو جب کوئی شخص کھیل سے منع کرتا ہے، تو بچے کا باپ اس شخص کو کہتا ہے، کہ نرمی سے کہو، کیونکہ اس بچے کا کھیل نادانی کی وجہ سے ہے، اس لیے معذور ہے۔ نظامِ نام پر رکھنی چاہیے۔ جب حضرت مُوسیٰؑ نے اس گڈریے کو ڈھونڈا، تو اُسے توبہ کرنے والا پایا۔ حضرت مُوسیٰؑ کے وعظ سے اس کا کام مکمل ہو گیا اور اُسے مفصّل علم حاصل ہو گیا۔ پس اس

بات کو سمجھ لیجئے۔

مکتوب ۱۴۳

(سوال)

قبلۂ من. خدا میرا ایمان سلامت رکھے۔ یہ بندۂ گنہ گار، کمال کے نقصان کے اندیشے سے دوبارہ عرض گزار ہے کہ اعلیٰ نصیحت وارشاد، معرفت کے حصول کا سبب بنا۔ اور حقیقت تک پہنچنا ادنےٰ ہوتا ہے، تو پھر اعلیٰ کے ہوتے ہوئے عتاب کیسا تھا، اگرچہ وہ عتاب لطف آمیز ہی تھا۔ پہلی بات تو قابلِ انعام اور قابلِ ترقی تھی۔ نہ کہ لائقِ عتاب۔ عتاب کو عتاب ہی کہتے ہیں۔ نہ کہ انعام۔

(زیادہ آداب)

(جواب)

میاں اللہ دینؒ کے نام اس کے خط کے جواب میں

چونکہ معجزے کا اظہار، احکامِ شریعت کی قبولیت کے لئے لازمی ہے۔ اور ادھر صورت یہ تھی کہ اس معجزہ کا اظہار جو احکام قبول کرنے کا سبب ہوتا ہے، گڈریے پر ابھی تک نہیں ہوا تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ گڈریا اس حالت کی وجہ سے جو اس پر طاری تھی، مضطرب ہو جائیگا اور حضرت مُوسیٰؑ کی طرف سے بدگمان ہو کر بے اعتقاد ہو جائے گا۔ اور اظہارِ معجزہ کے بغیر انکار کردے گا، لہٰذا عتاب ہوا کہ پہلے اس گڈریے کو معجزہ دکھاؤ اور اس کے بعد تعلیم دو، تاکہ حضرت موسیٰؑ کے معجزے کو دیکھنے کے بعد اس کے دل میں بات اتر جائے۔

دوسری بات یہ کہ عتاب گڈریے کے لیے تحقیقِ ہدایت کا باعث ہوا ہے حضرت مُوسیٰؑ اس عتاب کے سبب اس کی تلاش میں گئے اور گڈریے کی حقیقت اور اس کے

ہدایت یافتہ ہونے پر مطلع ہوئے، اور جس شخص کو اس کی باتوں کی وجہ سے حالتِ الحاد میں چھوڑا تھا، اس کی حالتِ اسلام سے باخبر ہو گئے۔

مکتوب: ۱۴۴

خانصاحب میر نعمت خاںؒ کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ آپ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط موصول ہوا اور اس کے مطالعہ نے خوشی بخشی۔ خط میں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ میں مسمّیٰ کی یاد میں مشغول رہتا ہوں میرے مشفق، بے کیفی کی حقیقت سمجھ لینی چاہیے۔ شروع شروع میں بے کیفی ایک صورت میں ذکر کرنے والے کے پیشِ نظر رہتی ہے۔ ذکر کرنے والے کو چاہیے کہ دل میں جو صورت بنے، اُسے سینے کے اندر سے دُور کرے، اور اس بات کی کوشش کرے کہ دل خیالات سے خالی ہو جائے، سوائے حقِ حقیقی کے جو تصوّر سے پاک و منزّہ ہے۔ اور حقیقی بے کیفی پر ایمان کے سوا آں جناب کے دل میں اور کچھ نہ رہے، اور حقیقی بے کیفی کے سمندر کے علم میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ قوّتِ تخیّل میں خلا خیال سے میسّر آتا ہے۔ اگرچہ یہ ایمان مدّتوں کے بعد نصیب ہوتا ہے، کیونکہ یہ صرف اللہ کا فضل ہے۔ اور بندہ اس کوشش کا مظہر ہوتا ہے۔ مزید برآں آپ نے جو دوسرے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی جماعت کو فتح نصیب ہوئی، تو اللہ کا شکر ادا کریں، کہ حق تعالےٰ نے کافروں کی جماعت کو مغلوب کر دیا۔ اللہ تعالےٰ ہر معاملے میں آپ کا حامی و ناصر ہو۔

مکتوب : ۱۴۵

میاں رستم خاںؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

مشفقِ مہرباں خاں صاحب میاں رستم خاںؒ کی خدمت میں سلام فقیر انہ عرض ہو۔ آپ کے شفقت نامہ سے اس واردات کا پتہ چلا، جو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے آپ پر ظاہر کی۔ اس کے مطالعہ سے دلی خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر واحسان ہے کہ پیر دستگیرؒ کے طفیل ان کی وفات کے مدّتِ مدید کے بعد آں حضرت آپ پر ظاہر ہوئے۔ خدا کا شکر بجا لانا چاہیے، کہ اس نُور کے نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے جو نُورِ بے کیف کا آغاز ہے، اس نے آپ کو بینائی بخشی ہے۔ لیکن آپ کو آگاہ رہنا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ جو نُور گھر میں اور زیرِ آسماں ظاہر ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی کیفیت رکھتا ہے۔ خواہ سالک اُسے بے کیف ہی کیوں نہ جانے، کیونکہ زمان ومکان میں جو کچھ ہے، باکیف ہے، بے کیف نہیں، تاہم مجہُول الکیف ہے۔ سالک مجہُول الکیفی کی وجہ سے کیف کے معلُوم نہ ہونے کی وجہ سے اسے بے کیف جانتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ شرعی عقیدے کے مطابق اسے پرکھے اور جان لے کہ جو کچھ زماں ومکاں میں سما سکتا ہے، وہ ایک نُور ہے، جو مخلُوق ہے، جسے سالک کی تسلّی کے لیے دنیا میں ابتدائے روئیت کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ اور یہ ابتدا، جس پر بے شمار حجابات پڑے ہیں، نُورِ محمدیؐ ہے اور وہ مجہُول الکیف ہے، اور سالک غلطی سے اُسے نُورِ حق سمجھتا ہے، یہ عقیدہ شریعت کو یاد نہ رکھنے کی وجہ سے ہے۔ اور وہ غلطی کھا کر اسے رؤیت حق سمجھ لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی رؤیت دنیا میں صرف آنحضرتؐ کا حصّہ ہے، جو انہیں ایک بار معراج شریف میں ملا۔ اور دُوسرے انبیا کو بھی خصوصیت

حاصل ہے اور وہ بھی صرف ایک ایک بار۔ چنانچہ اس نور کو اوّل نورِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یا بدرجۂ ثانی ان کے نور کا ظہور یا بدرجۂ ثالث نورِ حق کی ابتدا سمجھنا چاہیے۔ اور رؤیت حق کی امید آخرت میں رکھنی چاہیے۔

چنانچہ ایک عزیز نے عربی کے اشعار میں بیان کیا ہے ؎

(۱) جس شخص نے یہ کہا کہ اس نے حق تعالےٰ کو اس دنیا میں اپنی آنکھ سے دیکھا، وہ زندیق ہے۔ اس نے بغاوت کی اور سرکشی کی۔

(۲) اس نے اللہ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی۔ وہ شریعت کے رستے سے بھٹک گیا، اور دور سے دور تر ہو گیا۔

اور حاجی فیروز (قدس سرہ) کا قول، اصولِ دین کے خلاف ہے، اگر اس نے رؤیتِ ذات سمجھی اور رؤیت بصری و ایمانی خیال کی، نہ کہ رویئتِ بصری، تو ٹھیک ہے، اور نور کا یہ ظہور، جو آپ پر ظاہر ہوا ہے، میاں فیروز کے قول سے الگ اور دوسرے مرتبہ پر ہے اسے رؤیت کی ابتدا سمجھا جانا چاہیے۔ اور اس نور کے پردے میں حق سبحانہ کو حقیقی بے کیفی سے دیکھنا چاہیے، اور مکان و زماں سے پاک و صاف سمجھنا چاہیے۔ ع بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است۔ (ترجمہ) میں بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں، کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب : ۱۴۶

محمد یار ساکن بلزئی کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے برگزیدہ لوگوں پر۔ دوستِ صادق، صاحب اقبال، مجیب الدعوات جناب خانصاحب کے مکتوب کے ملنے سے فقیر اپنے حال پر متنبہ ہوا، اس نے اپنا حال اس التجا سے الگ نہ پایا، کہ اے ہمارے اللہ میری اور میرے

بھائی کی التجا کو قبول فرما۔ اس خط کے مطالعہ سے چند سوالات کی وضاحت ہوئی۔ لکھا تھا کہ بعض عزیزوں نے کہا ہے کہ پہلے "گردش" ہے اور پھر "ورزش" اس کے کیا معنی ہیں؟

اے دوست، گردش کے معنی سلوک ہیں۔ اور ورزش کے معنی جذبہ کی وصول لی ہیں۔ یہ معانی اس مذہب کے مطابق ہیں، جو سلوک کو جذبہ پر مقدم رکھتا ہے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ گردش کے معنی ریاضت ہیں اور ورزش کے معنی اختیار، یعنی دل کا ذکر ریاضت کے بعد مرشد یا زبان کی طرف سے، اور یہ معانی اس شخص کے طریقے کے مطابق ہیں، جس کے نزدیک ریاضت، سلوک پر مقدم ہے۔ تیسرے معنی یہیں کہ گردش کا مطلب وہ جذبہ ہے، جو سلوک کے ابتدی میں پایا جاتا ہے اور ورزش کے معنی ہیں، جذبہ کا سلوک پر غالب آنا اور امتزاجِ سلوک سے خالص ہو جانا، اور یہ معانی حضرات نقش بندیہ کے مطابق ہیں، جو جذبہ کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں، اور یہ اس طریقہ کی برکتِ کامل کی وجہ سے ہے۔ اور اس کی کئی نشانیاں ہیں، جن کے طولِ بیان کو میں نے مختصر کر دیا ہے۔ چوتھے یہ کہ گردش کے معنی ہیں وصل (جوڑنا) اور ورزش کے معنی ہیں فصل (توڑنا) اس معنی حضرت خواجہ نقش بند نے ایک طویل بیان فرمایا ہے، جس کا یہ کاغذ کا پرچہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ پانچویں معنی یہ ہیں کہ گردش بمعنی توبہ اور ورزش بمعنی انتخاب ہے۔ یہ معنی طریقہ نقش بندیہ میں طریقۂ احسنیہ انفضلیہ میں مستعمل ہیں اور حضرت دستگیر آدم سے مخصوص ہیں کیونکہ ان کے مخصوص طریقے میں آغاز، توبہ سے ہوتا ہے، اور اس کی انتہا قبولیت پر ہوتی ہے۔ اس توبہ کو دُوسری قسم کی توبہ نہیں سمجھنا چاہیئے دوسری طرف کی توبہ سایہ ہے، اور ان کی توبہ سایوں سے غلامی اور فراغت پانے کے بعد ہے۔ اور دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ع۔ اور اسی پر بات ختم کرتا ہوں۔ کہ داناؤں کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ سواری اور نشست کی حالت میں یاد کرنے اور یاد رکھنے کی نسبت پاتا ہوں، اور پھر آپ نے لکھا ہے کہ اگر حکم ہو تو نفی و اثبات اور جہر کروں۔ یہ بات

عجیب ہے جو لوگ ہر وقت خود بخود یاد داشت رکھتے ہیں، ہمارے طریقے میں جہر و نفی
و اثبات کے طریقے سے آگے گزر چکے ہیں۔ اور ترقی کر گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک
ان دونوں نسبتوں نے غلبہ حاصل نہیں کیا، اس صورت میں نفی و اثبات کی گئی ہو گی۔
اگر دل جہر کی طرف رغبت کرتا ہے، تو تنہائی کے وقت میں درمیانے طریقہ سے سُنّت
کے مطابق کیا جائے اور جب تک دلی نسبت غلبہ کرے، کر لیا جایا کرے۔ اور وہ جو ایک
جُبّہ (یا ٹوپی) کے متعلق تحریر تھا، فقیر اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ لہذا اسے چھوڑ دیا
ہے۔ اور وہ جو ایک رسالہ کے متعلق لکھا تھا، تو مختصر یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔
"دُنیا کے اندر اس طرح رہو، جس طرح کوئی مسافر پل پر اور اپنے آپ کو اصحاب القبور میں شمار
کرو" اس بات کا خیال رکھیں۔ تمام رسالہ مختصر ہے۔

اور وہ جو حاجیوں کے طریقے کے مطابق اپنے آپ کو "بدبخت" اور "رُوسیاہ" کہتے
ہیں اور "نہ مومن ہوں نہ مسلمان" کہتے ہیں، تو ایسے الفاظ اہلِ ایمان کو زبان و قلم پر نہیں
لانے چاہییں، خواہ ایمان عام سا ہو، انہیں چاہیے کہ خود کو مسلمان سمجھیں اور گناہ کی وجہ سے
گنہگار سمجھیں، نہ کہ کافر، ہم اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں، کفر اور شرک سے۔ اگر کسی عزیز
نے ایسا کہا ہے تو شاید وہ مغلوب الحال ہو اور ایسی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ الغرض اگر
سواری یا غیر سواری کی حالت میں نسبت میسّر ہو تو اسے غنیمت جانئے، اور دلی عجز و انکسار
اس کے ساتھ رکھیں۔ کیونکہ عجز و تضرّع کے بغیر ذکر کو غفلت میں شمار کیا گیا ہے۔ تاہم تضرّع
اس قدر نہیں ہونا چاہیے کہ اپنے آپ کو بدبخت اور سیاہ سمجھیں، کیونکہ یہ نقاب اس کے
حق میں کفر ہو گا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا "ان کے چہرے سیاہ ہوں گے"۔ زیادہ
دعا۔

مکتوب : ۱۴۷

میاں اللہ دینؒ کے مکتوب کے جواب میں کہ بعض مقبروں پر بدعت ہوتی ہے، کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

یہ کام کاج کسی کے اختیار میں نہیں۔ خود مقبروں کے صاحباں اس حالت پر غم ناک ہیں، اس کے دُور ہونے کی ہر چند دعا کرتے ہیں قبول نہیں ہوتی۔ مجبوراً معاملہ قضا کے سپرد کر کے غم ناک ہوتے ہیں، اس بارے میں دعا کے قبول ہونے میں بے بس ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حق تعالےٰ اگرچہ ہر ذرہ کے قریب ہے، اور بزرگ، اللہ تعالےٰ کی طرف سے اطلاع والہام کی وجہ سے واقف ہوتے ہیں، پھر بھی قضائے الٰہی سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ مخدومِ عالم بہاء الدینؒ کو غالب جاننا بے شبہ نادانی ہے۔ جب ایسے معاملات کو خلافِ شرع دیکھا جائے، تو انہیں قضا کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یہ مصلحت کا موقعہ نہیں، بلکہ دم مارنا قضا کا انکار کرنا ہے اور یہ محض کفر ہے۔ مقبروں سے لذت حاصل کرنا اور شے ہے۔ یہ مرتبۂ ثانی اور مرتبۂ لطیفہ ہے اور یہ اسلام تبہ قہر کا مرتبہ ہے ع بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ (دونوں راہوں میں دیکھئے کتنا بڑا فرق ہے)

مکتوب : ۱۴۸

اسمائے تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کی تحقیق کے بارے میں سعادت شعار ہدایت اللہؒ کے نام لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ تسمیہ کی آیت میں جو تین ناموں یعنی اللہ، رحمٰن اور رحیم سے مرکب ہے، حق سبحانہٗ کے تین ہزار نام شامل ہیں جنہیں تمام انبیاءؑ اور فرشتوں کو اللہ نے اپنی تسبیح کے لیے فرمایا، تاکہ اس تسبیح کے ذریعے ہر صنف اپنی خصوصی تسبیح کے ذریعے

اللہ پاک کو یاد کرے۔ ایک ہزار نام جن کی تسبیح فرشتے کرتے ہیں اسم رحیم کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں، اور ایک ہزار نام جن کی تمام انبیا تسبیح کرتے ہیں، اسم رحمٰن میں شامل ہیں، تاہم ان انبیا میں چار انبیا یعنی حضرت عیسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں، اور ہزار نام جن کے ذریعے یہ چاروں نبی اللہ تعالےٰ کو یاد کرتے ہیں، "اللہ" کے نام میں مضمر ہیں، لیکن تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جن تین سو ناموں کی تعلیم انجیل میں دی گئی ہے، وہ لفظ اللہ کے حرف "ھ" کی پہلی چشم میں پوشیدہ ہیں، اور جن تین سو ناموں کی تعلیم حضرت داؤد کو زبور میں دی گئی ہے، وہ اللہ کے آخری حرف "ھ" کی دوسری چشم میں مضمر ہیں۔ اور وہ تین سو نام جن کی تعلیم حضرت موسیٰؑ کو توریت میں دی گئی، وہ اللہ کے دوسرے حرف "لام" میں پوشیدہ ہیں، اور ننانوے نام جن کی تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں دی گئی، وہ اللہ کی پہلی لام میں ودیعت کیے گئے ہیں، باقی ماندہ ایک اسم اعظم جس کا ظہور "اللہ" کے پہلے حرف "الف" میں ہے، دوسرے تمام اسما میں پھیلا ہوا ہے۔ پس جو کوئی تسمیہ کو حضوریِ دل سے پڑھے گا، وہ گویا تین ہزار اسمائے مبارکہ کو پڑھے گا، اور کل کے ثواب کا امید وار ہو گا۔

مکتوب : ۱۴۹

میر جمال اللہ مفتی جالندھرؒ کے نام "نور العین" کی روایات معلوم کرنے، اور بعض دوسرے مسائل کی تحقیق کے لیے لکھا گیا۔

پہلا مسئلہ:۔ اگر کسی نے "احسنت" (شاباش) اس نیت سے کہا کہ تو نے حتیٰ الوسع قرآن مجید کے الفاظ کو درست طریقے سے ادا کیا، تو ٹھیک ہے، اور اگر نیت یہ کی

رکو نے قرآن مجید کو "نیک" کر دیا، تو اس میں کفر کا اندیشہ ہے۔

دوسرا مسئلہ: غسل میں نیت شرط نہیں ہے جیسا کہ کتب حقیقت میں درج ہے، لیکن پانی پاک ہونا چاہیے۔ اگر پاک اور پلید کے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، تو شخص گنہ گار ہو گا تاہم اس کا سجدہ درست ہو گا، مگر مکروہ۔

تیسرا مسئلہ: صحیح بات یہ ہے کہ روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے روح قبض کرنے والے فرشتوں کی تعریف میں کہا ہے "والنّازعات غرقاً" (قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر (روح) نکالتے ہیں۔)

چوتھا مسئلہ: اگر نکاح کرنے والا، اور نکاح میں آنے والی اُن رسوم سے جو کفار کا خاصہ ہیں، راضی نہیں، تو پھر نکاح درست ہے، اگر وہ راضی ہوں، تو پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ رسم کفار کی خصوصیت ہے، اور ناکح و منکوحہ دونوں راضی ہیں، تو نکاح میں خرابی کا اندیشہ ہے۔ اور اگر وہ رسم کفار کی خصوصیت نہیں، تو اس رسم سے گنہ گار تو ہو گا، لیکن نکاح کے جائز ہونے کا احتمال ہے۔

پانچواں مسئلہ: اگر کوئی عورت یا مرد زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے، اور اس کا علم نہ ہو، اگر علم ہوتا، تو زبان سے نہ کہتا۔ ایسی حالت میں بعض علماء کے نزدیک وہ معذور ہے، لیکن جب اطلاع ہو جائے، تو توبہ ضروری ہے۔ لیکن نکاح نہیں ٹوٹتا۔

چھٹا مسئلہ: شہادت کے بغیر نفس بخشنا نکاح کو فاسد کر دیتا ہے، اگرچہ بعض علماء نے اس کے جواز کو نقل کیا ہے تاہم جمہور علما کے نزدیک یہ بات درست نہیں۔

ساتواں مسئلہ: اگر کوئی شخص قرأت کے آداب دوسرے شخص سے بہتر ادا کرتا ہے، لیکن دوسرا اگرچہ آدابِ قرأت تو ٹھیک ادا نہیں کرتا، لیکن الفاظ کو صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے، اور معنی میں ایسی تبدیلی نہیں ہوتی، جس سے نماز فاسد ہو جائے تو نماز اعلیٰ ہے۔ اس لئے ایسی نماز میں کوئی خوف نہیں اور اگر حروف میں غلطی کرتا ہے، لیکن

معنیٰ میں ایسی تبدیلی نہیں کرتا، کہ نماز فاسد ہو جائے تو اس کے اقتدا کا ترک کرنا بہتر ہے۔ پس ایسا شخص ادنیٰ ہے اور اس کی امامت ترک کرنی چاہیے۔

مکتوب : ۱۵۰

میاں محمد افضلؒ کے نام بعض سوالات کے جوابات بر قبۂ حدیث طلب کرنے پر تحریر کیا گیا۔

عام حالات میں تصرّف کرنا، اور خرقِ عادت واقعات پیش کرنا مثلاً مُردے کو زندہ کرنا، علمائے باطنی کا حصّہ ہے، جو ظاہری اور باطنی علوم کے امین ہیں۔ اور وہ ایسے نہیں کہ ظاہری علوم سے جاہل ہو کر خرقِ عادات واقعات پیش کریں، اور سنت کی پوری طرح حفاظت نہ کریں، کیونکہ یہ مرتبہ استدراج کا ہے۔ اور ایسی بات کو بنی اسرائیل کے انبیاؑ سے تشبیہ دینا غلط ہے۔

"نوم العالِم عبادت" (عالم کی نیند عبادت ہے) کی حدیث علمائے ظاہر و باطن کے حق میں ہے، کیونکہ علماء کا دینی کتب کا مطالعہ کرتے رہنے کے بعد سو جانا بھی ان کی عبادت ہے، اور علمائے باطن اس حدیث کی پیروی میں کہ "میری آنکھیں تو سوتی ہیں، لیکن میرا دل نہیں سوتا" بظاہر وہ سوتے ہیں۔ لیکن باطن میں اُن کا دل جاگتا ہے۔ اگرچہ دونوں مقبول ہوتے ہیں، لیکن اُن میں اور ان میں بہت فرق ہے اور یہ بات کسی ذہین وفطین شخص پر پوشیدہ نہیں۔

اور حدیث میں عالم کے علم کی توہین سے منع کیا گیا ہے نہ کہ عالم کے بدعتی عمل کی توہین سے اور ایمانِ شہودی، ایمان ترغیبی پر اضافہ ہے ایمانِ ترغیبی واجب ہے، اور اگر ایمان شہودی بھی ہو، تو سبحان اللہ، کیا کہنے، لیکن ایمانِ شہودی واجب نہیں، لیکن ایمانِ ترغیبی کے بعد اس کے حصول کے لیے تگ و دَو کرنا درجات رکھتا ہے۔

قدریہ اور جبریہ کے درمیان اختیار کے معنی یہ ہیں، کہ بندہ اللہ سبحانہٗ کے سامنے بے اختیار ہے، لیکن اپنے ابنائے جنس اور وحوش و طیور کے مقابلے میں مختار ہے۔ یہاں اختیار کے معنی ابنائے جنس میں تمیز کامل کے ہیں۔

(سوال) یہ اختیار یعنی تمیزِ کامل چونکہ تقدیر میں کمی اور زیادتی نہیں کر سکتی، تو پھر حکم دینے اور منع کرنے کے کیا معنی ہیں؟

(جواب) حق تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کمزور مختار کو امر و نہی کا مظہر دو وجہ سے بنایا ہے کہ وہ صاحب تمیز اور صاحب بے تمیزی بھی ہے اور آیت کریمہ "ذات باری سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے، بلکہ لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا" کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور اس سے بڑھ کر سوال کرنا بے عقلی کی بات ہے۔

اور کنویں اور اوند کے بارے میں سمجھنا چاہیے کہ اصل میں اوند پاک، پانی پاک، اور اس کی پاکیزگی تحقیق شدہ ہے۔ جب تک اس کی پلیدی کا یقین نہ ہو جائے، اسے پلید کہنا بدگمانی ہے، اور کسی شے کے حق میں جو حقیقت میں پاک ہو، ایسی بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو، بہت زیادہ ظن کرنے سے پرہیز کرو"۔ اس لیے پورے یقین کے بغیر پلید کہنا منع ہے۔ گویا مسلمانوں کو اس طرح بدگمانی میں ڈالنا پسندیدہ نہیں اور ہم اس بات سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مکتوب: ۱۵۱

سعادت شعار، ہدایت اللہ خادمؒ کے نام "کہ نماز اشراق کس طرح پڑھی جائے" تحریر کیا گیا۔

اشراق کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ آیت الکرسی پڑھیں، اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ قُل پڑھیں۔ نماز استخارہ میں پہلی رکعت میں اَلم ترکیف، اور دوسری رکعت میں "لایلاف" تیسری رکعت میں "والضحیٰ" اور چوتھی رکعت میں "الم نشرح" چاروں رکعتیں ایک نیت کے ساتھ ادا کریں۔ اور مغرب کی نماز میں فرض اور سُنّت کے بعد نفل اوابین پڑھیں۔ کم از کم دو رکعت، اور اکثر چھ رکعت، اور ہر رکعت میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھیں، اور دو دو رکعت کی نیت کریں، اور تہجد کی نماز آدھی رات کے بعد اور صبحِ صادق سے پہلے خدا جتنی توفیق دے، پڑھے، اور دو دو رکعت کی نیت کریں۔ کم سے کم چار رکعت، ورنہ بارہ رکعت۔ اگر سورہ یٰسین یاد ہو۔ تو اس کو پڑھیں۔ اور اگر یاد نہ ہو تو ہر رکعت میں سُورہ اخلاص تین بار پڑھیں۔ اس کے بعد اگر توفیق ہو، تو صبح صادق تک مراقبہ کریں۔ اور جب نمازِ فجر ادا کرلیں تو دعا کے بعد ذکر، تسبیح و مراقبہ میں سورج کے نکلنے تک مشغول رہیں۔ والدعا۔

مکتوب : ۱۵۲

آیت "بِلِٰه مَلَکُوتُ السَّمٰوٰتِ" کے معنی اور حضرت مولویؒ کے ایک شعر کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

(سوال)۔ ایک عزیز نے سوال کیا ہے کہ آیت وہ (فرشتے) زمین و آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے، جب تک انہیں دوسری مرتبہ زندگی نہیں دی جاتی۔ اور حضرت مولانائے رومؒ نے بھی مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

یک صد ہفتاد قالب دیدہ ام — ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(ترجمہ) میں نے ایک سو ستر جسم دیکھے ہیں۔ اور سبزہ کی طرح کئی بار اُگا ہوں۔

ان دونوں باتوں سے تناسخ کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے، اور حقیقت یہ ہے، کہ تناسخ کا عقیدہ کفر ہے۔ ان کے معنی، جو شرع کے مطابق ہو بیان فرمایئے اور بیان فرما کر اجر لیجیے۔

جواب: متشابہ عبارات میں، کہنے والے کے مقصد پر نظر رکھنی چاہیے، اور پھر بات سمجھنی چاہیے۔ چنانچہ حدیث کی عبارت اور آئت انتساب میں لفظ قدم اور رجل (پاؤں) اللہ تعالےٰ کے بارے میں استعمال ہوئے ہیں، حالانکہ حق تعالےٰ جسم و جوہر سے پاک ہے۔ اور یہی الفاظ اللہ تعالےٰ کی ذات کے جسم پر وارد ہوتے ہیں، جب میں کسی بات کو مجسم کرتا ہوں، تو کہتا ہوں کہ "ان الفاظ کو جسم دے کر اس طرح حق تعالےٰ پر اطلاق کرنا جائز ہے"، تو یہ سراسر کفر ہے۔ اور جب اس آیت و حدیث کے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں، معنی بیان کرتا ہوں، تو اُسے یا تو تسلیم کرتا ہوں، یا اس کی تاویل کرتا ہوں اور چونکہ اللہ تعالےٰ جسم و جوہر سے پاک ہے، اس لیے اس کے ایسے معنی کہ جن سے جسمیت ظاہر ہوتی ہے، کفر سمجھتا ہوں۔ اسی طرح مذکورہ بالا اقوال، جو بزرگانِ دین اور صاحبانِ اسلام نے کہے ہیں، الحاد اور بدعت میں سے ہیں۔ اور ملحد کا قول تناسخ کی حقیقت کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ پاک انہیں ذلیل و خوار کرے۔ اکابرِ دین کی بات کو شریعت کے عقاید کے مطابق تسلیم و تاویل کرنا چاہیے، تاکہ اس سے جسمیت کی بُو نہ آئے۔

سوال: خاموشی سے تسلیم کرنا اس بزرگ کی مراد کے مطابق مان لینا ہے۔ اگر اس کی تاویل کریں، تو بیان فرمایئے، کس طرح کریں؟

جواب: جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس لفظ کے لغوی معنی تناسخ کو ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ بات شرعاً منع ہے، تو ظاہری معنی کو ترک کر دینا چاہیے، اور سمجھنا چاہیے کہ سلوک کے راستے میں ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک مرتبہ سے دُوسرے مرتبہ میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ پہلی حالت، یا مرتبہ میں سالک فنا ہو جاتا ہے اور دُوسرے

مرتبے میں وہ باقی رہتا ہے۔ اس دوسرے مرتبہ میں بھی کچھ دیر قیام کرتا ہے اور اگلے مرتبہ میں قیام کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے بھی ترقی کر جاتا ہے اور پھر فنا ہو جاتا ہے، اور اگلے مرتبے پر باقی رہتا ہے۔ اور اس کا معاملہ کسی اور طرح سے تحقیق پاتا ہے۔ اس مقام میں بھی کچھ دیر سکونت کرتا ہے، فوائد حاصل کرکے پھر ترقی کرکے آگے بڑھ جاتا ہے اور یہ حالت سالک کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔ بعض سالک جن میں استعداد کامل ہوتی ہے، ایک ہی جست میں مقامِ فنا حاصل کرکے اُس وصل سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں، جسے کوئی فنا نہیں، اور وہ ہمیشہ کے لیے وصلِ حقیقی سے لطف اندوز ہو جاتے ہیں۔ اور بعض سالک قوتِ استعداد میں کمی کے باعث ایک مرتبے سے دُوسرے مرتبے میں ترقی کرتے ہیں، اور اس عرصے میں استعداد پیدا کرتے ہوئے مرتبہ بمرتبہ فنا اور بقا کے درجات حاصل کرتے ہیں۔ اس استعداد کے مالک بعض بلندی ہوتے ہیں اور بعض اوسط درجے کے۔ کہ اُن کے سامنے ابھی کام باقی ہوتا ہے۔ اس کام کے دوران فنا و بقا کے مرحلوں میں محظوظ و مسرور ہوتے ہیں۔ جب آپ نے یہ تفصیل سمجھ لی، تو جان لینا چاہیے کہ بزرگوں کے نزدیک یہ سالک کے اوصاف کی تبدیلی ہے، ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے تک۔ اگرچہ وہ شخص ایک ہی ہوتا ہے، جو فنا و بقا کے مراحل طے کرتا جاتا ہے۔ یہی بات درست ہے، اور ملحد و بدعتی کا یہ خیال کہ ایک جسم دُوسرے جسم میں واقع ہوتا ہے غلط ہے اور یہ کفر ہے۔

مکتوب: ۱۵۳

ایک عزیز کے نام، صاحبِ استدراج کفار کی صحبت سے منع کرنے کے لیے لکھا گیا۔

آپ کے عقیدت سے معمور مکتوب نے دل کو خوشی پہنچائی، اور اس میں لکھی ہوئی حقیقت کی وضاحت ہوئی۔ اے عزیز آپ کا فقرا کی طرف رجوع کرنا صرف فائدہ اٹھانے کے لیے ہے۔ اس لیے ایسی چیز (جس کی خوبی و نقصان سے آپ ناواقف ہوں) کے بارے میں میرا فرض ہے کہ آپ کو آگاہ کردوں مخلص وہ ہوتا ہے جو راہ کے نیک و بد سے واقف کرے۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است   وگر خاموش بنشینم، گناہ است

(ترجمہ) اگر میں دیکھوں کہ ایک اندھا ہے اور اس کے آگے کنواں ہے، تو ایسی حالت میں اگر میں خاموش بیٹھا رہوں، تو گناہ ہے۔

مجھے قسم ہے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، کہ جس دن میں نے سنا کہ شیخ صاحب دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منکر کے پاس اعتقاد اور اس کے کشف کی وجہ سے جاتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں، کہ محض بیٹھنے سے جو کچھ ہمارا مطلب ہے، وہ اس منکرِ دین کی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے، اس دن سے مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ مبادا اس معتقدِ دین کے دین و ایمان میں اس منکرِ دین کی صحبت سے خلل پیدا ہو۔ اور آخرت کی خرابی کا باعث ہو اور میں چاہتا تھا کہ اس بات سے آگاہ کردوں، لہٰذا میں نے اس موقع پر اس صحبت کے نقصان سے آگاہ کیا۔

عزیزِ من۔ کافر کی کرامت (استدراج) پر اعتقاد نہیں رکھنا چاہیئے۔ ابلیسِ لعین بھی جو قطعی طور پر مردود ہے، ایسا استدراج رکھتا ہے جس طرح آدمی کی رگوں میں ہوا گشت کرتی ہے، وہ ایک لحظہ میں زمین کی پاتال سے آسمان کی ثریا تک سیر کر آتا ہے۔ اور کافر دجال حضرت امام مہدیؑ کے زمانے میں ظاہر ہو گا، اور مختلف خرقِ عادت واقعات سے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرے گا۔ اور لوگ بے دین ہو جائیں گے حتّٰی کہ حضرت امام مہدیؑ کو اس کے مقابلے میں جنگ لڑنی پڑے گی۔ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے، تو وہ کافر اُن کی قہر آمیز نظر سے پگھل جائے گا اور چالیس سال تک تمام دنیا سے ہر قسم کی تاریکی

چھٹ جائے گی. اور اس قسم کے شعبدوں کے باوجود کافر قہر الٰہی میں گرفتار ہوں گے اس وقت کے کفار بھی ابلیس کے شعبدے کا اثر رکھتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ دینِ محمدیؐ کے انکار کی تاریکی ان میں ظاہر ہے۔ ان پر کیوں کچھ اعتبار کیا جائے؟ سوائے ان ناقص لوگوں کے، جو دین اور کفر میں فرق نہیں جانتے اور اولیا کی کرامت اور کافروں کے استدراج کو برابر سمجھتے ہیں، کوئی اور کیوں کرلے؟ اس قسم کا کلمہ گو بھی کافر ہے. چونکہ میں آپ کو دین کے عقائد سے آراستہ دیکھتا ہوں، اس لیے محض اس خاطر کہ دین میں اخلاص رکھنے والا غلطی میں مبتلا نہ ہو، میں نے آگاہ کر دیا ہے یہ نہ سمجھیے کہ اس نصیحت میں کوئی اور مطلب پوشیدہ ہے، ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں. میں نے تو صرف عقائدِ دین سے واقف کیا ہے کیا آپ نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ حق تعالےٰ نے کفار کی دوستی سے منع کیا ہے؛ "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ" چونکہ اللہ تعالےٰ نے کفار کو اپنا دشمن کہا ہے، اس لیے خدا کے دُشمن کے ساتھ دوستی، خدا کے ساتھ دشمنی ہے، اور خدا کے ساتھ دُشمنی صاف صاف کُفر ہے. چنانچہ کافر کی دوستی کُفر تک لے جاتی ہے۔

ہاں اگر کافر سے ملاقات اس غرض سے ہو، کہ اُسے نصیحت کے ذریعے کُفر سے ایمان کی طرف لایا جائے، تو ایسی ملاقات منع نہیں. لیکن کافر کو خدا دوست سمجھنا، صریح کفر ہے. فقیر کو آپ سے دل و جان سے اخلاص ہے. اسی لیے از خود آپ کو آگاہ کرتا ہوں کسی اور قسم کا خیال دل میں نہ لائیں. فقیر کو اپنا خیر خواہ سمجھیں، اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

مکتوب ۱۵۴:

میاں یار علیؒ کے نام "عارف کامل و واصل" کی تحقیق کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

پاک ہے وہ ذات، جو پوشیدگی میں ظاہر ہوئی ؛ اور ظاہر میں پوشیدہ ہوئی معلوم ہونا چاہیے کہ ذاتِ جامع کمالات کی حقیقت کا عالم نچلے مراتب یا دنیاوی مراتب سے گزر کر حقائقِ اشیاء کے مرتبہ تک، جو محض غیب الغیب اور مراتب مخفیہ ہیں، پہنچ کر ذاتِ جامع کو خواہ، یہ غیب در غیب کے مرتبے ہوں اور خواہ بے حجاب ظاہر کے مراتب ہوں، پالیتا ہے۔ اور دونوں مرتبوں کو ذاتِ جامع کی حقیقت کا ظہور سمجھتا ہے؛ اس طرح یہ عالمِ کامل، سایہ سے نکل کر حقیقتِ ذات کی اصل تک پہنچ کر ظلیت کا کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اور تمام سایوں کو حقیقتِ ذات میں موجود اور قائم پاتا ہے۔ اس وقت یہ عالمِ کامل، بے حجابی کے حجاب اور سایوں سے گزر کر حقیقتِ ذات کا عالم ہو جاتا ہے۔ اور یہ سَیر کے اطلاق کو، جو ایک مقام سے دوسرے مقام تک ہوتی ہے، اس کے حضور میں مناسب نہیں سمجھتا، اور سوائے ظہور کے اطلاق کے، جو انتقال سَیر کی درجہ سے ہوتا ہے، زبان پر یا دل میں نہیں لاتا پس پاک ہے وہ جس نے ان کے بطون سے ظاہر کیا، اور سایوں کے مراتب کا عارفِ واصل "ظلیت کی قید میں ہوتا ہے اور ترقی کا طالب۔

چونکہ وہ حقیقتِ ذات تک نہیں پہنچا ہوتا، اس لیے اس کی ترقی کا معاملہ اسما وصفات سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ ایک اسم کے سایہ سے دوسرے اسم کے سایہ تک اور ایک صفت سے دوسری صفت تک ترقی کرتا ہے، چنانچہ اس عارف کے حق میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ اطلاقِ سیر اور ایک سایہ سے دوسرے سایہ تک منتقل ہوتا ہے۔ پس پاک ہے وہ جس نے اپنے ظہور کے اندر چھپایا۔ یہ بات طے شدہ ہے، کیونکہ اس پر حجاب ظاہر اور حقیقت سایہ کے لباس میں پوشیدہ ہے۔ اب بات کو کہاں تک طول دوں کہ حقیقتِ ذات کی کوئی انتہا نہیں، اب سائل کے جواب کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ اور بات کو مختصر کرتا ہوں۔

سائل کو سمجھنا چاہیے کہ عالمِ کامل کو جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، سَیر کا نام دینا اسے

بلندی سے پستی کی طرف لانا ہے اور حقیقتِ ذات کے مرتبے سے، اسم وصفت کی سیر کے مرتبے پر لانا ہے۔ البتہ اگر عارفِ واصل کو ظلال کے واسطے سے اسم کی سیر کرنے والا کہا جائے، تو اس کی گنجائش ہے۔ کیونکہ اسے اسم کے سایہ سے کسی اور سایہ تک ترقی لازمی ہے۔ چنانچہ محققِ اول کو عالمِ کامل کا نام دیا جائے گا، کیونکہ وہ حقیقت تک پہنچ کر ضروری علم کی حقیقت کا مظہر ہو گیا اور عرفان میں سے کچھ باقی نہ رہا، محققِ ثانی کو عارف کا نام دیا گیا ہے کیونکہ وہ سایوں سے گزر کر علم کی حقیقت سے واقف نہ ہوا، اگرچہ اس نے معرفتِ ظلّی پیدا کر لی، تاہم اس بات کا امیدوار ہے، کہ حق تعالےٰ کی ہدایت اس کی رہبری کر کے اور تمام سایوں سے خالی کر کے حقیقت تک پہنچا دے گی، اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ یہ اس کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا اور عظیم ہے۔

برادرِ مشفق، یار علی کی خدمت میں سلام عرض ہے وہ بھی اس عریضہ کا مطالعہ فرمائیں۔ شاید وہ بھی محظوظ ہوں۔

مکتوب : ۱۵۵

نواب عبدالصمد خاں کے نام ہجو رخصت ہوتے ہوئے علم کی تاکید میں لکھا گیا۔

فقیر عبدالنبیؐ، نواب صاحب کی خدمتِ عالی میں سلام کے بعد عرض کرتا ہے۔ فقیر آپ سے رخصت ہو کر خانصاحب جانی خاں کی رفاقت میں منزل پر پہنچا، تو ایک بڑی جماعت آدابِ خدمت بجا لائی۔ خدائے تعالےٰ اس سے زیادہ توفیق بخشے، آنجناب سے توقع ہے کہ آخری باطنی نسبت کو حتی الوسع پرورش دیں، تاکہ اللہ تعالےٰ کے شہود و حضور کا ظہور ہو اور فنا و بقا کے لیے وہ صورتِ متخیلہ جس کی مثال میں نے رخصت ہوتے وقت آپ کو دی تھی، نظر میں لا کر یقین جانیں کہ ہر بندے

کے لیے یہ نکتہ ہی ذاتی وصفاتی فنا ہے اور بقا اللہ تعالے کے فیض سے اسی طرح جیسا کردیکھا، پیدا ہوتی ہے۔ پھر ایک لیاقت بن جاتی ہے اور اللہ جل شانہٗ کے آداب، جیسا کر دیکھا، پیدا ہوتے ہیں اور پھر راسخ ہو جاتے ہیں اور ایسے آداب جو ایک بندۂ فانی کے لائق ہیں، ظاہر ہوتے ہیں، عوام کی توحید کہنے کی ہے، نہ کہ دیکھنے کی۔ عوام کثرت کی دید کرتے ہیں اور وحدت کہتے ہیں۔ اور خواص کثرت کہتے ہیں اور وحدت کو دیکھتے ہیں۔ زیادہ دعا۔ اور دونوں جہانوں کی برکتیں چند کلمات سے یاد کر لیا کریں۔

مکتوب : ۱۵۶

میاں صوفی بلندؒ ساکن جلال آباد کے نام لکھا گیا۔

ہم اللہ تعالے ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ بزرگ صوفیا کی اصطلاح میں وحدتِ وجودی، کثرت میں وحدت ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابرین کے نزدیک وحدتِ وجودی کثرت میں ہے صوفیا کی وحدتِ وجودی کثرت سے ہٹ کر بلکہ کثرت میں نظر ڈال کر وحدتِ وجودی سے ہٹ کر ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابر کی وحدتِ وجودی، کثرت کی نظر کے ساتھ ان کی وحدتِ وجودی کے مخالف نہیں۔ صوفیا کثرت کے محجوب ہوتے ہیں۔ اور یہ اکابر حقائق کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

عزیز من۔ وحدتِ وجودی کے قائل صوفیا کا شہود کے غلبہ کی وجہ سے کثرت میں، اور شہود کے غلبہ کا کثرتِ شہود کو دیکھنے میں مانع ہونے کا مطلب کیا ہے؟ یعنی شہود اور غیب دو دوسرے مرتبے میں ہیں جب صاحبِ شہود کی نظر دوسرے مرتبے پر ہوتی ہے، تو غیب کے مرتبے سے محجوب ہو جاتا ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، اور ان کی اصطلاح میں صفاتِ واجبی کے کمالات، جنہیں حقائقِ اشیا کہتے ہیں، تقدیر اور ارادہ

کے مرتبۂ نبوت میں محض عِلم میں ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے اندر مرتبہ غیب میں یقیناً وجودِ غیبی کے سوا کچھ نہیں اور وجودِ غیبی ثابت و متحقق ہو کر قیدِ امکانی کے ظہور کا تقاضا کرتا ہے اور عدمیت سے پاک ہوتا ہے۔ اور چونکہ صوفیا کا مرتبۂ شہود پر پہنچ جانا ایک تحقیق شدہ بات ہے، اور وہ کمالات جو اُن کے نزدیک شہود کی علمی صورتیں اور اعیانِ ثابتہ ہیں، کمالاتِ غیبی کا شہود مرتبۂ شہود میں کہ اُسے نُورِ محمدی کی وجہ سے شہودِ اوّل کہتے ہیں۔ دنیا کے اندر مقید ہے اور مرتبہ امکانی کے ظہور کا مقتضی ہے، جو اس کے تحت ہے۔ اس لیے صُوفیا کا یہ مرتبۂ شہودی، علمی صُورتوں کے نام سے موسُوم ہے، کیونکہ دُنیا اس مرتبہ غیبی کا نام نہیں، بلکہ وہ دنیائے شہودی ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابر جب شہودِ غیب کے غلبہ سے باہر آتے ہیں، تو وہ غیب کو دیکھتے ہیں اور وہ غیب اور کثرت کو دیکھنے پر قادر ہوتے ہیں۔ اور شہود سے مجبُور صوفیائے بزرگ اشیاء کو مظہرِ حق جانتے ہیں اور مَظہر کو عینِ مُظہِر (ظاہر کرنے والا) سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ صاحبِ شہود ہیں، اور چونکہ مرتبۂ شہود، اگرچہ ان کے ماتحت نہایت ہی لطیف ہے، لیکن حقیقت میں ایک کیفیتِ مجہول میں مقیّد ہے۔ لاچار اپنے مراتب کے اعتبار سے عینیت رکھتا ہے، چنانچہ صوفیاء کا اس مقام پر عینیت کا اطلاق کرنا ثابت شدہ امر ہے۔ ایک لحاظ سے صادق مگر وصول میں ناقص، جو ترقی کا مقتضی ہے۔ اور اس طریقے کے اکابر اشیا کو بھی نُورِ محمدی کے طفیل مظہرِ حق سمجھتے ہیں، لیکن اشیا کو عینِ حق سمجھتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک عذاب غیر پر ہے اور صُوفیا کے نزدیک، چونکہ وہ عینیت کے قائل ہیں لہٰذا سمجھ لیجیے کہ عذاب کس پر آیا — اور اللہ ان باتوں سے بہت بلند ہے۔

اور ولایتِ خاصہ میں علمِ حضُوری ظِلّی ہے، اور علمِ حصُولی سے معتبر ہے۔ کیونکہ علمِ حضُوری میں خیال، شہودِ اوّل کے علم کا مظہر ہوتا ہے، اور شہودِ اوّل کا علم غیبِ مطلق کے مرتبہ کا سایہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ سایہ کو اصل جانتے ہیں، اور حصُول کو حضُور سمجھتے ہیں۔

انابت (توبہ کرنا) کے کئی مرتبے ہیں، انابتِ عام، انابتِ خاص، انابتِ اخص اور انابتِ خاص الخواص۔ انابتِ عام، ولایتِ عام میں ثابت ہے، کیونکہ استدلال کے ذریعے حق کی طرف رُخ ہوتا ہے۔ انابتِ خاص، ولایتِ خاص میں ہوتی ہے۔ کیونکہ استدلال سے آگے بڑھ کر تحقیق کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اور وجدانی کشف کے طریقے سے انابت شہود حق کے واسطے سے شہود اور یافت تک پہنچتی ہے۔ اور انابتِ اخص، ولایتِ اخص میں ثابت ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ "یافتِ شہودی" سے ترقی پاکر "نایافت" تک پہنچتا ہے۔ اور اصلِ شہودی سے فضل تک آکر اس کی انابت محض نایافت تک ثابت ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس شخص پر ابھی توجۂ حق باقی ہے، اگرچہ وہ مجہول الکیف ہے (توجہ حق کی وجہ سے مجہول الکیف ہے) اس لیے انابتِ حق سے تعلق رکھتی ہے۔ اور انابتِ خاص الخواص، ولایت انبیا میں ثابت شدہ ہے، کیونکہ اس مرتبے کے لوگ استدلال، شہود اور مجہول الکیف کے مرتبۂ توجہ سے گزر کر اور تمام مشکلات کو طے کر کے غیبِ حقیقی سے غیبِ محض کی طرف منہ کر کے، آگے بڑھ آئے ہیں۔ چونکہ سابقہ انابتوں کے مالکوں نے حق کی طرف رُخ نہیں کیا ہوتا، ان کی انابتوں کو حساب میں شمار نہیں کیا جاتا، اور انابتِ اصل کو انابت گنا جاتا ہے اس انابت کا مالک، وصل حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

عزیز من! اس طریقے کی تخصیص کی وجہ یہ نہیں کہ وہ تمام لطایف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اس طریقہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ لطایف کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ شریف کی بدولت طے کر لینے، اور صاحبِ استعداد کی پیروی، ابتدائی یقین، اور تعلقِ خفی کے توسّط اور بے توجہی محض سے گزر کر، چونکہ شہود کی ولایتِ عام کے مرتبے سے بہرہ یاب نہیں ہوتے، وہ ولایتِ خاصّہ سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، اس لیے ولایتِ خاصّہ سے موسوم ہوئے ہیں اگرچہ وہ واصلِ شہود ہیں، لیکن کثرت کی نفی کرنے والے ہیں۔ تاہم

چونکہ شہود بھی کثرت میں شامل ہے، لہٰذا حقیقت میں فنا نسبی ہیں، اور حقیقتِ اخص سے ممتاز ہوئے ہیں، کیونکہ وہاں حقیقی فنا ہے پس اسے سمجھ لو، اور کوتہ دستوں میں شامل نہ ہو۔

مکتوب: ۱۵۷

عنایت اللہ خاں وزیر کے نام لکھا گیا۔

پاک ہے، پاک ہے، اللہ پاک ہے۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی ذات میں اپنے سوا سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

پاک ہے، وہ جس نے اپنے نُور سے خلقت سے اپنے آپ کو چھپالیا۔ اور اپنے نُور کے ظہور کی شدّت سے دنیا سے اپنے آپ کو مخفی کر لیا۔ وہ ایسا ظاہر ہے، کہ اس سے زیادہ کوئی ظاہر نہیں، اور وہ اتنا خُفیہ ہے، کہ اس سے زیادہ کوئی خُفیہ نہیں۔ پاک ہے، جو پوشیدگی سے ظاہر ہوا، اور جو اپنے ظہور میں چھُپ گیا۔ اس جیسا کوئی نہیں۔

نواب عالی جناب کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے۔ کہ میرے عریضہ کے جواب میں آپ کا نوازش نامہ خانصاحب۔ اغر خاں کی معرفت ملا جس میں عجیب معانی اور عجیب درخواست مرقوم تھی۔ اس کے مطالعہ سے شہود کے مختلف معانی سامنے آئے۔

میرے مہربان! اُس بڑھاپے کے زمانے میں، جس کی تعریف میں لکھا گیا ہے۔ کہ بڑھاپا میرا نُور ہے، جسے آگ نہیں جلا سکتی۔ اگر ایک آن اور ایک لحظہ کے لیے عدالت کے نُور اور سندِ صداقت سے سچے دل سے درماندہ لوگوں کی حاجت روائی کی جائے، تو ابد ہے، گزشتہ تمام کوتاہیوں کی تلافی ہو جائے گی، نہ یہ کہ سال ہا سال تک نیک نیتی سے اس کام میں لگے رہیں، مسندِ امارت دراصل حضراتِ انبیاءؑ کی مسند ہے کہ پورے عروج کے بعد منصبِ نبوّت کی اس مسند پر اُترے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہوسناک اپنی مادّی نیرگی کی

وجہ سے عدالت کے فیض کے انوار سے محروم و مہجور ہو گئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ مسند، گمراہوں اور ہوسناکوں کی مسند ہے۔ لہذا اس غلطی کی وجہ سے ظلمات کے ہجوم کی وجہ سے اہل دین کا گروہ اس سے بریت چاہتا ہے۔ لیکن اس میں معاملہ ایسا نہیں، بلکہ اگر وہ ہمت کریں، تو اللہ جل شانہ، حضرات معصوم کی پیروی کی بدولت اس مسند کے تعلق سے اور اللہ تعالے کے احکام پہنچانے سے وہ اس مرتبہ کے حق دار ہوں گے۔ اور اس سلسلے میں ادائے حقوق کی طرف توجہ کر کے "جہاں تک ہو سکے، عدالت کر" کے آداب کو پورا کریں گے۔

مکتوب : ۱۵۸

حافظ محمد علیؒ کو جہاناآباد میں تحریر کیا گیا۔

"اپنی نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی"۔ اس آیت کریمہ کا راز پانچوں نمازوں کی حفاظت کی تاکید میں ہے۔ کیونکہ یہ پانچ نمازیں پانچ لطائف ہیں۔ چونکہ ان پانچ لطائف میں ایک پوشیدہ لطیفہ ہے، جو تمام لطائف کا سردار ہے، اور اس میں تمام لطائف کا وسط واقع ہے، اس لیے وسطی نماز کے اہتمام کی تاکید کی گئی ہے وسطی نماز کے جملہ میں نہایت بلاغت ہے۔ چونکہ یہ ظاہر ہے، کہ ان لطائف کے بغیر جسم کی ظاہری نماز ناقص ہوگی۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "حضوری دل کے بغیر کوئی نماز نہیں"۔ چنانچہ اس معنی میں لطائف کے صاحب سلوک، ظاہری اہل علم سے افضل اور زیادہ قوی ہیں۔ اسے بھائیو! اسرار کی حفاظت تمہارے ذمے ہے، کیونکہ اللہ تمام پیغمبروں سے واقف ہے۔

مکتوب : ۱۵۹

میاں محمد اشرفؒ کے نام ایک واقعہ کے جواب میں ۔

میرے بھائی ! یہ وہ کتاب ہے ، جس میں کوئی شک نہیں . یعنی وہ کتاب جس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا نام محمد صالح پڑھا ، اس میں کوئی شک نہیں . کہ یہ مبارک اور متبرک ہے . اور یہ نام تمہارے نام کے ثبوت میں اس سے پہلے دیا گیا ، اور کسی طرح بھی اس اسم اشرف میں کوئی شک و شبہ نہیں ، کیونکہ یہ آب الکعب کے زمانے میں اسم بالمسمّٰی تھا ، اور تمہارے لیے محمود کے معنی میں تھا اور شہود کے نام سے موسوم تھا . اس لیے کہ تو وہ بلند مرتبہ ہے ، جس کو حضورؐ نے محمد صالح کے نام سے موسوم کیا . اللہ تبارک تعالےٰ ان دونوں ناموں کو مکمل برکت عطا کرے . جب مخلوقات میں سے کوئی اشرف ہوتا ہے ، تو اسے اشرفیتِ خاصہ بلکہ اشرف المخلوقات کے نام سے ادب کے طور پر پکارا جاتا ہے . خلاصہ کلام یہ ہے کہ اباحت کے اعتبار سے تم اشرف ، اور عزیمت کے لحاظ سے صالح ہو ، اور اس کے ساتھ وہ عملِ رخصت کا جواز بھی ہے ، جو اعتبار عزیمت پر دلالت کرتا ہے . پس پہلی بات تو یہ ہے . کہ تمہارا نام صالح ہے ، جس کے شروع میں برکت کے خیال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ لایا گیا ہے . بس اس پر بات ختم ہو گئی . درود ہے ، اس ذات پر جس نے تجھے یہ نام دیا . اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل پر درود اور سلامتی ہو .

مکتوب : ۱۶۰

میاں شیخ عبد الغنیؒ کے نام لکھا گیا .

دانائے فقر، فضیلت مآب شیخ صاحب میاں عبدالغنی جیو کو فقیر کی طرف سے سلام۔
جب تعلق کی مضبوطی کو برقرار رکھا جائے، تو قربت لازم ہے۔ اور رہنے سہنے کی حقیقت
کا پتہ چلتا ہے اور یگانے اور بیگانے میں فرق رہتا ہے، کیونکہ سب کو اللہ جل شانہ، کے
ساتھ ایک نسبت رہتی ہے۔ جب اُسے منظور ہو، تو یگانگت آپ کے ساتھ ثابت ہو
جاتی ہے۔ مراتب داری کے بغیر کمالاتِ صفاتیہ کا ظہور اس حد تک نہیں سمجھنا چاہیئے
کہ یہ دیکھنا ہی خالی ہو جائے۔ فقیرزادوں اور جماعتِ فقراکی طرف سے سلام عرض ہے۔

مکتوب : ۱۶۱

"علم ایک نقطہ ہے اور جاہلوں کی کثرت ہے" کی تحقیق میں ایک عزیز کے نام
تحریر کیا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے،
اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔

آپ نے "العلم نقطۃ" وکثرۃ الجاہلون" (علم ایک نقطہ ہے اور جاہلوں کی کثرت ہے)
کے بارے میں پوچھا تھا۔ میرے مشفق! اس عبارت کے معانی کی تحقیق اسکے پوچھنے والے
پر ظاہر ہے، لیکن جو کچھ اس عاجز کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ حقیقت کی تحقیق
کے مطابق علم کے درجے، جو اسے عطا ہوتے ہیں، مختصر طور پر پانچ ہیں۔ ان پانچ درجوں
میں سے سب سے پہلا درجہ، نبوت کا درجہ ہے۔ اس درجے کے حامل حضرات کو اخص
الخواص کہتے ہیں، اس سے نیچے ولایتِ اتانی نبوت ہے، جس سے بہرہ ور حضرات خاص
الخواص کہلاتے ہیں۔ اور اس کے نیچے ولایتِ ملائکہ مقربین ہے کہ وہاں کے لوگ اخص
کہلاتے ہیں۔ اور اس ولایت کے نیچے ولایتِ اولیا ہے، اس میں جو لوگ داخل ہیں انہیں

ولی خاص، کہتے ہیں، اور اس ولایت کے نیچے ولایتِ مومنینِ عالم ہے، جو ولایتِ عامہ کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ اس قول کے معنی ہر درجے کے لیے الگ الگ ہیں، اور تفصیل بھی الگ الگ ہے۔

ص۲۱۰ اہلِ ولایتِ عامہ کے طریقے پر، اس ولایت کی ابتدا شرع کے مطابق اللہ پر ایمان لانا ہے۔ اور اس کی انتہا اجتہاد اور قیاس کا مرتبہ ہے۔ مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ مجتہدینِ عظام کو جو علم عطا کیا گیا ہے، وہ ان سے نچلے درجے کے تمام علوم پر کسی حاجت کے بغیر حاوی اور محیط ہے۔ اور اس کی تفصیل اس نقطہ کی طرح ہے، جو تمام حروف کے مرتبوں پر محیط ہے۔ اور وہ تمام بزرگ اس مرتبۂ اجمال پہ ہیں۔ اور اس نقطہ ہی سے تبدیلی کی گئی ہے، تمام تفصیل کے مراتب اس میں مختصر طور پر آ گئے ہیں۔ جب اپنے تابعین کی استعداد کو علمِ تفصیلی کی حیثیت سے اس علم تک پہنچنے کو قاصر پایا، تو پھر انہوں نے علوم مندرجہ کی تفصیل بیان کی۔ اور اصطلاح میں انہیں اہلِ ولایتِ خاصہ کہا جاتا ہے۔ اس ولایت کی ابتدا، ذکرِ قلبی سے لذت حاصل کرنے کے بعد اور اس کی انتہا توحیدِ شہودی کے مرتبہ تک ہے۔ یہی معنی ہیں اس کے کہ حق تعالےٰ کے عارف کا علم و معرفت اللہ تعالےٰ کے حضور میں اس کے شہود کا محض نقطہ ہے، اور حروف والفاظ کا اس پر کوئی لباس نہیں۔ اور چونکہ اس مرتبہ پر پہنچنا اس ولایت کے منتہی لوگوں کی خصوصیت ہے اور متوسط اور مبتدی درجے کے لوگوں کو عدمِ استعداد کی وجہ سے وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔ چنانچہ مجبوراً حقیقتِ شہود کو مراتبِ مندرجہ کے ظہور کے مطابق تجلیات اور مختلف رنگوں میں مختصر طور پر ظاہر کیا گیا اور درماندہ لوگوں کو لطف و کرم سے تجلیات کی حیثیت سے لباس میں آشکارا کیا گیا ہے، اور ان کے ساتھ ان کے تعلق کو جائز رکھا گیا۔ اور اہلِ ولایت اخص کے معنی یہ ہیں کہ عارف کے حقیقی علم و عرفاں کے علم کے بعد چالیس مرتبے ہیں چنانچہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے رب العزت کی درگاہ میں سوال

کیا کہ اے اللہ، علم کا علم کیا ہے؟ جواب دیا گیا، وعلم سے جہالت، چونکہ ہر ایک کو اتنی علمی استعداد نہیں دی گئی، اس نے مجبوراً دور رہ جانے والوں کے لیے یافت وشہود کا مرتبہ جس میں علم کی حقیقت مضمر ہے، واضح نہیں کیا گیا، اور ان سے نچلے اولیا کو یہ سعادت بخشی گئی ہے۔ اور ولایتِ خاص الخواص کے اہالیان کے طریقے کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ اصلی علم جس سے عارف کو حصّہ ملا ہوا ہوتا ہے، علم سے جہالت ہے۔ لیکن اس جہالت کا حصول، عارف کی اس توجہ کے پوری طرح مٹ جانے کے بعد ہے، جو حق کے بغیر حق ہے۔ اور توجہ کا مٹ جانا محض نایافت کی طرف توجہ کرنا ہے، نہ کہ معدوم کی طرف۔ یعنی مجہول الکیف ہونے کے اعتبار سے وہ پوشیدہ مراتب میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں توجہ، اور توجہ کرنے والا، جس کی طرف توجہ کی جائے کے رنگِ لاثانی میں نظر آتا ہے۔

غیب النفسی اور غیب النبی کے درمیان عدم امتیاز کی وجہ سے ظاہر ہونا، بلکہ توجہ کا مٹ جانا، حقیقتِ نایافت کے ظہور پر موقوف ہے۔ اور یہ عارف کی توجہ کے بغیر صفاتِ واجبی کی مظہریت سے حصہ پانا ہے۔ اور چونکہ یہ نسبت، مرتبہ کے بعد ہے، اس لیے اس درجے کے نچلے لوگوں کو نایافت سے نوازا گیا ہے اور ان میں سکون جائز رکھا گیا ہے۔ اس لیے بے توجہی کا مرتبہ ایک نقطہ کی طرح ہے اور توجہ کا مرتبہ کثرت سے ظاہر ہے۔ اور مرتبۂ نبوتِ انبیاء کے بارے میں بات کرنے کی طاقت کس میں ہے۔ تاہم ان مراتب کے اہالی کی تعلیم کے مطابق اس قول کی تحقیق یوں معلوم ہوتی ہے کہ بندے کے حق میں کمالِ عرفان اس وقت ثابت ہوتا ہے جب، بے توجہی کی وجہ سے ایمان باللہ سے محض حاضر ہونا ہو، جبکہ نہ مظہریت ہو نہ مطالعہ مظہریت۔ پس اس سب سے زیادہ برحق مرتبے کے نیچے ہر نچلا مرتبہ کثرت کا مرتبہ ہے۔ وحدتِ ایمانی کے اس بلند مرتبہ تک نچلے مرتبے کے لوگوں کے نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے اِسے کثرتِ علمی سے ظاہر

کیا گیا ہے اور یہ بندوں پر اللہ کا لطف ہے۔ اور ہر مرتبہ کے اہل کو کثرت کے ضمن میں ایمان کی وحدتِ حقیقی سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالٰے کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے، اور وہ بڑا فضل والا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہو گیا، کہ وہ جہل، جو کثرت کا سبب ہے، جہلِ نسبی ہے۔ اور یہ ناپسندیدہ نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے اور الجاہلون کی کثرت میں کثرت کا فعل، حقیقی فاعل کی طرف نہیں، بلکہ مجازی کی طرف ہے۔ یعنی سبب کی سند، سبب کی طرف ہے۔ وہ عدم استعداد کی وجہ سے اس میں زیادتی کرنے کا سبب بنا۔

مکتوب : ۱۶۲

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی" کی تحقیق کے جواب میں حافظ محمد عیسٰےؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

آپ کا مکتوب، چند سوالات پر مشتمل تھا۔ اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی۔ لکھا گیا تھا کہ عالمِ ارواح سے "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں؟) کا خطاب کیا گیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے "قَالُوْا بَلٰی" (بے شک آپ ہیں) کہا۔ اس وقت، جب ارواح لباسِ عنصری میں ملبوس ہوئیں، اس حد تک کہ اپنی معروف زبان (لغت) یعنی عربی وغیرہ نہیں سمجھ سکتی تھیں، روح کے گھوڑے اور جسم کو، چیونٹیوں کی طرح باہر نکال کر، اور عقل و تمیز دے کر اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں) کے الفاظ سے خطاب کیا اور انسانوں کے قول کے مطابق "ہاں"، کہہ کر ایک عہد باندھ لیا۔ اور عہد باندھنے کے بعد حضرت آدمؑ کی پشت میں واپس چلی گئیں۔ ایسے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس کے بعد جب ہر انسان اللہ تعالٰے کی مرضی اور ترتیب سے حضرت آدمؑ کی پشت سے پیدا ہوا اور مختلف وسیلوں سے پیدا ہو رہا ہے، تو "جب کچھ بھی نہ تھا" کا ظہور ہوتا ہے۔

اور چونکہ انسان اپنی زبان کی طاقت، اور سمجھ نہیں رکھتے، اس لیے دُوسری زبانوں سے بے خبر ہو گئے۔ اور اس میں باریک رمز ہے، جسے اللہ سبحانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جب رُوح کو جسم سے فائدہ اٹھا کر ادراک، صفات اور معانی کی قوت عطا کریں گے تو منکر نکیر کا جذب اور اکثر دوسرے علوم ان پر آسان ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے۔

واضح ہو، کہ اللہ سبحانہٗ کی ذات کا مرتبہ چونکہ اپنی ذاتی قابلیات کی بنا پر ازل ہی سے ثابت ہے، اس لیے صُوفی محققین کے نزدیک دراصل تجرّد کا اطلاق، جس کا مطلب صفات سے قطع نظر کرنا ہے، جائز نہیں۔ البتہ سمجھنے اور خیال کرنے میں ذات وصفات کے ظہور کے بیان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لیے مجبوراً حیثیت مفہوم کے اعتبار سے ہر مرتبہ کو تجرّد سے بیان کیا جاتا ہے۔

مزید برآں کیا ہماری ذات اور کیا ہماری صفات، دراصل یہ سب کچھ اللہ سبحانہٗ کی جامع کمالات ذات کا فیض ہے، جو ہماری ذات میں صفاتِ کمال پائی جاتی ہیں۔ پس ظاہری صفات میں سے جو فیض ظاہر ہوتا ہے، وہ بھی اس کی ذات کی بدولت ہے۔ پس اسے سمجھئے۔

مکتوب : ۱۶۳

ایک عزیز کے نام منع شدہ امور کے بارے میں لکھا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، اس کے رسُولؐ اور آلِ رسُول پر صلوٰت وسلام۔ اے زمانے کے سادہ لوح لوگو، زمانے کے بے خطر فقراسے تم یہ توقع کرتے ہو کہ تحفوں کے عوض میں وہ اپنے آپ کو اس قسم کے ممنوعہ

اُمور ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہیں، تمہارے ساتھ شریک کرلیں۔ اور اس بے فائدہ مصیبت پر راضی ہو جائیں۔ کتنی عجیب بات ہے، وہ نہیں جانتے کہ اس گروہ کی برکت ان ممنوعہ اُمور کے ترک کرنے میں ہے، اگر وہ اپنے باطن کو رتی بھر بھی اس قسم کے کاموں میں مشغول کریں گے، تو ان کی اصلی جمعیتِ خاطر، اور حقیقی قُرب ان سے چھن جائے گا۔ اور پھر کرامت کی بجائے ان سے استدراج (کافر کی کرامت) ظاہر ہوگا۔

میرے عزیز، یہ گروہ تمہاری خیر خواہی کے لیے ہے، اور اگر خیر خواہ نہ بھی ہوں، کم ازکم ان کی طرف سے تمہارے حق میں بدخواہی ہرگز نہیں ہوگی، خواہ انہیں تمہارے خیال میں تمہیں آرام وزینت ہی حاصل ہو۔ پس اس گروہ سے اس قسم کا تعلق نہ چاہو، بلکہ انجام بخیر مانگو۔ تاکہ ان ناگوار اُمور کی وجہ سے تمہارے ایمان، ظُلمت آلودہ نہ ہو جائیں، اور چونکہ بھیجی ہوئی شئے کا لانا، معروف شرائط سے مشروط ہوتا ہے،" اور جب شرط ختم ہوگئی، تو مشروط خود بخود ختم ہو گیا"

اس لیے بھیجی ہوئی اشیا قبول نہیں کی جاتیں، اور معذرت کر دی جاتی ہے۔

مکتوب : ۱۶۴

میاں اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

نایافت کے معاملے میں سالک کو دلوارہ کی طرح ہونا چاہیے۔ کہ سراسر پریشانی اور سرگردانی ہے۔ کیونکہ حضرت الیشاںؒ نے فرمایا ہے۔

عجب ایں نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست عجب ایں است کہ من واصلِ سرگردانم

(ترجمہ) تعجب اس بات میں نہیں کہ دوست کو چاہنے والا سر گشتہ ہو جائے، تعجب

تو یہ ہے کہ میں وصل میں بھی سرگرداں ہوں۔
شاید آپ نے نایافت کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ورنہ نایافت کے اندر وصلِ حقیقی ہے۔ پہاڑ سے ٹکر مارنا، شیطان کے وسوسوں میں سے ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ کی دریافت ہے، بے کیفی کی ہر قسم کی یافت، نایافت سے پیدا کرو۔ اور بس۔

مکتوب: ۱۶۵

عزیزوں کے نام لکھا گیا۔
اے اللہ! تو جاننے والا ہے۔ سب تعریف تیرے لیے ہے۔ تیرے نیک بندوں پر سلام ہو۔
تُو اپنے فضلِ خاص سے کسی بہانہ کے بغیر اپنے اولیا کو اپنی تجلیات کے انوار سے ابتدا اور وسط میں نوازتا ہے، ان کی صلاحیت کو بارِ امانت اٹھانے کے قابل بنانے کے لیے پالتا ہے۔ اور اس کے بعد فضلِ اخص سے تجلیات کی طرف توجہ کی قید سے نجات دے کر شہود کے مراتب پر، جو پوشیدہ وصل میں شامل ہیں، سرفراز کر کے نایافت عطا کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے لطیف طریقے سے کسی بہانہ کے بغیر اخص الخواص میں داخل کر کے نایافت کی حقیقت سے سرفراز کرتا ہے۔ سُبحان اللہ، تیرا یہ اقتدارِ کمال۔ تو بعض کو مرتبہ ولایت کی مناسبت کے اعتبار سے زیادہ تر خلوت کی رغبت دیتا ہے۔ اور ان کے کاروبار کو تنہائی کے مکان میں جاری و ساری فرماتا ہے۔ اور بعض کو اس مقام سے پختہ کر کے جلوت میں لاتا ہے اور ارشادِ عام (وعظ) کے مرتبے سے کہ انبیاؑ کا خاصہ ہے، ان کی مکمل پیروی کی وجہ سے فیض یاب کرتا ہے۔ پہلے گروہ کے حق میں جلوت کو سمِ قاتل بنایا اور دوسرے گروہ کے حق میں خلوت کو عین نقصان قرار دیا، لیکن ان کی دلی خلوت

کی وجہ سے انہیں مرتبہ خلوت میں ہی ترقی بخش دی۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اس عاجز کو اس بہت بڑے گروہ کا کچھ حصہ عطا فرما دے اور آہستہ آہستہ دونوں طرح کے بلند مراتب پر فائز کر دے ۔ ع از کریماں کارہا دشوار نیست (کرم کرنے والوں کے لیے ایسے کام مشکل نہیں)

اے خلوت و جلوت کے بلند مرتبہ لوگو، اس گروہ کے غریب مشتاق کا سلام قبول کرو۔ اور علمی مراتب کی زیادتی کے لیے دعا کرو۔ حصولِ مُلاقات تک چند مشفقانہ الفاظ کے ذریعے اس تعلق کو استوار کرو۔

فائدہ :- اللہ تعالےٰ کے کلام کی تحقیق کے بارے میں یہ بات سمجھ لو۔ کہ قرآن شریف کے کلام کے سات مرتبے ہیں۔ تین مرتبے "وجوبی" ہیں۔ اور چار مرتبے امکانی ہیں۔ تین وجوبی مرتبے یہ ہیں :- وجودِ کلام، نورِ کلام، اور کلام کرنیوالے پر ظہورِ کلام اور چار امکانی مرتبے یہ ہیں :- پہلا نفسِ مدعا، جو حرف و آواز ہے، اگرچہ وہ نُورانی ہیں، کیونکہ اس کا حصّہ حضرت جبرائیلؑ کو عطا ہوا ہے اور جیسا کہ یہ طے شُدہ بات ہے کہ "جبرئیل نے آواز کو سُنا ... الخ" دوسرا یہ کہ اگرچہ مخلوق ہے، لیکن کسی مخلوق کو اس میں تصرف کی گنجائش نہیں تیسرا یہ کہ اُس کے حرف و الفاظ جسم رکھتے ہیں، جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا بیان، اور آنحضرت فرشتے کے کلام کے سوا کوئی اور اطلاع نہیں رکھتے تھے۔ اور چوتھا۔ اس کے جسمانی حروف و آواز جیسا کہ نبی کریمؐ صحابۂ کرام کو فیضِ عام کے واسطے بیان کرتے تھے۔

مکتوب : ۱۶۶

حاجی صُوفی عبدالکریمؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

شرُوع شرُوع میں لطائف کا ذکر حاوی ہوتا تھا۔ کیونکہ ذکر اسم میں تھا۔ جب مسمّٰی حقیقی جو بالتحقیق اللہ ہے، زور مارتا ہے تو مسمّٰی حقیقی کے

حضوریں بے کیفی سے سرفراز ہو جاتا ہے اور چونکہ بزرگوں کی اصطلاح میں پہلے مرتبے کے ذکر کو "اسمی" کہتے ہیں، اس لئے جب مسمّٰی کے حضور میں یہ زور مارتا ہے، اسے علم حضوری کہتے ہیں۔ یہ کمالاتِ صفات کا ظہور ہے۔ اور جب ذاتِ حقیقی اپنی صفات کے مرتبہ کا ظہور کرتی ہے، تو اس مرتبہ کو حضورِ علمی کہتے ہیں۔ اگرچہ حضورِ صفات بھی بے کیفی سے ہے لیکن ذاتِ حقیقی کے مرتبے میں علم حضوری اور حضور علم کے بغیر حضور در حضور ہے۔ اس مرتبہ میں جیسا کہ علمِ حضوری کے مرتبے میں ذکر ہو چکا ہے، علمِ حضوری کے حضور میں حضور، اور حضورِ علم جذب ہو جاتا ہے اور ایمانِ حقیقی کے حضور در حضور میں ذاتِ حقیقی ہے، اور بے کیفی میں یکتا یقین ہو جاتا ہے۔ اور اس جگہ حقیقی بے کیفی سے متحقق ہوتا ہے۔ حضور در حضور کا یہ مرتبہ، سرِ حقیقت، خفیِ حقیقت اور اخفیِ حقیقت سے تعلق رکھتا ہے، اگرچہ نچلے تین مرتبے بھی تینوں لطائف سے تعلق رکھتے ہیں، یہ مرتبہ سردار کا ہے۔ اور وہ مرتبے تابع اور مطیع کے ہیں۔ کہاں یہ اور کہاں وہ۔ مقصود تو تنوع سے ہے اور وسط کے وہ مرتبے آہستہ آہستہ ترقی پر ہیں۔

اللہ کا شکر ادا کرو۔ کہ اُس نے تمہیں یہ نعمت عطا فرمائی۔ دُوسرے لوگوں کو تو یہ چیز مدتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرو۔ اور فاتحہ خیر پڑھو تاکہ حق تعالےٰ اس مرتبے کو قائم رکھے۔

مکتوب: ۱۶۷

صُوفی عبدالکریمؒ کے جواب میں لکھا گیا۔

اولیا کی دو جماعتیں ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت حق تعالےٰ سے دعا کرنے کو جائز نہیں سمجھتی، کیوں کہ اس جماعت کے نزدیک جو ہے، تقدیر میں پہلے ہی مقرر کیا جا

چُکا ہے، اس لیے وہ دعا مانگنا بے ادبی سمجھتی ہے۔ دُوسری جماعت یہ سمجھتی ہے کہ تمام چیزیں پہلے ہی مقدر ہو چکی ہیں، لیکن ان کا مقدر ہونا دو طرح کا ہے۔ ایک تقدیرِ مُبرَم پر مقدر، جس کا بدلنا کسی طرح بھی جائز نہیں، اس لیے مُبرَم کے سلسلے میں دعا کرنا وقت ضائع کرنا ہے دوسری تقدیرِ معلّق، اور یہ وہ ہے کہ اُس کا بدل جانا دُعا پر موقوف ہے۔ چونکہ وہ دُعا پر معلّق ہے، دُعا سے بدل جاتی ہے، اور یہ بالکل معلوم نہیں، کہ تقدیرِ مُبرَم کونسی ہے اور تقدیرِ معلّق کونسی! اس لیے بندگی کا شیوہ یہی ہے، کہ چونکہ حق تعالےٰ نے تقدیرِ مُبرَم کو دُعا سے معلّق نہیں کیا اور تقدیرِ معلّق کو دُعا پر موقوف فرمایا ہے، اس لیے بندے کو چاہیے کہ تقدیرِ معلّق کے لیے دُعا کرے، کیونکہ حق تعالےٰ نے جس شئے کو دُعا پر معلّق فرمایا ہے، وہ ہو جائے۔ دُعا نہ کرنا حق تعالےٰ کی مخالفت کرنا ہے، اور ایسا کرنا ممنوع ہے ہمارے بزرگوں کا تعلق دوسری جماعت سے ہے، جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخالفت نہیں کرتی، بلکہ "دُعا پر معلّق" کی نیّت سے دُعا کرتی ہے۔ پہلی جماعت جو دعا نہیں کرتی، شاید سب کو تقدیرِ مُبرَم کے تحت ہی سمجھتی ہے، یا نہیں سمجھتی، حق تعالےٰ ہی ٹھیک سمجھتا ہے۔ اور اللہ جلّ شانہٗ کے حضور میں "دعا پر معلّق" اُمور کے سلسلے میں دعا کرنا عین ادب ہے، اور کو نہ دستوں میں نہیں ہونا چاہیے۔

تمت بالخیر

حضرت شیخ عبد النبیؒ کے وصال پر پہلا مرثیہ مع تاریخ وصال

(۱) افسوس! ہماری ظاہر بین نگاہوں سے اولیاء کے چراغ کا نُور اوجھل ہو گیا۔

(۲) وہ سالکوں کے لئے شام افروز چاند اور صبحِ ہدایت کے آفتاب کی روشنی تھا۔

(۳) وہ ایسی محفل کی شمع تھا، جس کی شان میں آیا ہے کہ "وہ اس دارِ فانی سے رُخصت ہو کر مرتے نہیں"۔

(۴) اُس نے حریمِ خداوندی کا احرام باندھ کر دارِ بقا کا سفر اختیار کر لیا ہے۔

(۵) وہ اہلِ اللہ کا بادشاہ اور صوفیاء کی پناہ گاہ تھا، وہ نیک لوگوں کا پیشوا اور پاک لوگوں کا سرتاج تھا۔

(۶) وہ قدر و منزلت کا قبلہ اور مرکزِ اعتبار تھا۔ وہ عزت کی شان اور عظمت و بزرگی کی جان تھا۔

(۷) وہ صاحبِ عرفاں، صدق کا نُور، دین کا رہنما۔ حق الیقین کا مالک اور ہدایت کا ماہِ کامل تھا۔

(۸) وہ ہدایت کا منبع اور رہنمائی کے سُمندر کا ماخذ تھا۔

(۹) وہ شخص، پیر و مرشد حضرت عبد النبیؒ تھا، جو اہلِ توحید و سلوک کے لئے مایۂ افتخار تھا۔

(۱۰) وہ آسماں کے مرتبہ والا ایسا برگزیدہ انسان تھا کہ مہر و ماہ بھی نُور حاصل کرنے کے لیے اُس کی خاک سے التجا کرتے تھے۔

(۱۱) اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے اُس کی پاک رُوح پر ہمیشہ اپنی رحمت نازل فرماتا رہ!

(۱۲) اُس کے مرقد سے دوستوں کے باغ میں ابرِ فیض سے پھُول کھلاتا رہ!

(۱۳) افسوس! اُس کے دل افروز فیض کے سُورج کو گہن لگنے سے روشن صبح، شام کی طرح تیرہ و تار ہو گئی۔

(۱۴) دنیا دیکھنے میں تاریک ہوگئی۔ شمع کے بغیر اہلِ خانہ کے لئے اندھیرا چھاگیا۔
(۱۵) قضا کے شرربار قلم کے دھوئیں نے دِل کو جلا دیا اور اُسے زخم زخم کر دیا۔
(۱۶) موت کی آگ سے دل کباب ہوگیا۔ اس نے جہاں کو اِنتہائی بلندی سے اِنتہائی پستی میں پھینک دیا۔
(۱۷) آنکھوں سے خون کے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا، جس نے رستے کے ہر پُل کو توڑ پھوڑ دیا۔
(۱۸) اس جگر سوز اور ہولناک واقعہ کو دیکھکر آسمان حیرت زدہ ہوگیا۔
(۱۹) اُس عالی جناب کی تاریخِ وفات کے لئے جب دل نے سوچ بچار کی،
(۲۰) تو حُسنِ طلب کے آخر کی بدولت اُسے معلوم ہوا کہ آفتابِ ہدایت گہن میں آگیا۔

○

دوسرا مرثیہ مع تاریخِ وصال

(۱) وہ با صفا اور علمِ لدنی (خداداد علم) کا مالک تھا۔ وہ عرفان کا سمندر اور خدا کے نُور کا مظہر تھا۔
(۲) اُس کے وجُود سے دُنیا نے فیض پایا ہے اور آخرت بھی چمک اُٹھے گی۔
(۳) اُس نے لفظ اور معنی دونوں کی تحقیق کی۔ وہ نکتہ داں، دستگیر اور ہمارا پیر و مُرشد تھا۔
(۴) اے اہلِ ذہانت، اگر آپ ایک حرف بھی سمجھیں، تو ہر مصرع کے شروع میں اس کا نام آئے گا۔
(۵) میں اس عالی جناب کی پھر تعریف کرتا ہوں۔ وہ عالمِ ناسُوت (دنیا) اور عالمِ ملکُوت (عالمِ ارواح) کا ہُما (ایک مبارک پرندہ) تھا۔
(۶) اُس قُطبِ عالم اور غوثِ اعظم رہنما نے دو سانسوں میں عالمِ جبرُوت (اللہ کے مرتبۂ صفات)

اور عالمِ لاہُوت (اللہ کے مرتبۂ اسماء) کے مقامات کو طے کر لیا۔

(۷) اُس نے امامت کے اندر خلافت کا مرتبہ پایا اور انبیاء کے مقامِ نبوّت و ولایت سے بھی حصّہ لیا۔

(۸) وہ اَولیاء اللہ کا سرتاج، نبوّتِ احمدی کے کمالات سے بہرہ ور ہوا۔

(۹) وہ صدق و خلوص میں ابوبکرؓ، عدل و انصاف میں فاروقؓ، شرم و حیا میں عثمانؓ اور علم و فضل میں علی کرّم اللہ وجہہ کی مثال تھا۔

(۱۰) وہ اجتہاد میں ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ تھا اور فہمِ شریعت میں مالکؒ اور حنبلؒ تھا۔

(۱۱) وہ حقیقت اور طریقت میں خاص الخاص تھا۔ وہ معرفت کے میدان میں خصوصی رہنما تھا۔

(۱۲) اُس کی بدولت دِل، رُوح اور سر روشن تھے۔ وہ چودھویں کا چاند 'خفی' میں بھی 'خفی' تھا۔

(۱۳) جب وہ مہرِ عالم تاب اِس جہانِ فانی سے جہانِ باقی کو چلا گیا۔

(۱۴) تو دنیا میں اندھیرا چھا گیا اور ساتوں زمینیں اور نو کے نو آسمان تیرہ و تار ہو گئے۔

(۱۵) جب میں نے عقل سے بڑے صدق و خلوص سے اس کی تاریخِ وصال پوچھی۔

(۱۶) تو ہاتف نے کہا کہ 'بخشش'، 'جُود' (سخاوت) 'کرم'، 'حلم' (بُردباری) اور 'حیا' بے سروپا ہو گئے۔

(۱۷) نُور اُس کے روضہ کے گرداگرد قربان ہو گیا۔ خُدا کرے کہ ہدایت کا نُور اس کی دستگیری کرے۔

○

تشریح تاریخ ہائے وصال

پہلے مرثیہ میں حضرت شیخ عبدالنبیؒ کی تاریخِ وصال بحروف ابجد نکالی گئی ہے۔ چونکہ اکثر حضرات کو حروفِ ابجد کے اعداد سے آگاہی نہیں اور انہیں اس بات کا علم نہیں کہ عربی اور فارسی (اور ان کے تتبّع میں اُردو) کے ہر حرف کے عدد مقرر ہیں، اس لئے بطورِ تعارف حروف ابجد کے اعداد بھی بیان کئے جاتے ہیں، تاکہ تاریخ کے سمجھنے میں سہولت رہے اور پوری طرح محظوظ ہُوا جا سکے۔

حُروفِ ابجد اور اُن کے اعداد:

ابجد				ہوّز			حُطّی			کلمن				سعفص			
ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨	٩	١٠	٢٠	٣٠	٤٠	٥٠	٦٠	٧٠	٨٠	٩٠

قرِشت				ثخّذ			ضظّغ		
ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
١٠٠	٢٠٠	٣٠٠	٤٠٠	٥٠٠	٦٠٠	٧٠٠	٩٠٠	٨٠٠	١٠٠٠

پہلی تاریخِ وصال منظوم فارسی:

یہ تاریخ مرثیہ کے آخری شعر

یافتہ از غایتِ حُسن طلب   منکشف گردید مہرِ اہتدا

(آفتابِ ہدایت کو گہن لگ گیا)

میں پوشیدہ ہے۔ "غایتِ حُسنِ طلب" کا مطلب اس ترکیب کے آخری حرف 'ب' کے عدد کو دوسرے مصرعہ "منکسف گردید مہرِ ابتدا" کے اعداد میں جمع کرنا ہے، جس سے تاریخِ وصال نکلتی ہے، جو نہایت موزوں اور بامعنی ہے۔

تشریح:

اہتدا	مہر	گردید	منکسف
ا ہ ت د ا + ب	م ہ ر	گ ر د ی د	م ن ک س ف
۱ ۵ ۴۰۰ ۴ ۱ + ۲	۴۰ ۵ ۲۰۰	۲۰ ۲۰۰ ۴ ۱۰ ۴	۴۰ ۵۰ ۲۰ ۶۰ ۸۰
(۴۱۱) + ۲ = ۱۱۴۶ھ	(۲۴۵) +	(۲۳۸) +	(۲۵۰) +

دوسری تاریخِ وصال نثر میں:

دوسری تاریخِ وصال نظم کی بجائے نثر میں "خلیفۂ عالی برحق" کی بامعنی ترکیب میں کہی گئی ہے۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے:

برحق	عالی	خلیفہ
ب ر ح ق	ع ا ل ی	خ ل ی ف ہ
۲ ۲۰۰ ۸ ۱۰۰	۷۰ ۱ ۳۰ ۱۰	۶۰۰ ۳۰ ۱۰ ۸۰ ۵
(۳۱۰) = ۱۱۴۶ھ	(۱۱۱) +	(۷۲۵) +

تیسری تاریخِ وصال فارسی نظم میں:

دوسرے مرثیہ میں تاریخِ وصال نہایت عمدہ اور مرموز پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ اس مرثیہ میں تاریخِ وصال مرثیے کے آخری سے پہلے شعر ؎

گفت ہاتف بے سروپا می شدند بخشش وجود وکرم، حلم وحیا

میں پوشیدہ ہے۔ اس میں رمز یہ ہے، کہ "بخشش"، "جود"، "کرم"، "حلم" اور "حیا" کے الفاظ کو اگر "بے سروپا" کر دیا جائے، یعنی ان الفاظ کے پہلے اور آخری حرف کو کاٹ دیا جائے، تو باقی ماندہ حروف کے اعداد کے مجموعہ سے تاریخِ وصال نکل آئے گی، تشریح حسب ذیل ہے:

حیا	حلم	کرم	جُود	بخشش
حؔ یؔ اؔ	حؔ لؔ مؔ	کؔ رؔ مؔ	جؔ وؔ دؔ	بؔ خؔ شؔ شؔ
۱۰	۳۰	۲۰۰	۶	۳۰۰ ۶۰۰

۹۰۰ + ۶ + ۲۰۰ + ۳۰ + ۱۰ = ۱۱۴۶ھ

اس میں فن تاریخ کے علاوہ شعری خوبی یہ ہے کہ حضرتؒ کی وفات سے بخشش، جُود، کرم، حلم اور حیا کے سر اور پیر کٹ گئے، گویا حضرتؒ کے اُٹھنے سے یہ صفات بھی دنیا سے اُٹھ گئیں، اور لوگ ان کی برکتوں سے محروم ہو گئے۔

تشریح از

مشتاق احمد بھٹی، ایم اے

○

صحت نامۂ اغلاط

مکتُوباتِ شریفہ کی کتابت جیساکہ مسودّے سے واضح ہے، ۱۱۹۷ھ میں مکمل ہوئی۔ دو سو سال کے اس عرصے میں فارسی رسم الخط میں خاصی تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں، جن کی وجہ سے ایک عام فارسی دان کو بعض جگہ قرینے اور قیاس سے کام لینا پڑتا ہے، جبکہ بعض جگہ کتابت کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ ان وُجوہ سے مکتُوبات کی املا کی درستی کی خاطر اغلاط کا صحت نامہ ضروری ہوگیا۔

فارسی زبان نے اپنا موجودہ رسم الخط عربی زبان سے لیا ہے، جس طرح فارسی کی پیروی میں اُردو نے بھی اضافوں کے بعد یہی رسم الخط اختیار کرلیا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اہلِ ایران کی تہذیب و ثقافت ہر لحاظ سے اسلام کے ڈھانچے میں ڈھل گئی تھی اہلِ ایران کا اصل رسم الخط دوسری تمام آریائی زبانوں کی طرح بائیں سے دائیں تھا، جبکہ تمام سامی زبانوں کا رسم الخط جیساکہ عربی زبان ہے، دائیں سے بائیں ہے۔ رسم الخط کی اس تبدیلی سے عربی حروف بھی اختیار کرنے پڑے۔ اور جو آوازیں عربی رسم الخط میں نہیں تھیں، ان کو بھی ادا کرنے کے لئے ان آوازوں کے قریب المخرج حروف اختیار کرنے پڑے، جنہیں قرینے سے سیاق و سباق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قاری خود سمجھ جاتا تھا۔ بعد میں مرُورِ زمانہ سے اس اُلجھن کو دُور کرنے، اور امتیاز پیدا کرنے کے لئے ایسے حروف پر کچھ علامتوں کا اضافہ کرکے نئے حرف وضع کرلئے گئے، مثلاً "پ" کی آواز کو ظاہر کرنے کے لئے "ب" کے نیچے اور "چ" کی آواز کے لئے ج کے اندر دو نقطے بڑھا دیئے گئے، اور "گ" کی آواز کے لئے "ک" کے اُوپر ایک

کشش کا اضافہ کر دیا گیا۔

اس قدیم قلمی نسخے میں بھی پُرانا اندازِ تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں "گ" کو ہر جگہ "ک" ہی لکھا گیا ہے، خواہ اس طرح فارسی کے دوسرے بامعنی الفاظ سے التباس ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً 'گردن' کو 'کردن'، 'گشت' کو 'کشت'، 'گاہ' کو 'کاہ' لکھا گیا ہے۔ اب "گ" فارسی زبان کا ایک ایسا حرف ہے، جس کا استعمال عام ہے۔ اس کے کئی مصادر اور الفاظ میں "گ" کی آواز شامل ہے، جیسے گفتن، شگفتن، گردیدن، گماشتن وغیرہ۔

اس طرح کاتب نے الف ممدودہ کو بعض جگہ استعمال کیا ہے، لیکن اکثر وبیشتر استعمال نہیں کیا، مثلاً آدم کو ادم، آرام کو ارام اور آن کو ان لکھا ہے۔

اس قسم کے اندازِ تحریر سے مسودّے کا ہر صفحہ غلطیوں سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ اگر ان تمام اغلاط کی جامع فہرست تیار کی جاتی تو اچھا خاصا ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جاتا۔ اسلئے اس طرح کی اصولی غلطیوں کو قاری کی عقل و فہم پر چھوڑ کر کتابت کی اُن غلطیوں کی تصحیح کے لئے فارسی مکتُوبات کے آخر میں جدول کی صورت میں صحت نامہ شامل کر دیا گیا ہے۔ جنکی موجودگی میں ایک عام فارسی داں کو مشکل پیش آسکتی تھی۔ مکتوبات کے نفسِ مضمون کی پاکیزگی کے پیشِ نظر یہ احتیاط ضروری سمجھی گئی کہ مکتُوبات کی املاحتی الوسع اغلاط اور مغالطوں سے پاک ہو۔ اس قلمی عبارت میں اس لئے درستی نہیں کی گئی، کیونکہ اس طرح پُرانے آثار کی تقدیس و حُرمت کے زائل ہونے کا اندیشہ تھا۔

جدول

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱	۲۷	۳	اولا	اوّلاً
۲	۲۷	۷	مدفق	مدقّق
۳	۳۳	۱	الا	اِلّا
۴	۳۳	۶	اجمالا	اجمالاً
۵	۳۳	۷	ذاتا	ذاتاً
۶	۳۴	۵	ستہ	ستّہ
۷	۳۴	۱۴	تکلم معاش	تکلّم وسعاش
۸	۳۶	۵	قلب سوید	قلبِ مرید
۹	۳۶	۹	جست	جہت
۱۰	۳۷	۵	نخشوع	بخشوع
۱۱	۳۷	۹	مسازد	بسازد
۱۲	۳۸	۱	ننجی	بہ ہنجی
۱۳	۳۸	۱۱	سیہ	سیّر
۱۴	۴۰	۱	اصلاح	اصطلاح
۱۵	۴۰	۵	داست	داشت
۱۶	۴۰	۶	اہولایت	اہلِ ولایت

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۷	۴۳	۱۳	اجمالا و تفصیلا	اجمالاً و تفصیلاً
۱۸	۴۴	۳	مُبرا	مُبّرا
۱۹	۴۷	۱	رضو	رضُوا
۲۰	۴۸	۱۱	مظفہ	مضغہ
۲۱	۴۹	۶	تجوز	تجویز
۲۲	۴۹	۹	مبلس	مُتلبّس
۲۳	۵۱	۹	عبدالرسید	عبدالرشید
۲۴	۵۶	۷	اولا اجمالا	اولاً اجمالاً
۲۵	۵۷	۲/۱	اُوُیں مرتبہ شہودہ اولیہ راشہود اول نامند"	مکرّر لکھا گیا ہے۔
۲۶	۵۸	۴	مقتقبات	مقتفیات
۲۷	۵۸	۱۱	اولا	اولاً
۲۸	۵۸	۱۵	ثانیا	ثانیاً
۲۹	۶۰	۱۴	اکاہ	آں گاہ
۳۰	۶۳	۹	نبض	بہ نصّ
۳۱	۶۴	۸	دات	ذات
۳۲	۶۵	۳	صلبی	سلبی
۳۳	۶۷	۳	ملاذمت	ملازمت
۳۴	۶۹	۳	ادراک	(مکرّر)
۳۵	۷۱	۹	حققیقی	حقیقتی

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۳۶	۷۲	۶	مثلا	مثلاً
۳۷	۷۲	۱۱	ہود	ہنُود
۳۸	۷۲	۱۱	شرشار	سرشار
۳۹	۷۳	۷	مجبول	مجبور
۴۰	۷۳	۱۳	قطیّہ	قطعیّہ
۴۱	۷۳	۱۴	مکالہ	مکالمہ
۴۲	۷۴	۱	ہود	ہنُود
۴۳	۷۴	۱۲	نعہم اللہ	لعنہم اللہ
۴۴	۷۵	۱۴	کسیفہ	کثیفہ
۴۵	۷۸	۱۴	بایات	بہ آیات
۴۶	۸۱	۷	شرشار	سرشار
۴۷	۸۲	۱۱	شاہد فہمید	نشاید فہمید
۴۸	۸۶	۱۴	علیہم	علیم
۴۹	۹۴	۹	بکلشی	بکُلّ شئ
۵۰	۹۴	۱۳	منطہ تفصیل	منصّۂ تفصیل
۵۱	۹۵	۱۳	خثّبات	حیثیّات
۵۲	۹۷	۱۱	وجوب	وجُوب
۵۳	۹۸	۱۳	سنموع	مسموُع
۵۴	۱۰۴	۶	قراں	قُرآن
۵۵	۱۰۶	۷	قراں	قُرآن

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۵۶	۱۱۱	۹	قرانی	قُرآنی
۵۷	۱۱۱	۱۳	قرانی	قرآنی
۵۸	۱۱۲	۱۰	حضرت پر	حضرت پیر
۵۹	۱۱۴	۱۰	صون	صَوت
۶۰	۱۱۵	۴	مسلہ اختیار	مسئلۂ اختیار
۶۱	۱۱۸	۱۳	منحقق	مُتحقّق
۶۲	۱۱۹	۶	نجیث	خبیث
۶۳	۱۲۰	۱۴	جمع	سمع
۶۴	۱۲۴	۱۰	جیو	جیُو
۶۵	۱۲۷	۱۱	ذاتا وصفاتا	ذاتاً وصفاتاً
۶۶	۱۲۹	۱۱	غیران	غیرآں
۶۷	۱۳۱	۵	ایں طن	ایں ظن
۶۸	۱۴۰	۹	کردن اولیاء	گردنِ اولیا
۶۹	۱۴۳	۳	ازنفاع	اِرتفاع
۷۰	۱۴۳	۷	جمیع اسما	جمیع الاسماء
۷۱	۱۴۴	۸	ازطنیت	ازظلیّت
۷۲	۱۴۶	۱	مسلہ	مسئلہ
۷۳	۱۴۷	۲	قران	قُرآن
۷۴	۱۴۷	۶	کزیر	گریز
۷۵	۱۴۸	۴	علماء طواہر	علمارظواہر

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۷۶	۱۴۹	۱۰	اصمحلال	اضمحلال
۷۷	۱۴۹	۱۵	اصمحلال	اضمحلال
۷۸	۱۵۱	۱۱	مرعوبات	مرغوبات
۷۹	۱۵۱	۱۳	مطہرپرا	مظہرپرا
۸۰	۱۵۲	۸	بوجہ ابکینی	بوجہ ابلیسی
۸۱	۱۵۸	۱۰	علماءظہوا	علماءظواہر
۸۲	۱۶۰	۵	مسلہ	مسئلہ
۸۳	۱۶۳	۴	ازتقی اثبات	ازنفی واثبات
۸۴	۱۶۳	۸	شماں	شاں
۸۵	۱۶۴	۱۳	مجملا یا مفصلا	مجملاً یا مفصلاً
۸۶	۱۷۰	۱	روج	رُوح
۸۷	۱۷۰	۱۳	خارح	خارج
۸۸	۱۷۱	۱۲	ستین	سَبعین
۸۹	۱۷۲	۲	معمور	مامُور
۹۰	۱۷۴	۵	حقبقت	حقیقت
۹۱	۱۷۴	۷	مجی	مُجتّی
۹۲	۱۷۵	۵	صجبت باطنی	صحبتِ باطنی
۹۳	۱۷۵	۷	اہلِ عنا	اہلِ فنا
۹۴	۱۷۶	۵	حجوم	ہجوم
۹۵	۱۸۴	۶	ذکر تربیت	ذکرِ تربیت

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۹۶	۱۸۷	۴	شرح	سُرخ
۹۷	۱۸۷	۵	شرح	سُرخ
۹۸	۱۹۰	۷	باعلے	باعلیٰ / باعلےٰ
۹۹	۱۹۰	۸	بادنیٰ	بادنیٰ / بادنےٰ
۱۰۰	۱۹۱	۵	مجبول	مجھول
۱۰۱	۱۹۲	۱۱	کبری	کُبریٰ
۱۰۲	۱۹۳	۱۰	درسخص	درشخص
۱۰۳	۱۹۵	۱۴	سخص باقی	شخصِ باقی
۱۰۴	۱۹۷	۱۵	احنافی	اضافی
۱۰۵	۱۹۸	۱۰	صفات ومسمبہ	صفاتِ ذمیمہ
۱۰۶	۱۹۹	۳	اولا	اوّلاً
۱۰۷	۱۹۹	۹	منطلق	منطبق
۱۰۸	۱۹۹	۱۵	ہیج	ہیچ
۱۰۹	۲۰۳	۲/۱	ترقی ازمرتبہ معلومات	تکرر ہے
۱۱۰	۲۰۳	۶	مصعات	مصفّات
۱۱۱	۲۱۰	۷	سخصی	شخصی
۱۱۲	۲۱۱	۱	شک وسبہ	شک وشُبہ
۱۱۳	۲۱۳	۹	مرتبہ قدوس خداوندی	مرتبۂ قُدّوسِ خداوندی
۱۱۴	۲۱۳	۱۱	ثصحیح نعلین	تصحیح فعلین
۱۱۵	۲۱۴	۳	تربت	تربیّت

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۱۶	۲۱۵	۷	معقول	غیر معقول
۱۱۷	۲۱۸	۴	رو معنی	ذو معنی
۱۱۸	۲۲۰	۵	قرابت	قِرأت
۱۱۹	۲۲۰	۵	چلول	ملُول
۱۲۰	۲۲۴	۲	حضرت قراں	حضرتِ قُرآن
۱۲۱	۲۲۴	۴	معنا ولفظا	معناً ولفظاً
۱۲۲	۲۲۴	۵	معنا	معناً
۱۲۳	۲۲۴	۷	الہاماً	اِلہاماً
۱۲۴	۲۲۴	۱۰	معنا	معناً
۱۲۵	۲۲۴	۱۴	معنا ولفظا	معناً ولفظاً
۱۲۶	۲۲۵	۱	نجا نجا	نجاً نجاً
۱۲۷	۲۲۷	۵	سراپردہ الاجلال	سراپردہ ہائے جلال
۱۲۸	۲۲۷	۱۴	نروپی	نروبی
۱۲۹	۲۲۸	۱	شاختہ	ساختہ
۱۳۰	۲۳۰	۱۰	بواست	بپیوست
۱۳۱	۲۳۱	۱۱	نورایہ	نُورانیہ
۱۳۲	۲۳۲	۱	منفوخ	منفوخ
۱۳۳	۲۳۴	۸	ممدو قدس	مجدو قدس
۱۳۴	۲۳۷	۱۱	محرز	محترز
۱۳۵	۲۳۹	۱۵	حدت	عدّت

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۳۶	۲۴۰	۹	اجمالاوتفصیلا	اجمالاً وتفصیلاً
۱۳۷	۲۴۲	۳	ملکیک	ملکَین
۱۳۸	۲۴۷	۶	ورشتہ باسند	داشتہ باشند
۱۳۹	۲۴۷	۱۴	مسلہ	مسئلہ
۱۴۰	۲۵۲	۴	اعمالِ ضاہرہ	اعمالِ ظاہرہ
۱۴۱	۲۵۵	۶	سرکت	شرکت
۱۴۲	۲۶۰	۲	جزبہ	جذبہ
۱۴۳	۲۶۱	۴	مرات	مرأت
۱۴۴	۲۶۲	۸	یوماً یغوماً فیوماً	یوماً فیوماً
۱۴۵	۲۶۴	۲	شیخ عبدالنبی	شیخ عبدالغنی
۱۴۶	۲۶۴	۱۴	صجو	صحو
۱۴۷	۲۶۶	۱	زنِ مسلسل	ظنِ مسلسل
۱۴۸	۲۶۸	۱	بہنراز ظہور کمال ثانی	تکرار لکھا گیا ہے۔
۱۴۹	۲۶۹	۲	طیبت	ظلیّت
۱۵۰	۲۶۹	۱۲	مرات	مرأت
۱۵۱	۲۷۲	۵	سخصی	شخصی
۱۵۲	۲۷۴	۹	سخصی	شخصی
۱۵۳	۲۸۱	۹	جرہ	جُرأت
۱۵۴	۲۸۴	۵	انور سفولہ	انوار سفیہہ
۱۵۵	۲۸۵	۷	اولا	اولاً

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۵۶	۲۸۶	۱۴	مجزوبان	مجذوبان
۱۵۷	۲۸۷	۸	المتحن	الممتحن
۱۵۸	۲۹۱	۵	کل	گُل
۱۵۹	۲۹۱	۱۴	قران	قُرآن
۱۶۰	۲۹۱	۱۵	پرخود	پیرخود
۱۶۱	۲۹۲	۱۲	طلال	ظلال
۱۶۲	۲۹۴	۱۱	پراں	پرآں
۱۶۳	۲۹۷	۱	بہوست	پیوست
۱۶۴	۳۰۰	۳	سفضی	مقتضی
۱۶۵	۳۰۱	۶	تخفیفی	تحقیقی
۱۶۶	۳۰۱	۷	مرات	مرآت
۱۶۷	۳۰۱	۱۴	الا	اِلّا
۱۶۸	۳۰۳	۱	الامور مرہوتہ بادقتہا	الامور مرہونہ باوقاتہا
۱۶۹	۳۰۸	۷	.....اللہ یا نوراللہ.....	.....اللہ بل نوراللہ.....
۱۷۰	۳۰۹	۱۵	حقیقی	حقیقتی
۱۷۱	۳۱۰	۶	تحقیق حقین ایشاں	تحقیق حقیقی ایشاں
۱۷۲	۳۱۶	۶	مجھوالکیت	مجھول الکیف
۱۷۳	۳۱۸	۱	تمہ رسولہ	تتمہ اَسولہ
۱۷۴	۳۱۹	۱۱	تبترلات	تنزّلات
۱۷۵	۳۲۰	۳	تبترلات	تنزّلات

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۷۶	۳۲۰	۵	غرموجود	غیر موجُود
۱۷۷	۳۲۲	۷	الف لام	الف لام زائد ہے
۱۷۸	۳۳۴	۱۰	جرات	جُرأت
۱۷۹	۳۳۶	۵	افتاب یک نیزہ	آفتابِ یک نیزہ
۱۸۰	۳۴۰	۴	حقیقی بر حقیقی	حقیقتی بر حقیقتی
۱۸۱	۳۴۶	۵	تمہ	تتمّہ
۱۸۲	۳۴۷	۶	شرع	شرح
۱۸۳	۳۴۹	۴	انضاغ	انصباغ
۱۸۴	۳۴۹	۷	انصاح	انصباغ
۱۸۵	۳۴۹	۱۴	بصعف	بضُعف
۱۸۶	۳۵۱	۱۱	محنصر	مختصر
۱۸۷	۳۵۷	۶	شیخ محمد اکر	شیخ محمد اکرم
۱۸۸	۳۵۹	۶	وفالق	دقائق
۱۸۹	۳۶۰	۱۰	معاتب	معتُوب
۱۹۰	۳۶۰	۱۲	ماتتیاں	ماُتتیاں
۱۹۱	۳۶۹	۷	سخصی	شخصی
۱۹۲	۳۶۹	۱۰	سخص	شخص
۱۹۳	۳۷۶	۱۳	بانتقار	بانتظار
۱۹۴	۳۸۲	۱۲	معاتب	معتُوب
۱۹۵	۳۸۳	۹	بدرطفل	پدرِطفل

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۹۶	۳۸۴	۹	اولا	اوّلاً
۱۹۷	۳۸۴	۱۳	بیفکیفی	بے کیفی
۱۹۸	۳۸۶	۱	معدمہ	مُقدّمہ
۱۹۹	۳۸۷	۵	پہوست	پیوست
۲۰۰	۳۸۸	۱۱	جہر	جہر
۲۰۱	۳۹۰	۷	اتہ تسمیہ	آیتِ تسمیہ
۲۰۲	۳۹۲	۶	نکل کردہ	نقل کردہ
۲۰۳	۳۹۲	۷	سخصی	شخصی
۲۰۴		۶	مفسد غار	مفسدِ نماز
۲۰۵	۳۹۴	۶	اتہ الکرسی	آیت الکرُسی
۲۰۶	۳۹۴	۹	نیت	نیّت
۲۰۷	۳۹۴	۱۱	نیت	نیّت
۲۰۸	۴۰۳	۷	وحول	دخول
۲۰۹	۴۰۴	۱۵	در ولایت اخص	مکرر لکھا گیا
۲۱۰	۴۰۷	۶	بریں مکام	بریں مقام
۲۱۱	۴۱۰	۳	عملی	علمی
۲۱۲	۴۱۰	۸	اصطلاع	اصلاح
۲۱۳	۴۱۱	۴	جبلی	جیلانی
۲۱۴	۴۱۲	۲	بحت	تحت
۲۱۵	۴۱۳	۶	نعتہ مورخہ	نُعتِ معرُوفہ

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
قُرآن	قراں	۵	۴۱۷	۲۱۶
امرِ معلّق	امر معلق	۱	۴۲۰	۲۱۷
نضارتِ گُل	نضارت کل	۲	۴۲۱	۲۱۸
از ثریا بر فگندہ بر ثریٰ	از ثریا	۶	۴۲۱	۲۱۹

مرتبہ

مُشتاق احمد بھٹیؒ ایم۔اے

شجرۂ سلسلہ نقشبندیہ احسنیہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن — مطابق ہجری	تاریخ وصال معہ دن — مطابق عیسوی	مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
۱	فخر الانبیاء، رسالت مآب، سرورِ کائنات، رسولِ مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	پیر ۸ جون ۶۳۲ء	مسجد نبوی مدینہ منورہ	۶۳
۲	حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	سہ شنبہ ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ	منگل ۱۶ اگست ۶۳۴ھ	مسجد نبوی مدینہ منورہ	۶۳
۳	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	سہ شنبہ ۱۰ رجب المرجب ۳۳ھ	منگل ۴ فروری ۶۵۴ء	مدائن عراق	۱۵۰
۴	حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم	سہ شنبہ ۲۴ جمادی الاول ۱۰۱ھ	منگل ۱۲ دسمبر ۷۱۹ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۷۲
۵	حضرت خواجہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	جمعہ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	جمعہ ۶ ستمبر ۷۶۵ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۸
۶	سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز	چہارشنبہ ۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ	بدھ ۲۵ مئی ۸۷۵ء	بسطام — ایران	۱۲۵
۷	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ العزیز	شنبہ ۱۵ رمضان المبارک ۴۲۵ھ	ہفتہ ۳ اگست ۱۰۳۴ء	خرقان ایران	۷۳
۸	حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ ۲۳ صفر ۴۵۰ھ	منگل ۲۱ اپریل ۱۰۵۸ء	طوس ایران	۰۰
۹	حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی طوسی قدس سرہ العزیز	جمعہ ۴ ربیع الاول ۵۱۱ھ	جمعہ ۶ جولائی ۱۱۱۷ء	طوس، مشہد ایران	۷۷
۱۰	حضرت یعقوب یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز	شنبہ ۲۰ رجب المرجب ۵۳۵ھ	ہفتہ یکم مارچ ۱۱۴۱ء	مرو روس	۹۶
۱۱	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ العزیز	جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	جمعہ ۱۷ اگست ۱۱۷۹ء	غجدوان روس	۰۰
۱۲	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ یکم شوال ۶۱۶ھ	منگل ۱۰ دسمبر ۱۲۱۹ء	ریوگر، بخارا روس	۰۰

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن: مطابق ہجری	تاریخ وصال معہ دن: مطابق عیسوی	مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
۱۳	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ العزیز	دوشنبہ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ھ	پیر ۳۰ مئی ۱۳۱۷ء	فغنہ روس	۰۰
۱۴	حضرت خواجہ عزیزان شاہ علی رامتینی قدس سرہٗ العزیز	سہ شنبہ ۲۷ رمضان المبارک ۷۲۱ھ	منگل ۳۰ اکتوبر ۱۳۲۱ء	خوارزم — روس	۱۳۰
۱۵	حضرت خواجہ محمدؐ بابا سماسی قدس سرہٗ العزیز	چہار شنبہ ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ	بدھ ۲ جولائی ۱۳۵۴ء	سماس - بخارا روس	۰۰
۱۶	حضرت خواجہ شمس الدین سید میر کلال قدس سرہٗ العزیز	پنجشنبہ ۱۳ جمادی الآخر ۷۷۲ھ	جمعرات ۲ جنوری ۱۳۷۱ء	سوخار - بخارا روس	۰۰
۱۷	شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ العزیز	دوشنبہ ۲ ربیع الاول ۷۹۱ھ	پیر یکم مارچ ۱۳۸۹ء	بخارا روس	۸۳ سال ۲ ماہ
۱۸	حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ العزیز	شنبہ ۵ صفر المظفر ۸۵۱ھ	ہفتہ ۲۲ اپریل ۱۴۴۷ء	قصبہ بلغنور ماوراء النہر - روس	۰۰
۱۹	حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ العزیز	شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ	ہفتہ ۲۰ فروری ۱۴۹۰ء	سمرقند روس	۸۸ سال ۷ ماہ
۲۰	حضرت مولانا محمدؐ زاہد وخشی قدس سرہٗ العزیز	چہار شنبہ یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ	بدھ ۳ نومبر ۱۵۲۹ء	وخش — ایران	۰۰
۲۱	حضرت خواجہ درویش محمدؐ قدس سرہٗ العزیز	پنجشنبہ ۱۸ محرم الحرام ۹۷۰ھ	جمعرات ۱۷ ستمبر ۱۵۶۲ء	موضع الفراز — خراسان	۰۰
۲۲	حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ العزیز	چہار شنبہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ	بدھ ۲۶ فروری ۱۶۰۰ء	موضع امکنگ نزد بخارا - روس	۹۰
۲۳	کامل اکمل حضرت سید رضی الدین محمدؐ باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز	یک شنبہ ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ	اتوار ۲۰ نومبر ۱۶۰۳ء	دہلی بھارت	۴۱
۲۴	امام ربانی مجدد الف ثانی غوث صمدانی حضرت شیخ احمد فاروقی المعروف بہ سرہندی قدس سرہٗ العزیز	سہ شنبہ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ	منگل ۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء	سرہند شریف بھارت	۶۳ سال ۴ ماہ ۱۴ دن
۲۵	قطب الاقطاب سید آدم بنوری قدس سرہٗ العزیز	جمعہ ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ	جمعہ ۱۹ جنوری ۱۶۴۴ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۳
۲۶	غوث زمان حضرت محمدؐ شریف متقی شاہ آبادی قدس سرہٗ العزیز	۱۰۸۳ھ	۱۶۷۲ء	موضع شاہ آباد انبالہ - بھارت	۶۳
۲۷	سلطان العارفین حضرت حاجی عبد اللہ سلطانپوری قدس سرہٗ العزیز	۱۱۱۹ھ	۱۷۵۷ء	مغلپورہ، دہلی بھارت	۱۲۰

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن — مطابق ہجری	تاریخ وصال معہ دن — مطابق عیسوی	مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
۲۸	قطب عالم حضرت حاجی سید محمد طاہر عالمپوری قُدّس سرہٗ العزیز۔	دوشنبہ ۱۷ جمادی الاوّل ۱۱۱۹ھ	منگل ۱۵ اگست ۱۷۰۷ء	عالمپور ضلع ہوشیارپور بھارت	۱۱۸
۲۹	تاج العارفین قطبُ الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبی شامی قُدّس سرہٗ العزیز	چہارشنبہ ۲۲ ربیع الاوّل ۱۱۴۶ھ	بدھ ۲۲ اگست ۱۷۳۳ء	شامچوراسی ضلع ہوشیارپور بھارت	۱۱۷ سال ۵ ماہ ۲۳ دن

خُلفائے تاج العارفین قطبُ الاقطاب
حضرت شیخ عبدالنّبی شامی نقشبندی قُدّس سرّہٗ العزیز

1. فضیلت مآب حضرت شیخ علی احمد سہارنپوری قُدّس سرہٗ العزیز۔
2. اشرف الاخوان حضرت میاں محمد اشرف قُدّس سرہٗ العزیز۔
3. حضرت حافظ محمد مکمّل قُدّس سرہٗ العزیز۔
4. حضرت میاں محمد قاسم قُدّس سرہٗ العزیز۔
5. فضیلت مآب حضرت شیخ عبدالہادی قُدّس سرہٗ العزیز
6. حضرت میاں محمد شہریار قُدّس سرہٗ العزیز۔
7. حضرت مولانا جان محمد جالندھری قُدّس سرہٗ العزیز۔
8. حضرت شیخ عاشق محمد جالندھری قُدّس سرہٗ العزیز۔
9. حضرت حافظ محمد حسین قُدّس سرہٗ العزیز

صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی

اسلامی نام عبدالنبی رکھا اور اُن سے باطنی فیض حاصل کیا اور آپؒ کو اسلامی تعلیم دینی شروع کر دی جو کہ تمام ہندوؤں کے لئے ایک چیلنج تھا۔ جس کی بنا پر ہندو آپؒ کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ آپؒ کی شادی سری گوبند پور ضلع امرتسر میں لالہ رامن مل کے ہاں ہوئی تھی۔ آپؒ کا ایک بچہ تھا۔ جب آپؒ اپنی بیوی اور بچے کو لے کر دریائے بیاس کے کنارے پر پہنچے تو ہندو آپؒ کے قتل کرنے کے لئے آموجود ہوئے۔ آپؒ نے اپنا مصلا دریا پر بچھا کر اپنے بیٹے اور بیوی کو اس پر بٹھا کر آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی اور دونوں میاں بیوی بچہ کو لے کر دریا کے پار ہو گئے۔ ہندو منہ دیکھتے رہ گئے اور آپؒ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے ہندو سکھ مسلمان ہو گئے۔ آپؒ نے حضرت بابا شیخ عبدالوہابؒ صاحب کی صحبت میں کافی عرصہ گزارا۔ اِن کے بعد آپؒ نے شیخ حاجی عبداللہ سلطانپوریؒ کا دامن تھاما جو غوثِ زماں حضرت محمدؐ شریف متقیؒ کے خلیفہ تھے اور قطب الاقطاب حضرت سید آدم بنوریؒ سے فیض یافتہ تھے۔ جب حضرت عبداللہ سلطان پوریؒ صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کی عدم موجودگی میں آپ حضرت قطب عالم سید حاجی محمد طاہر عالم پوریؒ سے علوم باطنی کا فیض حاصل کیا اور آپ کو تاج العارفین و قطب الاقطاب کا درجہ سرکار سے عطا ہوا۔ آپؒ سے بے شمار کشف و کرامات سرزد ہوئی ہیں۔ اگر وہ تحریر کی جائیں تو کتاب ضخیم ہو جائے گی۔

حضرت سیّد حاجی محمد طاہر عالم پوریؒ سیّد خاندان سے تھے۔ انھوں نے کابل سے دین حق کے لئے ہجرت کر کے ہندوستان میں سکونت اختیار کر کے حجام کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ تاکہ اُن کی روحانیت ظاہر نہ ہو۔ بہت بڑے کامل اولیاء اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ نے ۱۱۸ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار اقدس عالم پور ضلع ہوشیار پور میں مرجع خلائق ہے۔ آپ نے اپنا جبہ مبارک اور دستار مبارک اور ایک بوتل پانی کی اپنے خادم کو دیکر کہا کہ عبدالنبیؒ کو یہ امانت دیدیں۔ اس میں دونوں جہانوں کی روحانیت

کی طاقت منتقل کردی گئی ہے۔ آپؒ خلیفہ اول تھے اور آپؒ نے پیدل حج شریف کیا۔ آپؒ کی شہرت ہندوستان سے لے کر مکہ معظمہ تک پھیل گئی تھی۔ بے شمار مخلوق آپؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ آپ حضرت شاہ محمدؒ غوث قادریؒ کے ہم عصر بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی بیاض "اسرار طریقت" میں ارشاد فرمایا کہ شیخ عبدالنبی شامیؒ طریقہ نقشبندیہ کے ایک نومسلم کامل بزرگ شام چوراسی میں رہتے ہیں۔ حضرت تاج العارفین شامی صاحب نے تصوّف پر بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آپؒ نے اپنے مکتوبات میں بہت کچھ اسرار ارشاد فرمائے ہیں، جو سالکانِ طریقت و حقیقت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ چند ایک مکتوب ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں:۔

مکتوب نمبر ۱۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق تسمیہ جو کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات کا مظہر کامل ہے۔ ال ل ہ (اللہ) ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح پر ہے، جو نہایت غور طلب ہے۔ اس میں معرفت کا خزینہ پوشیدہ ہے۔

ا۔ چشمہ اوّل میں جو لام کی طرف ہے۔ تین سو اسماء جو زبور میں درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ب۔ رحمٰن کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں جو کتب انبیاؑ میں درج ہیں اور اُن کے علاوہ چار اور مذکور ہیں۔ جن میں ہمارے نبیؐ پر تسبیح کی گئی ہے۔

ج۔ رحیم کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں۔ جن کی تسبیح ملائکہ کرتے ہیں اور ہر اسم کا تعلق ایک دوسرے کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔

د۔ چشمہ ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ اُن کا ذکر انجیل میں ہے اور اللہ کے نام میں چار انبیاؑ کا ذکر ہے، جو ہمارے نبیؐ پر سلام اور درُود ہے۔

ہ۔ لام ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ ان کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

و۔ اور لام اوّل میں قرآن پاک میں مذکور ۹۹ نام ہیں اور یہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔

ذ۔ لام کے ساتھ میم کے اتصال سے اسم اعظم ملاحظہ ہو کہ الف میں تمام اسماء جمع ہیں۔

اُور جان لینا چاہیئے کہ اِسم رحیم کے ایک ہزار اسرار بھی ۔ الف اور لام اوّل مندرج کے ہیں، کیونکہ اِسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں اور اسم رحیم کے مراتب لام کے حقائق کا ظہور ہیں۔

مکتُوب ۱۲ ، بعض لوگوں نے منفی صفات کو بھی مثبت صفات کی مانند گیا ہے اور موجود سمجھا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ منفی صفات کا اطلاق کرنا صفت کی نفی کرتا ہے تاکہ صفت کا اثبات کرنا مثلاً (لم یلد) صفت توحید کی نفی ہے۔

مکتُوب ۱۷ ، الف ۔ لام ۔ میم سے وجود کے تین مرتبے مراد ہیں، یعنی الف سے ذات لام سے صفات میم سے اللہ تعالیٰ کی ذات کمالات۔

مکتُوب ۲۱ ، انبیاء کا پہلا قدم اولیاء کی انتہا ہے۔

مکتُوب ۲۲ ، اپنے دل میں اللہ کو یاد کر گڑ گڑا کر اور چھپ کر صبح و شام بغیر اُسکے آواز بلند نہ ہو۔

مکتُوب ۲۶ ، اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں جمادات اور حیوانات میں انسان بھی اس لازمی تسبیح میں ان کے ساتھ شریک ہے ، کیونکہ وہ اِن تینوں مراتب میں برابر کا شریک ہے۔

مکتُوب ۴۵ : اولیاء اللہ کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جسے چاہیں ، ایک پل میں کعبہ مقصود سے واقفیت کرا دیں اور اصل منزل مقصود تک پہنچا دیں ۔ وجود کا اطلاق دو درجے رکھتا ہے ۔ واجب الوجود اور ممکن الوجود جس کا وجود و عدم اپنی ذات سے نہ ہو۔

حضور باباجیؒ کے مکتُوبات کی اگر تشریح کی جائے تو ایک ایک مکتُوب کی بہت بڑی بڑی ضخیم کتابیں مرتب ہو سکتی ہیں ۔ اگر حضور کے کشف و کرامات کا تذکرہ کیا جائے تو بے شمار ہیں ، جو احاطہ تحریر سے باہر ہیں ۔ یہ حقیر پر تقصیر الشیخ حکیم میاں عبدالغفور سرشتی قادری عفیٰ عنہ بن الشیخ حکیم میاں اللہ دتہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ، حال مقیم نواں کوٹ ،

ملتان روڈ، لاہور، جو کہ قصبہ نندا پور میں سکونت پذیر تھا۔ چونکہ حضور پُرنور باباجی صاحب تاج العارفین حضرت عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ کی نگری شام پور اسی سے تقریباً سات میل شمال میں واقع تھا۔ حضور باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی تجلّیات کی روشنی سے اب تک فیض یاب ہو رہا ہے۔ حضُور باباجیؒ کے مکتُوب ۱۱۲ اور مکتُوب ۲۶ کے بارے میں عرض کرتا ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور تمام اسماء کا مسمیٰ ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ حضُور باباجیؒ نے لام اوّل کی تشریح میں فرمایا ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ کے ۹۹ نام ہیں، جو کہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔ ان تمام اسماء کو ذاتی اسماء اور صفاتی اسماء اور افعالی اسماء کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ پس تم ذاتی اسماء کی تجلّی اور صفاتی، اسماء کی تجلی اور افعالی اسماء کی تجلی کا مظہرِ اُتم حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات پاک ہے۔ جس کے نُور کی تجلّی تمام کائنات پر حاوی ہے، چونکہ وہ ذات واجب الوجود ہے۔ غیر اس کا نابود ہے۔ یعنی ذات من حیث الاسماء والصفات عندالوجود یہ عین عالم ہے۔ باآیں معنی کہ وہی ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ بطور تنزل ہر تعین میں متعین ہوئی بس فرق صرف اطلاق وتقید کا ہے۔ یعنی مرتبہ اطلاق میں واجب اور معبود ہے اور درجہ تعین میں ممکن اور عابد ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بجز ذات پاک کے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ وہی ذات پاک ذرّہ سے لے کر آفتاب تک اور کل کائنات میں جلوہ گر ہے۔ اُس کا کوئی غیر نہیں ہے۔ وہ واجب الوجُود تشبیہ اور تنزلیہ سے مبّرا اور منزہ ہے اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں اور وہی معبود لائق پرستش ہے۔ جو واجب الوجُود ہے (تعین میں ممکن اور عابد ہے۔) جب ممکن کی واجب کے ساتھ مفادیت ہوتی ہے تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا، چنانچہ مقام فنا کی صورت میں صفات عین صفاتِ حق میں محو ہو جاتی ہے۔ الحاصل یہ کہ عالم کو ہر آن میں فنا اور بقا ہوتی ہے۔ جلالی اسماء فنا کرتے ہیں۔ جسے عارفین حق کے سوا عام لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ گویا حق تعالیٰ فاعل اور بندہ اس کا اوزار

ہوتا ہے۔ اگر تم واصل حق ہونے کا عزم صمیم رکھتے ہو تو نبی معظم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیروی اور تابعداری کرو اور سُنت پر عمل کرو۔ بعد ازاں وحدت الوجُود کا مراقبہ کرو اور بالکل کلمہ طیبہ کے معنی میں نماز قائم کرو۔ جس کے متعلق حضور باباجیؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مراقبہ انتظار کو کہتے ہیں۔ اپنے وجُود میں ذات باری کی تجلّیات کا اس قدر انتظار کرو کہ وہ قلب پر وارد ہو جائیں اور تمام تعینات ممکن الوجود غائب ہو جائیں، اور نظر اس سے بالاتر ہو جائے اور جز ذات پاک کے کوئی چیز موجود نہ رہے۔ سب ذات ہی ذات میں گم ہو جائے۔ لیکن اس بات کو ذہن نشین کر لیا جائے کہ ؎

ہر کہ حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

صوفیا اکرام فرماتے ہیں کہ نقشبندیہ سلسلہ کے علاوہ ہندوستان میں جو تصوّف کے سلسلے رائج تھے۔ وہ ایران اور عراق سے یہاں آئے تھے۔ سلسلۂ قادریہ، سہروردیہ چشتیہ پر وحدت الوجُود کا رنگ غالب تھا اور ہمہ اوست کے قائل تھے۔ ان کا فکر مختصراً یہ تھا کہ تمام افراد کائنات تجلیات حق ہیں اور اس کثرت اعتباری کا وجود اس وحدت حقیقی سے ہے۔ جب ہندوؤں نے نظریہ وحدت الوجُود میں اپنے فلسفہ کی آمیزش شروع کر دی تو اس سے صوفیاء کے تمام طبقے متاثر ہوئے۔ جس سے ان صوفیائے خام کی مدد سے انہوں نے باقاعدہ تحریک کی شکل دے دی۔ جس کا تعلق بھگتی تحریک سے تھا۔ ان کے افکار کا مرکزی نقطۂ نظر (وحدت الادیان) تھا۔ جس میں فلسفہ ہندو مت کی آمیزش تھی اور پرچار کا پہلو مضمر تھا۔ اس نظریہ کا پرچار کفر و اسلام کے فرق کو مٹانے کے لئے وجود میں آیا۔ بڑے بڑے خام صوفی اس نقطۂ نظر کے علمبردار بن گئے اور اُن کو فروغ دیا۔ پھر متضاد عمل مشاہدہ میں آئے، جو قرآن اور سُنت کی مطابقت نہیں کرتے تھے۔ جب غیر شرعی صوفیا خام جن کا نقطۂ نظر (وحدت الادیان)

ہوا اور وہ کعبہ و بُت خانہ اور مسجد و مندر کا فرق مٹانے کے درپے ہوں تو ایسے

نازک وقت میں حضور قطبُ الاقطاب غوثِ زماں حضرت مجدّد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے مسئلہ (وحدت الشہود) یعنی ہمہ از اوست کی تبلیغ فرما کر ہندوانہ نقطۂ نظر کا قلع قمع کر دیا۔ حالانکہ آپؒ پر اور آپؒ کے والد ماجدؒ پر وحدت الوُجود کا رنگ شدت سے غالب تھا۔ وہ اپنے اندر عظیم رُوحانی قوت پاتے تھے۔ یہ غلبہ اس حد تک تھا۔ جس حد تک کہ اسلام مانع نہیں ہے اور حد شریعتِ محمّدی کے باہر نہیں ہے۔ چونکہ حقائق توحید کا اِنکشاف موحد کی نیاز مندی سے ہوتا ہے۔ سچا موحد وہ ہے۔ جس کا آخر اوّل کی طرف عود کر آئے اور ایسا ہو جائے، جیسا کہ پہلے تھا۔ توحید کا علم پا لینے والا موجُودات کی یاد دِل سے محو کر دیتا ہے اور خدائے واحد کے ساتھ منفرد رہ جاتا ہے۔ وحدت الوجود کی غلط تعبیر سے اکبر بادشاہ کے عہد میں بداعتدالیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت امام مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو اس طرح سمجھایا، جو نقشہ ذیل میں درج ہے:۔

وحدت الوجُود (ہوالکل)	وحدت الشہُود (ہوالباری)
نظریہ = ہمہ اوست	نظر = ہمہ از اوست
ارتقا = خود بخود ہونا	ارتقا = پیدا کیا جانا
رجحان تصوّف = سکون کی طرف مائل۔	رجحان تصوّف = جوش کی طرف مائل، اُس
میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں۔	کے ساتھ میں اور میرے ساتھ وہ
وصل	عشق
حقیقت = حق۔حق۔حق	حقیقت حُسن ازل محبوب کُل
اعتقاد = میں کون۔ انا الحق	اعتقاد = میں کون (انا عبد)
عارف	عاشق

حضرت باباجی صاحبؒ نے اپنی زندگی کے آخری چالیس سال شام چوراسی میں بسر کئے۔ آپ کے ۹ صاحبزادگان میں سے چھ صاحبزادے حیات تھے۔ مگر آپؒ نے کسی

کو بھی خلافت عطا نہیں کی بلکہ آپ نے اپنے ایک مرید شہر یار کو جنہیں احمد شاہ ابدالی
نے لاہور سے بدر کر دیا تھا اور انہوں نے موضع ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور میں سکونت اختیار
کر لی تھی۔ خلافت عطا کی اور اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ آپ کے پانچ بیٹوں کی اولاد اب
بھی پاکستان میں موجود ہے، جو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ حضرت
باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۸ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الاول ۱۱۴۶ھ کو وصال
فرمایا۔ آپ کا روضہ پاک پچاس کنال کے رقبہ میں شام چوراسی ضلع ہوشیار پور (بھارت)
میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا عرس شریف ۹-۱۰-۱۱ ستمبر کو موضع شام چوراسی ضلع
ہوشیار پور میں ہر سال نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ہندو سکھ
اور مسلمان اور سب قومیں عقیدت مندی کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔ اللہ پاک تا ابد الآباد
آپؒ کا فیض روحانی جاری و ساری رکھے اور آپؒ پر آپؒ کے روضۂ پاک پر انوار رحمت
کی شعاعیں ہر وقت جلوہ فگن ہوں اور عوام الناس کے قلوب اِس شمع رُوحانی سے روشن
ہوں۔ آمین ثم آمین۔ حضور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنے
کے لئے عالی جناب صاحبزادہ الحاج محمد سلیم شامی نقشبندی مکان نمبر ۳۶ گورو سٹریٹ
رام نگر چوبرجی، لاہور سے رجوع فرمائیں۔ چونکہ حضور پُر نور جناب باباجی صاحب
تاج العارفین حضرت عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص فیض و نظرِ کرم سے
آپ کو نوازا ہے اور خاندانی نظام اور رُوحانی فیض کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے
آپ کو مامور فرمایا ہے تاکہ ہر خاص و عام اِن سے فیض حاصل کر سکیں۔
اسی مختصر سی تشریح پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر مفصل تحریر کروں تو حضور باباجیؒ کے
اشارہ کی تشریح میں ہزاروں صفحات درکار ہونگے۔ پھر بھی پوری نہ ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ۔

حقیر الشیخ حکیم میاں عبدالغفور عرشی قادری عفی عنہ

حضرت عبداللّٰہ النبیؒ شامی ٹرسٹ

حضرت عبداللّٰہ النبیؒ شامی ٹرسٹ کا قیام ۲۰ مارچ ۱۹۸۴ء کو عمل میں آیا۔

ٹرسٹ کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت عبداللّٰہ النبیؒ شامی کی زندگی، تعلیمات اور مشن کی ترویج،

بذریعہ

ا۔ تعمیر مسجد و آستانہ

ب۔ حضرت کے مکاتیب اور دیگر کتابوں کی اشاعت۔

ج۔ حضرت عبداللّٰہ النبیؒ شامی کی حیات بابرکات کے تعارف کے لیے سیمیناروں وغیرہ کا انعقاد۔

(۲) صاحبزادگان حضرت عبداللّٰہ النبیؒ شامی کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا۔ یعنی

ا۔ مستحق طلبا کو وظائف دینا۔

ب۔ ہسپتال قائم کرنا۔

ج۔ یا کوئی ایسا کام کرنا، جو اِن مقاصد کی تکمیل میں مدد دے، جن کے لیے ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے۔

(۳) طریقِ کار

ٹرسٹ کا انتظام ایک چار رُکنی بورڈ کے سپرد ہے۔

بورڈ کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ صاحبزادہ شیخ اکرام الحق ۲۔ صاحبزادہ شیخ نثار الحق

۳۔ صاحبزادہ شیخ وحید الزماں شامی ۴۔ صاحبزادہ شیخ محمد سلیم شامی

دفتر ——— ٹرسٹ کا دفتر، ۱۸۶ شادمان II لاہور میں قائم کیا گیا ہے۔

ٹرسٹ کی اوّلین کاوش کا نتیجہ "مجموعۃ الاسرار" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ صاحبزادہ محمد سلیم شامی اور صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں، جن کی کوششوں سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ صاحبزادہ محمد سلیم شامی نے یہ کتاب اپنے ذاتی خرچ سے چھپوائی ہے اور اس کی ساری آمدنی ٹرسٹ کے لیے وقف کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں۔

④ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں توفیق بخشی کہ ہم "مجموعۃ الاسرار" شائع کر سکیں اور اس طرح اس مشن کی تکمیل میں حصہ لے سکیں، جس کی ابتدا حضرت مجدد الف ثانی رح سے ہوئی اور جن کی انتہا دنیا میں بقول اقبال "نیابت اللہ" کا قیام ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ ناچیز کاوش قبول فرمائیں اور ہمیں ہمت اور استقامت بخشیں کہ اپنی کوشش جاری رکھ سکیں۔

⑤ میں شامی ٹرسٹ کی طرف سے ایک بار پھر اُن سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی کوششوں نے "مجموعۃ الاسرار" کی اشاعت کو ممکن بنایا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

مخلص : صاحبزادہ نثار الحق ، بانیِ ٹرسٹ